

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جوہر السیف فی
قوم کمر گزشت

مشت
خان روشن خان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یوسفؑ کی قوم کی سرگزشت

خشی قبائل اور غوریان خیل
یعنی

یوسفؑ کی رنگینی، سرکاری، محمدؐ کی، داؤدؑ کی، ہمنہ
اور خلیلؑ کے صدیوں پر پہلے ہوئے عظیم الشان کارناموں
اور شہنشاہوں کی حیرت انگیز، مفصل اور حقیقی سرگزشت
مصنف

خانہ سریشہ خانہ

روشن خان اینڈ کمپنی

پھول چوک، جونا مارکیٹ، کراچی

جملہ حقوق محفوظ

کتاب

مؤلف

ناشر

مطبع

اشاعت اول

تعداد

قیمت

یوسف لرنی قوم کی سرگزشت

خان روشن خان

روشن خان اینڈ کمپنی

پھول چوک - جونا مارکیٹ - کراچی ۷

الحزب پرنٹرز (مکتبہ رشیدیہ) پاکستان چوک کراچی

فروری ۱۹۸۶ء

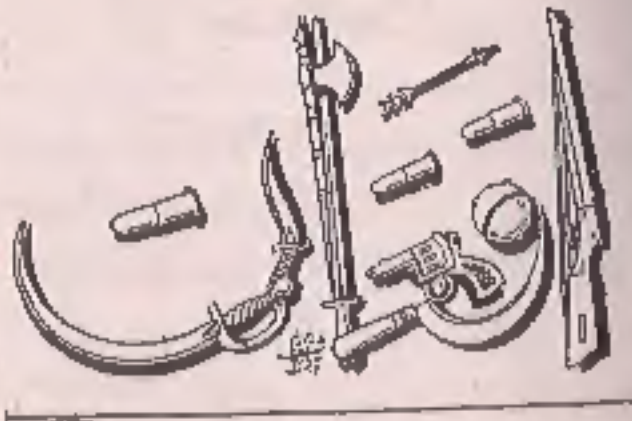
دو ہزار

۱۲۰ روپے

ملنے کا پتہ

روشن خان اینڈ کمپنی

پھول چوک - جونا مارکیٹ - کراچی ۷



آسیا ایک پیکر آب و گل است
ملت افغان دیں پیکر دل است
در فساد او فساد آسیا،
در کشاد او کشاد آسیا،
را تہالہ

مذاشیخا خویو کا بیوت د آب و گل دے
پشتون قام چہ دے کا بیوت کیں نکر دے
مذہبتون فساد د تہول ایشیا فساد دے
کہ آباد وی دے فوجول ایشیا آباد دے

ترجمہ

از عہد المذاق کوثر

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ، ڈاکٹر ابوسدان شاہ جہا پوری	۱
۲	نظریہ اول، طابق بن یوسف	۲
۳	عسیر من مصطفیٰ، روشن خان	۳
۴	ایسم ناخذ، روشن خان	۵
۵	ذادہنی پختون حال، عبدالقہد آف تہاں کل	۸
۶	نظم، خواجہ مؤرخ و محقق متی زئی	۱۰
۷	باب (۱)	۱۱
۸	یوسف زئی قوم کی سرگزشت	۱۱
۹	سکہ قفص - ایک تہا پختہ	۱۳
۱۰	یوسف زئی اور گلپانیوں کی مخالفت	۲۲
۱۱	گلپانی قوم پر مرزا الخ بیگ کی جیٹھڑی	۲۳
۱۲	یوسف زئیوں کی مرزا الخ بیگ اور گلپانیوں سے جنگ	۲۶
۱۳	مرزا الخ بیگ کا یوسف زئیوں کو قتل کے ارادے سے طلب کرنا	۳۰
۱۴	کابل میں مرزا الخ بیگ کا جگہ یوسف زئی کو ہاندھنا	۳۲
۱۵	شیخ عثمان ادساخیل علی زئی یوسف زئی کا مکاشفہ	۳۳
۱۶	باب (۲)	۳۵
۱۷	گلپانی میں رہنے والے دلاک سے جنگ	۳۵
۱۸	واقعہ کی طرف رجوع	۳۹
۱۹	دلاک اور یوسف زئی کی جنگ	۴۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰	یوسف زئی کے ساتھ لڑنے کیلئے دلاک کا شکریہ کرنا	۴۲
۲۱	دلاک کیساتھ صلح کی پیشکش سے ملک احمد کا ملک محمد علی کے یہاں جانا	۴۳
۲۲	باب (۳)	۸۱
۲۳	یوسف زئیوں کا سوات کی طرف متوجہ ہونا اور باہر بادشاہ کا	۸۱
۲۴	یوسف زئیوں کو قلعہ کرنے کی غرض سے آنا	۸۱
۲۵	باب (۴)	۱۰۰
۲۶	ملک احمد کی آمد، باہر بادشاہ کا کابل پٹنہ کرنا	۱۲۵
۲۷	دلاک کی ایک خاتون ستمناہ شاہ پورٹی کا واقعہ اور اسکی بہادر	۱۳۲
۲۸	باب (۵)	۱۳۰
۲۹	گلپانیوں اور دلاکوں کے درمیان جنگ	۱۳۰
۳۰	باب (۶)	۱۴۰
۳۱	شیخ علی کامفتوہ شہر اور مقبوضہ علاقوں کا قوم خانی میں تقسیم کرنا	۱۴۰
۳۲	شیخ علی کا انتقال ملک احمد کا انتقال	۱۴۳
۳۳	خان جوگی سرداری کا آغاز اور غوریانہ کی ان کیساتھ شکست	۱۴۶
۳۴	شیخ پیور کی جنگ	۱۴۸
۳۵	باب (۷)	۱۵۰
۳۶	یوسف زئی کا وریا نندی کو عبور کرنا اور غوریانہ کی جنگ	۱۹۰
۳۷	یوسف زئیوں سے غوریانہ کی شکست کھانا	۱۹۹
۳۸	ایک ضروری وضاحت خان جوگی کے ملک مشرک کا ذکر	۲۰۷
۳۹	مشجرۃ نسب قوم اقامتہ غوریانہ	۲۰۸
۴۰	مشجرۃ باڈا (ہاڈو زئی) غیبی	۲۱۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۱۲	داؤد زئی غور یا خیل کا شیخہ نسب	۳۱
۲۱۳	باب (۸)	۳۲
۲۱۳	خان بگو کے بعد کے حالات	۳۳
۲۱۴	مصری خان	۳۴
۲۱۸	یوسف زئیوں کا دوبارہ اتحاد	۳۵
۲۲۱	غازی خان	۳۶
۲۲۲	ملک کالو خان	۳۷
۲۲۹	عہد اکبری پر ایک نظر مغل فرمانروا شہنشاہ اکبر کی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں	۳۸
۲۳۳	علاقہ پشاور یا گندھارا کا نقشہ	۳۹
۲۳۵	یوسف زئی اور تنگ	۵۰
۲۴۰	بہا کو خان یوسف زئی	۵۱
۲۴۳	اختلافات کا اصل سبب	۵۲
۲۴۳	داراشکوہ کا خط بہا کو خان کے نام	۵۳
۲۵۰	بہا کو خان کے بہترین رفقاء - اخون سالاک، اخون سبک	۵۴
۲۵۳	باب (۹)	۵۵
۲۵۳	بہا کو خان کی وفات کے بعد	۵۶
۲۵۷	نادر شاہ ایرانی	۵۷
۲۵۹	دور ابدالی	۵۸
۲۵۹	ابدالی حکومت کا زوال اور بابر زئی کا آغاز	۵۹
۲۶۰	سکھوں کا دور اور سرداران پشاور	۶۰
۲۶۴	چار بیستہ بزرگان پنجتہ	۶۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷۳	مجاہدین	۶۲
۲۷۹	غازی خان و خان بٹہ	۶۳
۲۸۵	جنگ معیار یا ماہیار	۶۴
۲۸۸	انگریز کا دور اور ملک افغان	۶۵
۲۸۸	افغانستان پر انگریزوں کی یلغاریں	۶۶
۲۹۵	مکمل آزادی کی تحریکیں، افغانستان	۶۷
۲۹۹	یوسف زئی اور انگریز	۶۸
۳۱۱	عسرا خان بٹہ دلی	۶۹
۳۲۷	ریاست دیر	۷۰
۳۲۸	اخوند الیاس و شیخ آدم بنوری مشوانی	۷۱
۳۳۳	ریاست سوات	۷۲
۳۴۰	باب (۱۰)	۷۳
۳۴۰	یوسف زئی ہندوستان میں	۷۴
۳۴۵	بنگلہ ریاست، فرخ آباد	۷۵
۳۴۷	پنجاب کے علاقہ پچھڑ میں یوسف زئی افغان	۷۶
۳۵۱	ضلع پزارہ میں یوسف زئی اور ان کے تعلق دار	۷۷
۳۵۲	پنی اور کاکڑ (غرضت)	۷۸
۳۵۶	قرین	۷۹
۳۵۶	سواتی، پٹان اور شمشیر	۸۰
۳۵۹	قومیت کے متعلق ایک اہم فیصلہ مشوانی	۸۱
۳۶۰	افغان اکابر و مشاہیر	۸۲
۳۶۱	بریس یا بڑیچ یا بریس	۸۳

صفحہ	مضمرات	نمبر شمار
۳۶۲	سیرکائی تارن، مایا، اطرانی	۸۴
۳۶۳	رواڑی، بوقیان، کشاد یا کشاد اور کبار	۸۵
۳۶۴	وجہ تسمیہ بوقی افغان	۸۶
۳۶۴	دروگ قبیلہ	۸۷
۳۶۵	طوٹنی یا توٹنی	۸۸
۳۶۵	ڈرٹریا اور مٹر	۸۹
۳۶۶	یہ سود، رہو اور لٹانی قبائلی	۹۰
۳۶۶	اقسان خیل	۹۱
۳۶۷	خویشگی پٹھان	۹۲
۳۶۸	کٹانی یا کٹانی	۹۳
۳۶۸	غلزئی اور لودی	۹۴
۳۶۹	مندوری یا ماندوری	۹۵
۳۶۹	منہ اور کشاد	۹۶
۳۶۹	تیراہی اور گمرانی	۹۷
۳۶۹	لونی یا لوانی	۹۸
۳۷۰	رو دباری	۹۹
۳۷۰	سپید اور میاں	۱۰۰
۳۷۱	سوات اور مٹراوی - ایک جائزہ	۱۰۱
۳۷۳	ہنگلی خاندان سوات	۱۰۲
۳۷۴	شجرہ نسب گلیانی	۱۰۳
۳۷۵	نخ یا نخے یعنی نخش قبائل	۱۰۴
۳۷۵	گلیانی	۱۰۵

صفحہ	مضمرات	نمبر شمار
۳۷۸	ترکمانی یا ترکمانی	۱۰۶
۳۸۰	قبیلہ سکی زئی یا کازئی پنجاب میں	۱۰۷
۳۸۲	محمد زئی	۱۰۸
۳۸۵	تپہ اشغور	۱۰۹
۳۸۷	شجرہ نسب محمد زئی (اشغور)	۱۱۰
۳۸۸	انساب اقوام افغانہ - جڈا علی قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب	۱۱۱
۳۸۹	شجرہ ہائے نسب یوسف زئی	۱۱۲
۳۹۰	باب (۱۱)	۱۱۳
۳۹۰	یوسف زئی علم و ادب	۱۱۴
۳۹۰	یوسف زئیوں کے حرکات و سکنات پر ایک سرسری نظر	۱۱۵
۳۹۳	مساکین یوسف زئی بمطابق شجرہ ہائے نسب	۱۱۶
۳۹۵	قبیلہ یوسف زئی	۱۱۷
۳۹۶	اکون یوسف	۱۱۸
۳۹۶	بائی زئی	۱۱۹
۳۹۶	ابا عیسیٰ	۱۲۰
۳۹۶	عسری خیل	۱۲۱
۴۰۰	جنگلی خیل	۱۲۲
۴۰۲	مٹوڑی زئی	۱۲۳
۴۰۳	موسلی خیل	۱۲۴
۴۰۳	تپہ بابوڑی	۱۲۵
۴۰۶	پیران تپہ بائی زئی	۱۲۶
۴۰۹	ایک گلاز شش	۱۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۸	خواجہ زئی	۴۰۹
۱۲۹	ملی زئی	۴۰۹
۱۳۰	نصرت دین خیل	۴۱۱
۱۳۱	سلطان خیل	۴۱۱
۱۳۲	اوسا خیل	۴۱۲
۱۳۳	ستہ بجنی	۴۱۳
۱۳۴	شامی زئی	۴۱۴
۱۳۵	نیکی خیل	۴۱۵
۱۳۶	شمس زئی	۴۱۶
۱۳۷	ادین زئی	۴۱۶
۱۳۸	ابا زئی	۴۱۷
۱۳۹	خاک زئی	۴۱۸
۱۴۰	دانی زئی	۴۱۹
۱۴۱	مولی بن یوسف	۴۲۲
۱۴۲	سالار زئی	۴۲۲
۱۴۳	عاشق زئی	۴۲۳
۱۴۴	نسور زئی	۴۲۳
۱۴۵	گدائی زئی	۴۲۴
۱۴۶	جیل بن یوسف	۴۲۶
۱۴۷	جیل زئی	۴۲۶
۱۴۸	حسن زئی	۴۲۶
۱۴۹	منا خیل	۴۲۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۱	مسکن حسن زئی	۴۲۸
۱۵۱	منا خیل مسکن دین پوریاں	۴۲۸
۱۵۲	ملی بن یوسف	۴۲۹
۱۵۳	چغندر زئی	۴۳۰
۱۵۴	مسکن چغندر زئی	۴۳۱
۱۵۵	دولت زئی	۴۳۱
۱۵۶	نوری زئی	۴۳۲
۱۵۷	ایسوی زئی	۴۳۳
۱۵۸	اوریا بن یوسف	۴۳۴
۱۵۹	منور بن مندر یا مندر	۴۳۴
۱۶۰	کمال زئی	۴۳۴
۱۶۱	افان زئی	۴۳۶
۱۶۲	دولت زئی	۴۳۶
۱۶۳	اسماعیل زئی	۴۳۷
۱۶۴	امان زئی	۴۳۸
۱۶۵	اکا زئی	۴۳۸
۱۶۶	کنا زئی	۴۳۹
۱۶۷	عسل زئی	۴۴۰
۱۶۸	سدور زئی	۴۴۱
۱۶۹	یلور زئی	۴۴۱
۱۷۰	اپا خیل	۴۴۱
۱۷۱	عمر خیل	۴۴۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	دروزی	۳۳۳
۱۴۳	بہسزاد خیل	۳۳۲
۱۴۴	میر احمد خیل	۳۳۵
۱۴۵	خود خیل	۳۳۶
۱۴۶	روزہ بن مند	۳۵۱
۱۴۷	بابو جان مانی لوی، روزہ مند کا شجرہ نسب	۳۵۲
۱۴۸	سک لوی	۳۵۳
۱۴۹	اکو خیل	۳۵۵
۱۵۰	شخصہ بن مند	۳۵۶
۱۵۱	محمود بن مند	۳۵۹
۱۵۲	ماموڑی	۳۵۹
۱۵۳	اکا خیل	۳۵۹
۱۵۴	بو با خیل	۳۵۹
۱۵۵	ماموڑی بو با خیل کے ایک نامور شخصیت اسوٹا باباجی	۳۶۰
۱۵۶	غالی خیل	۳۶۱
۱۵۷	تپہ روزہ	۳۶۳
۱۵۸	نقشہ	۳۶۳
۱۵۹	شجرہ نسب بانیہ انصاری	۳۶۴
۱۶۰	باب (۱۲)	۳۶۷
۱۶۱	تحریک حیات قوم کا ایک اہم باب تحریک روشنائی	۳۶۷
۱۶۲	سید علی المعروف بہ پیر بابا صاحب بریل	۳۷۰
۱۶۳	اخون دروہ صاحب کا نسب و احوال	۳۷۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۴	ابراہیم عطائی مصنف "پختونستان مسئلہ"	۳۷۷
۱۶۵	شبیر اہلیان تصنیف بانیہ انصاری	۳۷۹
۱۶۶	ابہام مولانا سر بلند خان صاحب لوہاں کھلی	۳۸۲
۱۶۷	اخون دروہ کی تصنیف "مخزن"	۳۸۵
۱۶۸	عبد الکریم خان محمدانی کی تصنیف "روغائیان و مغلوں کی بیکان"	۳۸۶
۱۶۹	سرفراز خان تنگ عقاب	۳۹۴
۲۰۰	بانیہ کی تصنیف "صراط التوحید"	۳۹۱
۲۰۱	تحریک روشنائی کا انجام	۳۹۳
۲۰۲	ماہی مطالعہ	۵۱۳
۲۰۳	یوسف زئی کی تحریک روشنائی میں دوبارہ قومیت	۵۱۱
۲۰۴	الغرض	۵۱۲
۲۰۵	پٹھانوں کے اعمال	۵۱۳
۲۰۶	حریف آخر	۵۱۵

مقدمہ

خانہ دلق خانہ سے پہلی مرتبہ اس وقت تصارف پورا جب تارخ حافظ رحمت خانی کا پہلا اردو ایڈیشن چھپ رہا تھا، پھر کرب اس وقت ہوا جب وہ تارخ کا دوسرا ایڈیشن مرتب کر رہے تھے اس کی ترتیب دندورین و دیگر کمرے قلب پر خانہ صاحب کی معلومات اور نظری گہرائی کا اثر ہی نہیں جو بلکہ پٹھانوں کی تاریخ اور اس کی شاعری سے ان کے ذوق و اشتیاق کا اندازہ بھی ہوا میرے لیے یہ بات مزید حیرت کی تھی کہ تارخ کے ایڈیٹیشنوں کی شاعری کے بعد ان کا ذوق اور جذبہ اشتیاق کم نہیں ہوا بلکہ ان کے ذوق و جذبہ بڑھ گیا۔ مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ ان کے ذوق کی تاریخ "تارخ حافظ رحمت خانی" سے اردو ترجمے کی شاعری سے بھی پہلے شریعت ہوئی ہے۔ تارخ کے اصل مخطوطے کی شاعری میں بھی ان کا ذوق و اشتیاق بڑھا تھا، اس کے اردو ترجمے کی تکمیل اور اس کی کل اشاعتیں ان ہی کے ذوق و اشتیاق اور محنت کا نتیجہ ہیں۔ اصل "تارخ حافظ رحمت خانی" دہری امین پستوں میں چھاپی کی تاریخ ان کے قبائل کی سروگردش اور نقل و حرکت سکباب میں بنیادی ماخذ ہے، لیکن یہ دیر پر مبنی ہوئی پٹھانوں کی تاریخ کا نہایت عمدہ تذکرہ ہے۔ خان صاحب نے اس کے اردو ترجمے پر خواہی تحریر فرما کر اس کے تمام تاریخی و سماجی اشارات اور واقعات کے اجمال کو نہایت مختص کر دیا ہے۔ لیکن حواشی کے تمام معلومات چوں کہ اصل تاریخ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہیں اس لیے ان کی حیثیت ایک مرتبہ اور بہتر تذکرے کی زبان بنی تھی اور اصل مخطوطہ چوں کہ تاریخ کے وسط میں ایک ایسے مقام پر ختم ہو جاتا ہے، جہاں سے خلیفہ تاریخ اور اہل ذوق کی تشنگی ختم نہیں ہوتی، بلکہ کچھ بڑھ جاتی ہے۔

لہذا اسی تشنگی کا احساس تھا کہ خان صاحب نے پٹھانوں کی ایک جامع تاریخ لکھنے کا عزم کیا ان کے ذوق نے ان کی ہمتائی کی اور تذکرہ کے نام سے ۱۹۸۰ء میں پٹھانوں کی ایک جامع و مربوط تاریخ وجود میں آگئی۔ اس کی جامعیت و افادیت کی کسوٹی اگر اس کی مقبولیت کو قرار دیا جائے تو اسے پٹھانوں کی تاریخ کی مقبول ترین کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں اور چھ ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔ چار سال میں چار ایڈیشنوں کی اشاعت اس کی مقبولیت پر جانے جامعیت و افادیت کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اب یہ کتاب ایک بار پھر نگر نیا باب نہیں تو کم با ب ضرور ہو گئی ہے۔

تذکرہ کے بعد خان صاحب کے تین کتابچے شائع ہوئے۔ یہ کتابچے بھی پٹھانوں کی تاریخ کے ایک نہایت اہم اور بعض شخصیات پر ہیں۔ پہلے کتابچے کا نام اور موضوع "پٹھانوں کی نسلی تاریخ" ہے۔ خان صاحب نے اس کتابچے میں نہایت تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ پٹھان مسلمان بنی اسرائیل ہیں۔ ارمان کے ابو آقا باجمن کے نام سے انھوں نے یہ نام (یعنی اسمائیل) پایا، حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام ہیں۔ خان صاحب نے اتنی ہی تحقیق کے ساتھ اس کے مخالف نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ یہ کتاب بھی اہل ذوق میں بہت مقبول ہو اور گذشتہ چار برس میں اس کے تین ایڈیشن اور سات ہزار نسخے نکل چکے ہیں ایک اور دلچسپ کتابچہ "مکسوات کے نام سے ایک نیک دل، شریف اور اولوالعزم پٹھان خانوں کی داستان ہے۔ یہ کتابچہ پایا کے قوم یعنی علی کے تصارف میں ہے اور اگست ۸۵ء میں ۲ ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر مقبول خواہی و عوام ہوا۔

ان کے تاریخی کاموں کے سلسلے کی ایک کڑی "یوسف ذی قلم کی سرگزشت" ہے، جو اس وقت اگرچہ آخری ہے، لیکن خان صاحب کے پیش نظر منصوبہ اور اس کے کاموں کا سلسلہ شرق و اڑ ہے، اس لیے اسے آخری نہیں کہا جاسکتا۔

تواریخ عالم میں تاریخ کا وہ دور خاصا امتیاز رکھتا ہے، جس کی ترقی و تہذیب مسلمانوں کے ذوق و سیاست اور علم و تہذیب کی رہبریت ہے اور مسلمانوں کی تاریخ میں پٹھانوں کی تاریخ اور پٹھانوں کے مختلف خانہ سالوں میں یہ سب ذیل کی تاریخ دنیا کا شاندار تاریخ ہے جس طرح نسل آدم میں پٹھان اپنی مہمانی، ذہنی، فکری صلاحیتوں اور اخلاق و سیرت کے خصائص

میں امتیاز رکھتے ہیں، اسی طرح پشائوں میں یوسف ذی نضر افغانہ اور لاہور قوم ہیں۔ بہت زنی ایک شجر طیب ہیں، جس کی شاخیں ایشیا میں جنوب مغرب سے لے کر مشرق میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں، اور اس کے جڑیں تاریخ کی تختہ گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہیں اور مضبوط کلاسی ہوئی ہیں۔ برصغیر میں مغلوں کی آمد سے پہلے، حضرت ان کے قدم یہاں تک پہنچ چکے تھے، بلکہ انھوں نے اپنی سیادت و ریاست کے جھنڈے گاڑ دیے تھے۔ اگر ایک درخت کی خوبی یہ ہو کہ اس کا پھل کام و دین کو لذت فرماتا ہے، تو یوسف ذی نضر کے درجہ میں اور مبالغہ کر کے اپنے فکر و تدبیر اور جادو جادو سے برصغیر پاک و ہند کی تعمیر و ترقی اور جنگ آزادی میں عظیم الشان حصہ لیا ہے اور ملک و قوم کی رہنمائی کی ہے۔

یوسف ذی نضر کی یہ سرگزشت ان کی قومیت کے ابتدائی نقش سے شروع ہوتی ہے اور تاریخ کے مختلف ادوار پر پائے دہن کے حویل سفر کے نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی برصغیر میں ۱۵۴۷ء میں احمد آباد کی جدوجہد کی کامیابی کے ساتھ ساتھ افکار کو پہنچتی ہے، مگر جس طرح ماحول سال کا سفر روز و شب کے اجالوں اور اندھیروں کا سفر ہوتا ہے، اسی طرح یوسف ذی نضر کی قومی تاریخ کا یہ عالم مختلف نشیب و فراز اور شب و روز کے اندھیرے اجالوں سے گزر کر بہترین عہد کی کوہِ پرہیزگری و روشنی میں پھر نمایاں ہو رہا ہے۔

یوسف ذی نضر کے حالات بہت سی تاریخوں میں موجود ہیں اور ان پر مستقل کتابیں بھی ہیں لیکن جن تفصیلات اور ترتیب سے اس کتاب میں حالات پیش کیے گئے ہیں، اس کی مثال نہیں۔

یوسف ذی نضر کی اس سرگزشت میں ان کی مختلف شاخوں، خاندانوں، پورا برصغیر میں ان کی ریاستوں اور حکومتوں کی تاریخ، مختلف شہروں، بستیوں، تہوں، گاؤں میں ان کی آبادیوں کی تفصیل و تاریخ، ان کے ساتھ ان سے وابستہ غیر یوسف ذی نضر قبیلوں اور خاندانوں، ان کے حکام اور علمائے مشائخ کے حالات بھی ضروری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

یوسف ذی نضر کی تاریخی عظمت، تاریخ عالم اور تاریخ اسلام میں ان کے شاندار کردار، زندگی کے مختلف میدانوں میں ان کی عظیم الشان خدمات، ان کے خاندانوں کے پھیلاؤ، ان کی

ریاستوں کے قیام کی جدوجہد، ان کی سیرت کے خصائص، ان کی معاشرتی زندگی کے آداب و رسوم، قوم و ملک کے حفظ و دوستانہ میں ان کی بے نظیر قربانیاں، غیر ملکیوں کو ان کی معیبت میں پناہ دینے میں بشار، مخالفوں کے بڑے دقت میں ان کی انداد و دست گیری کی صفات اور معذرت اور طلبہ انداد کی صورت میں اپنے طلبہ پر دشمنوں کو بھی صاف کر دینے کی قربانیاں دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

میرزا ناصر علی کی تاریخ کا بہت زیادہ نہیں، لیکن ان کا کام بھی نہیں کہ میں ان کی انفرادی اور اجتماعی باوقری سیرت اور اس کے خصائص کا اندازہ نہ کر سکوں۔ میر سے مطالعے میں ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ یوسف ذی نضر سے ان کے کسی دشمن اور مخالف سے معذرت یا کی در خواست کی ہو، انداد چاہے ہو اور انھوں نے اس کے معذرت کو قبول نہ کر لیا ہو اور انداد کے لیے پھیلے ہوئے ہاتھ میں اپنی انداد و خاندان کا مضبوط ہاتھ نہ دیا ہو اور دست گیری کے طالب کو اس کے بڑے دقت میں مایوس کیا ہو۔

میں ان کی تاریخ کے بے شمار واقعات مجھے ان کی کوششیں نہیں کر دیں گے۔ صرف جنگ جبین کے ساتھ ان کے فرخ دلاہر وسیہ پر غور کیجیے کہ دونوں میں کتنی شدید لڑائی تھی، لیکن خوشحال خان خٹک گرفتار ہوئے، اور ان کے قبیلے کو شادی کے لیے جوں ہی مغلوں کے خطرناک عزائم کا علم ہوا اور یوسف ذی نضر سے انداد کی خواہش کا اظہار کیا گیا، انھوں نے اپنے سارے اختلافات بھٹکا دیے، انھیں اپنی مخالفت میں سے لیا اور ان کی عزت و آبرو اور جان و مال کے محافظ بن گئے اور وہ تمام تیر خانات کے سینے پر چلائے گئے تھے، اپنے سینے پر روکے لیے۔

یوسف ذی نضر کی ایک اور قوی، جہان کی قوی خصوصیت ہے۔ وہ ان کے اس جدوجہد کی بات پابندی کے انھوں نے جب بھی کسی سے کوئی معاہدہ کیا اور چاہا، وہاں انھیں قیام کیا، انھیں خود اس کے کوڑے کا تصور بھی نہ کیا، اپنی طرف سے فریبی ثانی کو شکایت کا موقع نہ دیا، اپنا نقصان اٹھا کر، اپنی قوم کے افراد کو یاد کر لیا اور جب تک دوسرے فریق نے مینٹ کی قوی دھجیاں نہ اڑا دیں اور اپنے ذولِ فعل سے اپنے تئیں تاریخی مثالی معاہدہ نہ ثابت کر دیا، خود معاہدے کے خلاف کوئی عمل اقدام نہ کیا، لیکن جب فریبی ثانی کی طرف سے معاہدہ توڑ دیا گیا تو وہ ان

کائنات پر گرفت سے بچنے کا نسخہ۔

لہٰذا کی ایک اور قوی خصوصیت کو بھی نہیں بھلا یا جاسکتا اور جس پر مدد یوں کی روایت اور ان کے تعامل نے اپنی ہر شہادت کر دی ہے۔ یہ ہے کہ جن غیر یوسف ذیٰ المنلوں اور خاندانوں سے ان کی امان و حفاظت طلب کی اور ان کے ساتھ امن و جنگ کی حالت میں ان کے شریک و ہم رہے۔ یوسف ذیٰ غریب نے انھیں اپنی ہی قوم کا حصہ سمجھا اور کوشش کی کہ انھیں رنج و تکلیف سے بچائیں، جنگ و جدوجہد میں انھیں الگ رکھیں، مہم کو قتال میں اٹھیں اپنے پیچھے رکھیں، لیکن بالخصوص انھیں اور خود انھیں بریک کا حصہ دیں اور آرام و راحت میں انھیں ضرور شریک رکھیں۔ مادہ پنج کی اس حقیقت کو کوئی غفلت کا حصہ ہے کہ مدد و بہت حد تقسیم اور انہی کے وقت بایائے قوم شیعی نے اپنے معادلان، وزیر و حفاظت غیر یوسف ذیٰ خاندانوں کو بھی ان کی ضرورت کے مطابق زمین میں برابر کا حصہ دیا۔

مخلوق نے انہیں بھانپ گئے، ٹوٹنے اور صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی ہدایت کو شش
مئی اور تیسری دیا بر سے لے کر اور ٹکڑی بک ان پر اتنی پیٹناری کی گئیں کہ تاریخ کا کو
بھی ان کی قدر و یا وہ نہیں، مخلوق سے بعد بھی کوئی دور ایسا نہیں آیا جس میں ان کے وجود و
حیثیت کو نشانہ مستحکم بنایا گیا ہو، لیکن دنیا کی کوئی طاقت اور دشمن کا کوئی حربہ کبھی پوری
طرح کا پیادہ نہ ہو سکا۔ البتہ اگر انہیں کبھی نقصان پہنچا ہے اور آج بھی ان کے لیے کوئی
خطرہ ہے تو وہ ان کا اپنا مفروضی اعتکاف اور اتالیقی ہے۔

حکام کی آزادی کی جدوجہد میں انگریزوں کے خلاف جنگ اور ان کے مقابلے میں
 تیار جہان دہل کے لحاظ سے پورے برصغیر میں اگر کسی ایک قوم کا انتخاب مقصود ہے اور اس
 سے نیچے خواہ کتنا ہی کمزور معیار مقرر کیا جائے تو پٹھان اس معیار پر پورے ترین گئے اور ہلکا
 خیر بھی یوسف زہریلوں کے تیار جہان دہل کا تیار سب سے بد نظر آئے گا۔

آزادی کی جنگ لڑنے پر صغیر میں لڑی گئی اس میں بہت قدر دوقر و استطاعت مصیبت نے حصہ لیا۔ اس جنگ کا چھوٹے سے چھوٹا دقتہ بھی ہماری تاریخ کا قابل قدر سرمایہ ہے۔ لیکن یہ سبھی عجیب بات ہے کہ بنگال میں سر اٹھا دلہہ دکن میں ٹیپو اور شمالی ہند میں حاکم

و قدرتِ خالق کی شگفت لے کر دسے ہمدردان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ استعمار کے دستانے میں ان نین شخصیتوں کے ہٹ جانے کے بعد پھر دسے برصغیر میں انگریزوں کے بڑھتے ہوئے دعوے کو روکنے کے خال کوئی قوت نہ تھی۔ سندھ میں بلاتشایان کے عزائم کی راہ میں ایک ذہر درست راہ پر پیدا کر دی تھی، لیکن ایک ہی سرسے نے اس کی قسمت کا فیصلہ بھی کر دیا۔ اس طرح گنتی کے چند معرکوں نے، کھوئے ہوئے میل کا علاقہ انگریزوں کے زیرِ نگیں کر دیا۔ انگریزوں کے اقتال کا اشارہ شروع ہو رہا تھا اور برٹش استعمار کا جھنڈا مجاہدینِ آزادی کے عزائم پر پہنچے نگار بن رہا تھا۔ لیکن اسی سرسے میں ایک ایسا علاقہ بھی تھا جہاں ہر بلا نئی استعماری عزائم کا سر پر عروج پر تھا، جہاں استعماری مفاد ہمدردوں کے باشندوں کے بھتہ عزائم سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے تھے۔ یہ علاقہ پنجاب کی غیر مستقیم سرزمین تھی۔ اس سرزمین کا پیچ پیچھا انوں غصہ و کینہ سے بھری مشیروں کے فون سے لالہ ڈال رہے تھے۔ اس جنگ میں یوسف زئیوں کے حصے چند مدتبہ اور کچھ ملازمین و جوانان ہی شامل نہ تھے بلکہ تمام سرسائی یوسف زئی اس میں شامل تھے۔ یہ جنگ یوسف زئیوں جو جوانان، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں و مردوں، سب نے لڑی تھی۔ علاقہ یوسف زئی کا ڈوہہ رتہ گمان ہے کہ یہ جنگ ایک ایک دہے پر، ہر ایک وادی میں اور ہر پہاڑ کی چوٹی پر لڑی گئی تھی اس کے باوجود پنجابوں کے بے پناہ جذبہِ محبت اور شہرِ علم کی بجلی کو یہ انگریز کی تپستی قوتِ شگفت دسے سکی اور نہ اس کی لچر میں مات دے سکی۔ پنجابوں کی یہ مفادست کوئی چند روزوں یا مہینوں کی دستانہ نہیں بلکہ سو سال سے زائد کے عرصے پر محیط ہے۔

الگمیزوں نے انھیں ان کی اس حریت پسندی کی سمجھ سزا بھی دی۔ پٹھانوں کو نکست کے
 حوالہ پر بھجور گھرنے کے لیے انھیں اعلیٰ حالت سے محروم رکھا گیا۔ پٹھانوں کو ان کے قومی خدائوں
 سے دور کرنے کے لیے ان کی سرزمین کو بے نام و نشان رکھا گیا۔ آج اس کا قرارداد قومی اہل
 کوٹ کر رہا ہے کہ الگمیزوں نے ان کے وطن کو بے نام و نشان رکھ کر پٹھانوں کے تشخص کو
 کسی ناقابل بحال نقصان پہنچایا ہے۔

ازہد کی سطوروں میں چٹھالی خلیفہ ناصر بنی یوسف زلی سے جوں کوئی تاریکی اور ہنس نبی
دھماٹیس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ کتاب نہ صرف اللہ کی آیت و وار ہے بلکہ اس کی حویلیاں

سے بہت زیادہ ہے جس میں کائنات کی تمام مخلوقیں اس سے پیدا ہوئی ہیں۔

آخر میں پٹھانوں کی ایک ٹوٹی کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ فاضل مصنف
خان درویش خان نے جاننا اشار سے کہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں یہ خیال تھا
کے حصول کے لیے کسی طرح پٹھانوں کے مذہبی جذبات کو استعمال کیا اور اس حربے سے ان
کے اتحاد و جمعیت کو ایک نقصان پہنچایا۔ پٹھان مذہب کے معاملے میں بہت حساس و رنج پوش
ہیں اور بدقسمتی سے ان کے اسی مذہب کی آڑ میں انھیں نقصان پہنچایا گیا۔ محمود غزنوی نے
انھیں کمزور کرنے کے لیے جس طرح مذہبی جذبات سے کام لیا اس کی تفصیل مذکورہ میں آچکی ہے۔
یاد رہے انھیں اس وقت نہ پر روٹوں کی تحریک اچانک توئی کہ مذہب کے نام پر جس طرح سبوتاژ
کیا گیا۔ خان صاحب نے اسی کتاب کے ایک مضمون باب میں اس پر روشنی ڈالی ہے اور یہ واضح
شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک اصلاح و جب کے خلاف مذہبی جذبات کو میں طرح ہر ایک
کیا گیا، اس پر بھی جدید نگار اشار سے اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کا قیام ہمارے سامنے
ہے، انہیں متاثر نہ ہوں، وہ فرط غریب کا شکار نہ ہوں اور ان کی تقدیر قوی و جمہوری
قوت پارہ پارہ ہوگئی۔ مجھے امید ہے کہ خان صاحب کی کتابوں انھیں یوسف زئی قوم کی
سرگزشت سے مطالعے سے پٹھانوں میں قومی شعور بخت ہوگا اور یہ احساس ضرور پیدا ہوگا کہ وہ
آئندہ جاس قسم کے حالات میں مذہب کے نام پر متفق ہو کر رہنے ہی اتحاد و جمعیت کو نقصان
نہ پہنچائیں گے اور جو فکر سے کام لے کر غلو کر کے اسے بچ جائیں گے۔

ڈاکٹر ایس ایم خان صاحب پوری

۱۹۸۲ء

نظر اراول

خان درویش خان کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ ایک
تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پختون قوم کی تاریخ کا جس قدر
اُن کے پاس ہے، اس دور میں شاید ہی کوئی ان کا توں ہو۔ اس کی مدد
سے خان صاحب کو پختون قوم کا سائنسکلو پیڈیا ENCYCLOPEDIA
کہا جائے تو یہ جواز ہوگا۔ ہم اور ساری قوم خان صاحب پر غور
کرتی ہیں۔ ان کی عظمت، علم دوستی اور تاریخ نویسی سے پٹھانوں
کی کئی تاریخیں متاثر ہوئیں۔

بابائے صحافت سید احمد بخش یوسفی (موجودہ کی نصف یوسف
رے پٹھان) اور سید تاریخ سید پٹھان عبدالقادر دوم، سوم اور تاریخ
حافظ رحمت حنی پستو کیلیدی سے خان صاحب کے تعاون سے شائع
کی اور اب ایک ہی کتاب "یوسف زئی قوم کی سرگزشت" پینس
خدمت کر رہے ہیں یہ کتاب مجموعی طور پر یوسف زئی قوم کی تاریخ
ہے۔ اس میں بہتر پہلو ایسے ہیں جو آج کی کبھی ہوئی کسی مصنف
اور ہر قسم کتابوں میں بھی موجود نہیں۔

خان صاحب عمیق اور معلومات کیلئے شری محنت کر رہے ہیں
خاص طور سے سید احمد کے شمار دوم پختون قوم کی تاریخ اور شجروں پر
ان کی گہری نظر ہے۔ وہ ہر چیز کا کھوج لگاتے ہیں اور کڑی سے کڑی
کو ایک نکتہ سمجھنا شروع کرتے ہیں۔ صرف شیخ علی پٹھانوں کے غلط

پیر و گروہے ہیں۔ خان روشنی خان نے شیعہ ملی پر بڑی تحقیق کی ہے اور ان کی قبر تلاش کرنے میں بڑی محنت اور خاصا وقت صرف کیا یہ تحقیقی مقالہ تاریخ کے طلبہ، اساتذہ اور ستیا سحر کیلئے مددگار ثابت ہوگا اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

یہ ایک اعلیٰ درجے کا تاریخی شاہکار ہے جس سے مستقل استفادہ کیا جاتا ہے گا۔ اس سے اردو کے تاریخی ادب میں ایک اعلیٰ سطح کے علمی تصنیف کا اضافہ ہوا ہے۔

خان روشنی خان صاحب کے کارنامے پختہ قوم کے لئے مشعل رہیں۔

طارق بن یوسف

پیر اسکریزی ماہنامہ سرسید کوپڑی

عرض مصنف

ایک مرحلہ سے مجھے پٹھانوں کی تاریخ و ثقافت سے نہ صرف اس رہی ہے بلکہ ان کے مختلف قبائل و عشائر کی تاریخ کو بڑی محنت اور جانفشانی سے تحقیق کر کے وقتاً فوقتاً شائع بھی کیا ہے انہی کی بات یہ ہے کہ میری ان تحقیقات و انکشافات کے - و اشاعت کو علمی، ادبی، دانشوروں اور مؤرخوں نے بڑی دل کی نگاہ سے دیکھا اور میری تصانیف کو خوب سراہا۔

میرے دل میں ایک آرزو تھی کہ قبیلہ یوسفزئی سے متعلق تمام ضروری معلومات کو بھی فراہم کر کے سی انداز سے زیر بحث لایا جا سکے تاکہ دور حاضر کے اس قبیلہ کی نئی نسل کو اپنے آپ سے پیپی نہئے اور اپنے اسلاف کی زندگیوں کے مختلف شعبوں - مذاہیات، سیاسیات، نفسیات، اجتماعیات اور قلم و حرکت وغیرہ کی صحیح روشنی کو جاننے میں جو مشکلات درپیش ہیں ان کا حل ایک ایک جامع کتاب کی شکل میں سامنے آئے۔ مگر جو فلاحی بنیادیں وقتاً فوقتاً بعض مؤرخین نے اپنی تالیفات میں قوم کے متعلق کی ہیں، اور نئی نسل کو غلط فہمیوں میں مبتلا کیا ہوا ہے اس کی تلافی ہوسکے کیونکہ صحیح فہم و خیالات کو اُسے پہنچنے کا سب سے مؤثر ہتھیار ہوتا ہے۔

اُس کے علاوہ عبدالحیٰ جیسے لکھتے ہیں کہ یہ کتاب قباۃ الخشی و لغزات آہوں و روادئی ہائے دریا کاں و خواہزمتی زنی (میں) (بحوالہ عقبات ناصری جلد دوم از مسہاج سرزمین لعینات عبدالحی جسی مشہور) پر معظم شاہ ولید میر محمد فاضل موضع پیرساک تعلقہ شہر پٹور لکھتے ہیں کہ "حافظ رحمت خان مختلف معنی کی کتابوں اور ہر قسم کے نسخوں کے مطالعہ کی پوری العت اور بدرجہ تم رغبت رکھتے ہیں۔ اتفاقاً ایک دن ایک کتاب "تواریخ فاغنیہ" کا مسودہ جو مخفی اور غوری، تواریخ کے حالات پر مشتمل اور فارسی آئینہ یمن میں بیستر یوسف رائے کے حالات کا حامل تھا۔ سرکار فیض آثار نواب بہادر خان قوم، نغان کے خان عوریا خیل خصوصاً راؤ زنی کے خان مرحوم کے کتب خانہ خاص شہر شاہجہاں پور سے پہنچ گیا۔ وہ حافظ رحمت خان کی نظر سے گزرا چونکہ حافظ رحمت خان اپنے وقت کے محقق مسافر ہیں۔ اس لئے انہوں نے جب اس مسودے میں بعض واقعات ناوردہ اور حکایات عجیبہ کو دیکھا تو انہیں یہ مسودہ بہت پسند آیا۔ مگر چونکہ مسودے کے مصنف سے عبارت کی خامیاں و دوگلیاں تھیں چنانچہ مجھے فرمایا کہ اگر یہ کتاب اس طریقے سے مرتب ہو جائے کہ پڑھنے والے کی سمجھ میں جلدی آجائے اور مقصد بھی فوٹ نہ ہو تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ چنانچہ اس امر کے مطابق اس کتاب کا اس طرح اختصار کیا گیا کہ عبارت کم بڑی عکلی نیکی عبارت کے معنی اور اس کی جامعیت پر اس کا اثر نہیں پڑے۔ دیا گیا۔ اس طرح کم سے کم الفاظ میں زیادہ معنی سمیٹ گئے ہیں۔ اب اسے "تواریخ حافظ رحمت خان" کے نام موسوم کیا جاتا ہے۔" (پرمعظم شاہ مندرج بالا مذکورہ ماخذ سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ان جملہ مصنفین کی تحقیق و فکر پر قریب قریب ایک ہی زمانے کی ہے اور یہ بات میں بھی کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کتاب ہذا "یوسف زنی قوم کی سرگزشت" کی تیاری پر میں نے کسی اور اہم تواریخی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔

عبد الحمید صاحب
موضع ترائی کلی تپہ
لاہور تحصیل مہاراجہ

د اوسنی پینتون حال

پستانہ د نام و لنگہ پہ قرار دی
 جسکے کتے د قومونویہ دوی بد دی
 چہ بہ نے ج میو د نورے ہو کزار تہ
 نون ہنہ پستانہ قبر کین عصار دی
 یہ سرو ویتو باسے دوی کتے غاورے
 ہنہ خاورے بن پہ لاسود اختیار دی
 زمانہ سنت پہ ہنہ پینتون وایہ
 د پینتون چہ ددہ غاورے کیش واکدار دی
 پینتون چہ چکر منے ہنہ دے
 کہ مپ شوی شوک پہ تورہ یا پہ دار دی
 اتفاق چہ دپستون د و کورنیو کین
 دوی تیر شوے ہمیشہ پہ اقتدار دی
 اتفاق د پینتون د کورک لایہ
 جسکے دوی نون پہ مکھنو تار پہ تار دی
 د کابل د ہنہ پاکے خاورے نارشم
 چہ نے کانری شے زرا تہ پہ شمار دی
 ہنہ سترکے وچیدے نہ شے د نہ
 چہ لیدے نے دے خلقو یاد کار دی

پہ تاریخ د روشنی خان کیش ککے ستوری
 پستانہ تیر شوے ہو گئے پہ وقار دی
 د ہن غلی روشنی خان تاریخ پہ جیتو
 پہ چپٹو باتوے پاغہ بیکل پکار دی
 د ساسل عبد الحمید سادہ پینتون
 پستانہ ولاد چا پیر پہ قطار دی
 (عبد نصیر)

اظہار خواہش — ایک دہندہ گریہ آمیز شاعر کی زبانی
 سے ہے میری جبرأت اصل ب بھی میری
 دل کہتا ہے کہ دیکھیں تو کس کی
 بنی میں اترا تھا ہمارا کاروان
 اب بھی کھنکھاتے کہ غای ہو نکال !



میری افسردگی حد سے بڑھی ہے
 چمن زاروں میں گل مڑھتا نہ جائے
 جگر کو تھم تو رکھا ہے لیکن
 میری آنکھوں میں آنسو نہ جلتے

تَظَنُّمُ تَوَائِدِ

افقانیوں کے ہنسنے و مٹھنے سے جو ترقی دہی کی ایک نئی نظم

خدا تر خدا سے شمع پہ دھسے قدرتوں نے

پہ دم نوحہ لاونے وہ تھا حالہ کہیں کلامونہ

قدرتوں نے دھسے ہیکارہ حکمہ

تا پیدا کرے اوو لڑکے آسمانوں نے

دفعہ ذلکے فتور نے حکمہ

تا پر کیسول درانہ درانہ بوسے غرونہ

تو دے غرونہ ہیں درانہ دمی

معتبر دین مرونہ

د مرونہ خائے دے جوہ حکمہ

د سکور خائے تنصیہ غرونہ

ہنہ خائے لڑکے ورشو

چہ نہ لڑکے لڑی نہ درونہ

یوہ ورخ بہ پکھن بند شو

ترکیات بہ پکھن بیونہ

لرغونی سرے پویشے

د یوسف زو دو کوم مصکونہ

ملک لے نیشکے ، مینہ لے کاکہ

لوریا خیل کہ تراوسہ پیخورونہ

لوریا خیل پیخور مے حکمہ

تہ اوچینے نے سرہ رومہ

خینے ست لہ لاسہ لاسہ

حالہ تہ زور آور دے پہ مرونہ

یوسف زئی قوم کی سرگزشت

باب (۱)

اقوام نئے یا نئے (یعنی خاشی یا خشعی لہاں) اور غوری یا خیل نوحہ وضا
قوم یوسف زئی وغیرہ اور ان کے تواسع کے اصلی اوطان، وہاں سے ان
کے نقل مکانی کرنے کے سبب، مضافات و استعانت کابل آئے،
میرزا الخ بیگ شاہزادہ کی یوسف زئی کے ساتھ مخالفت اس کے ہاتھوں
یوسف زئی کے سرداروں کے قتل اور ان کے کابل سے پشاور اور اس
کے مضافات کی طرف آمد کے بیان میں جہاں وہ اب مقیم ہیں۔



اکثر محققین اور اہل علم کہتے ہیں کہ قوم پختون جن میں یوسفزئی کے
آباء و اجداد بھی شامل ہیں۔ قسام کے علاقہ موآب مشرقی اردن میں
آباد تھے۔ جو بعد میں ان کی سکونت کیوجہ سے یہ علاقہ بنی پخت
موآب کے نام سے مشہور ہو۔ استویوں اور بابلیوں کے ہاتھوں سے
بچتے رہتے تھے بعد دیگر سے وہاں سے جلاوطن ہو کر مشرق میں آباد
کئے گئے تھے۔ جہاں وطن کا یہ سلسلہ ۱۱ برس قبل ز مسیح میں شروع
ہوا۔ اور تقریباً ۱۸۰ سال تک جاری رہنے کے بعد بخت نصر
کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی پر ختم ہوا۔ ان میں سترہ سنی شہزاد
میان کے علاقہ جات شہزادان آرمینیا، ایشیا کے کوچک، گرجستان
اور آذربائیجان وغیرہ میں آباد ہوئے۔ اور سترہ سنی میں سے خشی قبائل
(جن میں یوسفزئی بھی شامل تھے) آذربائیجان میں دریائے صافی
کے دونوں کناروں پر آباد کئے گئے۔ جس کا مرکزی مقام مرغہ
تھا۔ مراغہ (غورہ مرغہ، غورہ مرغہ) کے متعلق تو ان سے یہ روایت
ہے کہ یوسفزئی اور ان کے نسبی رفقاء کے آباء و اجداد نے شام
سے جلاوطنی کے بعد مرغہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اس
کو اپنا وطن بنایا تھا۔ اور ابھی تک خشی قبائل خصوصاً قوم یوسفزئی
کے لوگ یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ ان کے آباء و اجداد غورہ مرغہ
سے یہاں آئے تھے۔ یہ جگہ وہ فراموش نہیں کر سکے۔
جغرافیہ علامت مشرقی میں درج ہے کہ "مرغہ کا شہر دریائے
صافی کے کنارے پر تہریز سے ۱۰ میل جنوب میں واقع تھا۔ اور

دریائے صافی کوہ سہند سے نکل کر جنوب کی سمت میں بہتا ہوا
اس شہر تک پہنچتا تھا۔ اور یہاں سے مغرب کی جانب مڑ کر
جھیل ارمید میں گر جاتا ہے۔ مراغہ، قرۃ المرغہ (چراگا بوس) کا
گاؤں کا تحفظ ہے۔ مراغہ نہایت خوشگوار شہر تھا۔ اس کے
گرد ایک وکیل تھی۔ اور فصیل کے باہر نہایت بار آور باغات
تھے۔ یہاں کا ایک پھل جس کی وجہ سے یہ جگہ مشہور تھی۔ ایک
قسم کا خربوزہ تھا۔ باہر سے سبز اور اندر سے سرخ نکلتا تھا۔ اور
مرغہ شہر کا رکھتا تھا۔ مستوفی نے اس شہر کے قلعے اور اس کے
مستحکم فصیلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس بڑے شہر کے
گرد متعدد سرسبز شاہد عمارتیں تھیں۔ جن کو بہت سی نیلیاں سبز
کرتی تھیں۔

۱۱۰۰ برس پہلے برس رہنے کے بعد یہ لوگ مجبور ہو کر دریائے
سیحون کے جنوبی کنارے جو اب دس میں شامل ہے رہائش پذیر
ہوئے۔ اور وہ جگہ ان کے گزشتہ مسکن مرغہ کی نسبت سے مرغیان
کے نام سے مشہور ہوا۔ کچھ مدت کے بعد یہاں سے پھر جلاوطن
ہو کر اُست لوط کے مشرقی جانب یہاڑوں میں یوسفزئی سمیت
تمام خشی قبائل کوہ قفس میں آباد ہو گئے۔ اور پھر حمید بودی
کے زمانے میں تمام خشی قبائل قندھار کے جنوب کی طرف دریائے
خاش اور خلیج کے میں جا کر آباد ہو گئے۔ جس کا مرکزی مقام گاڑکے
دگر کوہ تھا۔

چونکہ اس کی پوری تفصیل مکمل حوالہ جات کیساتھ میں نے اپنی
تصنیف "تذکرہ" میں دی ہوئی ہے۔ لہذا یہاں پر مختصر سے کام لیا جاتا
ہے۔ قارئین کو اس تفصیل کیلئے تذکرہ (طبع پہلا دم) سے رجوع فرمائیں۔

کوہ قفص - ایک تاریخی

حضرت عمرؓ کے خلاف کے دوران ابو موسیٰؓ نے جب فارس فتح کیا اور کرمان کے آخر میں کوہ قفص پہنچے تو وہاں اس وقت خشکی پختون قبائل آباد تھے۔ جنہوں نے ان کی اچھی طرح آزمائش اور عداوت اسلامی لشکر کے پاس راہن کی کمی تھی۔ انہوں نے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ذبح کر کے بیٹے پیش کیے۔ اسلامی لشکر کے سربراہ نے قیمت ادا کرنی چاہی تو اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کو لکھا کہ بخت (بخت) کے اونٹ ہمارے اونٹوں سے زیادہ موٹے ہیں۔ ان کی قیمت کیا ادا کی جاسے؟ جواب ملا کہ قیمت گوشت کے تناسب سے ادا کی جانی چاہیے۔ چنانچہ اس تناسب سے قیمت ادا کی گئی۔

بخت سے مراد یہاں بخت (پختون) ہیں۔ تاریخی طبری حضرت سوم خلافت راشدہ نے فتح کرمان کے بارے میں بھی یہ ذکر کیا ہے اس کے بعد اسلامی لشکروں کا کافروں کے ساتھ بھیڑ بھاڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں یہ ان کی امداد کرتے تھے۔ چنانچہ جب اصف بن قیس خراسان کے امیر مقرر ہوئے۔ تو صغانیہ کے بادشاہ کے مقابلہ میں ان کے ساتھ ایک ہزار پختون مجاہد اور چار ہزار عرب

چاہی تھے۔

بغداد خلیفہ خلافت مشرقی نے تشریح کی ہے۔ کہ حیرت ہو کرمان میں واقع ہے۔ اس کے جنوب مشرق میں وہ کوہستانی علاقہ تھا جسے مل القفص کہتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں اس کے بعد صفوں میں پہاڑی لوگ آباد تھے۔ اور بلوچ (بلوچ) کے قبیلے اس علاقے کی مشرقی سرحدوں پر جسے بادشاہ ایران کا جنوبی حصہ سمجھا جاتا ہے ادارہ گرد رہتے تھے۔ اس دور استادہ علاقہ کے ایک حصے کو انوش یعنی قبائل خواش (غاشی قبائل) کا وطن کہتے تھے۔ یہ قبیلے زیادہ تر شتر بان تھے۔ اور ایک وادی میں رہتے تھے۔ یہاں گرمی کی وجہ سے لیشکر کی کاشت ہوتی تھی۔ یہ وادی اس پہاڑی ملک کا ایک ٹکڑا تھا۔ جو بادشاہ ایران یا دشت لوط کے جنوبی سرحدوں کے درمیان ملک گیا تھا۔ اس پہاڑی ملک میں سات پہاڑ الگ الگ تھے۔

بیان ہوا ہے کہ پہاڑ کا سرور جدا جدا تھا۔ جو اس پر حکمران تھا۔ اس پہاڑی لوگوں کے پاس اس زمانے میں گھوڑے نہ تھے۔ عام طور پر وہ گرد جیسے بکھے جاتے تھے۔ کیونکہ بھیڑ بکریوں کے ساتھ اور مویشیوں کے مالک تھے۔ بالوں کے بنے ہوئے نیموں میں رہتے تھے۔ اور ان کے علاقہ میں شہر نہ تھے۔ اس پہاڑی حصہ کے جنوبی حصہ میں کھجور کے درخت خوب پھلتے پھوٹتے تھے۔ اس علاقہ میں ایک اور شہر منوقان یا منوجان جو حیرت سے بائیں میل جنوب میں واقع تھا۔ اس شہر کے ایک حصے کا نام کونین اور کازمان (زمن۔ زمین) تھا۔ اور ایک قلعہ جو اب تک آباد ہے۔ ان دونوں کے بیچ میں تھا۔ اسی قلعہ میں ایک مسجد تھی

جوسیان کہلاتی تھی۔ زیادہ ہے کہ نامن یا زمند ایک سترہ بنی
افسان قبیہ ہے۔ جس کی اولاد محمد زنی یا کتانی، نوحہ شکی، نیکی۔ ی اور
ٹوٹی ہیں۔

کھٹے لکھتا ہے کہ۔ جوئے سیمان کا آباد و معور شہر دیگان
سے ایک مرحلہ مغرب میں واقع تھا۔ اس شہر کی نزدیکتر رضی ایک
ندی سے سیراب ہوتی تھی۔ جو شہر کے گزرتی تھی۔ شہر کے عینے
وسط میں ایک مسجد اور قلعہ تھا۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ یہ شہر
پیرفت کے اہمال میں شامل تھا:

ابن ہوکل ایک اور جگہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کونان
سے سجستان کے دارالحکومت زرخ کو جانیوالی مٹرک کے کنارے
بالکل بیچ کی منوں پر بادیر کا تنگ ترین حصہ ایک نعمستان تھا۔
یہاں ایک مختصر سی وادی ہے۔ جس میں چشے ہیں اور ایرونی
اُسے نصرت آباد کہتے تھے۔ اور بلوچی اُسے سپی یا اسفی کہتے تھے
اس مقام کا ایک نام اسپیر بھی پڑھنے میں آیا ہے۔ یہ سپی یا
اسفی اور اسپیر ایک ہی نام ہے۔ یعنی اسفری دیہ وہ مقام ہے
جہاں یہ مسفری رہتے تھے۔

شیخ حید کے ہندی دور میں افغان قوم کو پہاڑوں سے نکل
کر میدانی علاقے پر قبضہ کر نیکا موقع ہاتھ آیا لیکن محمود غزنوی کے
کی مداخلت کے سبب اس کام میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ پھر
غوریوں کے وقت میں انہیں پہاڑوں سے نکلنے کا ارادہ موقع
ملتا۔ اور وہ اپنے بے سامنے وائے علاقے پر قابض ہو گئے۔
خاشی قبائل اور غوریان خیل کوہ قفص سے تھر کر غوریان نہیں تو گرنہ ب
تربک، مقرر اور قرہ باغ پر قابض ہو گئے۔ جو قذہا سے جنوب

کی طرف واقع تھے۔ اور زمن یا زمند قبائل زمند، مدیر، قباہض
ہو گئے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد قبائل زمند علاقہ پشیمیں میں
بھی کچھ عرصہ تک آباد ہو چکے تھے۔ لیکن بعد میں کابل کی طرف
نکلے۔ خاشی قبائل دریائے نیشک پر جس کا بعد میں نام بھو
دریائے خاشی ہوا، قابض ہوئے۔ یہ علاقہ بھی نیشکے کا علاقہ کہلاتا
تھا۔ اور اس کا صدر مقام گار کے یا گڑ کوہ تھا۔ شمال کی جانب
گلگانی ترکمانی اور جنوب کی طرف جہاں جنوب دریاؤں کا دو آب ہے
اور علاقہ نیشک کے نام سے مشہور ہے۔ اس پر یہ مسفری کے
قابض ہو گئے۔ اور گار کے یا گڑ کوہ کو اپنا صدر مقام بنایا۔

کوہ قفص کی تشریح یوں ہے کہ قفص کے معنی ہیں قید خانہ
یا پتھر۔ قید خانہ اس سے تھا کہ یہ لوگ قید کی صورت میں دنیا سے
اٹک تھے۔ سینکڑوں سال رہے۔ اور دھرم جانا کیلئے محال
تھا۔ پتھر اس سے کہ جس طرح پتھر میں کوئی پرندہ بند کر دیا جائے تو
وہ موزی جاڑوں کے استیصال سے بچ جاتا ہے۔ مطلب یہ
ہوا کہ جیسے جیسے وہ قید و بند میں رہے اُس کے ساتھ محفوظ
بھی رہے۔

مُصنّف جغرافیہ خدلت مشرقی، خاش اور گڑ کوہ کی تشریح
یوں کرتا ہے۔

دریائے خاش علاقہ غور کے پہاڑوں سے نکل کر دریائے
فرو اور ہند کے بیچ سے گزرتا ہوا جہاں درہ میں گرتا ہے۔ بن ہوکل
نے اس دریا کا نام نہر نیشک لکھا ہے۔ نیشک اس معور مقام کا
نام تھا جو درہ کے بالکل مشرق میں واقع تھا۔ خواش اس علاقہ کا
سب سے بڑا شہر تھا۔ اور یہاں کی کھجوریں مشہور تھیں۔ وہ علاقہ

جو دریائے خاش کے کناروں سے ملا چلا گیا تھا۔ علاقہ لشکب کہلاتا تھا۔ لشکب کے علاقے کا بڑا شہر گڑگوبہ تھا۔ یہ شہر زرنج سے شمال میں ایک شہر پر تھا۔ زرنج کے شمالی دروازے کا نام اسی شہر کے نام پر باب گڑگوبہ (گاڑکے) تھا۔ اور یہ علاقہ بہت زرخیز تھا۔

۷ مرغونی سہری پوہنتی

دیوسفر واکوم ملکوتہ

ملک نے لشکب کے مہینہ نے کار کے

غور یا خسل کہ در اوسہ پیغودو

یہ وہی مقام ہے۔ علاقہ ہے۔ جہاں سے یوسف زئی اور ان کے متعلقین کابل کی طرف چلے گئے تھے۔



کہا جاتا ہے کہ یوسف زئی قندھار کے جنوب کی طرف اور زرنج کے شمال میں مقام گاڑکے (گڑگوبہ) اور لشکب میں اور غور یا خسل خصوصاً حلیں مقام نزدیک، مقرر در قرہ باغ میں آباد تھے۔ کسی سبب سے ان دونوں میں آپس میں لڑائی ہو گئی۔ غور یا خسل نے سارے خنی (خستی) کو شکست دے دی۔ اور ملک ان سے بھجھ گیا۔ چنانچہ کل خنی یعنی یوسف زئی، گلگانی اور ترکانی، بلکے محمد زئی بھی اپنے قبائل کے ساتھ وہاں سے کوچ کر کے نشیب کے طرف چل کر کابل آ گئے۔ اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

رستہ رفتہ یوسف زئی کابل کے نواح میں بہت بڑے دیوبے اور شکست کے مالک ہو گئے۔ اور کابل کے مصالحت کے تمام حدود کو اپنے زیر تعریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں مرزا ابو بیگ شاہزادہ ابو سعید تیموری کا بیٹا بہت ہی کم عمری اور خورد سالگی میں معدود سے چند مغلوں کے ساتھ ماوردانہر سے کابل آیا تھا۔ کتبہ حال اور پریشان روزگار تھا۔ اُس وقت تمام قوام خنی (خست) کا در ملک سیہان شاہ بن ملک تاج الدین بن ملک قاسم بنست۔ ابن صندہ یوسف زئی تھا۔ سیہان شاہ سے مرزا ابو بیگ کا حلق ہوا۔ تو دونوں کے درمیان بھد محبت ہو گئی۔ اسے بیٹوں کی طرح پالا۔ اور اس کی تربیت کی۔ یہاں تک کہ یوسف زئی نے

تیبہ لگایا کہ مرزا کا لشکر ہو گیا۔ اس پر دشمن اور تربیت کے چھوٹے
کی غرض یہ تھی کہ یہ شہزادہ ہے۔ جب بڑا ہو جائیگا۔ بادشاہ سا ہو
گا۔ اس کی حکومت میری ہو جائیگی۔ اس طرح غنی (خستہ) باغیوں
یوسف زئی بہت مقرب اور صاحبِ بدہ ہو جائیں گے۔ ایک روز مرزا
لیج بیگ سلیمان شاہ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً اودھ کے شیخ
عثمان بن موتی و سائیں ملی رٹی خواجہ زئی کا گورہ ہو۔ شیخ عثمان
اس زمانے کے صاحبِ کشف بزرگ اور مشاہیر دینا، میں سے
تھے۔ اور یوسف زئی کے لوگ ان کے بہت گرویدہ در معتقد تھے۔
شیخ عثمان نے مرزا مذکورہ کو سلیمان شاہ کی گود میں بیٹھا ہوا دیکھا
تو ملک سلیمان شاہ سے فرمایا۔ "ملک صاحب۔ کیا گورہ ہے اس کا؟"
سلیمان شاہ نے جواب دیا۔ "یہ تنہ زورہ ہے کھلانا ہوں۔ اگر بادشاہ
ہو جائے۔ تو اس کی سلطنت میری ہو جائے گی۔ اور میری قوم اس
سے معزز اور موثر ہو جائیگی۔"

شیخ نے فرمایا کہ۔ اس نوخیز فوجوان کی آنکھیں دشمن کی آنکھوں
کی طرح ہیں۔
ملک سلیمان شاہ نے کہا۔ "شیخ جید، ایسا۔ فرمائیے یہ ہاں
آپ کے نمایاں نشان نہیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی اور کو اس کا علم
ہو جائے۔ بادشاہ لوگ کسی کا احسان فراموش نہیں کرتے۔ یہ
بادشاہ رہے جب بادشاہ ہو جائیگا اختیار میرے ہاتھ میں آجائے
گا۔ جس سے میری قوم محترم ہو جائیگی۔"

شیخ نے فرمایا کہ۔ "بہت اچھا ملک صاحب! میں نے تو جہد کر لیا۔
آگے آپ کی مرضی پھر نہ کہنا کہ آپ نے کہا نہیں تھا۔"
ملک سلیمان شاہ نے تنہ زورہ نکو کو بطریق مسطور پال پوک کر

ٹریک۔ اور اس کی کما حقہ تمہیت کر کے کماں تک پہنچایا۔ بعد ازاں
اسے کابل کا بادشاہ بنایا۔ خطبہ اور سکے اس کے نام کے جاری ہو گئے
مستقل بادشاہ بن گیا۔ ممالک کو تصرف میں سے آیا۔ فوج بھی
زورہ ہو گئی۔ مغل بھی اطراف و جوانب سے آکر کھٹے ہو گئے۔ اور
کابل پایہ تخت ہو گیا۔ اس وقت تک تمام کاروبار حکومت سلیمان شاہ
کے ہاتھ میں تھی۔ یہاں دہر یوسف زئی صاحبِ جہت بن گئے
اور کابل میں انہیں پوز کسٹھ ہو گیا۔ در معاملات حکومت میں سے
رسوخ پیدا کر لیا۔

جن تمام میں مرزا لیج بیگ کابل کا بادشاہ ہو گیا۔ تو بڑے
جمعیت اور دہر پیدا کیا۔ اور ملک تاج الدین مذکورہ کے چھ بیٹے تھے۔
جن میں سے ہر ایک مای دگوا می تھا۔ پہلا ملک سلیمان شاہ تھا جو
ساتھ سال تک خستہ قبائل کی مسد ریاست و عادت پر پورے استقلال
کے ساتھ حکم کر رہا۔ دوسرا سلطان شاہ تھا۔ جو ملک سلیمان شاہ
کا باب جایا بھائی اور ملک حمد کا باپ تھا۔ اور پوشیدہ رہے
کہ ملک احمد یوسف زئی کے ملک کا فاتح اور عظیم الشان ملک
تھا۔ بلکہ نئے یا نئے کے تمام ممالک کا فاتح تھا۔ اس کے حالات
اپنے محل میں ذکر کیے جاتے تھے۔ تیسرا بہرام تھا۔ جو تاج دہر
اور راستوں کے کاروانوں سے محصول و ہوس لکھنے کے جمع کرتا تھا۔
چوتھا خیر بدین تھا اور پانچویں عیسیٰ جس کا قاتم مقام اس کا
بیٹا پانڈہ تھا جسے انتہائی زور و قوت اور جسامت کی عظمت
سے سبب لوگ ہاتھی کہتے تھے۔ اور اس کا چھٹا بیٹا لیگی تھا۔

یوسف زئی اور گلیانیوں کی مخالفت

فاطمہ نامی سلطان شاہ کی بیٹی اور ملک احمد کی بہن تھی۔ یہ نہایت حسین و جمیل اور کنواری تھی۔ جسے شہلی بن توری اور جس بن چنگا کے عزیزوں میں سے کسی کے ساتھ منسوب کرنے کا خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ شہلی بن توری اور جس بن چنگا دونوں چنگیزی مورسی زئی گلیانی تھے۔ اور اس وقت گلیانیوں میں سردری اور ملی انہیں دونوں کی تھی۔ مرزا الخ بیگ کے پاس بھی یہ دونوں بہت پیش پیش تھے۔ اور مرزا الخ بیگ اُن سے پرحد سے زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ یہ دونوں لوگوں کی چغلیاں کھانے میں مشہور تھے۔

فاطمہ کی نسبت کا دندہ ابراہیم بن گدانی بن تابے الیاس زئی یوسف زئی سے بھی کیا گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ فاطمہ کی نسبت کا دندہ بیک گلیانی سے کر دیا گیا ہے۔ تو اس نے اسے اغوا کر لیا اور کابل سے کورم سے آیا۔ جو خلیفوں کا مقام دسکتا تھا۔

گلیانیوں نے اُسے سلیمان شاہ وغیرہ یوسف زئیوں کے ملی بھگت سمجھا۔ اسی سبب سے گلیانیوں کی نیت یوسف زئیوں

سے فاطمہ کی بطن سے ابراہیم یوسف زئی کی اولاد اس وقت ضلع بنوں میں ایک معزز خاندان کی صورت میں آباد ہے اور ابراہیم کے بھائیوں کی اولاد گدانی زئی کے نام سے بونیر میں آباد ہے۔

کے حق میں خوب ہو گئی۔ مگر یوسف زئی چونکہ ہر طرح سے غالب اور صاحب قوت تھے۔ اس سے گلیانی بن پر قابو نہیں پاسکتے تھے۔ شب دروز اسی فکرمیں تھے کہ یہ کسی طرح قابو میں آجائیں۔ اور اگر موقع ہاتھ لگے تو یوسف زئیوں کے ساتھ بڑا سلوک کریں۔ دھرم مرزا الخ بیگ بھی جب مستقل بار شاہ ہو گیا تو یوسف زئی کی طرف سے اس کا خیال بدل گیا۔ یوسف زئی ہر حیثیت سے غالب تھے۔ وہ مرزا الخ بیگ کی بھوت کچھ پردہ نہیں کرتے تھے۔ اپنی مرضی کے مالک تھے۔ ملک سلیمان شاہ اور اس کی قوم یوسف زئی جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہی جوتا تھا۔ اس وقت یوسف زئیوں کا ظلم و تعدی سے بھی کابل شہر اور دیہات میں حد سے زیادہ ہو گیا تھا۔ چونکہ سپاہی و تہری اور عوام ان کے ہاتھوں اپنی زندگی سے تنگ آ گئے تھے۔ بد خدائی، دست درازی، شراب خوری اور دوسرے فسق و فجور کے کام ان کا پیشہ بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ حرکت یا حرکت کا پیشہ سماعتیں پہنچ پڑا۔ یوسف زئی پوری زئی یوسف زئی کی بدستی و شراب نوشی کا یہ عام تھا۔ کہ اسیل اور عزت و لوگوں کو بددستی پہنچ کر شراب کے ایک پیالے کے عوض فروخت کر دیتا تھا۔ کابل کے بازار میں دھوس اور دھاری سے پیڑوں کے نرخ کم کر کے انہیں خرید لیتا تھا۔ وہ کوئی بھی اس کی مدد نہ کر سکتا تھا۔

۲۳ گلیانی قوم پر مرزا الخ بیگ کی چڑھائی

اس شخص ایک طرف تو یوسف زئیوں کا نذر اور غلام و ستم تھا۔
کو پہنچ گیا تھا۔ مگر کسی کو اس سے باہر کس کی جرات نہ ہوتی تھی
دوسری طرف فاطمہ کے، غلام کے واقعے کے سبب یوسف
زئی اور گلیانی کے مابین منازعت شروع ہو گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ
گلیانیوں کی طرف سے بھی دست درازی ہونے لگی۔ اور ایک مستقل
فتنہ قائم ہو گیا۔

مرزا الخ بیگ اور مغلوں کو اس سے نہایت خوشی ہوئی
کہ ان دونوں کے درمیان نفاق کا بیج پڑ گیا۔ مخالفت پیدا ہو گئی
اور دونوں ایک دوسرے سے بیگانہ، دشمنوں کی طرح لگے۔
مرزا الخ بیگ کا خیال تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے
اس طرح دونوں اس کے محتاج ہو کر قابو میں آجائیں گے۔
اس نے اپنے سرداروں سے بھی مشورہ کیا اور کہا کہ اچانک
جوش کشی کر کے پہلے گلیانیوں پر جہت بول دینا چاہیے۔ در نہیں
ناخت و تاراج کر دینا چاہیے۔ یوسف زئی اور گلیانیوں کے
مشرق دو ہزاروں کی ہے۔ ایک ہزار کوٹ جائیگا۔ یعنی گلیانی
پیر و رہن ہو جائیں گے۔ تو یوسف زئی بھی ہمارے محتاج
ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ نہایت جاہل گے۔ گلیانیوں پر چڑھائی
اور انہیں تاراج کرنا یہ مشورہ مرزا نے ملک سیدان شاہ کے
ساتھ بھی کیا۔ ملک سیدان شاہ ایک جہاں ندر اور دور پرست
شخص تھا۔ اس نے ظاہر میں تو مرزا الخ بیگ کی بات میں ہمت
نہ دی مگر اس کا دل گلیانیوں کے حق و غارت پر راضی نہ تھا۔

چنانچہ جب مرزا الخ بیگ لشکر بیکہ گلیانیوں کی سرکوبی کے لئے
رہا ہو۔ در سیدان شاہ کو کس کی خبر پہنچی تو اس نے حقیقہ طور
سے گلیانیوں کو اطلاع بھیج دی کہ مرزا الخ بیگ تمہیں ناخست و
تاراج کرنے آ رہا ہے۔ وہ تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ تم خبردار رہو۔
اسی قوم کو اس سے پہاڑ۔ گلیانی یہ خبر سننے ہی وہاں سے بھاگ
کر دوسرے مقام کو چلے گئے۔ مرزا الخ بیگ جب وہاں پہنچا تو
گلیانیوں کو وہاں نہ پایا جس سے اسے بڑا صدمہ پہنچا۔ اس نے اپنے
شکر سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کسی نے گلیانیوں کو پہلے ہی سے
اطلاع دیدی ہے۔ اس لئے وہ اپنی جگہ سے بھاگ گئے ہیں۔ تو
شکریوں نے کہا۔ واللہ علم کس نے انہیں اطلاع دی۔ سب
گلیانی لوگ ایسے مقام کو پہنچ گئے تھے کہ مرزا کا نہ بھگا
کر سکتا تھا۔ اور ان کو قابو میں نہ کر سکتا تھا۔ سنہ مرزا الخ بیگ
وہاں سے دایوس اور مشہر مندہ اٹھے پیروں و پس آیا۔

کابل پہنچ کر اس نے بہت کھوج لگایا۔ در تحقیق کی کہ آیا
اس کی یلغار سے گلیانیوں کو کس نے مطلع کر دیا تھا۔ آخر جب چند
ان گزر گئے تو گلیانیوں نے بیوفائی کر کے مرزا الخ بیگ کو پیغام
بھیجا کہ ہمیں آپ کی یلغار کی اطلاع آپ کے عارالہام ملک
سیدان شاہ نے دی تھی۔ اس نے اپنا ایک مقدمہ شخص تیر دوڑا
کر بھیجا۔ در ہمیں حقیقت حال سے آگاہ اور واقف کر دیا۔ اس لئے
ہم اپنی جگہ سے بھاگ گئے۔ در تمام اثاثوں کے ساتھ ایسی جگہ پہلے
گئے جو آپ کے دسترس سے باہر تھی۔ اس وجہ سے آپ ہم پر
قابو نہ پاسکے۔ یہ بات سننے کے بعد مرزا اور دوسرے مغلوں کی زندگی
ملک سیدان شاہ اور یوسف زئی قوم سے حد تکاں کو پہنچ گئی۔

سیناں شاہ، اور یوسف زئی قوم کے ساتھ مرزا ایل بیگ کا بعض
 دستہ اتنا کو پہنچ گیا۔ وہ رات دن ان کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچتے
 لگا۔ اور اپنے مقرنین کے ساتھ ہر وقت جدوت و جدوت میں مشغول
 کرتے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن مرزا نے گلیانیوں میں سے موسیٰ
 زئی کے دو سرداروں حسن ابن پینگا اور شبلی ابن توری کو جن کا ذکر
 پہلے گزر چکا ہے۔ اپنے حضور لاکر صلح کر لی اور انہیں قسم قسم کے
 اعزازات و عداوت سے سرفراز کرنے کے بعد کہا کہ میں تمام افواج کے
 ساتھ تمہارا مددگار و معاون ہوں۔ اور یوسف زئی سے بیز ہو گیا ہوں
 مجھے تم کا اقتدار نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم جاگو، اپنے لشکر کو جمع کرو
 اور پوری مستعدی کے ساتھ یوسف زئی قوم سے جنگ کے سے نکل
 سؤ۔ ہم تمہارے ساتھ شامل حال ہو جائیں گے۔ یوسف زئی تمہارے
 بھی دشمن ہیں اور میرے بھی۔ جب بھی بس پیسے ان کی رعایت نہ کرو
 اس پر فریقین نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ اور قس و قرار ہوا۔ مرزا
 نے کہا کہ پیسے تم یوسف زئی کے مقابلے میں نکلو، جنگ شروع
 کرو۔ میں بھی فوراً اپنی جمیعت کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔
 بالآخر گلیانیوں کے ملک مرزا ایل بیگ سے رخصت
 ہو کر اپنی قوم میں پہنچ گئے۔ جو کابل کے نواح میں آباد تھے۔

یوسف زئیوں کی مرزا ایل بیگ اور گلیانیوں سے جنگ

گلیانی پناشکوچ کو کے پوری طرح تیار ہو گئے تو یوسف زئی
 کے مقابلے میں جنگ کیلئے میدان میں نکل آئے۔ حسب قرار مرزا

ایل بیگ بھی ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ آکر گلیانیوں کے ساتھ
 شامل ہو گیا۔ اور بیعت اجتماعی کے ساتھ یوسف زئی کی طرف بڑھنے
 لگے۔ کچھ گلیانی فوج سے آگے نکل گئے اور یوسف زئیوں کے مویشی
 پکڑ لائے۔ یوسف زئی کو اطلاع ملی تو جگہ جگہ سے مسلح ہو کر ان کے
 تعاقب میں نکلے۔ گلیانیوں نے یوسف زئیوں کا لشکر دیکھا تو گلیانیوں کا
 اور منوں کا لشکر چار صفوں (قطاروں) میں تقسیم ہو گیا۔ یوسف زئیوں
 نے انہیں چار صفوں میں دیکھا تو خود بھی چار صفیں بنائیں۔ اور دونوں
 لشکر اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر مقابلے اور مقابلے کی ریت سے
 آگے سامنے آ گئے۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان عظیم جنگ
 واقع ہو گئی۔ لیکن یوسف زئی ان پر پیسے ٹوٹ پڑے اور مردانگی کا
 ایسا مظاہرہ کیا کہ منوں اور گلیانی دونوں کو معذب کر کے شکست
 فاش دیدی۔ بہت سے منوں اور گلیانیوں کو موت کے گھاٹ
 اتار دیا، میدان جنگ جو کابل کے نزدیک ایک پہاڑ پر تھا۔ منوں
 اور گلیانیوں کے مقتولین کے خون سے سرخ اور تہہ بہ تہہ ہو گیا۔
 الغرض جب مرزا اور گلیانی دونوں شکست کھا گئے تو مرزا
 کابل لوٹ گیا۔ اور گلیانی اپنی اپنی بستیوں میں چلے گئے۔ مرزا
 اس واقعہ پر بڑا شرمندہ تھا۔ اسے اس شکست پر بہت طعن ہوا۔
 اس کے دل میں یوسف زئیوں کے خلاف غصے کی آگ دور باد
 جھڑک اٹھی۔ اس نے حسن بن پینگا اور شبلی ابن توری گلیانی سے
 کہا کہ یوسف زئیوں کے نیست و نابود اور قتل کی لشکر پھر سے
 کرنی ہے۔ حسن اور شبلی نے اسے مشورہ دیا کہ یوسف زئی لڑی
 اور دلا سے کے بغیر قابو میں نہ آ سکیں گے۔ آپ ان سے صلح کی
 بات چیت کریں۔ اور آہستہ کاروبار اختیار کریں۔ اس طرح شاہدہ

دھوکہ کھا جائیں۔ اور آپ کے ہاتھ آجائیں۔ مرزا نے کہا کہ اگر میں ان کے ساتھ صبح کروں اور عذرات و ملائمت سے انہیں یہاں سے آؤں تو ان کی ہڈی کون توڑے گا۔ اور کون نہیں سے قتل کرے گا۔ یہوں نے کہا کہ آپ ضرور معذرت اور دلا سے ان کے سرداروں اور جوانوں کو بلایں۔ یہاں سے انعام و اکرام سے لے لیں۔ پھر انہیں قابو میں کر کے ان کے ہاتھ باندھ دیں۔ اور ہمارے سوا لے نہ دیں۔ ہم انہیں تہہ تیغ کر دیں گے۔

جب مرزا اور گلیکینوں کے سرداروں حسن اور شبلی دیمرو کے درمیان یہ بات طے پا گئی اور وعدہ مستحکم ہو گیا تو مرزا نے عذر و معذرت شروع کی اور یوسف ری کے سرداروں کو ایسے خطوط لکھے جو مطف و مہربانی اور انعام و اکرام کے مضامین پر مشتمل تھے۔ یہ خطوط اپنے ایک متحدہ خاص کے ہاتھ بھیج دیے۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ:

"میں نے آپ کے کردہ و نا کردہ، در و راستہ و غیر راستہ تمام گن گن ہوں کہ اپنے مخصوص وصفات قلب سے مداف کر دیا۔ پس آپ لوگ آئیں اور صلح و خوشی کے ساتھ بگاڑت کے تعلقات کو ایک درستی کے ساتھ پھر مستحکم کر دیں۔ اور جس طرح پہلے اخلاص و محبت سے باہم زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی طرح پھر زندگی گزاریں۔"

مرزا نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ کچھ نقد روپے بھی بطور تحفہ بھیج دیے۔ مرزا کے آدمی "پرخوس" اور محبت آمیز خطوط اور محکوم قدر رقومات کے ساتھ یوسف زئی کے پاس پہنچ گئے۔ تو یوسف زئی کے سردار مرزا علی بیگ کے قریب میں آ گئے۔

اور اس ضرب مثل کیطابق کہ:

در سبادی اصل بند کا سکا

چہ طرح نہ وی پم شاہانہ پرخند کا

"اور ایسی بدست ہو اسیل اور شریف کو غلام بنا دیجی ہے در جس میں طبع نہ ہو وہ بادشاہوں پر بھی ہنسنا ہے"

یوسف زئی سردار ان خطوط اور رقومات سے اپنے متاثر ہوئے کہ انہیں پس میں تسلیم کر دیا اور اصل مقصود سے غافل ہو کر ان کے جاں میں بھنس گئے۔ یوسف زئی خوش ہو کر ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ کتنا چھا ہو کہ مرزا اور گلیکینوں کو شکست بھی دی۔ فتح بھی ہمیں نصیب ہوئی اور مرزا ہمارے پھر محتاج ہو گیا۔ اب منت سعادت اور ندری و الحاح کے ساتھ ہمیں بننا ہے۔ اسی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اب وہ ہمارے ساتھ یقیناً اچھا سوک کرے گا۔ آخر اس بد سے پر یہ عقل یوسف زئی راضی ہو گئے۔ اور مرزا کے اخلاص پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا۔

سیمان شاہ یوسف زئی سرداروں کی ایک جماعت کیساتھ مرزا کے آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو کر مرزا کی خدمت میں گاہے پہنچ گئے۔ مرزا بھی اپنے امیروں سمیت یوسف زئی کے ملکوت سے استقبال کیلئے نکل آیا تھا۔ اور پوری عزت کیساتھ انہیں اپنے محل میں اتارا۔ اور درجہ بدرجہ قیمتی خیمیں پہنائیں۔ اور دستم وافر مرحمت کی۔ مہربانیوں اور شفقتوں بھری توجہ مبذال فرمائی۔ جب تک یوسف زئی سرداروں کی جماعت مرزا کے حضور میں رہی۔ مرزا روزانہ ان کی مہمانی میں مصروف اور محفلیں

منعقد کرتا ۲۔

اتفاق سے اس موقع پر بعض خوش رنگ، درمن پچھے دیر نہ ہوتا
نے جو یوسف زئی سرداروں کے ساتھ شہزادہ کی خدمت میں آئے
ہوئے تھے۔ اپنی تلواریں اور پیش قبضیں بناموں سے نکال کر
دیواریں اور ستونوں پر صریح لگاتے در بدر پیاں کرتے رہے
ان کی یہ حرکت شہزادہ اور دوسرے مغلوں کو بہت بڑی لگی۔ مگر
یوسف زئی کے خوف اور لحاظ سے قطعاً دم تک نہیں مار سکتے
تھے۔ اس واقعہ سے مرزا الغ بیگ، در مغلوں کا جذبہ کبر و غضب
یوسف زئی کے حق میں اور بھی تیز ہو گیا۔ مگر چونکہ یوسف زئی
سب کے سب مسلح ہو کر آئے تھے۔ اس لئے مرزا اور مغلوں
کا ان پر بس نہ چل سکا۔ مرزا مصلحتاً بھی خاموش رہا۔ نہیں
انعام و اکرام سے نوازا اور ان کے گھروں کو رخصت کیا۔
چونکہ یوسف زئی سردار بعد سردار زئی کے ساتھ اپنی قوم
میں لوٹ کر گئے تھے۔ در وقتی طور پر بہت خوش تھے۔ اس لئے
پچھلے سے بھی زیادہ بدست و در متکبر ہو گئے۔ اور عاقبت نااندیشی
میں اور بھی ظلم و زیادتی کرنے لگے۔

مرزا الغ بیگ کا یوسف زئیوں کو قتل کے ارشے سے طلب کرنا

چند دنوں کے بعد مرزا نے دوسری بار قندھار کی بنیاد
رکھتے ہوئے ملک سیماں شاہ اور دوسرے یوسف زئی سرداروں

کے نام اس مضمون کا فرمان بھیجا کہ۔
"میں نے شاہی ضیانت کمرے اور آپ سب کو ہر کسی
کی شان کے رائج علی خلعتوں و در پڑے بڑے انعامات دینے
کا دل میں فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ آپ سب حاضر
ہو جائیں تاکہ ہر ایک کو شاہی مرحمتوں سے سرفراز کروں۔"
جب یوسف زئی کے کان میں یہ بات پہنچی تو اپنی بے عقلی
اور بے فکری کے سبب امید واری کے شوق و مشتاقی میں بیسے
مستغرق ہو گئے کہ مرزا الغ بیگ کے عزائم اور اس کے ارادوں
کو نہ بھانپ سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں کہیں سردار و ملک و دیار
کوئی دیر جوان تھا، حتیٰ کہ بوڑھے اور بزرگ ملک سب کے سب
جمع ہو گئے۔ اس طرح یوسف زئی کے سات سو مشہور و معروف
معززین کا ہل کیلے روانہ ہو گئے۔

مرزا کے دیار (یعنی قندھار) میں پہنچے تو مرزا کے آدمیوں
نے انہیں بتایا کہ مرزا نے حکم دیا ہے کہ کوئی تیغ و اسلحہ کے
ساتھ شہر میں داخل نہیں ہوگا۔ اس لئے جس کے پاس اسلحہ
ہے وہ یہاں چھوڑ دے۔ تب شہر میں قدم رکھے۔ اور آداب و
تشیات بجالا دیے۔ اگرچہ یوسف زئی کا ہر شخص مسلح تھا لیکن
ہر طرح سے مطمئن اور بے فکر اس لئے ہر ایک نے حسب امر
اپنے اپنے ہتھیار و اسلحہ چھوڑ دیے۔ شرائط تسلیمات بجا آئے اور
خالی ہاتھ شہر میں داخل ہو گئے۔

مرزا نے سارے ملک صاحبان پر شفقت فرمائی۔ در عجب
کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تمام خواہن اور اُمروں کو جو اس
وقت حاضر تھے، یہ حکم دیا کہ وقت بوقت ہو گیا ہے۔ در دیر

ہو گئی ہے) اس سے چاہیے کہ یوسف زلیوں کو تقسیم کر کے اپنے اپنے گھروں کو بھجوا دے اور ان کی بے مثال ضیافت کرو دے۔

چنانچہ ان سات سو یوسفزے معززین کو اپنے امراء اور خواہنوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر یوسف زلیوں سے کہہ دیا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ اس وقت میرے امراء تمہیں آپس میں تقسیم کر کے ہر ایک لگ لگ تمہاری ضیافت کریگا اور میری بانی کے فرائض انہی میں دیگا۔ تم ایک ایک گھر کے ساتھ چلے جاؤ۔ چنانچہ سات سو یوسف زلی مختلف مغل امیروں کے ساتھ ہوئے۔ اور وہ انہیں اپنے اپنے گھروں میں سے لگے۔ مہمانی کے چہانے سے جگہ جگہ اپنے گھروں میں بٹھا دیا۔

اس کے بعد مرزا کے گردیوں نے ہر ایک امیر و درخان سے جا کر کہا کہ تمام یوسف زلیوں کے ہاتھ پیچھے کی طرف مضبوطی سے باندھ کر حاضر کرو۔ چنانچہ ان میں سے یوسف زلیوں کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دیئے گئے چونکہ وہ مختلف امیروں کے گھروں میں منتشر، غیر مستعد رہے خبر دے ہوواہ ضیافت کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ اس سے اپنے بچاؤ کیلئے بھی کچھ نہ کر سکے۔ مغل امراء اور خواہنوں ان سے کہتے تھے کہ ہم نے تمہیں باندھ دیا تو کیا ہو۔ تم فکرو نہ کرو مرزا پھر تم پر مہربان ہو کہ تمہیں ضرور رہا کر دیگا۔

کابل میں مرزا الغ بیگ کا ہجرت یوسف زلی کو باندھنا

غرض یہ کہ ملک سیمان شاہ کے سوا ان تمام سات سو یوسفزوں

کے ہاتھ میں کے امراء نے پیچھے کی طرف باندھے۔ وہ مرزا کے دربار میں حاضر کیا۔ ملک سیمان شاہ کو اس لئے نہیں باندھا تھا کہ مرزا اس کا زیوردار احسان تھا۔ اور اس کے مرتبے کی بہت رعایت اور محافذ کرتا تھا۔

تقدیر مختصر یہ کہ جب یوسف زلی باندھ لئے گئے تو مرزا نے حکم دیا کہ انہیں دست بستہ سے آؤ اور ان کے بعد ان کی گردنیں اڑا دو چنانچہ مرزا کے خواہن اور امراء نے سات سو یوسف زلیوں کو دست بستہ مرزا کے دربار میں حاضر کر کے کھڑا کر دیا۔ ملک سیمان شاہ بڑا شکر بہت حیرت و پریشان تھا۔ یوسف زلی اور مرزا کے درمیان پھرتا تھا۔ اور یوسف زلی کی ربانی کے لئے مرزا سے کڑکڑا کر سفارش کرتا تھا۔

مرزا اس وقت دیوان خانے سے دور کسی دوسری جگہ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی شناس یوسف زلی رائے زنی کے پابنچ چیدہ لوگ جن میں ایک ملا حسین رائے زنی اتالیقی کا فہرہ کوثر بھی تھا، ان حالات سے بے خبر اچانک یوسف زلی سے سننے آئے اور ان دست بستہ یوسف زلیوں میں گھر گئے۔ بعض یوسف زلیوں نے اُن سے کہا کہ "ہند گاہ غم! تمہیں ہمارے پاس کون سا گماہ لے آیا۔ انہوں نے جو یہ حالت ابھی تو حیرت زدہ اور سرسبز ہو گئے۔ مغلوں نے جو ہی ابھی دیکھا، ان پانچوں کے ہاتھ بھی پیچھے کی طرف مضبوطی کے ساتھ باندھ دیئے۔"

شیخ عثمان اوساخیل ملی زئی یوسف زئی کا مکاشفہ

حضرت علامہ ملاولیا شیخ عثمان بن موتی اوساخیل ملی زئی بھی ان مظلوموں میں دست بستہ کھڑے تھے۔ یہوں نے ان پانچوں دہائیوں کو آواز دی کہ خدا تمہیں کہاں سے سے آیا؟ تمہوں نے عرض کیا کہ ہماری قوم یہاں آئی تھی۔ ہم ان کے پیچھے آگئے۔ حالات سے آگاہ نہ تھے۔ شیخ عثمان نے کہا کہ میں نے منبر سے جن سات سو یوسف زئیوں کو دیکھا تھا کہ سب ایک ہی جگہ قتل کر دیے گئے ان میں تم نظر نہیں آئے تھے۔ پھر تمہیں کہاں سے خد سے آیا۔ انہوں نے پھر یہی کہا کہ قوم سے سننے کے خیال میں آگئے تھے۔ ہمیں حالات کا کچھ بھی علم نہ تھا۔

القصہ جس دن مرز نے یوسف زئیوں کو قتل کا انتظام کیا لگیا نیوں کے سردار بھی موجود تھے۔ مرز نے ان سے کہا کہ یہ رہے چیدہ سات سو مردوں یوسف زئی، دست بستہ تمہارے حواسے ہیں۔ اور لاف زنی بھی تمہارے کی تھی۔ کہ پہلے ہم ان کا زور توڑیں گے۔ اب تم چیدہ بڑے سرداروں کی گردنیں اپنے ہاتھ سے کاٹ دو اور اپنا عہد پورا کرو مافی سب کی گردنیں میرے حلاق اڑا دیں گے۔

آخر لگیا نیوں کے ملک اور مرز کے حلاق پانچوں میں بڑھنے شمشیریں لیے ان دست بستہ مظلوموں کے طرف بڑھے۔

ملک سلیمان شاہ نے بہت دڈر دھوپ کی اور یوسف زئی کے رہائی کیلئے مرزا کی بہت منت سماجت کی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اباں شاہ زار و قتلہ روٹا ہوا اس درمیان میں پھر رہا تھا آخر مرز اس سے کہا کہ ملک صاحب۔ آپ کیوں تناؤ رہے ہیں۔ آپ کو تو قتل نہیں کیا جا رہا ہے۔ آپ کو تو معاف کر دیا گیا۔ اس سے آپ تو میرے باپ ہیں۔

سلیمان شاہ نے کہا کہ میں اپنی موت سے نہیں ڈرتا۔ مگر ایک بات کی حسرت رہ گئی۔ وہ یہ کہ جب تم بچے تھے ایک دن میرے رنوں پر بیٹھے تھے اور میں تمہیں کھلا رہا تھا۔ ہمارے شیخ عثمان نے تمہارے منہ ایک ہاتھ کشف سے مجھ سے کہی تھی۔ اور اس حال سے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ مگر میں نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی۔ لیکن آج وہ دن پہنچی اور میں نے تمہارا حال دیکھ لیا؟ مرز نے کہا کہ تم مت بڑو، تم میرے باپ ہو۔ سلیمان شاہ نے پھر کہا کہ میں نے تینوں ہی گھوڑوں میں کھلایا۔ اپنے لڑکوں پر بٹھا کر بھاگا۔ تمہیں بادشاہ بنایا۔ تمہارے ساتھ بہت سی بیگیاں کیں۔ ورتم نے بھی سبھے باپ بنایا تھا۔ تمہارے دوسرے میرے بہت سارے حقوق ثابت ہیں۔ ان کا لحاظ کرو۔ اور ان لوگوں کو قتل نہ کرو۔ اور اگر میرے اس حقوق کا لحاظ نہیں کرتے تو میری تین عرض ہیں وہ ضرور قبول کرو مرز نے پوچھا وہ تین عرض کون کون سی ہیں۔ کہو۔

ملک سلیمان شاہ نے کہا:-

(۱) پہلی عرض کو یہ ہے کہ مجھے سب سے پہلے قتل کرو کہ میں انہیں اپنے سامنے قتل ہوتا ہوا نہ دیکھوں۔ اور ان کے خون کا گتہ میرے ذمے نہ ہو جائے۔ کیوں کہ شیخ عثمان نے مجھے تمہارے اس حال سے خبردار کیا تھا۔ ورنہ میں نے تمہیں مانا تھا۔ تمہیں پانچوں کر بڑ کیاں کیونکہ تمہیں بادشاہ بنایا۔

(۲) اور دوسری عرض یہ ہے کہ میری جگہ میرے بھتیجے ملک احمد سلطان شاہ کے فرزند کو جسے ہاندھاگیا ہے بخش دو۔ اسے قتل نہ کرو۔

مخفی نہ رہے کہ ملک احمد بن سلطان شاہ بن ملک تاج الدین اس وقت تقریباً پندرہ سال کا بے ریش نوخیز (نوجوان) تھا۔ بچپن ہی سے رشہ و قابلیت کے آثار مایاں اور بزرگی و ریاست کے طور اس کی پیشانی میں جلوہ گر تھے۔ بے انتہا عقل و فراست کا مالک، خوش بیان اور بلا کا مقہر تھا۔ اس سے ملک سلیمان شاہ اُسے اپنے سگے بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اور اس نے اس کی چھی تربیت کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اُسے بھی وہ اس دلدادہ اپنے ساتھ سرور کے سلام کے لئے لایا تھا۔

(۳) تیسری گزارش یہ ہے کہ ہم سات سو افراد جو یہاں موجود ہیں۔ اس کے سوا سب کو قتل کر دو۔ لیکن اس کے بعد یوسف زئی قوم سے تعرض نہ کرنا۔ قتل و غارت قید و بند سے باز رکھنا۔ اور ہمارے بعد یہ لوگ جہاں چاہیں انہیں چاکرنا۔ کوئی روک ٹوک نہ کرنا اور ان پر کوئی پابندی نہ لگانا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت ملک سلیمان شاہ ملک احمد کی رہائش کیلئے مرز سے عرض کر دیا تھا۔ اس وقت حسن بن چنگا اور شبلی ابن توری گلیانی مرز کے پاس حاضر تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ سلیمان شاہ کی عقل ماری گئی ہے۔ کہ چشم ہے۔ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ کہ ساری قوم کا سہارا اور آبادی کا باعث ہے۔ اور حمد کی دہائی کی درخواست کر رہا ہے۔ جو بھی ناخوشہ ذہن اور ناجوہر کا رہے۔ یہ قوم کی کیا رہنمائی کرے گا۔

ملک سلیمان شاہ نے یہ بات سنی تو ان سے کہا کہ میرے پاس جو عیسیٰ کو پہنچ چکا ہوں۔ اور جو بھی نوخیز ہوں ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ قوم کو ضرور ہی لے جائیگا۔

الغرض مرزا مرغ بیگ نے سلیمان شاہ کی تینوں باتیں قبول کر لیں۔ اس نے کہا کہ بہت دیر تھا ملک صاحب میں نے تمہاری تینوں احصا قبول کر لیں اس طرح کروں گا۔ اس نے احمد کو زندہ چھوڑ دیا۔ اور اس کی جگہ ملک سلیمان شاہ کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ ملک مذکور اُن دست بستہ لوگوں میں چلا گیا جو قتل کیے جانے کیلئے تیار کھڑے تھے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت یہ لوگ پارس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ کیا ہم میں سے آج کا دن کسی صاحب کشف و باطن کے سوا کوئی فلسفہ نہیں کر رہا تھا۔ کیا ہم میں کوئی ایسا صاحب بصرت نہیں تھا جو ہمیں آج کے دن کی ناپی سے بچاتا؟

شیخ عثمان علیہ الرحمۃ سے یہ بات سنی تو ان سے کہا تم اپنے ملک سے پوچھو کہ میں نے آج سے بہت پہلے اس سے کہا تھا، میں نے اسے اس واقعے سے آگاہ کر دیا تھا یا نہیں، ملک سلیمان شاہ نے کہا شیخ سچ کہتے ہیں بے شک انہوں نے مجھے اس صدمے سے آگاہ کیا تھا لیکن میں نے ان کی بات کی پوراہا نہیں کی تھی۔ آج یہ دن ہے جس کی جبر ہے رہے تھے۔ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس کے بعد شیخ عثمان نے بندہ آواز سے کہا۔

”چہ دود و دود و پلف و پلف کہے اور بیدار

دھڑائے پہ صکڑے لاس نہ رسید

کہ یہ منظر ہم دیکھ رہے تھے اور شور و فریاد سن رہے تھے

مگر لہذا کی تقدیر پر بس نہیں چلتا۔
 شیخ عثمان نے مزید کہا کہ جو واقعہ میں دیکھ رہا تھا وہ پیش آگیا۔
 ہم میں نے دیکھا تھا کہ اس واقعے میں تور نامی قوال بھی
 ہمارے ساتھ ہو گا۔ حالانکہ وہ ہم میں نہیں ہے۔ یہ کیسی بات
 ہے۔ اچانک اسی گھڑی تور قوال بھی وہاں پہنچ گیا۔ تور سیر کیلئے
 قلعہ ہار گیا ہو تھا۔ عین اسی وقت دربار میں داخل ہو۔ اسے
 کچھ خبر تھی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہ یونہی دور سے دکھاٹی دیا
 شیخ نے کہا کہ دیکھو وہ تور قوال بھی آگیا اور اس واقعے میں
 ہمارے ساتھ شریک ہو گیا۔ اب ہمارے قتل کیسے جانے میں
 کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ وہ واقعہ سچا تھا۔ بالتحقیق اسی شکل میں
 دیکھ رہا تھا جیسا کہ سامنے آیا۔

تور قوال یوسف زئی کے نامی اور مشہور شیخوں درددلینوں
 میں سے تھا۔ درمی زئی میں رہتا تھا۔ اس وقت بھی یوسف زئی
 میں ایک گروہ اس کی اومانہ سے موجود ہے جو قوال جیل کے نام
 سے یاد کئے جاتے ہیں۔

قلعہ محکمہ جب آگلی نیوں کے سردار اور سرد کے جلدیہ سفر گئی
 کے قتل کرنے کیلئے ان کے نزدیک پہنچ گئے۔ تو سب نے انہیں
 سونت میں۔ اسی حالت میں حسن ابن چنگا اور شبلی ابن تور
 آگلیا نے ملک سلیمان شاہ کو یہ شعر سنایا۔

لکہ دیوہے دیبہ لاس توہی خدے راگری
 اوس بہ موڑ نو لکہ پسوند

یہ فوہیل اس وقت عثمانی کے موضع ایٹلی بنوہ میں تھا۔ ہیں۔

ترجہ ۱۔ جیسے ہم کہتے ہیں ویسے ہی واقعہ ہے۔ کہ بہت
 بستہ عد نے ہمارے حوالے کر دیا۔ اب ہم بیٹھ بکریوں کی طرح
 قتل کریں گے۔

ان کے جواب میں ملک سلیمان شاہ نے یہ دعا پڑھی۔
 مہ کڈ جنڈا وے پہ پرغونہ ۱ تہ بہ دانغلے پہ مودہ
 لکہ نے لاس توہی دد کو ۱ وں موڈرہ لکہ مودہ
 ترجمہ ۱۔ آگلی نیو، اگر میدان میں زور بازو کی جنگ ہوتی تو
 تم بھی مردوں کی طرف رخ نہ کرتے۔ مگر اب جب کہ دست بستہ
 ہم تمہارے حوالے کر دیئے گئے ہیں تو ب بیٹھ بکریوں کی طرح
 قتل کرو۔

اس کے بعد پچیس حسن ابن چنگا در شبلی ابن تور نے ملک
 سلیمان شاہ کا سہ قلم کر دیا، اور بعد ازاں انہوں نے دوسروں
 کو قتل کرنا شروع کیا۔ بہت سے معززین ورنامی گرامی لوگوں
 کی گردنیں اڑیں۔ اور پھر مزد کے جلاؤں نے بہر طرف سے
 تلواریں چلانی شروع کر کے سب کی گردنیں اڑا دیں۔ شیخ عثمان کی
 گردن ماد کو سرتن سے جدا کر دیا گیا۔ مگر خدا کے حکم سے بہت
 دیر تک جنبش کرتا رہا۔ اور یوں سے حق حق کی آواز بلند ہوتی رہی
 اس کا جسم بھی کافی دیر اسی جگہ سر بریدہ کھڑا رہا۔ کہ کئی بد بخت
 جلاؤں نے ہاتھ سے زور کے ساتھ دھکا دیکر زمین پر گرا دیا اس
 کے بعد سر حرکت کرنے اور زبان حق حق کہنے سے لگ گئی۔ شیخ
 عثمان رحمتہ اللہ علیہ کی اس کرامت کے مشاہدے سے جلاؤں
 پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کہ کوثر
 ابن ملحسین دھڑے دئی امان زئی کے قتل کی لوہیت آئی۔ اور جب

جلاد نے شمشیر ہوں سے زور کے ساتھ اس کی گردن مارنی چاہی تو تلوار بالکل کارگو نہ ہوئی۔ جلد جبران و پریشان ہو گیا۔ کہ یہ کیسا بزرگ ہے۔ کہ تیز دھماکہ تلوار کا بھی اس پر اثر نہیں ہوتا۔ آخر وہ جلد فی الفور موزا کے پاس گیا۔ اور شیخ عثمان کے تن اور سر اور کوثر بن ملا حسین کی گردن پر تیز دھماکہ شمشیر کے اثر نہ ہونے کی متعلق عرض کیا۔ مروا بیروں ہو مگر کہنے لگا تم بھڑوٹ بوسے ہو۔ بسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مرر نے جلد کے ساتھ اپنا ایک معتد آدمی بھیج دیا کہ وہ لوٹ کر مرزا کو حقیقت حال سے آگاہ کرے۔ جلد نے اس کے سامنے کوثر پر پھر تلوار چلائی لیکن اس کے خروش تک نہ آئی۔ مرزا کے آدمی نے آکر اسے بتایا کہ جلد اسے کہتا ہے۔ میرے سامنے اس نے کوثر کی گردن پر تلوار چلائی مگر تلوار کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

آخر مرزا نے حکم دیا کہ کوثر کو سے آؤ۔ اس کیلئے آواز ہے جب مرزا کے آدمی واپس جا کر اسے چھوڑنے لگے تو کوثر نے کہا کہ مجھے تنہا موت چھوڑ دو، اگر میرے ان چار ساتھیوں کو بھی جو میرے ساتھ آئے ہیں چھوڑتے ہو تو مجھے بھی چھوڑ دو۔ اگر نہیں نہیں چھوڑتے تو مجھے بھی نہ چھوڑو۔

مرزا کے آدمیوں نے پھر اس کے پاس جا کر ان کا حال بیان کیا۔ مرزا نے کوثر کو ان کے چاروں ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس طرح جہانگیر عظیم سے کل چھ افراد کوثر، اس کے چار ساتھی اور احمد بن سلطان شاہ، ملک سلیمان شاہ کے بھتیجے کے سوا ان سات سو آدمیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔ سب کو شہید کر دیا گیا۔

سلیمان شاہ ملک تاج الدین کا بیٹا تھا۔ اور ملک تاج الدین بڑا خلی جاہ و صاحب قنوکت مرد تھا۔ جس زمانے میں غاضی تہاں، یسعی یوسف دہلی، انگلیانی اور ترکانی قندھار کی نواحی وادی گار کے بیٹھے اور دیہاتے خاش دہلند کے گرد و نواح میں سکونت پذیر تھیں۔ سب اس کی تابع اور فرمانبردار تھیں۔

غرض یہ کہ جب ان سات سو یوسف دہلیوں کو قتل کر دیا گیا۔ تو مرزا نے حکم دیا کہ ان تمام مقتولین کو شہر کے باہر میرا کہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم کے مطابق تمام مقتولین کو کابل سے دایم تیروں کے ذریعے پر مشرق اور شمال کے درمیان موضع سیاہ سنگ میں دفن کر دیا گیا۔ لوگ اس دفن کو "شہیدان یوسف دہلی" کا نام دیتے ہیں۔ وہ آج تک معلوم و مشہور ہے۔ اور شیخ عثمان بن موتی اور غازی بن زلی تھل مشہور کی قبر بھی وہاں مشہور ہے اور مرزا نے لوگ ان کی زیارت کیلئے آئے ہیں۔ اور اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

غرض یہ کہ کل چھ افراد پر کوثر اپنی قوم میں پہنچے۔ اور باقی تمام یوسف دہلی سردار اور جوان شہید کو دیئے گئے۔ یوسف دہلیوں کے لئے وہ دن گزرا قیامت کا دن تھا۔ ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور وہ دہلیوں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

مرزا نے اس وعدے کی مطابق جو اس نے ملک سلیمان شاہ سے کیا تھا۔ یوسف دہلیوں کے اہل و عیال سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ انہیں آزاد چھوڑ دیا۔ البتہ ایک فوج اس غرض سے بھیج دی کہ ان کے محل کو تاخت و تاراج کرے۔ اور ان کے مال و مویشی سے آٹے ہاں تک کہ پہنچے ہوئے کپڑے بھی اتر دیے جائیں اور انہیں تہہ پست و پرہیز کر کے چھوڑ دیا جائے اور وہ جہاں جانا چاہیں پٹے جائیں۔ چنانچہ

لشکر گیا۔ اور اس کے حکم کی مطابقت عمل کیا۔

یوسف زئیوں سے ان کا سب کچھ چھین لیا گیا۔ اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس حادثے میں کسی کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ البتہ موسیٰ ابن یسکو اکورنی کا خزانہ محفوظ رہ گیا نہ ہندو نہیں آتا و چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ ان کی سبھ میں جو تیلیں کریں۔ اور جس طرف جانے میں مصیبت سمجھیں۔ چاہیں۔ کوئی ان کے مانع نہیں آئے گا۔

انفرس حبیب ملک احمد پانچ نظر دڑے دیوں کے ساتھ اپنے اپنے گھڑوں میں پہنچ گئے تو تمام یوسف زئی حوا اپنے گھروں میں تھے۔ اور زندہ بچ گئے تھے۔

فی الموضع جمع ہوئے۔ اور پریس میں مشہور کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر سب نے متفقہ طور پر کہا کہ اس کے بعد ہم سے ملے اس ملک میں کوئی تگہ نہیں ہے۔ یہاں ہم آج ورنہ ختم ہو گئے۔ اب یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ جب اس پر یوسف زئی متفق ہو گئے تو استاد داد مشائخ سے عرض کیا۔ کہ آپ حضرت قزاقوں کو یوسف زئی کا ملک کوٹ ہے۔ اب ہم کہاں جائیں!

شیخ زنگی ابن ملا غیبیل لاٹھی زئی خوارہ خیل رائد ان پران کی قبر (مخزن کرے) جو اس وقت یوسف زئی کے آستانہ (دروں میں کشت و کرامت میں مشہور اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ سے یوسف زیمو۔ ہاؤ ہیں ملک سوات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا۔ مگر سوات میں باطلوں کے مقام پر نہ لو کی ڈھیری (مٹی کا ٹیلہ) ہے۔ وہ میرا نمکونہ کر کے مجھے دیدو۔ پتا ناچہ انہوں نے نہ ڈھیر کے نام پر ان کا شکر نہ کیا۔ اور اس وعدے پر سب نے دھار خیر چڑھی۔ پھر سارے یوسف زیوں نے ملک سلیمان شاہ کے فرمودہ کے

مطابق جو انہوں نے شہادت کے وقت کہا تھا کہ یوسف زئی کی سرداری ملک احمد کی ہو۔ یہ قوم کے وجود اور عزت کو ہر تدار رکھے گا۔ اور ان کی تعمیر کرے گا۔ ملک احمد کو پناہ سوار بنایا۔

عائیں ابن تمان دڑی زئی تمان زئی اکثر کے والد یوسف زئی مستجاب الدعوات تھے۔ عائیں کا گھرانہ یوسف زئیوں میں اب تک آستانہ دار تھے۔ کوئی بھی ہم معاملہ ہو لو ان کے گھرانے کا آگے حاضر ہو گا تو اس میں کامیابی کیلئے دعا دہی کرے گا۔ عائیں کی احمد بن سلطان شاہ کے حق میں دعا کے بعد یوسف زئی بڑے شاد و آباد ہو گئے تھے۔ اس نے یوسف زئی اس کی اولاد کی دعا کو ایک نال سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی ہم یا ضرورت پیش آتی ہے تو اس سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ عائیں کے گھرانے کے فرد ہیں ہم سے ملے دعا کریں۔ کہ اللہ ہماری حاجت پوری فرمائے۔ عائیں کی اولاد آج تک موجود ہے۔ یوسف زئیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت موضع ہٹ خیل ضلع سوات میں آباد ہیں۔

غرض یہ کہ عائیں جو کہ یوسف زئی کے درمیان سے آئے۔ اور ایک شاخ (چیزی) کاٹ کر احمد کے ہاتھ میں یہ کہہ کر دے دی۔ کہ جاؤ میں نے تمہیں قوم کا سردار (ملک) بنا دیا یہ نکلے اور سرداری تمہیں مبارک ہو۔ اس کے بعد ہر شخص نے ملک احمد کو سردار بننے کی مبارک باری اور دعا دینا شروع کیا۔

اس دن کے بعد سے ملک احمد ساری یوسف زئی قوم کا سردار بن گیا اور ملک سلیمان شاہ کی جگہ یوسف زئی کی سرداری کی مسند پر ٹھکانا لگا۔ اور دن رات جنگی اس کی ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وقت

و حسرت کی معرج پر پہنچ کر عظیم نشانِ مہلک کا فاتح بند اس کے
تذہیبی حالات میں سب موقع پر بیان کر دیتے جائیں گے۔

قصہ مختصر یہ کہ یوسف نہی بالکل خودوار اور حیران و پریشان
ہو کر نواحِ کابل سے اپنے بشار کی طرف روانہ ہو گئے۔ بارے پر درگ
قلعہ سبے نوادہ، حالی ہاتھ، بھر مار بڑی کے، بدول، لنگے ماند۔
سے، مغلوں سے انہیں ایسا تاراج کیا تھا کہ کسی کے بٹے کچھ بھی
نہ رہا تھا۔ مگر مدیاک کے حکم سے موسیٰ بن ابیکو ابن سپہل ابن
بازیدہ کو یوسف نہی کا خزانہ ہائی رہ گیا تھا۔ موسیٰ یوسف نہی
میں بڑا مہار سردار گزرا ہے۔ اور اس کی اور چابھی پشت و پشت
سرداری علی آئی ہے۔ چنانچہ موسیٰ خیل اس کی سس سے میں بچ
سکتے ہیں کہ بہ خزانہ اللہ خدائی سے اس عظیم تاراج سے بچا
ہوا تھا۔ اس نے کوٹھ کر تے وقت سے اپنے ساتھ اٹھا کر کے ہے

ت۔ موسیٰ نے اپنی رفیقہ حیات سے کہا کہ ہمارا خزانہ اللہ
نے اس ہمہ گیر تاراج میں بچا ہے۔ دریا کی قوم کا خزانہ بوٹ یا گیا
ہمارے قوم پر اس سے زیادہ اور کوٹھا وقت آئیگا۔ چاہتے کہ
سکس تنگ دستی کے وقت میں ہم یہ خزانہ ان میں تقسیم کر دیں
کہ ہماری قوم اس سے تاراج دم ہو کر آدم کی سانس سے سکے
اور ہر کسی کو کھانے پینے کا سماں میسر نہ سکے۔ یہاں بخت چوری
سے کہا۔ آپ نے بڑی اچھی بات کہی آپ ضرور یہاں کیجیے۔ یہ
بخت بہتر ہوگا۔ بالآخر موسیٰ نے یہاں خزانہ ہونے کی
کی شکل میں تھا یوسف نہیں تقسیم کر دیا جس سے قوم تاراج
نہ ہو گئی۔

موسیٰ نے اس وقت ہوا ضحاک کوٹھ اور وہ دو لنگے سوات میں تاراج پر

یوسف نہی قوم کی سرگزشت

باب (۲)

کلیانی میں رہنے والے دلاکٹ سے
جنگل، پشاور، دو آب، ہجوڑ و کشغر کا
دلاکٹ سے پنا اور ان کے ملک پر قبضہ کرنا

سے کلیانی (کلیانڈری) مانا کہ کیٹرک پر مردان اور تخت بھائی
کے درمیان گورگڑھی کے پاس ایک قصبہ تھا۔ قصبے کے بیان
سے ایک ندی گزرتی تھی۔ جو ایک پل کے ذریعہ کلیانی
کے دونوں حصوں کو آپس میں ملاتی تھی۔ یہ ندی اب بھی
ہاتی ہے قصبے کے نام پر اس ندی کا نام بھی رکھا گیا۔ اور اب
ملک اسی نام سے موسوم ہے۔ لیکن قصبہ گردش زمانہ سے غیب کر
دیا ہوا ہو گیا۔ اب اس کے صرف آثار باقی ہیں۔ اور اس مقام پر کلیانی
نام کا ریلوے سٹیشن ہے۔ اس علاقے کا قدیم ترین قصبہ یہ ہے
کلیانی تھا۔ اور اسے وہی حیثیت حاصل تھی جو اب ہوتی اور
مردان کو حاصل ہے۔ ہوتی اور مردان بعد میں آباد ہوئے۔ اس
وقت مردان کا نام دشت ملک نہ تھا۔

پہا بیٹے۔ اس لیے اس کے بعد یوسف رٹی سے کہہ دیا کہ ہم نے
دو آپ تم کو دے دیا۔ مبارک ہو جاؤ۔ اس پر آباد ہو جاؤ۔

ملک احمد سے اس سے کہا کہ اسے دراک بھائیو! میری قوم
مصلحت کی مادی کمزور اور ناتواں ہے۔ اس کے بہت سے لوگ
کابل اور دوسری جگہوں میں رہ گئے ہیں۔ ان میں امن، سلاطنت
نہ تھی کہ ایک دم گھر چھوڑ کر روانہ ہو جائیں۔ بھی صرف وہ لوگ
جو قوت اور استعداد کے مالک تھے یہاں آ گئے ہیں۔ جو لوگ
داناں رہ گئے ہیں۔ بعد میں وہ لوگ بھی ہمارے پاس آجائیں گے
اس لئے صرف دو آپ کا علاقہ ہی اسے لئے ناکافی ہے۔ میری

پوری قوم اس میں نہیں بس سکے گی۔ اور اس کی پیداوار پر
ہماری گزر اوقات ہوسکے گی۔ دراک نے کہا چھ دو آپ سے
متصل دانشکوں، صلیب درما جوڑ کے علاقے اور اس کے مضافات
و مضافات سمیت بھی تمہیں دے دیے۔ جاؤ وہ بھی تمہارے
ہو گئے۔ اس پر ملک احمد خوش ہو گیا۔ اور اس ملک کو قبول کر لیا
اس کے بعد دراک نے ملک احمد سے یہ بھی کہا کہ شتھر مہی
دو آپ سے ملتی ہے جب کچھ نذرانہ اور قوت پیڑ پوڑو شتھر اپنی
طاقت اور نذرانے شہانیوں سے لیکر اپنے لشکر میں لے آنا۔
کہتے ہیں کہ اس زمانے میں شتھر دراک کے قبضے میں نہیں
تھا۔ اس پر شہانی کی بعض تھے۔ شہانی ذات کے عاقل سے
افغان قوم سے ہیں۔ یہ لوگ غوریوں کے لشکر میں تیراہ کے تیراہ
شہان در سرزمان سے آئے تھے۔ ان کا اصل وطن شلمان اور
کوڑمان تھا۔ اس کی نسبت سے شہانی کہتے ہیں۔

انفقتہ شتھر یہ اس وقت شہانیوں کا تہذیب تھا۔ اور یہی

القصہ کابل کی اس کھلی شاہراہ پر سارے یوسف زری اپنے
پنچہ بچے آتے سمیت کوچ کرتے ہوئے خیبر کے رستے پش پانچے
یوسف زری جو اس وقت پش در پانچے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس
سے لگایا جاسکتا ہے کہ خیبر میں سرس کا ایک تدار درخت تھا۔ یوسف
زری کے سب مردوزن، چھوٹے بڑے اس کے پیچھے بیٹھ گئے اور سب
اس کے سائے تلے سہ گئے۔ بس اتنے ہی یوسف زری تھے۔

یوسف زری خیبر سے ہو کر پش در میں وارد ہوئے۔ اس وقت پش در
میں مقیم دلاک بڑے، روکو اور ملاک گھر تھے۔ وہ دن ملاک پر
غوریوں کے عہد میں قبضہ کر کے مغربی کسان پنے قدم جی چکے تھے۔ چنانچہ
پش در، دو آپ، یا بڑو، بنگر مار، کلیالی، نرادرہ اور علاقہ چچو و مرگڑ ملک
تمام ملاک دراک کے قبضے میں تھے۔ اور ہر مقام پر یہی لوگ
آکر تھے۔ اس سے یوسف زری نے فکر اُن سے بچا کی اور اس کے پیرو
میں مقیم ہو گئے۔ دراک نے یوسف زری کو ملاک و علاقہ عطا
کرنے کے سلسلے میں آپس میں جھگڑ کیا کہ انہیں ایک ملک دینا
چاہیے جس پر جا کر یہ آباد ہو جائیں کیونکہ یہ ایک گاؤں جتنے لوگ
آئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایک ملک اُن کو دے دیں۔ خیر
دراک کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ دو آپ یوسف زری کو دے دینا

تمام محصورات وصول کرتے اور کھاتے پیتے تھے۔ تمام شہرانی
سلطان پھل کی رعیت اور اس کے مانگنے والے تھے۔ سلطان پھل سوات
کا بادشاہ تھا۔

کہتے ہیں کہ اشغر سے اوپر بگیاڑ سے حصار بول، پہلی شہر خانی
مور، ناٹی، پپاڑ، تک سوات اور ٹوٹے، شروہی، مسیدی، ملاکڑہ کی چوٹی
تک اور سار سوات اپنے توابع اور اضافات سمیت اور سارا بولیسر
سلطان پھل کے زیر تصرف تھا اور ہر جگہ اس کے حاکم فقہدار اور گشتہ
(محقق) مقرر تھے۔ شہرانی اس کے حکم سے اشغر میں بستے تھے اور
حاکم اشغر حصار میں ہوتا تھا۔

سلطان پھل ٹھکانہ منگور کے قلعہ میں رہتا تھا۔ جو سلاطین سوات
کا پایہ تخت تھا۔ یہ قلعہ سلاطین سوات کے عہد میں نہایت آباد تھا۔
اندر دریا ہر نگارنگ مکانات اور عجیب عجیب سویمیں، اونچے اونچے
قلعہ اور قلعے کے اندر حیم، اشال نہریں بہتی تھیں۔ ہندو پر روتی اور
دکانیں بھی ہوتی تھیں۔ سوات کے تمام سلاطین سلطان پھل وغیرہ
سلطان جہانگیر کی امداد میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ عورتوں کے مشاعرے
میں حلاقہ و غریزہ کو بگیر اور دہائے کوچی کے واوی سے آئے تھے۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے کئی پشتوں تک سوات پر حکومت کی۔
ان کا آخری سلطان، سلطان دہس تھا۔ جسے یوسف زئیوں سے متعلق
عظیم لڑائیوں کے بعد وہاں سے بیدخل کر کے سوات پر خود مشرف ہو گئے

یہ حصار بول آج کل "سری ہاوں" کہا جاتا ہے۔ تخت بھائی
سے مردان کی طرف تقریباً دو میل کے فاصلے پر مٹی
کا ایک بڑا ٹیلہ ہے۔ جس پر اب ایک گائوں آباد ہے۔

سلطان دہس وہاں سے لہر ہو کر نیلگ میں کوہ کھار کے درمیان ایک
مستحکم قلعہ ہو کر اس میں رہنے لگا یہاں تک کہ اہل کے سواروں نے
اس پر حملہ کر کے اس کے وجود کو ختم کیا۔ سے وہاں دلی کو دیا گیا۔
سلطان ادیس، سلطان پھل کا غر زبند تھا۔ ان تمام سلاطین کے حالات
اسیٹھ محل میں تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے جائیں گے۔

واقعے کی طرف رجوع

جب دلزاک نے ازاد ہمدردی اور بطور احسان کے یوسف زئی
کو مذکورہ ممالک دے دیے۔ تو یوسف زئی نے اپنے اثاثے اور مالیت
واسباب سمیت پشتاور سے کوچ کیا۔ اور دو آبے میں آکر مقیم ہو گئے
اس کے بعد وہ بیوہ، یتیم اور یوسف زئی کے دیگر افراد جو کابل کے
نواح میں رہ گئے تھے۔ اور نہایت جیشہ بھی جو کاروبار میں بھٹکے ہوئے
تھے۔ اور پہلے قافلے کے ساتھ آئے تھے۔ رفتہ رفتہ آنا شروع
ہو گئے۔ اور دو آبے میں مقیم ہوئے رہے۔ یوسف زئیوں میں جو لوگ
ماں و اسباب اور مویشی رکھتے تھے وہ اپنے گھرانوں کے ساتھ
مہمال بن مانید مندر، مان زئی کے ساتھ (جس کا ذکر اپنے محل
میں آئے گا۔) دیو دانشکوں اور غنچ پلے گئے جن میں سے کچھ
لوگ اور غنچ میں رہ گئے اور بعض مندر کے بڑے بڑے نامور
گھرانے، زیادہ تر مان زئی، کمان زئی، ماموڑی اور یوسف نامے
اور زیادہ تر خواجوری مثلاً ناصر بن شہرہ، علاؤ الدین زئی، اور
سوار بن پانندہ بن زئی پانندہ خیل اور بیاس بن دنگ بن زئی
سلطان خیل اور اکی بن احمد حسن خیل شہر زئی، جو نامور سردار
تھے ماموڑی کہ جسے گئے در مانوڑہ کے مقام پر جہاں آفتاب اللہ

شیخ میرزا، غافل غیبی، حق تعالیٰ تو لکھی قدس سرہ کی قبر واقع ہے، سکونت پذیر ہو گئے۔ اس ارادے سے کہ ہا جڑ بھی چھوڑے دنگ نے دیا ہے۔ اس میں آباد ہوں گے۔

کہتے ہیں کہ ملک ہیمو بن جتہ دنگ عفرین جو اس زمان میں بڑا مامور و رہبریت اہم شخصیت کا مالک تھا، تقریباً ایک ہزار عسکر شیل گھروں کے ساتھ ہا جڑ میں جندول کے مقام پر آباد تھا، اور عسکر شیل دنگ میں مہر و قید تھا۔ پٹا ورس کے دنگ نے جس جرس کے میں دو آب، عشر اور ہا جڑ یوسف زیموں کو دینے کا قصد کیا تھا اس میں ملک ہیمو موجود نہیں تھا۔ جو گئے نے اس سے پرچھے بغیر ہا جڑ بھی دے دیا تھا۔ جب ملک ہیمو نے یہ سنا کہ یوسف زیموں کو ہا جڑ بھی دیدیگا۔ اور اسے اپنی ملکیت سمجھنے لگے۔ تو اسے سخت غصہ آیا اور کہا کہ اگر دوسرے دنگوں نے ہا جڑ یوسف زیموں کو دینے کا قصد کر دیا ہے تو کیا ہوا میں انہیں ہا جڑ پر برگز قید نہیں کرنے دوں گا۔ دنگ کوٹ میں جو میر ملک یوسف زیموں کو دے دیں۔ ملک ہیمو سخت مشتعل تھا اور ٹینگیں مارا تھا کہ یوسف زیموں کی کیا مجال کہ جندوں میں قدم رکھیں۔ یوسف زیموں نے متعدد قاصد اور مظلوم ملک ہیمو کے پاس بھیجے کہ جرس کے دینے کا احترام کرو۔ اگر تمام دنگوں نے یہ اتفاق دے ہا جڑ ہمیں دے دیا ہے تو تم بھی دے دے و اگر نہ کرو۔ اور میرا دل مانتے میں بہاں دے سکر دنگ کہ میں وہیں تم بھی پہلے جاؤ ہری در بانی اختیار نہ کرو۔ ملک ہیمو نے جواب میں کہا کہ اللہ کی وحدانیت

نہ دنگ ایک فیصلے کا نام ہے جو جستان میں قہار کے جنوب میں دریا گنداب کے کنارے واقع تھا شیخ میرزا عفرین کو ترک گاہ کے رشتہ کی نسبت سے لکھی کہیگا۔

لی قسم ہے کہ سنگ اور نور کے بغیر میں ہا جڑ نہ گزرا و اگر نہ رکھوں گا۔ البتہ اس کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اسے اس ارادے سے باز رکھنے اور جرس کے احترام کرنا کا مشورہ دیا اور سب سے متفقہ طور پر ملک ہیمو کے نام خط لکھا کہ ایسا نہ کرو۔ ہا جڑ یوسف زیموں کو اپنے کا قصد تمام دنگوں نے انصاف و یکساں گت اور قوت کے جذبے کے تحت کیا ہے۔ تم بھی ہا جڑ ان کیلئے چھوڑ دو۔ دراپنا سامان تھا کر اسے آجاؤ ہمارے پاس اب بھی بہت سارے ملک ہیں ہم سب لڑ رہے ہیں گئے اور کہیں کھائیں گے۔ مگر ملک ہیمو نے کسی کا کہنا نہ مانا۔ اس نے اپنے دل میں جنگ کی ٹھان لی تھی۔ میرزا یوسف زیموں نے بھی جو ہال بکوں اور مال و اسباب سمیت جاکر لاٹوڑہ میں مقیم ہوئے تھے یہ فیصلہ کیا کہ جندوں پہنچ کر اس پر قبضہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ علاقہ ہا جڑ میں سب سے بہتر ملک تو بندوں ہے دیو مصلحت سے ہا جڑ ملک پہنچنے بھی جندول ہی کے ارادے سے تھے۔

ملک ہیمو پوری رعوت و غضب کے ساتھ اپنے تمام لشکر کے ساتھ جندوں سے کوچ کر کے موئے بنگ کی نیرت سے آیا اور اپر کوٹنگ (گڈے) موئے چتر کے ستون کے پاس جواب تک لاٹوڑہ وادی کے شمال میں عین کنارے پر ایستادہ ہے۔ بڑا وکیا، افسر ہندی کا لشکر میرزا عفرین زلی مند کے ساتھ ٹوپ اور ٹھڑی میں پڑا ہوا دونوں لشکروں کے درمیان ٹھیکنا ایک میں کا قاصد تھا۔ جو مورخ اپنے جتہ بزرگوار شیخ میرزا عفرین کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔ "جب یوسف زلی موضع لاٹوڑہ میں لکر مقیم ہوئے تو اس علاقہ ایک سال کے بعد قطب زمان جتہ شیخ میرزا و افغان غیبی اور ان کے ان کی قہر کو منور فرما دے، بھی اپنے افغان مریدوں کی ایک

جماعت کے ساتھ جو کم دیش تین سو پچاس نفر تھے، وہ زیادہ تر اوص
میں فیملی لوگ تھے جو اپنی قوم سے ریچیدہ ہو کر ترکہ دار گندوب اور قلت
لوح قدحدار سے اگر موضع لا شوتہ میں یوسف زئی کے ساتھ سکونت
پزیر ہو گئے تھے۔ یوسف زئی کے بہت سے لوگ بھی شیخ میرد غیس
کے معتقد ہو گئے تھے۔ اور پھر ایک مدت کے بعد ایک حادثے کے سبب
سارے فیملی اپنے ہاں پکوں کے ساتھ کوچ کر کے شیخ میراد کے پاس
چلے آئے تھے اور لا شوتہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔

چونکہ جیل کا مرنا جینا یوسف زئیوں کے ساتھ تھا اس لئے خلیل
بھی اس محلہ کے میں ان کے ساتھ متحد ہو گئے اور ایلیوں جتہ کے مقابلے
میں جنگ کیلئے میدان میں نکل پڑے۔ ادھر دو آپے کے یوسف زئیوں کو
ملک ہیرو سے بگڑے ہوئے حالات کی خبر پہنچی تو وہ بھی ایک لشکر کے
ساتھ مسیح ہو کر اپنی قوم کی مدد کیلئے باجوڑ گئے۔ یوسف زئی اور خلیل
دونوں مل کر لا شوتہ کے میدان کی طرف بڑھے جہاں اس زمانے میں
متسی عرب کا قدم اور عارل می شہر آباد تھا، ہیرو نے جب ان کے
شکر دیکھے تو اپنے لشکر کے ساتھ جو پوری طرح مسلح و مستعد تھا
کا ٹینگہ سے مقابلے کی نیت سے آگے بڑھے۔ یوسف زئیوں اور
خلیل نے جو اس کا شکر دیکھا تو ہیرت سے پسپا ہو کر اپنے گھروں کی
طرف روانہ ہو گئے۔

ملک ہیرو نے دیکھا کہ یوسف زئی پیچھے ہٹ گئے ہیں تو سمجھا کہ
یوسف زئیوں میں مقابلے کی تاب نہیں ملے وہ بے کھٹکے ان کے
تقابلے میں روانہ ہو گیا اور لا شوتہ کی ندی کو (جنوب کی طرف) پار
کر لیا۔ یوسف زئی اور ہیرو ہٹ گئے۔ اب اس نے وہاں قدم جما کر
جہاں پہلے یوسف زئی کھڑے تھے۔ یوسف زئیوں نے یہ صورت دیکھی تو

تو اور پیچھے ہٹ گئے۔ یہ اور بھی دور ہوتا گیا۔ غرض یہ کہ یوسف زئی
رفتہ رفتہ پیچھے ہٹتے گئے اور یہ ان کے تعاقب میں آگے بڑھتا گیا، بالآخر
یوسف زئیوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم کہاں تک پیچھے ہٹیں گے
اگر ہم اسی طرح پسپا ہوتے رہے تو ہمارے جوانوں پر قہر پڑاویں
گے۔ جنگ سے پھٹکارا نہیں، آگے بڑھو اور جو عمر دی کے جو ہر
دکھاؤ۔

کہتے ہیں کہ اس وقت ترکہ دار لوگ غمان میں اور مہند کابل کے
لوح میں تھے اور اس وقت ملک سرخابی بن شمو ترکہ دار فیملی کا نامور
مہند تھا، وہ باہر و شاہ کا قریبی مصاحب و معتد تھا اور ملک گھگر
مہند قبیلے کا سردار اور شجاع وقت تھا، ان دونوں کو جب اس
مزاح کی خبر پہنچی تو وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور
باجوڑ پہنچ گئے تاکہ فریقین میں مصالحت کی کوشش کریں۔ یہ دونوں سردار
فریقین کے درمیان صلح کرنے کیلئے پھرتے رہے، لیکن دس سے وہ
بھی بڑی چاہتے تھے کہ جس طرح دوسرے دینا کوں نے باجوڑ کا علاقہ
یوسف زئی اور خلیل کو دے دیا ہے، ملک ہیرو کو بھی چاہئے کہ یہ
ملک کیلئے پھوڑ دے اور خود اپنے عزیزوں کے ساتھ میدانِ علاقے
میں جا کر سکونت پذیر ہو جائے جہاں ان کی اکثریت رہتی ہے۔

ملک سرخابی اور ملک گھگر نے ہیرو کو نصیحت کی کہ حد سے نہیں
بہت سارے ملک عنایت سٹے ہیں، اختلاف و جنگ کا راستہ خلیفہ
ذکر یہ ملک برضا و رغبت یوسف زئی کو دیدو۔ لیکن ہیرو کو یہ نصیحت
پسند نہیں آئی اور وہ حد سے نسا و ذخیرے (صرف میں ہوں
مرا کوئی مد مقابل نہیں ہے، بلکہ کرتار) وہ اپنے دس میں یہ سمجھ رہا
تھا کہ ملک سرخابی اور گھگر تو صرف صلح و صفائی کرنے والے ہیں ہمارے

مکہ بنے میں جنگی فریق بننا پسند نہیں کریں گے اس سے پہلو پوچھے دھڑک
ہو کر یوسف رنی اور حیل کے گھروں اور بال پکوں پر چڑھ آیا اور تیر برس نا
شروع کر دیئے۔

ملک سرخانی اور گھگڑ کے لشکر ایک طرف کو کھڑے تھے اب ان
کھینچے صورت اس ناقابل پروا منت ہو گئی۔ خونی قہارت داری کے جذبے
سے بے اختیار کر دیا۔ وہ غصے سے پھمکنے۔ چنانچہ ایک دم پٹے پٹے
لشکر کے ساتھ ہیو کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور یوسف رنی اور حیل کو
بھی لڑکار چانک وہ بھی مدد آور ہونے اور ایک ایسی بے پناہ جنگ
شروع ہوئی کہ تھوڑی دیر میں کشتوں کے پیشے لگ گئے۔

کہتے ہیں کہ ملک سرخانی ترکانی، ملک گھگڑ ہمند اور میر جمال
بنو یامین حسام دولت رنی مان رنی منڈر نے سب سے پہلے دڑاک
پر حملہ کیا تھا۔ اڑا ہندو سر سے سواروں نے بھی ان کی پیروی کی۔
ہر کسی کی نگاہ ہیو ہو گئی ہوئی تھی۔ دوسری جگہ وہ اپنے آپ کو نہیں
پھنسنا چاہتے تھے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ درمیان میں نہ کے بغیر اس
ملک پہنچ جائے۔ چنانچہ بہت سے غریبوں کے دیواک بہادروں اور
شہسواروں کو قتل کرتے ہوئے ہیو ملک پہنچ گئے اور ہیو در اس
کے بھائی جہاں شاہ کو تہ تیغ کر کے زمین پر گر دیا۔ ہیو پر سب سے
پہلے پاندہ سرکلانی ککارتی نے تلوار کا وار کیا پھر برہان ترکدانی ککارتی
نے تلوار سے اس کی گردن پر وار کیا جس سے اس کا سر کٹ کر گر گیا۔
میر جمال مان رنی منڈر نے گھوڑے سے کود کر اس کی زہر اتادی و تلوار
بھی پٹے تھپتے میں مگوری۔

کہتے ہیں کہ ملک ہیو کی زہر اور تلوار دونوں قیمتی تھیں، میر جمال
کی ولاد کے پاس وہ زہر ۵۰۰ ایک یادگار کے طور پر محفوظ و سار یوسف

منڈر، ہندو خشی قبائل میں مشہور ہے۔ اس کے لئے کئی سو روپے ایک
کی پیش کش کی گئی لیکن میر جمال کی ولاد نے اسے دینے سے انکار کر دیا
ملک وی بیگ ترکدانی نے بھی اس کیلئے بڑی سعی کی اور اچھیر مارے
مکہ یادگار پھر اس کے پاس آجایا۔ یادگار دیکھ چلپس میں قہر ہی طر بھی
لئے ہندو دو سال تک یہ زہر اس کے گھر میں پڑی رہی تھی اور کوشش
کی کہ یہ ان کے گھر سے نہ نکلے لیکن میر جمال کی ولاد نے نہیں مانا اور
زہر اس سے واپس لے لی۔

۱۸۰۰ء میں یہ زہر میر جمال کی ولاد کے گھر سے ملک باؤ بن مرہال
ابھی لا دین نہ لی، ملاو، سین زنی سندھیں فروخت کرنے کی غرض سے
لایا تھا۔ اور کوئی شخص نہیں سو روپے دے رہا تھا مگر اس نے نہیں
دی اور واپس لے گیا۔ اس وقت میر جمال کی ولاد شیر درہ میں آباد تھا،
اور وہ شخص جس کے پاس یہ تاریخی زہر تھا وہ بھی شیر درہ میں مان رہے تھے
کے ساتھ رہتا تھا۔

القصر جب ملک ہیو اور اس کا بھائی جہاں شاہ دونوں قتل ہو گئے
و دڑاک سپا ہو کر دو تہ ہندول کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے یوسف رنی
وران کے حریف ان کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں قتل کر رہے تھے
ہر ایک کہ انہیں ہندول کے دود (زندی) کے یاد کر دیا (اور یہ ٹوپ،
مہر فی میں اپنے اپنے مکانوں کو لوٹ آئے۔ ملک سرخانی اور ملک گھگڑ
لے یوسف رنی اور حیل سے کہا کہ ہم نے تمہیں فتح دے دی اور باجوڑ
تمہارے لئے جیت لئے اب تم دونوں اس سے رہو اور کھانہ پو، ہم پٹے
گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ اس کے بعد ملک سرخانی اور ملک گھگڑ اپنے
شکروں کے ہمراہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گاہل اور لغات کو روانہ ہو گئے
دڑاک جو رہے پٹے لئے ہندول پہنچے، لیکن اب حالات پر ان

قہر نہ تھا اور ان کے قدم کھٹکے تھے اس لئے سب نے وہاں سے کوچ کر کے بچنے کی طرف جائیکا فیصلہ کیا مگر لاشوں سے کے دستے پر یوسف رنی اور خلیل کا قبضہ تھا اور وہ انہیں چھوڑ نہیں رہے تھے اس کے بعد کوہ موریا کی مور والی در سے کی چوٹی پر چڑھ کر غنہ اور دانش کوں پہنچے اور کھٹے رہنے لگے۔ یوسف رنی اور خلیل سے باجوڑ کا علاقہ آپس میں تقسیم کر دیا۔ لاشوں سے سے ہندو۔ ج تک اور چار منگ سے ناوگی تک مع توابع اور محقات کے خلیل کے حصے میں آیا اور ہندو۔ باقرہ مع مصاف یوسف زئیوں کے حصے میں۔ دونوں فریق اپنے اپنے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے اور یوسف رنی بطور منگ دوآب سے گئے تھے پھر وہ آئے سکھوٹ آئے۔

عمر وہاں تک یوسف رنی اور خلیل نے آپس میں بہت اچھے تعلقات استوار کئے لیکن پھر خلیل کی طرف سے بگاڑ کا آغاز ہوا۔ وہ یوسف رنی پر تعرض اور زیادتی کرنے لگے۔ فساد کی نشانی تھی کہ میر جال بہت مالدار تھا اور گھوڑوں کا بہت گلد رکھتا تھا جن سے بہترین گھوڑے پیدا ہوتے تھے اور فروخت کئے جاتے تھے۔ اتفاقاً پانی بن سادہ خلیل ہارورنی، ملازنی، عمر زنی نے جو ایک نامی شخص تھا، میر جال سے چند گھوڑے بطور قرض ایک مہینہ مدت کی مبادلہ پر لے لیے جب مبادلہ پوری ہو گئی اور میر جال نے اپنی رستم کا مطالبہ کیا تو پانی نے بد معاہدگی شروع کی اور مال مٹوں کرنے لگا حالانکہ وہ ایک مالدار شخص تھا اور قرض کی ادائیگی اس کیلئے کچھ مشکل نہ تھی مگر بد معاہدگی اور شہرت اس کی طبیعت بن گئی تھی، اور رفتہ رفتہ اس کی طبیعت بد گئی۔ ہر چند کہ میر جال اس سے ملازمت درنہری سے قرض مانگتا تھا اور جرگے بھیجتا تھا مگر وہ قرض کی ادائیگی میں بربریت و سفل

سے کام لے رہا تھا۔

آخر میر جال ہر طرح سے کوشش کر کے تھک گیا۔ اسی طرح دوست خلیل نے بھی شہادت، بد معاہدگی اور دوست اندری کو اپنا شعار بنایا۔ یوسف رنی کے مال، اور فصلوں پر رات کو چھاؤ کرتے اور لوٹ بیچتے۔ گھی، اور دوسری چیزیں یوسف رنی سے خریدتے تھے اور قیمت نہیں دیتے تھے، آخر تمام یوسف رنی میر جال کی طرح خلیل سے عاجز آ گئے اور خلیل کے بارے میں ان کی رائے بہت خراب ہو گئی۔ ایک دن میر جال اور پانی کے درمیان قرضہ مذکورہ کے سبب ہاتھ پائی ہو گئی۔ اس کے بعد گوباکہ یوسف رنی اور خلیل قومی جیشوں میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے، اور لاشوں سے اور باقرہ کی حد، ہاریکاہ کے دریا اور درمنگ کے مقام پر جنگ ہو گئی۔

ورمنگ وہ مقام ہے جہاں سے باجوڑ جاتے ہوئے باہر بادشاہ نے گہ کوٹ گہریوں کے سردار حیدر علی سے پھینکا تھا اور بہت سے گہریوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے ایک طرف ایک ہندو پٹن ہے۔ اور دوسری طرف بارنے ایک بڑی خندق کھدوا کر اس کے ارد گرد زبردست حصار بنایا تھا۔ پھر زمین حار کو کہنے اکبر بادشاہ کے عہد میں جب وہ یوسف رنی کی مہم پر آیا تھا، مٹی کا ایک قلعہ بنوایا تھا جس کا نام چار قلعہ رکھا تھا اس قلعے کے کھنڈرات تاحال موجود ہیں۔

حقیقت یہ کہ خلیل نے اس جنگ میں یوسف رنیوں کو شکست دے دی اور تعاقب کر کے ہندو کی ندی کے پار بچکڑ سے کے مقام تک انہیں پہنچا دیا مگر خلیلوں نے یہ غصا کیا کہ ان کے ہاں پتھر اور دیہات سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ یہ دیہات ہندو، اور باقرہ کی شاہراہ پر واقع تھے۔ خلیل اس جیت سے خوش ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور

یوسف زلیٰ کی ساری قوم کیا باجوڑ اور کہا دو تہے کی اس شکست پر اور اپنے مردوں پر جن میں نامی گرامی لوگ شامل تھے، غل اور منفعی ہو گئی۔ اس نے باجوڑ کے یوسف زلیٰ پھر شکور کی فکر میں لگ گئے وہ چاہتے تھے کہ ایک ایسی فیصد کن جنگ لڑیں جس میں ہمیشہ کیلئے فیصد ہو جائے کہ باجوڑ میں کون رہتا ہے۔ یوسف زلیٰ یہ نہیں؟

آخر باجوڑ میں یوسف زلیٰ کے سارے ملک جمع ہوئے اور مشورے سے یہ طے پایا کہ پہلے جرگے کی شکل میں دو تہے میں اپنے عزیزوں کے پاس چلے جائیں گے۔

اسد یہ صلاح ناصر بن شرفہ اکوری خواجہ زلیٰ علاؤ الدین زلیٰ اور مبارک بن پانڈہ علی زلیٰ پانڈہ خیس اور الیاس بن دنگ بن علی زلیٰ سلطان خیس اور علی بن احمد خواجہ زلیٰ شامیری ملی ہیں، درکنہ بن ترک مندڑ ماوندی اور تاجک بن معروف ملک زلیٰ رازر جو یوسف زلیٰ کے مامور ملک تھے بطریق جرگہ دو تہے گئے اور اپنی ساری قوم کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا انہیں یہ مشورہ دیا کہ سنائی اور انہیں بتایا کہ خیال نے کس طرح بدفصلی، درتقدی کو، پناہ پیشہ بنایا ہے۔ اور ناسی ہم پر شکور کشت کی در ہمیں قتل و غارت کیا پھر ان کی یہ ہدی اور شہادت اب بھی ختم نہیں ہوئی بلکہ مسلسل جاری ہے۔ چنانچہ گاڑ کے وریش کے کے زمانے سے ہمارے پیچھے گئے ہوئے ہیں اور اب باجوڑ بھی ہم سے چھین لے۔ چنانچہ ملک احمد جو سب کا سردار اور سردبرہ تھے اور شیخ علی بن ہرک اکاندی اتمان مندڑ جو مشاہیر ہیں سے تھا وہ ملک احمد کا شالی، ملک قرہ بن، ہزارہ صدوزلی مندڑ خان، کچو کا پدر، برنگوار جو اپنے زمانے کے نامی لوگوں میں سے تھا اور ملک محمود بن یحییٰ اکوری خواجہ زلیٰ علاؤ الدین زلیٰ اور خواجہ حضرت بن شیخ عثمان

بن موتی ملی زلیٰ، دو سب جن کے مقامات یہ یہ کا ذکر اس سے قبل کر چکا ہے۔ در شیخ حسین بن شیکہ خواجہ زلیٰ شیکہ خیس جو یوسف زلیٰ کے مقتدوں میں سے تھا، ان کے علاوہ دو سب تمام مشاہیر وقت نے ان حقائق کو بدتفاق تسلیم کیا، در کہا کہ فی الحقیقت نہیں لگاؤ کے، اور بیشکی "کے زمانے سے ہمارے درپے زور ہے ہیں۔" وہاں بھی ہم پر تقدی، در فتنہ، انگیزی کرتے تھے پہلے قندار سے ہیں لگاؤ پھر جب ہم یہاں گئے تو یہاں بھی ہمارے پیچھے گئے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی بچوں، در تمام برائیوں کے باوجود جب ان پر بد وقت پڑا اور یہ یہاں سے تو ہم نے ان کے ساتھ یہ احسان کیا کہ آدھا باجوڑ ان کو دے دیا۔ لیکن ہمارے اس احسان کے باوجود نہ تو انہوں نے ہمارا احسان مانا اور نہ ان کی سہشت ہدی۔ اپنی بد عیادوں پر نادم ہونے کے بجائے اپنی پوری بدعتی برائیاں۔ چنانچہ بعد صلاح و مشورہ طے پایا کہ اس وقت میں تہہ ہیں۔ مہند، در دو زلیٰ ان کے ساتھ ہمیں ہیں اس سے ان پر "شکور کشتی کرنے، در باجوڑ سے انہیں نکال باہر کرنے کا یہ مناسب وقت ہے۔"

کہتے ہیں کہ ان دنوں داؤد زلیٰ، در بعض مہند جو مقرہ باغ سے آئے ہوئے تھے، کابل کے نواح میں سکونت پذیر تھے اور بعض مہند اعلیٰ ارگنداب، مقرہ اور قرہ باغ بھی میں تھے اس نے یہ صلاح ہوئی کہ، جو ہم و قدم میں جہدی کوں تاکہ مہند در داؤد زلیٰ ان کی مدد کیلئے نہ سیکر۔ یوسف زلیٰ نے یہ عجلت تمام شکور کا انتظام کیا اور اس وقت ماموریت عظیم کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ ان یام میں یوسف زلیوں نے پھر شرف پر قبضہ

کہہ رہا تھا۔ حصار اشغفر کے نام سے حصار بانوں، حصار بیغی، کالنگ
 سنگا، شیم خانی، بازور سے، مور نامی پہاڑ اور ٹوٹنی سنگ کا جھک سیوری،
 مالکانہ سنگ تمام میدان، پہاڑ کے دامن سنگ تمام علاقہ شیم نیو سے جنگ
 میں نہیں شکست دے کر چھین لیا تھا اور جا بجا اس میں آباد ہو گئے
 تھے۔ اس زمانے میں اشغفر کے ساکنین شعیفی تھے، در اشغفر کے
 ماسوا سار سے علاقوں میں دہنگان لوگ آباد تھے جو سلطان پھل کی
 رعیت تھے۔ سلطان پھل سوت کا سلطان تھا جس کا ذکر پنے محل
 میں انشاء اللہ تعالیٰ آجایر گا۔

انفقہ یوسف زئی اپنے تمام شہکار، اور ہمسایوں مثلاً گدوئی،
 کمار اور تمان خیل وغیرہ کے ساتھ جو اس وقت تک یوسف زئی کے
 ساتھ رہتے تھے، لشکر بنا کر پٹیاہی اور کرپ کے راستے روانہ ہوئے اور
 دانشکوں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔

ٹھیک اس زمانے میں جب ہاجڑ کے یوسف زئیوں کا جڑ
 دوآبہ جاری تھا دوسرا جڑ میر جمال، ان زئی منڈ کی سرگردگی میں
 دانشکوں روانہ کیا گیا تھا تاکہ دراک سے صلح دھقان کر کے انہیں
 اپنی مدد کیلئے آمادہ کریں۔ کہتے ہیں کہ جس وقت میر جمال ان زلف سے
 ملک ہیپو کے یہاں پہنچے جڑ کے درگنہ بختوانے جاری تھا تو میر جمال
 اور اس کے فرزند محمد دونوں نے تلوار اور کفن لگے میں ڈال لئے
 تھے۔ وہ دونوں رات کے اندھیرے میں ملک ہیپو کے گھر میں داخل
 ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ میر جمال ہیپو کے گھر میں داخل
 ہو گیا، اس نے جاکر مسجد میں یہ بات کہہ دی۔ مسجد والوں نے ہیپو کی بیوہ
 کے پاس آدمی بھیجا کہ میر جمال کے ساتھ عزت و حرمت کا سلوک اور
 خاطر مدارات کرو صبح کو ہم، حوال معلوم کریں گے۔

ملک ہیپو کی بیوہ نے میر جمال کی اچھی طرح مدارات کی۔ صبح کو
 عمر خیل دلاک ملک ہیپو کے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ گئے اور
 ان کی پری قدر و منزلت کی اس کے بعد دریافت کیا کہ پھر سے آپ کا
 آنا کیسے در کسل مطلب سے ہوا ہے؟ میر جمال نے کہا کہ مجھ سے
 تقصیر ہوئی ہے آپ کا قصور وار ہوں، یہ رہی تلوار اور کفن، آپ
 کو عقیقہ رہے خود مار ڈالیں خواہ معاف کر دیں۔ دوسری بات یہ
 ہے کہ تمہارے ساتھ ہر سو کی غلیں نے کی ہے جو سف زئی سے نہیں
 کی، اگر غلیں نہ ہوتے تو یہ بدسلوکی بھی نہ ہوتی اس شد کا سبب
 وہی لوگ تھے اب وہ آپ کے بھی دشمن ہیں اور ہمارے بھی قیدی
 دشمن ہیں۔ گاڑ کے دریشکے کے زمانے سے ہمارے پیچھے لگے ہوئے
 ہیں۔ آذر رسانی در برائی کے سو کچھ نہیں کرتے۔ ہم نے الپہ
 اخبات کئے تھے، ہوں نے ہمارے ساتھ کس شان سے بدسلوکی
 کی، میں اب جو گئے (منوئے) کے طریق پر آیا ہوں ہمارے ساتھ
 لشکر کریں کہ ان کے ساتھ جنگ کریں یا جوڑ یا ہمارا ہو جائے یا
 ان کا، ان کے ساتھ شریک رہنا اب ہم سے نہیں ہو سکتا۔
 دلاک عمر خیل نے میر جمال سے کہا کہ میر جمال۔ اب جبکہ تم
 مدافعی مانگتے آئے ہو اور ہم کی غرض سے آئے ہو تم ہمارے
 غازی ہو ہم تمہارے ساتھ لشکر بھی کر دیں گے در تمہاری ہم
 کو نکمیں تک پہنچی دیں گے۔

یوسف زئیوں کا لشکر دانشکوں پہنچا تو میر جمال ابھی تک
 وہاں تھے۔ انہوں نے حالت کو اپنی منشاء کے مطابق درست کر دیا
 تھا۔ اب وہ آپ کے یوسف زئی، در میر جمال اور عمر خیل کا لشکر سب
 کا سب دانشکوں پر جمع ہو گیا سب نے باہم مشورہ کیا کہ عمر خیل اور

باجوڑ کے یوسف زئی میر جہاں کے ساتھ شروع عام پر چار منگ
پہنچیں تاکہ غیل کے لئے سرکوب (چوٹی) کا راستہ بند کر دیں اور
ناؤ گئے کے لئے بھی دیکھ بھال کر دیں تاکہ غیل پشت کی طرف
سے کوڑے کے راستے (کابل) نہ بھاگ جائیں اور یہ عظیم
شکر بھی اور ہم رشت (پارشت) کی چوٹی پر سے باجوڑ میں خبر ب
اثر جائیں۔

پھر الامیر میر جہاں اپنے عزیزوں اور دلداروں کی معیت میں
چار منگ کے راستے اور دوسرے قبائل کا بہر دست شکر رخت کی
چوٹی کے راستے باجوڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میر جہاں کے شکر
نے چوٹی کو سر کر لیا تو نیچے ماشوڑے کے میدان میں ایک بڑے
شکر پر س کی نظر پڑی (یہ ایک خطرے کی علامت تھی)۔

میر جہاں ملک ہیرو کے گھر دشکوں جا رہا تھا تو سنے عیانی
بھائی ابوکر نامی سے جو ساری قوم میں بہت بہادر اور اپنے وقت
کا بہترین شخص تھا، کہا تھا کہ تم اپنے مابقیہ عربوں کے ساتھ
ہمیشہ نکل کر اپنے گاؤں اور گرد و نواح کی پاسپانی اور حفاظت
اور حدود کی نگہداشت کرنے رہنا۔ چنانچہ بوکر مذکور میر جہاں کی
ہدایت کے مطابق سواروں کی ایک جمعیت کے ساتھ وادی پاسبانی
اور حفاظت کرتا تھا۔ جہاں کو یہ معلوم ہو تو اس کی تاک میں رہتے
لگے اس روز غیل نے بوکر کی تلاش میں اس جگہ جہاں پر شیخ اسماعیل
بن محمد مہند قدس سترو کی قبر واقع ہے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب
ابوکر اس کے قریب پہنچ گیا تو چاک پناہ گاہ سے نکل کر اس پر
حملہ کر دیا اور بوکر کو سواروں سمیت قتل کر دیا۔ میر جہاں کو جو خطرہ تھا
اور جس کے پیش نظر اس نے جاتے ہوئے اپنے بھائی سے چوکنہ کہنے

کی تاکید کی تھی وہ پیش ہو چکا تھا۔ اس نے حالات کا جائزہ دیتے ہوئے
کہا کہ خدا کا واسطہ میرے بھائی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہو
میں نے اپنے بیٹے احمد کو ساتھ لیا اور شکوے آگے نکل گئے راستے
میں اپنے فرزند احمد سے کہنے لگا کاش ابوکر کو زندہ دیکھ سکوں، مگر
وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بوکر مردہ پڑا تھا۔ دووں بہت رنجیدہ ہوئے
میر جہاں نے بیٹے سے کہا کہ جلدی سے اتر کر ابوکر کے دھڑ کو
دو ٹکڑے کر دو نصف تم سے لو اور آدھا مجھے دے دو تاکہ آسانی کے
ساتھ اٹھ کر سے چل سکیں۔ احمد نے غزوہ بچے میں کہا یہ کام مجھ سے
ہو نہیں سکتا۔ میر جہاں نے اس پر غصے کا ظہر کیا۔ اور خود اتر کر ابوکر
کی لاش کے دو ٹکڑے کیلے آدھا حصہ خود لیا۔ اور آدھا احمد کو دے
کر روانہ ہو گئے اور شکوے سے جاتے۔ وہاں شکر نے اس پر طوائفوں
کیا شکر سے ماشوڑے کے مقام پر پڑاؤ ڈرا۔ غیل بھاگ کر بندوبست
کے درمے میں اکٹھے ہو گئے۔ عمر میں نے جنگ کا نقشہ اس طرح بیان کیا
کہ میر جہاں نے عزیزوں کو ساتھ لیکر چار منگ کے راستے ہندو
نچیں اور ہندو راج کی چوٹی کی ناکہ بندی کر کے وہاں کے پاشندوں سے
کہیں کہ ان کا شکر ہندو راج کی چوٹی پر غیل کا راستہ روک لے تاکہ
وہ اسے پا کر کے دوسری طرف نہ جا سکیں۔ سرکوب کے راستہ کی ناکہ بندی
کے بعد غیل کوئی تھی اور ایک شکر کو نیچے کی طرف سے غیل پر
حملہ کر رہا تھا اور اس طرح گھر کو لے کر قتل کرنے اور ہمیشہ کے لئے
اس دلدارک اور یوسف زئیوں کے درمیان سے اس کا سٹے کو نکال دینے
کا ارادہ کیا تھا۔ اور یہ تصفیہ بھی کر لیا گیا تھا کہ چوٹی کے اس طرف
یوسف زئیوں کا اور اس طرف کا عمر خیل دلدارک کا ہو جائیگا۔
پھر اس جنگی منصوبے کے مطابق میر جہاں نے ہندو راج پہنچ

کر وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ہندو راج کی چوٹی کی ناکبندی

کر دی۔ مہاراج خواجہ بھگت ہیں کہ :-

”کوہ ہندو راج کے متصل ایک بڑے پہاڑ کا درہ ہے اور ہندو راج ایک پہاڑ کا نام ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کو ہندو راجی کہتے ہیں۔ اس وقت جب کہ اس درہ کے جنوب کی طرف اسماعیلیں زنی تہذیب آباد ہیں اور شمال کی طرف پرتگیزیوں کے رہنے سے اب تک کھارہ پتے ہیں اور سارے علاقہ ان کے تصرف میں ہے۔“

الغرض میر جلال نے ہندو راجیوں کے ساتھ مل کر کوہ ہندو راج کی چوٹی پر قبضہ کر لیا اور نیچے کی طرف سے بڑے لشکر نے پیش قدمی کی۔

جس وقت بڑے لشکر دو میں سے فاصلے پر دسے کے سنگھ پر پہنچ گیا۔ طبع کا شکر بھی پوری تیاری اور کامل جمعیت کے ساتھ اپنی پناہ گاہوں سے نکل آیا۔ اس میدان میں جہاں اب ملک بابر حسین ابن پیر ترملانی اور باری کا قبیلہ آباد ہے۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے آگے سامنے آ گئے اور ایک سخت معرکہ پیش آیا۔ دونوں فوجوں نے خوب ٹوٹ کر ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ کوئی کسی کو شکست نہ دے سکا مگر کار کار گرم تھا کہ میر جلال اور ہندو راجی نیچے سے سنگھ پر چڑھ آئے۔ فیصلے نے یہ صورت حال دیکھی تو پریشان ہو گئے۔ اور بہت بار بیٹھے اور سنگھ کی طرف پسا پونے لگے، بعض میدان جنگ میں مارے گئے اور بعض پسا پونے میں مارے گئے اور اکثر سنگھ میں اپنی اور دکنی حفاظت کوٹے ہوتے مارے گئے۔ بہت سے لوگ جو پنج گئے تھے وہ ماگوئی کی طرف بھاگ نکلے۔ سنگھ غارت و تباہ ہو گیا اور عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں اس قدر لوگ قید ہو گئے تھے کہ بعض یوسف زئیوں نے مٹی کے برتنوں کے عوض قیدی خریدتے گئے۔ چنانچہ یوسف زنی خلیل کو اب تک یہ طعنہ دیتے ہیں۔ جس جگہ انہوں نے پٹنہ کیا تھا اسے ابھی تک سنگھ درہ کہتے ہیں اسی جگہ لشکر نے رات گزاری ملک احمد اور یوسف زنی کے دوست سرदारوں نے آپس میں مشورہ کر کے غیبی کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جس جس کے یہاں قیدی تھے سمجھوں نے چھوڑ دیے۔ پھر بھی بعض لوگوں نے پھپھائیے۔ اس بعد سب خوش و خرم فتح کے شادیوں کے ساتھ دو آپس کو واپس آ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جب کہ یوسف زنی کابل سے آکر دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے تو کچھ زمانے کے بعد دہلی کے اشراف پر اشنغر پر قبضہ کر کے کاتھینہ کر لیا۔ چنانچہ اس وقت اشنغر کا حاکم میر ہندو راج سردار تھا جو قوم کا دھنگان اور نسل (دودلان) سے متعلق تھا۔ وہ اپنے وقت کا بہت بڑا نامور اور بہادر تھا، جو شہر کے قلعے میں رہتا تھا اور اس طرف سلطان اویس سوان کا بادشاہ تھا۔ چنانچہ اس کا اگر سلاطین سوان کے تسلط میں اپنے مقام پر آگیا۔ سوان سے لیکر شیر خانے، ہازورہ، رمول، سنگاؤ، حصہ بالوں اور حصہ بیغم اور حصہ اشنغر اس کے تصرف میں تھے اور اس تمام ممالک کے لوگ سلطان اویس کی رعیت تھے۔

اس زمانے میں تمام ملک اشنغر میں شمالی قوم آباد تھی۔ اشنغر کا قلعہ اس زمانے میں بڑا سنگین اور مضبوط تھا جو اونچے پتے پر اس جگہ واقع تھا۔ جہاں ملک فتح خان بن ملک سعید خان بن ملک شہر خان بن نصرت خان محمد زنی بابر کی اشنغری کا مسکن اولین تھا جسے قلعہ اشنغر کہا جاتا تھا اب یہ قلعہ ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر بن گیا ہے۔

الفتح جب یوسف دلی نے اشعزر کے ملک پر قبضہ کر لیا تو یوسف نامے کے چند نو جوانوں کو چھاپہ مارنے کی غرض سے اشعزر بھیجا تاکہ شلمانور کے مال و مومنین پر لڑائی سے پہلے یہاں پہنچ جائیں اور شلمانور کے مویشیوں کو بکڑ کر سے بھاگے لیکن میر ہند اور شلمانور کو قلعہ کی تیرہل گئی، انہوں نے ان کا یہ بھیج کر کہے اپنے مویشی بکڑا لیے، یہ جیسے گئے دیکھے ہی خالی ہاتھ دو آئے واپس آ گئے۔

صبح کو مدد نے خوب تیاری کر کے کچھ سواریوں اور پیادوں کو پار بھیجا۔ سواریاں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ پیادوں نے جاکر شلمانور کی کوشی پر لڑائی کی، میر ہند اور شلمانور کو پھر اطلاع مل گئی۔ انہوں نے پوری قوت اور کامل جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، شلمانو تعاقب کرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچ گئے جہاں اندر کے سواری چھپے ہوئے بیٹھے تھے تو چانک سواریوں نے ان پر چڑھ بول دیا اور ہر طرف سے اندر پر ٹوٹ پڑے۔ اس آٹنا میں یوسف نامے کے لوگ بھی امداد کئے پہنچ گئے، وہ باہم مدد دینی پھڑ گئی۔ آخر میر ہند اور شلمانور کو شکست فاش ہوئی، وہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے یہ تعاقب کرتے رہے تاکہ شلمانور نے تلے میں گھس کر دروازے بند کر دیئے اور یوسف زلی نے اسے ان کا محاصرہ کر لیا۔

مندر خ نو، جو کہتے ہیں کہ جب یوسف دلی نے اشعزر پر قبضہ کرنے کی نیت کی تو اشعزر میں جہاں جہاں شلمانو مقیم تھے وہ سب کے سب کھٹے ہو کر اپنے مال و اسباب سمیت حصار (قلعہ) میں داخل ہو گئے تھے۔ یوسف زلی نے حصار اشعزر اور جینہ دریا کے درمیان قلعہ کی تاک بندی کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔ تین چار دن کی محصوریت سے بہت عاجز اور مضطرب و مجبور ہو گئے اور ملک احمد کو پینا بھیج

کہ میں خدا نے شرمندہ کر دیا، اب عاجز و چار ہیں راستہ دیدیں۔ یہاں سے چلے جائیں اور اس قدر سہولت دیدیں کہ جو اس واسطے نے ساتھ یہاں سکیں یہاں نہیں۔

ملک احمد اور دوسرے سرداروں نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی اور انہیں وہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدی۔ تمام شلمانو اور میر ہند اپنی فوج کے ساتھ جس قدر مال و اسباب اٹھا کر لے جاسکتے تھے انہیں کچھ رات کے وقت تلے سے نکل کر حصار ہانوں کی طرف بھاگے اور بقیہ مال و اسباب سب وہیں چھوڑ گئے۔ سارے کو جمع کر کے بعد صبح کے وقت حصار ہانوں میں پہنچ گئے۔ لیکن وہ محکم تھے۔ صبح بڑے یوسف زلی حصار اشعزر میں داخل ہوئے اور بقیہ تمام مال و اسباب کو غارت کر دیا اور سارے تلے کو اپنے تصرف میں لے آئے اور دو آجے سے ہرنسل اور قلعہ سے ہوا ہوا لوگوں کو لیکر اشعزر میں آباد کر دیا۔ اس کے بعد چند کے قلعہ میں روانہ ہو گئے۔ جب میر ہند کو ان کی آمد و اطلاع ملی تو وہ حصار ہانوں سے نکل کر آگے کی طرف بھاگا۔ حصار ہانوں میں پہاڑی۔ یوسف زلی حصار ہانوں سے بھی اس کے ساتھ میں روانہ ہو گئے، یہ معلوم ہو تو وہ حصار ہانوں سے ہوا ہو کر نیم حانہ کو چلا گیا۔ نفی نہ رہے کہ قلعہ ہانوں اور قلعہ ہانوں میں چھوٹے، مگر سنگین قلعے تھے۔ وہ لوگوں میں بہت مشہور تھے۔ انہوں نے موضع کلپاڑی کے محلہ میں واقع تھے۔ قلعہ کے روبرو واقع تھے، در حصار ہانوں سے خوبصورت تھے مگر اب چھوٹ گئے ہیں۔ دونوں قلعوں کے درمیان اڑھائی میں

یوسف زلیٰ اسطرح میر ہندا کے تعاقب میں بڑھتے رہے اور وہ آگے آگے فرید ہوتا رہا۔ کسی جگہ بھی اس کے پیر نہ لگ سکے یہاں تک کہ میدانی علاقے میں دھمکان قوم کا کوئی فرد باقی نہ رہا۔ سب کے سب سورنامی پہاڑ کی چوٹی کو عبور کر کے سوات چلے گئے میر ہندا کا گھم گھم نہ میں تھا اور اس کا قبیلہ ڈوڈال بھی تھا ہے میں رہتا تھا وہ بھی تھا نہ چل گیا۔ تھا نہ سوات میں بیک مشہور گاؤں ہے۔

اس کے بعد یوسف زلیٰ واپس بوٹ آئے اور دامن کوہ اور میدانی علاقے کے تمام ممالک حصار شتھر کے جید سے ہم سے لیکر شتھر، حصار بول، حصار میغم، شیر خانی، کالنگ، سد گاؤ، بازون، سور نامی پہاڑ تک شلمانہوں اور دھمکانوں سے غالی کر ایسے اور آج معروف میں سے آئے اور اس طرح اپنے مقابلے میں ان ممالک کے کسی دعویدار کو باقی نہ چھوڑا۔ مگر اتفاقاً اسثناء میں یوسف زلیٰ اور پشاور کے دلاک کے مابین مخالفت پیدا ہو گئی۔

ان حالات کی تفصیل یہ ہے۔ کہ پشاور کے دلاک چور سے پچھلے رات سو اور دن کو بھی پانڈ کو یوسف زلیٰ کے گروہ و نواح میں پھرتے رہتے تھے اور جو ہی موقع پاتے تھے نقصان پہنچاتے تھے جب ملک احمد اور دلاک کے سردار ان یوسف زلیٰ ان سے شکایت کرتے تو یہ جواب میں کہتے کہ ہم کسی کے ساتھ بڑائی کرے کے

۱۔ دھمکان یا دھمکان وہ شخص جو سور میں تصرف پرستی کیساتھ

قادر و توانا ہو، دانائے کلام، رئیس وہ۔ یہ دھمکان کا معنی ہے۔ ۲۔

لکھنؤ فتح البلدان، ۱۔ ۲۔ مترجم سید ابو الخیر مودودی ص ۳۳

۱۔ وہ نہیں ہیں آپ پرور و چکار سے ہوشیار ہیں۔ ۲۔ آج حسہ دلاک کے دھاڑوں اور چوریوں سے یوسف زلیٰ کے بار ہو گئے۔ ملک احمد نے اپنی قوم سے کہا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایک رات پار چاکر دلاک کے مویشی مالک لایں شہید وہ اس طرح ڈر کر بڑائی سے وحشت بردار ہو جائیں۔ چنانچہ ایک رات دلاک زلیٰ کے ڈاکو پار گئے اور ملک احمد خان دلاک کی ٹھس داری کا گھوڑا ڈالا ہے اور شیخ علی اکاڈل منڈر کو دیا۔

دلاک کو اس امر کا علم ہوا تو انہوں نے بہت بڑے و تاب کھاتے ۱۔ وہ کھلم کھلا یوسف زلیٰ کو نقصان پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے شب ۱۰۔ ۱۱۔ پار آئے۔ اور ایڈ پہنچتے تھے۔ شیخ علی ہمیشہ محمد خان کے قتل گھر سے یرسورہ ہوتے اور رات کے وقت چند سو روپے اور ۱۱۔ ۱۲۔ کے ساتھ قوم کی نگہبانی اور گرد و نواح کی حفاظت کرتے بالخصوص ۱۰۔ ۱۱۔ الی گزرگاہ کی تو ساری رات بالہ و پایاں لنگر فی ہوتی تھی کہ مباد ۱۰۔ ۱۱۔ پار آکر نقصان پہنچیں۔

۱۔ رات جو بڑا این کیمل اور بعض دلاک جو اس وقت کے شجاع صاحبہ سواروں اور پیادوں کے ساتھ شتھون مارنے کیلئے بہرہ ور ۱۰۔ ۱۱۔ پار اس جگہ کے مقابل جہاں علی کی بیات ہے پھپک کر ۱۰۔ ۱۱۔ میں سے کچھ دریا کے کنارے پہاڑ میں تنگی کی گزرگاہ کے ۱۰۔ ۱۱۔ قریب کو پہنچ گئے اور کچھ لوگ یوسف زلیٰ کے دیہات ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱

اس مقام تک پہنچ گئے جہاں شیخ عباس کے والد حاجی محمد کی قبر ہے
اور دوسری طرف دریا کے کنارے دزاک کا گاؤں تھا جس میں یوسف
زنی کی ایک خاتون بیاہی گئی تھی جسے دزاک کے اس چچا اور غارت
گری کا علم تھا کہ وہ شیخ کی مرض سے پار چلے گئے ہیں۔ یہ خاتون اپنی
قوم ریوسف زنی کی خبر گیری کے سبب دریا کے کنارے آگئی اور
بلند آواز میں رونا دھونا کر کہی کہ اے سوارو! میں تمہاری
ہن ہوں تمہاری طرف سے سبب ڈاکو تمہاری طرف لگے ہیں اور
تو تمہیں پتہ نہیں ہے کہ میں شامل ہیں۔ پس خبر دے دو۔ اس
قول سے اس کی مر دیہ تھی کہ دزاک کا دھڑا پار گیا ہے اور دزاک
کے بہترین سوار اس میں شامل ہیں۔ شیخ ملی نے جوں ہی اس
تک سہمت زنی کی بات سنی اُسے پہچان آیا اور اس کے کناکے
کو بھی سمجھ گیا کہ دزاک کا دھڑا شیخوں مارے اس طرف آگیا ہے

دزاک اور یوسف زنی کی جنگ

شیخ ملی نے فوراً اپنے دیہات میں قاصد بھیج دیے اور لوگوں
کو خبر رکھ دیا۔ چاشت کے وقت تک تمام لوگ لکل کر جمع ہو گئے
یعنی ہر طرف کے دیہات سے دھاوے آگئے گاؤں کے قریب دزاک
کو دیکھ کر ہنچے ہوئے۔ دوسری طرف سے شیخ ملی بھی دریا کے کنارے
کنارے اور پیر کی طرف آ رہا تھا۔ سب آکر پچونی (مٹور) کے ہاتھ بل
جمع ہو گئے۔ دزاک بھی سب آکر پچونی کے دزاک سے پہاڑ میں
آکر مل گئے۔ یوسف زنی کے پیادے اور پیر کی طرف سے آگئے اور
سوار بچے کی طرف سے اور پیر پڑھ گئے دزاک تیر زنی میں مشہور اور

صحیح نشہ باز تھے یوسف زنی کے بھی کافی تیر انداز تھے اور پیچھے
کے پہاڑ کے قریب تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور جنگ چھڑ
گئی۔

دریا کے دوسری طرف کنارے کنارے دزاک کے دیہات تھے
تک محمد خاں دزاک کا گاؤں بھی دریا کے کنارے پرہ لیج تھا۔ محمد خاں
جائے برو کے پہاڑ ورسک پیچھے کی گڑگاہ کے ہاتھ بل اور جو
کام اور جنگ کے قبل آدمی تھے ان سب کو شناسا رہا کہ دیا
اور جو صیغہ اور کور کے وہ اس کے ساتھ وہاں بیٹھ گئے اور جنگ کا
دست دیکھ گئے۔ میدان جنگ وہاں سے صاف نظر آتا تھا۔ طرفین
جنگ میں کوئی کی نہ کی۔ تیر اندازی کے بعد دست بدست تلواریں چلنے
لگیں مگر شکست کس نے دکھائی۔ طرفین سے کوئی مرجا یا زخمی ہوا
نہا۔ میدان جنگ سے ہٹا جا۔

جب رات کی تاریکی چھ گئی تو جانشین نے ایک دستہ کو آواز
دی کہ آئیں یہ تمہاری مردانگی اور ہمت پر اب جب کرات ہو گئی
اور دونوں طرف کے لوگ تھک کر چور ہو گئے ہیں۔ منسوب ہو گا
بہ دوست کے مقابلے سے ہٹ جائیں اور اپنے مقتولوں کو دفن
کریں کی مرہم ملی کریں۔ آخر سڑے ہا کر ایک جانب کے لوگ بیٹے
گھروں کو چلے جائیں اور دوسری جانب کے لوگ اپنے مقتولوں کو وہاں
دفن کریں۔ وہ ستر دن دوسری جانب کے لوگ آجائیں گے اور وہ اپنے
موت کو دفن کریں گے۔ چنانچہ اس صبح دیکھتا ہوں دزاک نے وہیں رات
دفن کے وقت انہوں نے اپنے مردوں کو ٹھکانا اور وہ شمال
دفن کے گہریوں کی چوٹی کے واسطے میں ہمارے دفن کر کے اپنے
کو دفن کر کے۔ اس کے بعد یوسف زنی آئے اور اپنے مردوں کو

اٹھا کر دلاک کے مقبرے کے متصل پانچ پچھ گڑ کے ذریعے پر دفن کیا۔ دونوں قبہستانوں کے درمیان سے گزرنے کو راستہ جاتا ہے، اچھڑ کا راستہ یوسف زئی کے مقبرے کے پاس الگ ہو گیا ہے اور گریوں کا راستہ بھی یہاں سے الگ ہو گیا ہے۔ چنانچہ راستے سے مغرب کی طرف دلاک کا مقبرہ ہے اور مشرق کی جانب یوسف زئی کا۔

اس مقام پر سفید مٹی، درنگ ریڑے بہت زیادہ ہیں سنہ چب لوگوں نے قبروں کے اوپر بھی سفید سنگ ریڑے ڈال دیئے ہیں اس لئے دور سے وہ جگہ سفید دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اس مقام کو 'سپین خاک' کہا جاتا ہے۔ مگر دعوارج کے لئے واسے والوں میں یہ جگہ مشہور و معروف ہے۔

یوسف زئی کیساتھ لڑنے والے دلاک کا لشکر جمع کرنا

یہ ساگر دلاک بہت سخت گز، اس سے انہوں نے لشکر جمع کرنے میں بہت کوشش کی، در لشکر خیرہ جمع کر کے مدد ہو گئے اور پیچھے ننگی کی گورگاہ پر، بربر کے مقام میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اس زمانے میں یوسف زئی کثرت، اور طاقت کے لحاظ سے کوئی خاص حیثیت نہ رکھتے تھے، کیونکہ وہ ابھی نئے نئے کابل سے یہاں پہنچے تھے۔ مرزا رخ بیگ کے حوادث نے، نہیں پہلے ہی شکستہ حال کو دیا تھا، پھر بھی جس طرح ممکن ہو لشکر جمع کر کے پہنچنے کی گورگاہ پر بربر کے لشکر کے مقابلے میں مدد سے سنبھال لئے۔ مگر یوسف زئی بڑے خوفزدہ تھے کیونکہ ان کا لشکر قبیوں تھا، اس موقع

پر ملک احمد نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا:-

"مے میرے عزیزو! دلاک بہت بڑی نسل ہے، ان ممالک میں ہر جگہ یہی لوگ آباد ہیں، چنانچہ پشاور، ننگرہار، تیرہ، کلپاٹری سے پیہور تک جو دریا کے کنارے واقع ہے۔ اور بچھ، ہزارہ، کمرلخ جو دریائے سندھ کے اس پار واقع ہیں۔ ہر جگہ یہی لوگ بستے ہیں، وہ ہم سڑبئی قبیلے کے اس ملک میں یہی محدود سے چند دیہات ہیں وہ بھی ان ہی کے دیے ہوئے ہیں۔ ہمارے سڑبئی میں سے سنگیانی اور محمد زئی کابل میں رہ گئے ترمکلائی لغمان میں، اور غلبدیاخیل، مقر، گنداب، اور قزو باغ میں رہ گئے ہیں۔ پس ہمارے اندر ان کے ساتھ جنگ، مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے میری رائے میں قوم کی بہتری اس میں ہے کہ میں ملک محمد خان کے پاس بطور حبیہ (نواستے) چلا جاؤں۔ شاید وہ ہمارا یہ قصور معاف کر کے اپنے لشکر کو حلیہ بشکر کر دے۔ اور انہی والی تباہی سے ہم بچ جائیں"

محمد یوسف زئی نے اس کی اس رائے کو سہارا۔

دلاک کے ساتھ صلح کوئی غرض ملک احمد کا ملک محمد خان کے یہاں جانا

انفصام ملک احمد چند پیادوں کی معیت میں لشکر سے بچے کی طرف روانہ ہوا اور پہنچنے کی دوسری گورگاہ سے بڑی پہاڑ کی انتہا پر واقع ہے، دریا پار کر کے چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ ملک محمد خان کے گھر وہ پہنچی اور پھر کا وقت تھا وہ اندر جا کر بیٹھ گیا۔ محمد خان اس وقت لشکر

کے ساتھ اپنے گھروں سے رخصت کرتے ہیں۔
افسوس، ہم نے کتنی بے عقلی اور نادانی کا ثبوت دیا کہ ملک احمد
جیسا معزز آدمی ہمارے گھر منت و سماجت کیلئے آیا اور ہم اس کی
توقیر کے بجائے اس کے قتل کے درپے ہو گئے وہ بے آبرو ہو کر ہمارے
ہاں سے چلا گیا، تمام فغان قوموں اور قبیلوں میں ہم بدنام ہو گئے۔
اس کے بعد ہم پر کوئی، خفاہ نہیں کرے گا۔

لوگ ملک محمد خان کو بھی ملامت کرتے تھے کہ افسوس ملک احمد
جیسا معزز آدمی اس کے گھر منت و سماجت کیلئے آیا اور اس نے اپنے
گھر کی سوج نہیں رکھی اور ملک احمد اس کے گھر سے بے آبرو ہو کر چلا
گیا۔ ملک محمد خان کی بیوی بھی اسے ملامت کرتی تھی کہ آپ اپنے
گھر کی حیاء دلچ اور آبرو بھی نہ رکھ سکے اور محمد خان اور اس کے عزیز بھی
اپنے آپ کو ملامت کرتے تھے کہ یہ بہت برا ہو، ہم تو منہ دکھانے کے
نہ رہے۔ سارے قبیلوں میں رسوا و بدنام ہو گئے۔

جب ملک محمد خان کی بیوی نے دیکھا کہ دلراک اپنے ادا سے پر
واقعی پشیمان ہیں تو اس سے شوہر سے پچھنے سے کہا کہ اگر آپ ملک احمد
کو دلراک کے شہر سے پچا سکتے ہیں اور اس کی منت و سماجت قبول
کر دے سکتے ہیں تو میں ملک احمد کو بوا سکتی ہوں، ملک محمد خان نے
کہا کہ اگر تم ملک احمد کو بوا سکو تو اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی۔ ہم
تو اس وقت خدا سے یہی دعا مانگتے ہیں کہ ملک احمد مل جائے اور ہم
اسے اپنے گھر سے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کریں تاکہ ہم سب
کی آبرو قائم رہ جائے۔ اب تو دلراک بھی پشیمان ہیں اور ہر کوئی
آبرو کرتا ہے کہ کاش، ہم ملک احمد کو آبرو کے ساتھ رخصت کر دیتے
پس اگر تم اسے بوا سکو تو بہت اچھا ہو گا اب اس کی جان اور

عزت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اسے عزت و تکریم کے ساتھ رخصت
کریں گے تاکہ ہماری آبرو اور بھرم قائم رہ جائے۔

غرض یہ کہ پورے اطمینان کے بعد ملک محمد خان کی بیوی نے اسے
بتایا کہ ملک احمد کہیں نہیں گیا، میں نے اس نکھر کی عزت قائم رکھنے کے
لئے یہ افواہ پھیلانی تھی کہ ملک احمد بھاگ گیا، میں نے اسے تہہ
خاصے میں کپڑوں کے بندوں کے پیچھے چھپا دیا ہے، یہ کہہ کر وہ گئی
اور بندوں کو ہٹا کر ملک احمد کو تہہ خانے سے نکال دئی۔ ملک احمد
اگر ملک محمد خان سے ملاقات ہو۔ ملک محمد خان اس سے مل کر اپنی بیوی
کے کماں ہوشیاری پر بہت خوش ہو۔ اس نے ملک احمد کی مدد
اور دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اس کے بعد ملک محمد خان نے عزیز و اقارب کو بلایا اور انہیں
ان حالات سے آگاہ کیا وہ بھی اگر ملک احمد سے ملے اور بہت خوش
ہوئے۔ پھر محمد خان نے سارے شکر کو بوا بھی واپس موجود تھا آگاہ
کیا۔ اس خبر سے ہر کوئی بہت خوش ہو اور ملک احمد کی طبع تسلی
کی۔ مندرجہ دسترس سے ڈھوں اور نقارے بجائے اور خوشیاں مناں
آہستہ میں ملک احمد نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

اے دلراک بھائیو، آپ نہایت کبر و دست اور زور آور لوگ
ہو، ہم تھوڑے سترہ بنی یہاں اگر آپ کے زیور سب سے چھپے ہوئے ہیں
بانی ہماری قوم یہاں نہیں ہے۔ اس دفعہ ہمارے گلہ کو معاف
کر دیجئے۔ دیکھیے میں اپنی جان کی بازی لگا کر ایسے وقت میں آپ
کے آستانے پر منت و معذرت کے لئے آیا ہوں، خدا و اس
شکر کو منتشر کر دیں اور ہم سے اس غلطی کی باز پرس نہ کریں۔
دلراک نے کہا۔ ملک احمد، جیب آپ رملہ کے ہاں آئے تو

آپ کے طفیل ہم نے آپ کی قوم کو معاف کر دیا مگر اپنی قوم کو سمجھا دیں کہ پھر کبھی ایسی غلطی نہ کریں۔ پھر مصافحہ کر کے قسموں کے ساتھ صلح کے اس معاہدے کو مستحکم کیا۔ اُسے خلعت سے نوازا اور زین لگا ہوا ایک نہایت عمدہ گھوڑا ملک حمد کو دیکر پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کر دیا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت دہراک محمد خان کے گھر میں جرگہ تھے۔ نصاریٰ بھارے تھے اور ملک حمد کے ہارے ہیں مشورے کر رہے تھے دہراک کا ایک قیدی مطرب جس کا نام پیر کی تھا وہ بھی اس وقت حاضر تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ پیر کیہ باتیں بھی کہتا ہے۔ پیر کی نے کہا میں کیا کہوں اور اگر کچھ کہوں تو تم مجھ پر غصہ کرو گے۔ جو سمجھو اور وہ ہوشیار لوگ تھے اور اس کی شیطنیت اور فتنہ انگیزی سے بے یار و مدد تھے انہوں نے کہا آئندہ کچھ تو کہو۔

پیر کی نے بندہ آواز سے کہا۔
"اے دہراک احمد خدا نے تمہیں دیا ہے۔ اسے چھوڑنا مت اگر تم نے اسے زردہ چھوڑ دیا تو یہ تمہاری مالوں کی ایسی تپسی کر دے گا۔"

مگر اس کی بات کسی نے نہ مانی اور وہ یہ کہہ کر بھاگ گیا لوگوں نے اس کا بہت پیچھا کیا، اُسے پتھر مارے، لگائیں دیں مگر اُسے جو کہنا تھا کہ کرم ف نکل گیا۔

غرض یہ کہ ملک حمد کو پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کر کے دہراک نے پناہ فرما کر منسلک کر دیا۔ ملک احمد اپنے لشکر سے آگاہ اور پھر لشکر سمیت دو آبے واپس لگیا۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ ملک احمد کو مبارکباد دی اور کہا کہ احمد شہ۔ نہ پاک نے آپ کو سلامتی

کے ساتھ ہم میں پہنچا دیا اور ہمیں دہراک کے شہر سے محفوظ کر دیا ملک احمد نے ان سے کہا کہ اب دہراک سے تفریق نہ کرو۔ اب تم سوت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر سوت پر قبضہ کر لیا تو سمجھو کہ ہم نے مثل اور دہراک دونوں سے چھٹکارا پایا۔

صوافت۔ چونکہ ملک سوت کا ذکر بار بار ہو رہا ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ ملک سوت کے قدیم باشندوں کے متعلق بھی کچھ ذکر ہو جائے۔

مترجم فنی دور کا پر شاہ فوق کھنوی کا بیان ہے کہ وہ "دیکھو گڑھ کی سیہات قوم ایک شاہ قوم ہے، گو مورخان کے ہاں اس کے حالات سے بالکل ناواقف ہیں مگر تھئی قوم کی تاریخ میں ان مقبولات کا بار ادا کرے۔ جو انہوں نے دریا کے بھینس (دریا سوت) کے دلوں ساحلوں پر وسیع کئے تھے۔ اس قوم کی سکونت (موجودہ) حدود میں تھی جو صوبہ اشنغر کی ایک قسمت (یعنی ضلع) ہے اور جہاں سکند کے عہد کی قوم اساکانی بودو باش کہتی تھی، غالباً یہ اُس ناکالی فرقے ہی کی ایک شاخ ہے جس نے سکندر سے مقابلہ کیا تھا۔" (نادر جہان جلد اول صفحہ ۳۸۴-۳۸۵)

ایک مثل مورخ سمجھتے ہیں۔
"سوت کے قدیم باشندے ہندو تھے جو سوات کے نام سے مشہور تھے۔ پہلے زمانہ میں اس خطہ کو پٹھانوں نے فتح کیا۔ (جن کو ہوتی پٹھان کہتے ہیں) اور ریاست بنایا، ایک عرصہ بعد یوسف زئیوں نے ان پٹھانوں کو اس خطے سے خارج کیا۔"

(نادر جہان جلد اول صفحہ ۳۸۵)

مولوی ذکا اللہ دہلوی سوات کے متعلق لکھتا ہے کہ۔

افغانوں سے پیسے اصل باشندے یہاں کے ہندو معلوم ہوتے
ہیں جو غالباً "پارو پانی ساکے ٹیا" (اساکانی) کی اولاد ہیں جسے ہوں
گئے۔ یہ نسبتاً زمانہ حال کا واقعہ ہے۔ کہ بعض خاص افغانوں کی قوموں
نے (غوریوں کے زمانہ میں) اس ملک کو فتح کیا اور ان افغانوں کو
بھی تنخواہ برسر کا عرصہ گزرنا ہو گا کہ یوسف زئیوں نے جو قندھار کے
مستریب رہتے تھے اپنے وطن سے جلا وطن ہو کر ان افغانوں کو
نکالا ہو۔ اور ان کے ملک پر قبضہ کیا ہو۔

(اقبال نامہ اکبری جلد ۵ صفحہ ۵۳۵)

ان غرض سواتی پٹھان کسی ایک فائدہ یا فحشہ سے تعلق نہ
رکھتے تھے۔ بلکہ یہ کئی افغان قبیلے تھے جو شہاب الدین محمد غوری
کے ساتھ آئے تھے اور سوات میں آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں باہر
کے لوگ انہیں ایک ایک قبیلوں کے نام سے پکارنے لگے۔ یہاں
سوات سے وطن نسبت کی وجہ سے سواتی پٹھان کہنے لگے۔ اس
قبیلہ نے سلطان محمد غوری کے عہد میں اس کے حکم سے سوات اور
ہا جوڑ کی ماوی تھی۔ اور وہاں سے قدیم باشندوں کو جو کافر تھے
نکال کر اس علاقہ پر قابض ہو گئے اور مستریب چار سو سال تک
یہاں قابض رہے۔

یوسف زئیوں کی سرحد

باب (۳)

یوسف زئیوں کا سوات کی طرف متوہد ہونا اور
بابر بادشاہ کی یوسف زئیوں کو فتح کرنے کی غرض سے آنا۔

درمخ رہے کہ یوسف زئی مغلوں سے تنگ ہو کر سوات میں
ہجرت کر کے پٹ پٹ در پہنچے تو قوم دلاک اور سلطان سوات
یوسف زئی کے ساتھ جری محمد دی اور سلطان ملکی سے
دشمن ہو گئے تھے لیکن انہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد مغل پٹی اس
خواہش و سازش میں کامیاب ہوئے۔ وہ یہ کہ یوسف زئی کے
برضلاف قوم دلاک اور سلطان سوات کو مددگار کر کے ان کے بدخواہ
سادہ اور ان کو اپنے حق سلوک پر شہاں کر کے اس بات پر اگست
کہ وہ یوسف زئی سے اپنے دینے ہوئے عداوت اور علاقے واپس
لے لیں۔ لہذا وہ رات دن یوسف زئی کے بیچ کئی کی تدبیریں سوچے
گئے اور نازیبا حسرتیں شروع کیں۔ اسی سبب سے آپس کے
تعلقات خراب ہوئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ بے جنگ و جدوجہد رہے۔

گریب کو ہم سے ناطہ پسند ہو تو دوسرے رشتہ حاضر ہے اور اگر
 ہو تو میں خود بھی آپ کے یہاں فاتحہ کیسے آؤں۔ سلطان اویس
 احمد کے قہر کی یہاں پہنچا کہ جو مقدمہ میں تھا وہ
 اگر آپ کی مرضی یہاں آنے کی ہو تو ضرور آئیں۔ پشایہ ملک احمد
 انہوں کو لے کر اپنی ہمیشہ کی تعزیت کے سے بگڑے سے
 ملا۔ یہ روئے ہو گیا۔ (کیاڑہ کا ملک سے تھلا ۹۔ میل کے نامہ

گلاور سوات کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں ایک بڑا در مضبوط
 اور یہ مقام سلطان جہانگیر کا پایہ تخت تھا۔

میں میں تمام مدد ملیں۔ در بعض جہانگیری مسوے کے عجب
 کے ملکات و قصور تھے۔ قلعے کے چاروں طرف شہر آباد تھا۔
 میں بڑے بڑے ٹوسے بازار تھے۔ جب یوسف نے سوات فتح
 کیا تو کوہوں کو دیا مگر ملکہ در تصور و محلات پونچھ در
 میں تھے سب کے سب شہر بھری میں قائم در استناد

ظہر کا۔ شہر در قلعہ سوات کے آخری سر پہ مشرق کی
 پہاڑ کے دامن میں دو دیووں کے درمیان واقع ہے۔ در وقت
 میں آگے جا کر دریا نے سوات میں گرجا دی ہے۔

سلطان جہانگیری سلطان جہانگیری کی ولادت یہاں جو اسی کی طرف
 میں۔

میں۔ کہ سلطان ویس کی جوی جے نا حق شہید کو دیا گیا
 آمد کی مکی میں تھی و سلطان ویس کے ساتھ مدت
 میں۔ یہی کہ جس وقت یوسف نے لوگ خوار و خستہ جان

تو اس طرح ساغز کے مسقف ٹو بلا مورخ لکھتے ہیں کہ جب یوسف
 کی آبادی مور نامی پہاڑ تک پہنچ گئی تو سلطان اویس سوات کے
 و شاہ پر یہ بات ناگوار گزری وہ ان سے رنجیدہ رہا۔ یہ دور
 اپنے میروں اور سرداروں سے کہ کہ یوسف نے ان کا سنے قریب ملک
 آجنا چھ نہیں ہے یہ سوات کے نروال کا پیش ہے سوات
 سے اس قدر قریب آباد ہونے سے ان کی غرض سوات پر قبضہ کرنا
 ہے۔ اس امر کی شک کر فی چاہے۔ میروں نے کہا کہ آپ اپنی بیویوں
 کو بلا ملک احمد کی ہمیشہ سے قتل کر دیں تاکہ یوسف نے ان کی آمد
 یہاں سے منع ہو جائے اور ان ملک ہمارے حالات کی خبر نہ پہنچ
 سکے۔ سلطان ویس سے۔ پنے میروں کے مشورے سے پنی بیوی
 کو نہایت بربریت کے ساتھ چھریاں مار مار کر ہلاک کر دیں۔ در منگلور میں
 دفن کر دیا۔

کہتے ہیں کہ وہ مہربان پارس اور اہانت صلیح عورت تھی ملک
 احمد اور دوسرے یوسف نے جب یہ بات سنی تو سلطان ویس
 کا بہ ظلم نامہ ان پر سخت گراں گزرا۔ مگر چونکہ ملک احمد بہت
 پریرک صاحب فضل اور دانا شخص تھے۔ انہوں نے صبر و تحمل سے کام
 لیا اور بطور تعزیت و قسم کے مطابق ایک سو گانے، میل سلطان کے
 پاس بھیجے اور کہہ بھیجے کہ حکم اسی ہے۔ یہی تھا جس سے کوئی چارہ نہ

میں آکر رہا ہوئے تھے تو پریشان حالی اور تنگدستی کے سبب مختلف
اسبیاء، گھڑ، چٹائی وغیرہ سوات پہنچا کر تے تھے اور فروخت کر کے
گذیر، وفات کرتے۔ یوسف زئی روزگار کے سلسلے میں سوات کو آتے
جہانے رہتے تھے۔ اس آمدورفت میں سادات اور ملک احمد کا فائدہ
تعارف ہوگا۔ تعارف نے دوستی کی شکل اختیار کر لی۔ سلطان کو
معلوم ہوا کہ ملک احمد کی کنواری بہن گھر میں موجود ہے۔ تو اس نے
نکاح کی آواز دیا۔ یہ چونکہ سوات کا بادشاہ تھا، اور ملک احمد
اس کی قوم بہ وقت سادات سوات کے محتاج تھے۔ اس لئے ملک
احمد نے اپنی ہمیشہ کا عقد اس سے کر دیا۔ سلطان نے اپنے خاص اور
مقتد امراء کو عروسی کے وقت بھیجا۔ وہ دہلی کو دو آہے سے آئے۔
یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ جب یوسف زئی ملک احمد کو اپنے
تصرف میں لے آئے، تو اس میں آباد ہو گئے۔ تو سلطان اویس ان
کے اس قرب سے خوف زدہ ہو کر سمجھا کہ یہ لوگ اسی طرح ہست
ہستہ آگے بڑھیں گے اور ایک دن سوات کو بھی ٹرپ کر دیں گے۔ اس
سے اس اندیشے کے پیش نظر وہ سوات کی حفاظت اور یوسف زیوں
کو وہاں ملک احمد سے لٹکوانے میں لگ گیا۔

چنانچہ اس کے ایک مشہور امیر سرہند نے مور نامی پہاڑ کی
چوٹی پر چوکی بنائی اور شاہ اویس وہ قلعہ زاد نہ بھی جو اس کے نامور
مہر تھے۔ ملائکہ کی چوٹی پر چوکیاں بنائیں۔

انٹرس سلطان کو ملک احمد کی آمد کا حال معلوم ہو مگر وہ
منگھور سے تھانے آگیا۔ سلاطین سوات کا یہی دستور تھا کہ جب
کبھی کوئی مہم پیش آتی تو منگھور سے تھانے جاتے۔ وہاں پہنچے
عیان اور سرداروں کو ملا کر جرگہ اور صلاح مشورہ کرتے تھے۔ اسی

۱۔ موقع کو "اٹل جاتے" یعنی جرگے کی جگہ کہتے تھے۔
۲۔ سوات کا ایک مشہور موضع ہے جو منگھور سے آدھے دن
کی مسافت پر مغرب کی سمت میں واقع ہے۔ یہاں شاد و غریب سے
۳۔ نامور لوگوں کی سکونت اور آبادی رہی ہے۔ شاد و غریب میں یہاں
۴۔ آباد تھے اور اب یعنی شاد و غریب میں یہاں آبادی نہیں رہی۔
۵۔ سوات میں ملنے والی جن اوروں کا نام شاہ بیگ یا خیر سوہیٹ
۶۔ آباد ہیں۔ سوات میں جہانوں میں کہتے ہیں جن کی بہت مالدار کی طرف ہے۔
۷۔ جب ملک احمد تھانے کے قریب پہنچ گیا تو سلطان نے
۸۔ آدموں کو اس کے استقبال کیلئے بھیجا اور حکم دیا کہ ملک احمد
۹۔ کو اس کے متصل کسی مقام پر تادیں۔ سلطان کے آدمیوں نے
۱۰۔ اس کے مطابق وہاں سردار کے فیصلے پر انیس جگہ جیسے میں
۱۱۔ "بھٹی ڈیری" کہتے ہیں ۱۰ سے ۱۲ مت دے دی۔ بھٹی میرٹھ
۱۲۔ اصل شاد و غریب کے بیٹے کا نام تھا جو پہلے وقتوں میں یہاں آباد
۱۳۔ تھا۔ بعد میں یہ موضع اس کے نام پر موسوم ہو گیا۔ اس وقت سے
۱۴۔ ملک احمد نے بھٹی ڈیری کہتے ہیں یہ ایک نامور جگہ ہے۔ تاج کل
۱۵۔ اہل ہندی پر ایک مسجد آباد ہے۔

۱۔ انٹرس ملک احمد وہاں اقامت پذیر ہوا تو سلطان کے قاصد
۲۔ جاکر ملک احمد کو ایک خدمت گار کے ساتھ بلوکیں۔ ملک احمد
۳۔ ملک احمد کو آداب بھائی، تعزیت کی اور فاتحہ پڑھ کر بھٹی ڈیری کو لوٹ
۴۔ دو ستر دن پھر حاضری کا موقع دیا۔ ملک احمد بھی سلطان کے
۵۔ سے واپس نہ آیا تھا کہ میرٹھ ملک احمد کی قیام گاہ پر آیا۔
۶۔ ملک احمد کے آدمیوں نے اٹھ کر اس کی تعظیم کی مگر وہ اس سے بھرا
۷۔ ہوا، بلکہ اس کے آدمیوں سے اشتعال انگیز باتیں کرنے لگا۔

میر ہند نے ملک احمد کے لوگوں سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم پر حب رنی ہوگ سو ات پر فطہ کرنے کے خیال میں ہو۔ ایت بھی کوئی تم میں سے توں مرد ہے جو میرے مقابلے میں آجائے۔ ملک احمد کے آدمیوں نے ملک احمد کے پاس خاطر سے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر وہ برابر اسی طرح لاف زنی کرتا رہا۔ اس کا نقطہ نقطہ یہ محظہ تہر سو تکیا اگرچہ یہوسف زنی اس بات سے انکار ہی ہے اور اس کی تعریفیں کرتے رہے، لیکن اس کا نقطہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔

خبر یہوسف زنی کے ایک بہادر مرد جو اس مرد کیم در بہت عثمان بن الیاس لمار فی اکو زنی سے ضبط نہ ہو سکا۔ میر ہند سے کہنے لگا کہ تم تو سو ات کا خیال دل میں نہیں رکھتے۔ در جب کہ تم کہتے ہو کہ اگر یہوسف زنی یہاں آئے تو یہ کروں گا کہ کروں گا تو اس کا فیصد تم بھی کر سکتے ہو۔ میں ایک عام یہوسف زنی ہوں اسی وقت تمہارے مقابلے کیسے تیار ہوں۔ اس پر دوسرے ساتھیوں نے کیم سے عرض کیا کہ تم خاصوں رسو یہ جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس پر میر ہند در غبناک سو اور اسے گایاں دیں کہ سے سکتے ہو جسے تمہاری یہ خبر ات تم میرے مقابلے پر آؤ گے۔ میر ہند کے لوگ بھی سر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے مگر میر ہند نے انہیں منع کیا کہ مدعاں بڑا مان باہنگا۔

میر ہند بھی یہیں موجود تھا کہ ملک احمد کے ساتھیوں کے لئے سلطان کی طرف سے نوں لگی۔ لایو اسے حد بگاڑوں نے اڑوئے اب۔ ہند کے دربرو رکھ دیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چہرے سے سے در حکم پاکر یہ چادر نہیں پر گر دو۔ خد مند گاروں نے چاوں بہر مھن میں پھینک دیے۔ میر ہند اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے چائے کے بعد ملک

کے ساتھیوں نے اٹھ کر چادوں نے سے دمن میں بھر لئے وہ جوتی سے کھ پیے۔ انہوں نے اس بات کو نیک دانی پر محمول کیا کہ میر ہند نے انگڑ اور غرور کر کے سو ات کے چادوں زمین پر گر کر۔ جسے در ہم سے کھٹے کر لئے۔ اٹھ وائے تعالیٰ، کی طرح سو ات ان کے ہاتھ سے لے کر سارے قبضے میں لے گیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنا کام خود زمین پر

یہ ہوگ ابھی باس کر رہے تھے اور چاوں کھ ہی رہے تھے کہ محمد نے سلطان سے دو لگی کی جارت سے کو پنے ڈیرے میں آہنچا اور رافت کیا کہ یہ ہے؟ لوگوں سے حقیقت جان پیاں کی ملک احمد نے حقیقت معلوم ہو گئی۔ چلو اب گھر جیس حد، میں غرور سو ات لگا پسانہ سب لوگ پنے اپنے گھروں کو روئے ہو گئے۔

وہ سے آنے کے بعد ملک احمد نے یہوسف زنی کے بڑے سے سرداروں اور مشیروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا اور انہیں لایا کہ سو ات کے راستوں کی تحقیق معلوم ہو گئی اور مدعاں کے حالات اسے نیک واد سے کا علم بھی ہوگیا اب تا خبر و غفل کے بغیر اس کو اکٹھا کر دو اور سو ات پر بڑھائی کر دو۔ اللہ ہمیں سو ات دیگا۔ خدوہ سب ناکیں حسرت کو پسند آیا۔ کامیابی کیلئے دعا مانگی گئی۔ اسے بکر موز نامی پہاڑ تک کے تمام علاقوں سے لشکر بایا گیا اور اس کے جنوبی دامن میں ڈیرہ ڈال دیا۔ مور کی چوٹی پر میر ہند کے ساتھی ہوئی تھی۔ اور مانا کھڈ کی چوٹی پر شاہ اویس اور فرج زاد۔ اب بھی قاسم تھیں۔ یہ تینوں امیر کہیں تھے۔ یہوسف زنیوں نے اس بار مور سے کی چوٹی پر ہتھ بول دیا مگر چونکہ چونکہ بہت محکم اور مضبوط تھا، چوٹی سخت ناہمور و ہند تھی اور راستے میں دشواری

گھائیوں میں تھیں جس کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ کم و بیش دو ماہ تک اسی جگہ ڈیرے ڈالے رہے۔ آخر ایسی حالت سے ناامید ہو کر مالکئہ کی چوٹی کیلئے جاسوس بھیجے۔ جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ وہاں کے لوگ غافل اور بے خبر ہیں اور راستہ بھی ہے۔ اس پر قبضہ کرنا آسان۔

اس پر ملک، حمد، شیخ بنی، محمود بن یحییٰ اور بنی زنی (علاء الدین زنی) اور ملک قمر نے حکم دیا کہ رات کے پہلے پہر میں مالکئہ کی چوٹی پر دھاوا بولوں اور کسی قدر آدمی ڈھیرے میں چھوڑ دو جو بجا ہمدردی میں لگ جلائے جائیں تاکہ مورے کی چوکی واسطے یہ سبھی کرشمہ پس منظم رہے۔

چنانچہ کچھ لوگ ڈیروں میں رہ گئے جو آگ جلائے رہے، باقی لشکر نے کوچ کرنا شروع کر دیا۔ ساری رات چلے رہے تاکہ صبح کے وقت مالکئہ کی چوٹی کو صحر کر دیا۔ شاہ، دوس اور اس کی چوکی سے نوب غفلت میں جو تھے۔ لشکر نے چڑھ کر چوکی والوں کو قتل کر دیا۔ شاہ اور دوس اور دونوں بھاگ کر تھار پہنچ گئے۔ میر ہند کو بھی خبر پہنچ گئی کہ یوسف زنی نے مالکئہ کی چوٹی سنبھال لی ہے۔ دہراچم آ رہے ہیں اس سے وہ بھی وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر تھارہ آگیا اور تھار نے کی حفاظت میں لگ گیا۔

یوسف زنیوں نے جب مالکئہ کی چوٹی سنبھال لی تو چھ سات میل (دو کروہ) آگے جا کر ڈاک میں ڈیرے ڈال دیئے اس مقام کو آس پاس کے کثرت دیہات (اور مرکز) کے سبب "خار" بھی کہتے ہیں۔ یہ مہولہ میدان تھا اور ساتھ دریا بہتا تھا۔

سلطان اور سوات کی رعایا کو جب خبر پہنچ گئی تو نہایت ہراساں

ہو گئے اور کہنے لگے کہ بجا سوات میں گھس آئی۔ اب اس کا دفعیہ مشکل ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان اپنے جملہ اُمراء اور رعایا کے ساتھ موضع تازہ میں مقیم ہو گیا اور تازہ "خار" سے جہاں یوسف زنی کا لشکر اقامت کر رہا تھا۔ تھناتین چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ "خار" کی آب و ہوا بہت اچھی اور علاقہ ہمارا ہے۔ در سوات کا ایک تنہائی حصہ اس سے تعلق رکھتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب یوسف زنی نے چوٹی کو سنبھال کے نیچے آگئے تو چوٹی کے نیچے "سکوت" نام کا ایک سنگسں قلعہ تھا۔ جس میں چوکی دارے ساہن رسد کا ذخیرہ رکھتے تھے اور کھانے پکانے کیلئے آگے چلے رہے تھے۔ یوسف زنیوں نے اسے غارت کر دیا۔ یہاں سے بہت ساں واسطاب ان کے ہاتھ لگا۔ یوسف زنی سی طرح آگے بڑھے رہے اور سواتیوں کے دیہات کو بھر پور آباد تھے ناخستہ تاج کر رہے۔ اسی طرح دوسرے دیہات کو بھی تباہ کر رہے۔ البتہ جو کوئی اگر اطاعت قبول کر لیتا تھا۔ اسے امان دیتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جب یوسف زنی نے خار پر قبضہ کر لیا تو رعایا ایک تنہائی سوات ان کے تصرف میں آگیا اس لئے دوسرے یوسف زنی پٹے سے اپنے نشانے لیکر آتے۔ در مقبوضہ حصہ سوات میں آباد ہو جاتے۔ در سوات کی رعایا کو تسلی و تسکین دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگ واپس آکر اپنے گھر میں آباد ہونے لگے۔ اس طرح سے ہنگاموں میں چند گھر یوسف زنی کے ہو گئے۔ بات سوات کے لوگ سننے لگے۔ بہار کا موسم تھا۔ یوسف زنی سواتیوں کی چیمیں کھانے تھے اور فصلوں میں گھڑے پھرتے تھے۔ سارے لشکر ڈنڈہ اور شمشیر گاؤں میں پھرتے ہوئے تھے۔ سلطان اس وقت تھارے میں مقیم تھا۔

در جنگ کی تیاری کو رہا تھا۔ جب یوسف زینوں نے اپنے گھوڑوں کو
تارہ دم کر لیا تو شکر جنگ کے روستے سے کوچ کرتا ہوا تھا نے کے
قبیلہ پہنچ گیا۔ اس طرف سے سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر
تھانے کے ڈیڑھ میل آگے بڑھ آیا۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔
جنگ میں سلطان کے لشکر کو شکست ہوئی۔ یوسف زین ان کا تعاقب
کرتے ہوئے تھانے سے مشرق کی جانب بارہ میل آگے دریا کے پار
تو جنگ نامی گاؤں تک پہنچے گئے اور سلطان کا لشکر ہر ایک طرف بکھرا
حالت میں مر جاتا تھا۔ راستے میں بہت سے لوگ قتل ہوئے
مال و اسباب عمارت ہو گیا۔ تو جنگ سے یوسف زین مدینہ کو پھر تھانے
پہنچے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں جب سلطان نے شکست کھائی تو اس
کے لشکر نے وہ ضرور اختیار کی۔ یوسف زین کا لشکر ان کا پیچھا کرتا رہا سلطان
پر ایسی ہمت طاری ہوئی کہ وہ جمیع رہ گھوڑوں کا غلط راستے پر جا پڑا اور لڑائی
میں جو تو جنگ گاؤں کے باقاعدہ دریا کے اس پار ہے۔ لشکر سے جدا
ہو کر جنگ نزدیکی چلا گیا۔ وہاں سے مصافحہ ہوا۔ اور پھر وہاں
سے فزک بری کوٹ اور گروہی کے درمیانی پہاڑ کے اوپر جاتے ہوئے
شمال کی طرف دریا پار کر کے سوئی گلی کی چوٹی کے راستے اختیار ہوتا
ہو منگور پہنچ گیا۔

سلطان جب مذاکی میں راستہ کھو گیا۔ خوف اور پرہیز میں وہاں
جنوب کی طرف ملک حسن متروا دی کے گاؤں میں داخل ہو گیا۔ ملک حسن
متروا دی اس کا دشمن تھا۔ علاوہ بھی اس کا ایک خطا۔ اور ہمیشہ سے
سلطان کا مخالف تھا۔ اس سے سلطان سراسیمہ ہوا کہ ایک بلا سے
وہاں پہنچا تو روپی مصیبت میں پھنس گیا۔

متروا دی سوتیلوں میں ایک بہت بڑا فہمیدہ ہے۔ یہ لوگ اصل اور
شبیعت میں سے آپ کو سوتیلوں سے بہتر سمجھتے ہیں اور متروا دی سے
کے باہر بنسب کا بیٹا ہے کہ وہ بھی ذات کے یوسف زین ہیں۔
"ان کا بیٹا آنا اس طرح ہو کہ قدیم زمانے میں ہمارے نزدیک تھانہ
کی حدود میں موضع گاؤں کے اور نیشکے میں آباد اپنی قوم یوسف زین سے
نواذات زمانہ کے سبب آگے ہو گئے۔ وہاں آکر متوطن ہو گئے۔
ہم ان کی اولاد میں سے ہیں۔"

بہر حال سلطان نے اس خوف سے کہ کوئی متروا دی اسے نہ دیکھے
اور تھانہ سے اس کے لئے کو چھوڑ کر پہاڑ کے دیکھیں طرف ایک سے
پر سویا جیسے ہت باجھٹ کہہ ہیں اور کھار کے راستے سے وہاں بکھٹ
ہت پڑے ہوئے تھے۔ جب وہاں یوسف زین کا غلبہ ہو گیا تو انہیں
اور ان کے جاگہ انہوں سے ایک میل کے فاصلے پر رہتے۔

اس راستے پر سلطان جہاں تک سوار ہا تک تھا مسود ہوا کہ گری اور
ب گھوڑوں کے راستے کا امکان ختم ہو گیا تو آخر چلے اور گھوڑا چھوڑ دیا۔
ستھیاں اور شامی پاس وہاں بنا چھینکا اور پندرہ دسے میں پڑھتا رہا۔
تیس دن نہایت خواب اور خستہ حالت میں تھکا ماندہ گھوڑا پہنچ گیا۔
گھر والے اسے روم بیٹ کر بیٹھ رہے تھے۔ موسم کی موسم یعنی یہی
ان کی صورت دیکھ کر بھی ہو گئی تھی۔ گھر والوں کو جب کہی دن تک
آل کی خبر نہ ملی تو انہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ جنگ میں کام آیا۔ یہ
وہ زندہ گھر پہنچا تو جنگ بہت خوش ہوئے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں سلطان کے بہت سے عزیز و اقارب
اور مراد سے گئے۔ منہ ان کے شاہ و بیس اور فرخ زاد اور میر نورانی
وہم نر سے بڑے مود اور مشہور امیر تھے۔ ان کے علاوہ یہ مشہور

دھپا اور عوام ڈاکٹر مارے گئے تھے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ میں ہندو
کے علاوہ دوسرا کوئی امیر زندہ نہ رہا۔ اس جنگ کو "ہنگ تھانگ تھانم"
کہتے ہیں۔ اور نیز معلوم رہے کہ جس وقت سلطان اپنے لشکر سے کھڑا
ہو کر پریشان حال بھاگ رہا تھا تو یوسف زئی کے چند سواروں نے اسے
دیکھ لیا اور اس کے تعاقب میں چلے گئے۔ مگر وہ بھاگتے گئے کہ یہ
سلطان ہے جب کچھ دور تک گئے تو سب نے دیکھا کہ وسط دریا میں
سوئے کی دو بانیاں ایک دوسرے کے درمیان میں بندھی ہوئی پڑی ہیں یہ بانیاں
سلطان نے اپنے کانوں سے نکال کر دریا میں باندھ کر لیں ٹوٹ سے
گرا دی تھیں مگر کسی نے پہچان یا کہ یہ سلطان ہے تو قتل کر دے
گا۔ سوار دریا میں دیکھ کر اتر پڑے اور اسے اٹھا لیا کھول کر دیکھا
تو اس میں سوئے کی دو بانیاں تھیں۔ اس وقت میں سلطان موت
دور نکل گیا۔ اس کے آگے پھر مترادفوں کی بستیاں تھیں۔ چنانچہ
یوسف زئی سوار وہاں سے واپس لوٹ کر اپنے لشکر سے آئے۔
کہا جاتا ہے کہ تمام سلاطین سوئے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی
سلطان تخت نشین ہوتا تھا تو اس کے دونوں کانوں میں سوئے کی
دو بانیاں ڈال دی جاتی تھیں۔ سلطان کے علاوہ کسی دہ کی یہ عمارت
نہ تھی کہ وہ کانوں میں سوئے کی بانیاں پہن سکے۔ یہ سلطان کا خاص
تیبہ تھا۔ بڑے بڑے امراء چاندی کے حلقے کانوں میں ڈالتے
تھے۔ ہندو میں حب یوسف زئی سوائے برقیاض ہونے کو رہ
بھی اسی دستور کے مطابق اپنے کانوں میں سوئے کے حلقے ڈالتے
گئے، مگر وہ کسبہ ہوں کی رسم کے مطابق خوبصورت اور منقش ہوتے
تھے۔ خصوصاً مندر میں کٹر پہرہ خیل صدری مندر ڈالتے تھے
دیر یوسف نامہ میں اکثر اکندنی خصوصاً ساخیل ملی زئی ڈالتے

تھے دور دوسری بات یہ دریا طبع رہے کہ اس مڑائی میں جب چاندی
کی صفیں مہاں آگئیں۔ کریم داد بن عثمان ایسا نہی آبادی نے
جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ میر ہند کو سلطان کی صف میں دیکھا
تو وہی میں اسے یوں لگا رہا کہ۔

"اے میر ہند! اگر تم مرد ہوا اور جنگ کا خیاں رکھتے ہو
تو آج ہی اس حاضر ہوں"

اس زمانے میں یوسف زئی لوگ نے سب کا ہل گئے تھے۔
نارسی خوب مارتے تھے۔ اس جب میر ہند نے کریم داد کی ملکار سنی تو
اپنے ساتھیوں کے آگے ہو کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں نے فوری
لہان میں دعوت جنگ دی کہ تم پہلے وار کرو۔ دوسرا کہتا تھا نہیں
میں پہلے کرو آخر دونوں نے پیر سے کے داد وار کئے مگر دونوں
زور پوشش تھے اس نے کوئی بھی رنج نہ ہوا۔

کچھ دنوں میں میر ہند نے ررہ کے اوپر قبا پہنی تھی۔ کریم داد جب
یہ سے کار کرتا تھا میں سے دینی نکال لیتا۔ پیرہ اور کچھ کر سکتا تھا
اس اثنا میں دونوں لشکر بھی بدستور پیکار ہو گئے۔ ابھی ایک دوڑ کے
پر داد ہاتھ بھی راتھا نے پاس سے کہ سلطان کا لشکر شکست کھ
گیا۔ میر ہند بھاگنے لگا تو کریم داد سے اسے آواز دی کہ اسے میر ہند
سب بھاگو، بھاگنا مردوں کو ذیبت نہیں دیتا۔ تم رات لڑی کر سے
سے۔ مگر میر ہند کہاں ٹھہر رہا تھا۔ بھاگ بھاگ ہوا۔ کریم داد
وہیں میں تک اس کا تعاقب کرتا رہا اور وار کرتا رہا۔ مگر اس پر اثر
ہو نہ تھا۔ آخر کریم داد سے میرے کی آئی اس کی زور سے کہ غریب
کے اندر کردی اور بہت زور لگایا کہ میر ہند گویا کہ مگر وہ نہ کر سکتا
اس کا گھوڑا بہت عمدہ تھا اور وہ خود بھی کوئی پیکل شخص تھا۔ اس کے

مٹا ہے میں کریم داد سیک اندام تھی، اور اس کے گھوڑے نے تارہ
 تویہ کھائی تھی۔ اس میں تنہا دور اور قوت نہ تھی۔ اسی طرح یہ دونوں
 آگے پلٹے رہتے۔ سبب ہمارے میں سے نکل کر دیر کے قریب قریب اور
 ہمارے زمین پر پہنچ گئے تو میرے ہنڈا کو گر جانے کا ایک خطرہ پیدا ہوا اس
 نے اپنے ایک پیادے سے جسے ہفت مہنی کے نام سے پکارتے
 تھے، کہا کہ اسے ہفت مہنی یہ سوار تو مجھے ہیں چھوڑنا غلط ہے۔
 ہفت مہنی نے اس پر تیر چڑھایا جو ہر پہرے جگہ پر رہا کہ کریم داد گھوڑے
 سے پیچے گر گیا۔ وہ وہیں گر گیا اور کریم داد کے پیچے کی آبی میرے ہنڈے کی
 زور میں ٹکی رہ گئی تھی۔ اسے کچھ آگے جاکر نکالا۔ یوسف زئی میں
 کریم داد کے علاوہ اور کوئی نامور آدمی اس لڑائی میں نہیں مارا گیا۔
 یوسف زئی نے اس جنگ کی بدولت سموت کے تہائی علاقے پر
 قبضہ کر لیا اور ہر کسی نے سمجھ لیا کہ یوسف زئیوں کی قسمت کا ستارہ عروج
 پر ہے۔ اور سلطان کے اقتدار کی سورج کو گہن گنگ چکا ہے اور دوسری
 بات یہ بھی تھی کہ یوسف زئی ان دنوں بڑے خوش خدائی اور یکساں
 معاش تھے، اس لئے لوگ چاروں طرف سے آکر ان کے مقبضہ سوا
 میں آباد ہونے لگے، ان کے پہلو پہلو ہر گاؤں میں یوسف زئی کے
 چند گھر بنے آباد ہوتے رہے۔

سموت کا ایک تہائی حصہ جس پر سلطان اور ملک حسن شہزادی
 کا قبضہ تھا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ سوئی گلی کی چوٹی سے اوپر خدیرہ
 اور منگلور تک سلطان کے قبضے میں تھا اور شاہ میلے کی پوٹی سے
 راکھ اور مورے تک جو آری، در سب سبز علاقہ تھا حسن شہزادی کے زیر
 نے گندم اور جو کی تارہ لگی ہوئی فصل جس کے پودے نرم اور پکے ہوتے
 ہیں، اور جس میں عذائی قوت کم ہوتی ہے، وغیرہ کہتے ہیں۔

صرف تھی۔ یوسف زئی کا لشکر جارہ تھا، نہ چکدہ اور راہوڑہ میں پڑ
 تھا اور بہمنہ سلطان کے زیر نگین دیہات پر شہنشاہ مارا، دھاک
 لگا اور قید و بند اور قتل و غارت میں دیر لے نہ کرتا تھا۔ دیہات
 کا دور تھا، دیر نہ کرتا تھا۔ لیکن مشراویوں کے علاقے سے کوئی
 اس نہ کرتا تھا، اس میں مصعت یہ تھی کہ سلطان کا ملک شہر
 میں نو اس طرف متوجہ ہوں۔ ایک وقت دونوں طرف دست
 اندازی مناسب نہ تھی۔

کچھ دنوں کے بعد یوسف زئیوں کا لشکر منگلور کی طرف مڑا
 گیا۔ یہاں سے آگے حسین زہری کے دستانے سے آگے بڑھ کر
 سلطان مشورہ کیا۔ یوسف نامے نے کہا کہ یہاں منگلور کا قلعہ سخت
 سکیں ہے۔ راستہ تنگ اور سلطان بذات خود اس میں مقیم
 ہے۔ لشکر بھی اس کا بہت زیادہ ہے۔ اس پر قبضہ کرنا بہت
 مشکل ہے۔ ہم اپنے آپ کو ان کے دستانے میں دے دیں گے اور کچھ
 جی رہ کر سکیں گے۔ اس نے ہماری راستے یہ ہے کہ منگلور نہ جائیں
 اور کبھی ایک سرے اور کبھی دوسرے سرے کے دیہات پر دھاوا
 دے دیں۔ اس سے وہ خود بخود تنگ آجائیں گے۔ مگر سدا اس بات
 پر توجہ دینا کہ انہیں منگلور پہنچنے پر حرا تھی۔

آمر سرمد دریا سے پار اتر گئے۔ کہتے ہیں کہ منگلور جانے کے
 لیے وہاں ایک بن سیر دھند زئی سدا لگا رہا تھا۔ اور وہی پہل بھی
 دیا تھا جو ملک قزو کا خلیفہ بھائی اور نا مور شہسوار تھا۔ آخر
 وہ سب دھند ہو کر منگلور پر حملہ آور ہوئے اور قلعہ کے باہر شہر منگلور
 آگ لگا گیا۔ لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ سدا مل گیا۔ مگر سدا قلعہ
 پر نہ لگا۔ دھندارے مصبولی کے ساتھ ہنڈا کو دیے گئے تھے۔ اس

کئے تھے پر مندر کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ بالآخر مندر لشکر اسی درے
وہاں سے لوٹ کر واپس آ گیا۔ من چنے نوجوان شکار کے طریق پر چلت
ہائے اور سلطان کے گرد و لوح کے دیہات پر دھاوے ہوتے۔ آخر
پندرہ دن قیام کرنے کے بعد سارا لشکر واپس سے کوچ کر کے تھکے لگے
اب سلطان کی طرف سے یوسف زئی کہنے کوئی خطبہ باقی نہ رہا۔

کہتے ہیں کہ ابھی تمام میں عید آگئی۔ اکثر یوسف زئی نوجوان میدان
میں نکل کر نہ شے کرنے لگے۔ سود نیزہ بازی کر رہے تھے، اسی اثنا میں
بعض سرد پھرے نوجوان شکار اور دھاڑ ڈالنے کے طریق پر بغیر پوچھے
اور ہر گون سے مشورہ کئے بغیر تلاش کئے۔ تلاش تھانے سے شہر
کی جانب ۵/۶ میل کے فاصلے پر دریائے سوات کے اُس پار اور
۴/۵ میل دریا کے پل کوڑے سے اس طرف دونوں دریاؤں کے بیچ ہیں
پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ بڑا ذخیرہ علاقہ ہے۔ پہاڑ کی جوتی پر
کفار کے عہد کا کلد تھا۔ کلدے کے سامنے ان کے باغات تھے، تلاش
کے میدانی علاقے میں اُس وقت وہ گناج کا فخر رہتے تھے۔ خوشحالت
میں مشہور تھے۔ ان کے اشراف و کبار کلدے میں رہتے تھے اور عید
سب کے سب نیچے رہتے تھے۔ یوسف زئیوں کا یہ دھاوا وہاں پہنچا۔
وہ تالاشیوں کے مویشی کو پکڑ کر ہائے لگا۔ کچھ سواریوں کو نوں کے
نیچے لگایا، اور کچھ کا شہسوار ڈنباں میں رہ گئے۔ تالاشیوں کو سہ
جل گیا وہ اپنے مویشیوں کو تھکڑے کیلے دوڑ پڑے۔ وہ چاہتے
تھے کہ کاٹے گلے، اس کے درے تک پہنچ کر ان کی ماکہ بندی کریں۔ کاٹ
گلے کا درہ وہ ہے جہاں تلاش کے دونوں پہاڑ ایک دوسرے سے مل
گئے ہیں۔ انتہائی دشوار گزار درخت و راستہ ہے۔ تالاشیوں کا خیال
ہے۔ جنگاں اسلحہ پہنچ رہی تھیں بلکہ اپنی القاب تھے۔

تھا کہ یہاں ان کی ماکہ بندی کر کے اپنے مویشی ان سے بچھڑیں گے
مگر وہ وہاں پہنچے تو یوسف زئی کے سردار مویشی وہاں سے گزر کر آگے
لکل گئے تھے۔

جب تالاشی کاٹ گلے کے میدان میں پہنچے تو یوسف زئیوں کے
سواروں سے ان کی مدد پڑی ہوئی۔ جب اس مقام سے گزر کر آگے گئے
تو وہاں رباط نام کا ایک مقام تھا جس میں مکانات پختہ اور سینڈوں کے
ہے ہوتے تھے۔ اور پختہ تالاشی بھی ایک بلند تودہ پر جس کے نیچے
اب غلبت خشک نہی تھی۔ ایک پیادہ تالاشی محمود شایان یوسف زئی
الوزئی ابانی کے تعاقب میں پہنچ گیا۔ وہ پکڑنے کیلئے ہاتھ بڑھایا۔
محمود چھلانگ لگا کر گھوڑے سے توڑ گیا۔ دونوں کشتی مڑنے مڑتے
نیچے اسی میں گر گئے۔ مگر اللہ نے محمود کو اس کے اوپر کودیا۔ محمود
نے پھر کھری نکال کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دی اور اسے جان
سے مار ڈالا اور چاندی کے دو حلقے اس کے کانوں سے لٹکان کر پھر
گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سواروں سے آگے چل گیا۔ اور سب مل کر
اسے میں داخل ہو گئے۔ مگر تالاشیوں نے پھر ماکہ بندی کر دی تھی۔
اسے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یارو، محصور ہو گئے۔
انہی کو، وقت مروا گئی ہے۔ اس طرح کٹر سوار اور پھر چڑھ کر پہاڑ
کی طرف نیچے آ گئے اور بعض لشکر پر درے میں داخل ہو گئے۔ در
سب نے مل کر تالاشیوں پر ہد ہوں دیا۔ سیکڑوں کو تہ تیغ کر دیا
اور اسلحہ چھین لیا اور صحیح و سلامت درے سے نظر کر اپنے
سارے گئے۔

کہتے ہیں کہ عزیز بن ملک قہر یں بہزاد حدود فی سندھ خان گجو
"فی صفائی و شہادت میں ہے نظیر اور مہایت حسین و جمیل نوجوان

تھا ایک عمدہ عورتی مشکی گھوڑے پر سوار تھا۔ اسی شمار میں اس نے
شہان کی جانب سے پہاڑ کے قریب ایک تالاب میں پرورد کیا۔ اس نے
بچے درے میں چھلانگ لگائی اور دوسرے کنارے پہنچ کر پوچھ پڑھا
کہ بھاگنے کا قصد کمر ہا تھا کہ فرید سے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑا دیا
گھوڑے نے اتنی چھلانگ لگائی کہ درے کے دوسرے کنارے پر اگلے
پاؤں چٹان میں اٹک گئے۔ اسی حالت میں فرید نے تالاب میں کودنا شروع کیا
فرید مارا کہ تیز آہٹ نہ لگ گیا۔ اسی شمار میں اسماعیل بہزاد شیل جو فرید
کا قریبی رشتہ دار تھا اس کی مدد کیلئے آ پہنچا اور شمشیر مار کر تالاب میں کود
پڑا کر دیا۔ فرید نے جواب دیکھا کہ اس کا گھوڑا چٹان کے ساتھ آدھا
اوپر اور آدھا نیچے کھڑا ہے تو چھلانگ لگا کر نیچے اتر گیا اور اوپر پڑھ کر گھوڑے
کی لگام پکڑ کر اسے اوپر چڑھایا اور سوار ہو کر اپنے سواروں کے پیچھے
چلا گیا۔ گاٹ گئے کے جس درے میں فرید کے گھوڑے نے جھٹ
لگائی تھی اس کے دونوں کناروں کا فاصلہ اکبری گڑ سے نو گز تھا۔ اس
جگہ دونوں طرف پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جو اب تک عجیب
دنیا میں ہیں۔ اور اس جگہ کو ابھی تک "گھوڑا ٹوپی" کہتے ہیں۔

یہاں وہ دھڑا فتح و ظفر کے ساتھ تھکاتے واپس آگیا۔ مال
و میری جہت سے ۷۰۰ کے ہیں پر ملک احمد نے بڑی مسرت کا
اظہار کیا۔ اس کے بعد جیب سلطان اور مہترادیوں کی طرف سے کوئی
خطرہ باقی نہ رہا تو شکر کو رخصت کر دیا۔ ہر کوئی اپنے اپنے گھروں
کو رخصت ہو کر تالاب میں رہنا بھی اب اس کے بس کا کام نہ
رہا اس سے وہ بھی گھر مار پھوڑ کر تالاب سے سکی کہ پچھوڑے
کے دروں میں داخل ہو گئے اور عداوت کو ختم کر دیا۔ اس طرح تالاب
کا عداوت کو ختم کرنے کے بعد اس نے اٹھایا اور وہ وہاں مقولین ہو گئے

یوسف نے یوں نے سوات کے دو تہائی حصے پر اپنا تصرف
کیا تو باقی سب لوگ سوات کو واپس آکر اپنے اپنے گھروں کو چلے
گئے۔ اس پر شہید نہ رہے کہ اس وقت جب کہ مرزا علی بیگ نے
مرزا علی کے بیٹے پر بہت مظالم ڈھائے اور انہیں جلا وطن کر دیا تو انہوں
نے اس پر عذاب نازل کیا۔ اس کی دونوں ماٹوں میں مہلک پھوڑے
لگے اور بے انتہا مصائب و سختیوں میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

۱۰۰ کے کچھ عرصہ بعد ظہیر الدین باہر بادشاہ ہوا اور کابل، منہان
اور آبدانہ شکر ہار و غمرہ کو اپنے اثر میں لے آیا۔ یوسف نے بھی
یہاں اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔

۱۰۱ مرزا علی بیگ کا انتقال ۵۹۰ھ میں ہوا۔ چاند بہمن تہذیب میں ہیں۔
یوسف نے یوسف نے کابل سے نکل کر در پشاور پہنچنے کے زمانے
کے تین میں بھی مدد ملی ہے۔ تیمور کی وفات ۸۰۷ھ کے بعد
۱۰۲ میر محمد بن مرزا جب نگر کابل کا بادشاہ بنا تو ۸۰۹ھ میں وفات
پائی اس کے بعد تیمور بخش کابل کا بادشاہ بنا تو ۸۱۰ھ میں
وفات پائی۔ اس کے بعد امیر شیخ علی منٹ کابل کا بادشاہ بنا۔ اس
کے بعد حکومت مرزا ابو سعید کے ہاتھ آئی جو ۸۱۳ھ میں وفات
پائی۔ اس کی وفات پر اس کے بیٹے مرزا علی بیگ کو کابل کا بادشاہ
بنایا جس نے ۸۱۵ھ میں کابل میں وفات پائی۔ اواخر ۸۱۷ھ
۱۰۳ محمد شمس بن امیر واثق نے کابل پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد
۱۰۴ علی بابا نے اواخر ربیع الثانی ۸۱۷ھ میں کابل کو فتح کیا۔

(تذکرہ سلطنت کابل ۱۹۳۳ ع ص ۱۲۵-۱۲۶)

بابیر بادشاہ کا ملک احمد کو طلب کرنا اور اس کا جاننا

کہتے ہیں کہ یوسف رک نے بادشاہ سے پیشکشیں کیں کہ
ملک احمد کو دیں۔ اور ملک محمود بن یحییٰ اکوڑی غلامہ دین لڑائی اور لڑائی
جو اس وقت کا مشہور سردار تھا اور چند دوسرے یوسف لڑائی نوازوں
اس کے ساتھ مدد مانگے۔ سر سے نکل کر سوات پہنچے۔ پھر
اسی راستے سے چل کر سلطان چنگیز پہنچے۔ اور ملک مبارک ابن پائندہ اکوڑی
مل لڑائی کے مہمان ہوئے۔ یہاں چار بھائی جو میراثی تھے اور عقیدہ
(دوم) کے فرزند تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مبارکین، دوسرے کا
دوبیش، تیسرے کا آدو اور چوتھے کا نام جون تھا۔ آدو اور جون نے
اس بات کو ملک احمد کی خوب خدمت کی اور ساری بات سیرد بجا کر
اسے محفوظ کیا۔ آدو بہت خوش آؤلا اور خورد ہونے کے ساتھ
رہے بھی تھا۔ وہ ملک احمد کو بہت پسند آیا۔ صبح کو ملک احمد نے
سیرکین سے جو اس کا بڑا بھائی تھا کہا کہ آدو کو اجازت دو کہ وہ میرے
ساتھ سفر کرے۔ اگر خدا مجھے خیر دعا دے تو میں
اس کے ساتھ بہت بھلائی کروں گا۔ مبارکین نے خوشی سے آدو کو
ملک احمد کے ساتھ ہانے کی اجازت دیدی۔ وہاں سے اسی صبح کو
تلنگی، کاٹ مہل، اور تالاشس کے راستے روانہ ہو کر تری کے گزر پر
دیر سے پیکوڑہ کو غمور کر کے باجوڑ پہنچ گئے۔ وہاں باجوڑ کے پیر سفر پور
کے یہاں قیامت کی چیمہ وہاں سے روانہ ہو کر ماوگنی کے راستے
کابل گئے۔ بادشاہ کی عازمت حاصل کی اور عطا ہی مہتمم سے مہم فرما
کئے گئے۔ مگر باطن میں اس کی نیت بہت خراب تھی۔

ہیں کا سبب یہ تھا کہ منگھڑ بادشاہ اور چلیانی کے درمیان
ملکوں نے جو بادشاہ کی نہایت وفادار رہیت تھے۔ بادشاہ کے
صور میں یوسف لڑائی کے خلاف استغاثہ پیش کیا تھا کہ انہوں نے
۱۲۸۱ کی لڑائی میں ملک ہمو کو قتل کیا ہے۔ اور چوہدری بن کیمیل دلوک
اور دوسرے مامور دلوک کو بھینچنے کی لڑائی میں قتل کر کے
ہاتھ اپنے قبضے میں کر لیے ہیں۔ یہ لوگ مستقبل میں بھی ان کی
لڑائی سے خوف کھاتے تھے۔ مگر باقی مدد عداوت بھی ان سے چھین
گئے۔ اس لئے رات دن ان کے خلاف بادشاہ کے چاہلیاں کھاتے
تھے۔ اور بادشاہ کے لکھنوں اور امیروں کو رشوتیں دیتے تھے۔ اور
ملک احمد کو قتل کر لیتے۔

کہتے ہیں کہ دلوکوں نے بادشاہ کو ستر ہزار روپے اس شرط پر
منا قبول کیا تھا کہ وہ ملک احمد کو قتل کر دے اور قتل کرتے وقت
اسے مات کرنے نہ دے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ملک احمد خوش
بھری اور طوطی جیس خوش بیان ہے۔ ہاتھ باتوں میں بادشاہ سے
ملک احمد کی حاصل کر لے گا۔ اور بادشاہ نے بھی ملک احمد کی اسی صفت
کا سہرا سن کر اسے بلایا تھا۔ اس نے اسے میں گلیانی اور محمد زئی
ان میں رہے تھے اور ترکلائی مغان میں ترکلائی ملک احمد کے دوست
اور مہم خواہ تھے۔ چنانچہ بہت وقت بادشاہ ملک احمد کے نام فرمان بھیج
یا تھا۔ ملک مہم غانی شہر خیل سالر زئی اور ملک ہوفان بزم کا رکھے
ملک دونوں حاضر تھے۔ اس وقت ان دونوں نے بھی ملک احمد کو
مدد کیا کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں کسی قسم کا خطرہ دل میں نہ
لاؤ۔ اچانک بادشاہ تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کرے گا۔

لئے ہیں کہ گلیانیوں کے دو ملک بھی ملک احمد کے خیر خواہ

تھے۔ ایک ملک احمد بن عمر شاہ عمر نے میرک ٹیپل جو ملک احمد
کا رشتہ دار تھا۔ وہ دوسرا ملک سیدی بن شہا جو بن کندل بن یعقوب
دونوں گورنر بنی ہونے کے سبب ملک احمد کے ساتھ ہمدردی اور ملک
کرتے تھے۔ ملک احمد ہمیشہ دیر پا جایا کرتا تھا، سلام کرتا تھا اور بادشاہ
بھی نظارہ مہربانی سے پیش آتا تھا، پٹے پہلو میں بٹھاتا مگر دل میں
خفیہ سے بھر ہوا تھا۔ رات دن اس کے قتل کرنے کے فکر میں
تھا، چنانچہ وہ رات بھی آل پہنچی جس کی صبح کو اسے قتل کرنا
تھا۔ دوستوں میں سے کسی نے ملک احمد کو اطلاع دی کہ کل تمہار
مارڈ انسا ہے۔ ملک احمد نے اپنے ساتھیوں کو بلایا، درختہ مشورہ کیا
تمام رفقاء نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم سب اپنے دستار باندھ کر نہیں
اس کے ساتھ لٹکا کر دوسری طرف باہر اُتار دیں گے۔ جب اُتار دیا
تو بھاگ جانا اور پٹی جان بچایا۔ جب آپ نہ ہوں گے تو پھر بادشاہ
بہیں قتل نہیں کرے گا۔ اور اگر قتل بھی کر دیا تو بہادی بادشاہ اس
کے پیچھے۔ ہمارے مایوس ہونے سے قوم نہیں بگڑتی اور اگر آپ کو
قتل کر دیا تو ہماری قوم خوار و ذلیل ہو جائیگی۔ ملک احمد نے کہا
کہ قوم کرو دستار ٹوٹ جائے اور میں گھر گھر ہو جائوں اور جگہ
سے نہل سکوں تو پھر کیا ہوگا؟ اور دستار بھی نہ ٹوٹے اور میں صبح
سلامت اتر گیا مگر چونکہ سے گزرتے وقت پکڑا گیا اور پھر واپس لے
لو گتھی شہر منڈگی ہو گئی۔ ملک تاج الدین کے نام کی نسبت ہے
تقریباً ۱۸۰۰ سے ۱۸۰۱ء اور دوسرے بادشاہوں کے ساتھ ہمدردی اور گار
دیا ہے۔ اس سے بھاگنا مجھے شرم کی بات معلوم ہوتی ہے۔

سیمان شاہ جیسا میرا تایا کسی کابل میں مرزا مرغ بیگ کے ہاتھوں
قتل ہوئے۔ اگر باہر مجھے قتل کر دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بارے

نہ ہوگ بھاگ جاؤ، اپنی جا میں بچاؤ، وقت ضائع مت کرو۔ چنانچہ
اس کی رائے پر اسی رات کو اس کے تمام رفقاء بھاگ گئے۔ اور کابل
میں جا کر پھپھ گئے اور ملک محمود الدین مدنی اُتار، یہی سے کہاں دیکری
کے سبب تاحی کابل کے ہاں مقیم تھے۔ بادشاہ کو سلام پہنچا کر
کے ساتھ کرتا تھا مگر بادشاہ کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ دودھ مٹھو اور
یک مدت گار دونوں ملک احمد کے ساتھ اس کے ڈیرے میں رہ گئے۔
جب صبح ہوئی تو بادشاہ کے آدمی آگئے اور ملک احمد کو لپکانے
لگے۔ ملک احمد جیسا کہ اُسے رات ہی اطلاع مل گئی تھی، سمجھ گیا
کہ وقت قریب آگیا ہے اب اُسے جان سے مار ڈالنے کی غرض سے
یہاں جا رہا ہے۔ اس دوران میں کابل کے سارے شہر میں تہہ بھین
تھنی تھی کہ ملک احمد کو قتل کر لے کیے یہاں جا رہا ہے۔ مارے
جب گزر رہا تھا تو تمام ہوگ اُسے دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے اور
ایس میں کہتے کہ دیکھو یہ شخص کو قتل کرنے کیلئے بادشاہ سے
لایا ہے۔ ملک احمد بھی وہی دل میں سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں
کو بھی میرے قتل کئے جانے کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور مجھے دیکھنے
کیلئے کھڑے ہیں، اسی حالت میں ملک میرے ہاں سیمان لارہ زلے
لگیا فی جو ملک احمد کا خیر خواہ تھا اس سے ملنے آیا، بہت رویا اور
کہا کہ جب دلاک جیسے بدخواہ یہاں موجود تھے تو تم کس لئے
ملک احمد نے کہا کہ میں آپ جیسے لگیا فی اور ترکلا فی دوستوں اور
نہ خواہوں کہ دیکھ رہا تھا۔ اس سے کوئی خوف دل میں نہیں لایا
اور چلا آیا۔ تقدیر کی خبر نہ تھی۔

کہتے ہیں کہ ملک میرے لگیا فی اس سے پہلے بھی جب ملک
کو دیکھتا تھا تو تارفت اور حسرت کرتا، اور اُسے علامت کرتا کہ آپ یہاں

کیوں آئے۔ آپ کا یہاں آنا مناسب نہ تھا اور ملک احمد بھی کہتا تھا کہ "تقدیر بھی ایسی تھی۔"

ان خضر ملک احمد دوبارہ میں پہنچ گیا۔ بادشاہ غیض و غضب میں بھڑکیے و کان پاتھ میں پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔ دراصل رگڑ رہا تھا کہ جو کسی ملک احمد سامنے آئے تو نہ ملائے۔ آخر جب ملک احمد دوبارہ میں پہنچا اور وہ اب بیا بیا تو بادشاہ نے کان کھینچی اور تیر چلانا چاہا۔ ملک احمد سمجھ گیا کہ بات کرے کی مہلت بھی نہیں رہی اس لئے فوراً قبا کے بند کھولے اور سیدہ تان کہ بادشاہ کے دربر کھڑا ہو گیا بادشاہ نے یہ حالت دیکھی تو متحیر ہو گیا۔ کان کو پکڑے کیا در پوچھا۔

اے احمد! یہ تمہارے کیا کیا؟

ملک احمد نے کہا: "خاطر میں جو آیا ہے کہ گزریں۔ پوچھنے کی کیا حاجت ہے۔ بادشاہ نے اس سے پھر پوچھا کہ بند کھولنے سے تمہاری غرض کیا تھی؟ ملک احمد نے کہا کہ یہ میں ہوں سیدہ بڑھنے کے کھڑ ہوں۔ تیر چلانی سبب پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مہارادھ موصی مبارک دل جائے۔ جب ملک احمد نے بادشاہ سے تیر چلنے پر اصرار کیا تو بادشاہ نے کہا کہ جب تک تم مجھے اس راز سے واقف نہیں کرو گے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا۔"

آخر الامر ملک احمد نے کہا "قبضہ عام! ہر طرف سے محنت کھڑی ہوتی ہے اور تماشا دیکھ رہی ہے کہ بادشاہ کسی طرح تیر مارے گا! اور میں نے قبا پہن رکھی ہے۔ اس لئے میرے دل میں یہ غلطو نہ تھی جو کہ اگر بادشاہ کا تیر اس میں ایک کبہ ہو گیا تو ہم کوئی بادشاہ کے دایرہ دل ہی دل میں ہٹے گا۔ اس لئے میں نے قبا کے بند کھول کر سیدہ بڑھنے کے کھڑا ہو گیا کہ بادشاہ کے تیر مجھ سے

پہننے کے پار نکل جائے اور ہر شخص حضور کے ولہ پر تفرین اور شادمانی کہے۔"

بادشاہ کو ملک احمد کی یہ تقریر بہت پسند آئی۔ اس پر مہربان ہوا اور کہا کہ "ملک احمد! خدا کی قسم اب میں ماروں گا۔ میرے قریب آ جاؤ اس کے بعد ملک احمد تسلیات، ہما تاکہ بادشاہ کے قریب گیا۔ بادشاہ نے کان پاتھ سے رکھ دی اور اس کی ہر بات کو لگاتار کی۔ اسے تسلی و تسنی دی اور پوچھا کہ ملک احمد، جملوں لودی مکان کیسا شخص تھا؟ ملک احمد نے کہا جہاں پناہ، وہ اسپیشل تھا یعنی گھوڑے بٹھا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس کا بیٹا کس کا ہے؟ تو جوان نے کہا کہ وہ حضرت گلشن ہے یعنی وہ گلشن

خشتا ہے۔ پھر بادشاہ نے دریافت کیا اور میں کیسا آدمی ہوں! ملک احمد نے کہا کہ آپ سرگلشن ہیں یعنی سروں کو۔ تختے ہیں اس پر بادشاہ اور بھی مہربان ہوا۔ ملک احمد کو خود اپنے ہاتھوں سے چڑھ کر ملوت میں لے گیا اور حشمت شہاب نوشی کا آواز کیا ورجب ساتی پہلے سے آئے۔ بادشاہ نے کچھ پیا اور باقی اپنے ہاتھ سے ملک احمد کو دیا۔ ملک احمد نے یہ اور تسلیات یہ لایا۔ ساتی نے پھر بیالہ مار بادشاہ کو پیش کیا۔ بادشاہ نے کچھ نوش کیا اور باقی ملک احمد کو اپنے ہاتھ سے دیا۔ ملک احمد نے یہ اور آداب یہ دیا اسی طرح دوسرے چارہ۔ آخر بادشاہ پر سکڑ کی کیفیت طاری ہوئی وہ کھڑے ہو کر نقص کرے لگا۔ آدھ مطلب نے سرزد لیا اور ملک احمد جو کہ درسی گو۔ صبح اللسان اور خوش آواز تھا اس نے بادشاہ کی مدح شروع کی اور بادشاہ نے غایت مستی میں ملک احمد سے کہا کہ ملک احمد میں تمہارے مطلب ہوں۔ ملک احمد نے کہا

کہ آپ میرے صاحب اور سارے جہاں کے بادشاہ ہیں۔ بادشاہ نے پھر اسی طرح کہا کہ ملک احمد نے کہا کہ آپ میرے بادشاہ اور میرے آقا ہیں۔ اسی طرح چند مرتبہ دونوں کی طرف سے ان کا تبادلہ ہوا۔ آخر بادشاہ نے ملک احمد کا ہاتھ پکڑا۔ ملک احمد کے پاس اس وقت ایک اشرفی موجود تھی۔ بادشاہ کے ہاتھ میں رکھ دی۔ بادشاہ نے لیکر تعظیم و تکریم اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا۔ ان بعد بادشاہ نے پس قبا، غمور، نرنگار اپنے گلے سے نکال کر ملک احمد کو عنایت کیے۔ ملک احمد شادی آداب بہا دیا۔ بادشاہ کی عنایت کی ہوئی قبا خود لیمب تن کی اور پٹی قبا، نادر کو آدو مہرپ کو دیدی۔

اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ ملک احمد اپنے دوست رفیقوں کو بلاؤ تاکہ انہیں بھی ملحدوں سے نوزوں اور انہیں گھروں کو نصرت کروں۔ ملک احمد نے اپنے ساتھی بادشاہ کے پاس سے نیچے ملک محمود کو قاضی کے گھر سے اور باتوں کو امت گاہ سے طلب کر کے حاضر کر دیا۔ بادشاہ سب سے نام بنام واقف تھا۔ اس لئے دوسروں کے بارے میں دریافت کیا کہ ملک احمد تمہارے دوست کون ہیں کیا ہوئے؟ ملک احمد نے کہا کہ قبا، عالم، انہیں بادشاہ کی مہربانی اور گھروں کو نصرت کا علم نہ تھا۔ شہر میں کہیں گھومنے پھرنے لگے ہیں بادشاہ نے موجب تحریر اور دفتری یادداشت بنام لکھے لکھے تھے۔ ان سب کیلئے ملک احمد کو غلغلیاں مٹا لیں اور آد کیلئے سونے کے دو حلقے دیے اور خدام کو حکم دیا کہ اس کے کاؤں میں پہنائیں آد کے ایک کان میں سودا خ تھ لکین دوسرے میں نہیں تھا۔ چنانچہ ایک کان میں تو صدقہ پہنا دیا گیا۔ دوسرے میں سودا خ کوٹے کیلئے ایک ہارک سچ لائی گئی۔ آد سچ دیکھ کر ڈر گیا۔ ملک احمد کے قریب آیا

ملک احمد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ قبا، عالم یہ یہاں ڈرتا ہے ہم ڈرتے ہیں اس کے کان میں سودا خ سکر کے حلقہ ڈال دیں گے۔ بادشاہ نے لکھے پھوڑ دینے کا حکم دیا۔

عرض یہ کہ بادشاہ نے ملک احمد کو پوری عزت کے ساتھ نصرت کی۔ ملک احمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو کر نادگنی کے ماتھے پہنڈ کیا۔ وہاں سے سوت اور سوت سے سمد میں سب لوگ اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔

یوسف زلی کو ان کی بخیریت واپسی کی اطلاع ملی تو سب نے اکر مبارکباد دی۔

دوسرے سال بادشاہ نے پھر بعض امور میں صلاح و مشورے کی غرض سے ملک احمد کو فرمان کے درجے طلب کیا اور ملک احمد سے سالار زلی ترکھانی نے بھی ملک احمد کے نام خط بھیجا کہ گزشتہ دفعہ آپ نے بلا لکھی تھی۔ اس دفعہ نہ ڈریں جمیعت خاطر کے ساتھ آئیں بادشاہ نے مہربانی کے ساتھ یاد کیا ہے جہہ بہار نہ کریں۔ جب بادشاہ کا فرمان اور ملک احمد کو خط ملے اس وقت سمد میں پہنچا۔ ملک احمد نے اپنی قوم کو جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ بادشاہ کا خط کیا ہے۔ مجھے طلب کیا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا صلاح ہے؟ قوم نے کہا کہ ملک احمد صاحب بادشاہ کو آپ ہی نے دیکھا ہے ہم نے نہیں دیکھا اور اس کی تحقیقت آپ ہی کو کبھی طرح معلوم ہے اس لئے جو آپ کی مرضی ہو وہی ہماری مرضی ہے۔ ملک احمد نے کہا کہ اسے قوم میں نے اس بار موت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس دفعہ میرا جی جانے کو نہیں چاہتا۔ قوم نے بھی اسی طرح کہا۔ کہ ملک احمد صاحب جب آپ کی رائے نہیں ہے تو جائیں، مگر

بعض دانشمندان نے ایک دوسرے سے کہا کہ بادشاہ کے حکم سے
 مددگروہ فی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر ملک احمد اپنا جانا مناسب نہیں
 سمجھتے تو اس دفعہ شاہ منصور چلا جائے کہ یہ بھی ملک تاج بدست
 کے گھر اسے کافر ہے۔ میدان شاہ کا فرزند اور ملک احمد کا عزیز
 ہے۔ اگر بادشاہ کا مقصد اس بدو سے ہے محض یوسف زئیوں کی
 اطاعت سے اطمینان حاصل کرنا ہے تو اس کیلئے شاہ منصور بھی کافی
 ہے اس لئے یہ بات شاہ منصور سے کہہ دی گئی کہ اس دفعہ آپ بادشاہ
 کی خدمت میں چلے جائیں۔ شاہ منصور نے کہا کہ ملک احمد جیسی خوش
 بیانی میرے پاس کہاں ہے! بادشاہوں کے دربار کے آدمی سے بھی
 واقف نہیں ہوں۔ پس میرے جانے سے کیا حاصل! مگر تو تم مصر
 ہوئی کہ آپ ضرور جائیں۔ شاہ منصور نے بوجہ ہو کر جا سے پرکھا دنگت
 ظاہر کر دی۔ قوم نے بادشاہ کیلئے پیشکش جمع کر کے شاہ منصور کو دے
 دیں۔ شاہ منصور گھر سے موضع تھانے گیا وہ تری کے راستے ہاؤز
 گیا۔ وہاں سے ہزار ہائی کاہل گیا اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔
 اس کے حضور میں نذر پیش کی مگر بادشاہ اس کے آنے پر کچھ زیادہ
 خوش نہ ہوا اور کہا کہ میں نے تو ملک احمد کو بلایا تھا تم کیسے آئے؟
 شاہ منصور نے ملک احمد کی طرف سے معذرت پیش کی، بادشاہ حاضری
 سوگئی۔ شاہ منصور جب تک کاہل میں مقیم رہا بادشاہ کے سلام کیلئے
 پاتا رہا اور بادشاہ بھی اس کے ساتھ عزت و شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔
 آخر کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے شاہ منصور کو خلعت دیکر
 رخصت کیا۔ شاہ منصور وہاں سے روانہ ہو کر گھر واپس گیا اور قوم
 کو سارا ماجرا سنایا اور مخفی نہ رہے کہ اس وقت یوسف زئی بادشاہ
 کے فرزند تھے مگر اس طرح ہیں کہ اس کے حاکم یا عامل کو چھوڑنے

یا وہابی قتلگ یا مالہ دیتے کیونکہ وہ اپنی پرداہ نہیں کرتے تھے۔ وہابی
 بات یہ تھی کہ جس وقت ملک احمد نے کاہل جانے سے غرض کر کے
 شاہ منصور کو بھیج دیا تو ملک احمد سے ساری قوم کو جمع کیا اور کہا کہ
 میں سمجھتا ہوں کہ میرے کاہل۔ جیسا نتیجہ یہ ہوگا کہ بادشاہ خود میرے
 پیچھے آئے گا یا فوج مجھے گاتا کہ ہماری بیچ کسی کی جائے۔ پس اس کے
 آنے سے پہلے کہ وہ آئے ہم۔ پنے آپ کو بچاے کی فکر کریں۔ اس
 کی صورت یہ ہے کہ تمام یوسف زئی۔ جمع ہو کر مور نامی پہاڑ میں جس
 میں بے شمار غار اور دوسرے ہیں گھس جائیں۔ تاکہ اگر وہ آجائے تو ہمارا
 کچھ بگاڑ نہ سکے۔ چنانچہ اس پر عمل پیرا ہونے ہوئے تمام یوسف زئی
 جمع ہو گئے اور سب مور پہاڑ میں داخل ہو گئے۔ اور پہاڑ کے تمام
 راستے مستحکم کر دیے۔

بادشاہ بھی دل میں ملک احمد کے کاہل نہ آنے کے سبب
 یوسف زئی کے ملک کو نباہ کرنے کا منصوبہ باندھ رکھا تھا۔ اس
 لئے وہ کثیر فوج کو لیکر کاہل سے نکل کر ہاؤز کے دسے ملک سوات
 کنڈر متوجہ ہو گیا۔ جس وقت وہ ہاؤز پہنچ گیا تو سب سے پہلے
 میر عید علی عجمی کے قلعے کو ہی سرے میں سے لیا۔ جو گہریں کا مطلق
 تھا۔ درمیانے وقتوں میں اس نے مرزا غنی بیک تیموری کے ساتھ توی
 کی تھی اس نے ہاؤز کے دل میں اس کے خلاف فتنہ و فہر تھا۔ اس
 وقت یوسف زئی ہاؤز سے نکل کر مور کے پہاڑوں میں چلے گئے
 تھے۔ غہریوں سے سوا یہاں اور کوئی نہ تھا۔ ان کا قلعہ بھی بڑا سنگی
 اور مضبوط تھا۔ اور گہری لوگ بھی بڑے بہادر تھے۔ بادشاہ کا ان
 پر کوئی قاب نہ چلتا تھا۔ اس سے اس نے دیں ڈیرے ڈالا دیے۔
 کہتے ہیں کہ میر عید علی بڑا ظالم اور سخت شخص تھا۔ اس کے اپنے

غزنی و آقارب بھی اس سے نالاں تھے

اس سٹے اس کے آقارب ہیں سے اس کے پچیرے
بھائی نے دوسرے گھریوں کے مشورے سے بادشاہ کو خیر ایک عسری
لکھ بھجری کر میں اپنے تمام عسرا کے ساتھ بادشاہ کا دل سے فرما بھر دے
ہوں اگر بادشاہ کی مرضی ہو تو میں اپنے غزنیوں کے ساتھ خدمت میں
حاضر ہوں۔

بادشاہ کے پاس باب یہ عرضی پہنچی تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور
انہیں طلب کرنے کیلئے نہایت نرم الفاظ میں اور دلا سے کانٹوں بھیجی۔
غزنی یہ کہ میر حیدر علی کا یہ رشتہ دار بعض لوگوں کے ساتھ نکل کر بادشاہ
کے پاس گیا اور آداب بکا لیا، بادشاہ اس پر اور اس کے ساتھیوں
پر مہربان ہوا اور خلعت سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد دو روز گھری
لوگ قلعے سے نکلے تھے اور حیدر علی کے پچیرے بھائی سے آکرستے
تھے اور سر راز ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حیدر علی کیلئے دن سن
مشکلات بڑھتی گئیں اور اضطراب کو پہنچ گیا۔ آخر حیدر علی چلا
کے خوف در اس شہر مدگی سے پہنچے کیلئے کہ ممکن ہے میرے
غزنی مجھے پکڑ کر بادشاہ کے پاس کو دیں اور بادشاہ مجھے قتل کر دے
نہر کھا کر مر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حیدر علی کے پچیرے بھائی کو
گھریوں کا بادشاہ نامزد کر کے محلہ اس کے سپرد کیا اور اس کے
مخافین کو بلا کر قتل کر دیا اور ان کے سرول (کلوں) سے ایک چوہترہ
دینار ملوایا۔

اس کے بعد بادشاہ سے اسی دن وہاں سے کوچ کیا اور ملک سوات
کی طرف متوجہ ہو کر موضع دیارون جو دریائے پشکوتہ کے کنارے آباد
ہے پہنچ کر ڈیرہ ڈر دیا اور ملک احمد کے نام فرما کر لکھ کر بھیجا۔

تسہیں کھا کھا کر دھسے کیا کر طا کر ڈرو مت آجالہ میں تہارے
بھائی کر دل گا۔ مگر ملک احمد اس کے منصوبوں سے واقف تھا
وہ اس کے وعدوں سے دھوکا کھانے اور اس کے جال میں پھنسنے
والا نہ تھا، اس نے بادشاہ کے فرماؤں اور وعدوں کی قطعاً پرواہ نہ
کی، جب بادشاہ ملک احمد کے آگے سے مایوس ہو گیا تو پوسفر لے
کر محلہ کے قلعہ کا اس نے کچھ شکر گھریاں پھونک دیں اور منگلوں پر
مدد کیا، اس کا حیاں تھا کہ اس طرح ملک احمد ڈر جائیگا اور التجا کرے
گا۔ مگر یہ سوا۔

جس پہوٹی سے گزرتا کہ باہر سوات میں داخل ہوا تھا اسے اب
ملک باہر سے کہتے ہیں۔ وہاں سے باہر گزرتا کہ دھند میں وارد ہوا
اور حسین ڈیری کے مقام پر دیہانے سوات کو عبور کر کے منگلوں پہنچا
سوا اور قلعے سے باہر جھٹنے لگاؤں تھے سب کو غارت کر دیا، اور چونگ
لے کے اندر سلطان دوسیس کے ساتھ تھے وہ اس نے سلامت رہ
نے کو قلعہ انتہائی محکم تھا۔ وہاں سے بوٹ کر چم دیارون واپس آیا
مگر یوسف زئی باہر کے اس محلے اور دہانے سے ہرگز غافل نہیں ہوئے
اور باہر کی ہر گز بہت ہوئی۔

الغرض جب باہر منگلوں نے دایس اگر تالاش کے قریب مقام کاٹنگ
مصل مشرق میں جہاں صحاف راستے پر ہموار درپشہ دار آئی
تھا اس جگہ مقیم ہو گیا تو جاسوس اور گشتہ مقرر کئے تاکہ
سے پہاڑ کا راستہ دیکھیں سمجھیں کہ وہ تاخت و تاراج کرنے کی فکر
کرتا۔ مگر ملک احمد نے ماستوں کی محکم تاکہ بند کی تھی اور
اس کا سار پہاڑ شکر سے بھر دیا تھا۔ اس نے جاسوسوں نے خبر
دار نہ پایا اور تاخت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مجبور ہو کر

اس نے یہ قصہ کیا کہ قلندر نے لباس میں خود مودا جانے اور باسنتوں
اور شکر کا احوال معلوم کرے۔ اس طرح کی سیاحت اور جاموس سے
اس کا ہمیشہ کا دستور تھا اور اس کیلئے وہ مشہور تھا، پہنچنے پر چند
خواص کی معیت میں قلندر نے لباس پہن کر چپکے سے شکر سے نکل
کر مودے کے قریب پہنچا۔ وہاں سے مودے تک ایک دن تک رہا
ہے۔ اس طرح اس نے پہاڑ، باسنتوں، اور شکر کے احوال معلوم کئے
لیکن ہر طرف سے اور ہر طرح سے انتظامات کو مضبوط اور مستحکم پایا۔
کہتے ہیں کہ مودا نامی پہاڑ کی چوٹی پر ایک بلند و بالا مکان تھا
جس میں ملک احمد کا چچا زاد بھائی منصور رہتا تھا اس لئے سے
شاہ منصور کا تخت کہا جاتا تھا اور مودے کی یہ چوٹی اب تک تخت
شاہ منصور کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اتفاقاً قبر عید کا
دن تھا۔ شاہ منصور نے کئی گارے ذبح کر کے قربانی کی تھی اور گوشت
پکایا تھا۔ تقسیم کرنے والوں کا لڑو ہام تھا۔ باہر بھی تماشا دیکھنے کے
لئے اور پڑھنے کو معنی کے ایک گوتے میں بیٹھ گیا۔ باہر جہاں بیٹھا ہوا
تھا وہ شاہ منصور کے پھر کے دروازے کے عین مقابل تھا اور اسی
پھر میں دروازے کے سامنے شاہ منصور کی دختر مسماۃ بی بی مبارکہ
بیٹھی ہوئی تھی جو انتہائی خوب و عاتقہ اور ہوشیار تھی۔ اس نے
انہیں دیکھا تو سمجھی کہ قلندر لوگ ہیں اس لئے گوشت روٹیوں
میں پیسٹ کر اپنے آدمی کے ہاتھ لائے کیلئے بھیج دیا۔ باہر نے اس
سے گوشت لے لیا اور پوچھا کہ یہ کس لئے بھیجا ہے؟ آدمی نے کہا کہ یہ
شاہ منصور کی بیٹی بی بی مبارکہ نے بھیجا ہے جو سامنے دروازے پر
بیٹھی ہیں۔ باہر نے آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا اور دیکھتے ہی اس پر
فریفتہ ہو گیا۔ پھر اس آدمی سے پوچھا کہ اس کی عمر کتنی ہے؟ اور کسی

سے منسوب ہوئی ہے یا نہیں؟ آدمی نے کہا جو ان ہے، وہ عقل و
ہاں سیرت و خلعت اور عفت و فراست میں اپنا نظیر نہیں رکھتی
تھا حال کسی سے منسوب نہیں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کہ وہ
اس اوصاف حمیدہ کے ساتھ متصف تھی اس سے بادشاہ اس پر دل
و جان سے فریفتہ ہو گیا اور بادشاہ کے دل میں اس کا خیال پتھر کے نقش
مانند جم گیا۔ باہر وہاں سے نکلا اور گوشت جو روٹیوں میں لپٹا ہوا
مکان کی پشت کی طرف ایک بڑی چٹان پر رکھ کر اس کے اوپر سے
ہاتھ پتھر رکھ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر اپنے لشکر میں لگا۔

اس کے بعد ملک احمد اور شاہ منصور کے نام درخواست لکھی۔
و بی بی مبارکہ کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں۔ میں آپ پر کوئی تعرض
نہیں کروں گا اور بہت بھلائی کروں گا۔ ملک احمد اور شاہ منصور
نے جب درخواست دیکھی تو رشہ دینے سے انکار کر دیا اور اُسے کھ
ر بھیج کر ہماری کوئی بیٹی نہیں ہے اور یا غرض ہوتی بھی تو مغلوں
سے ساتھ ہمارا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا اس لئے ہم یہ پیغام منظور
نہیں کرتے۔ بادشاہ نے انہیں پتھر لکھا کہ میں نے تمہارے ساتھ
اولی برائی نہیں کی ہے۔ تم دونوں جب کابل آئے تھے تو میں نے
اور کو دعوت سے سرفراز کر کے عزت کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

پھر جب دوبارہ ملک احمد کو ملایا تو وہ مجھ سے ہاتھی ہو گیا۔ اب
خود یہاں آیا تب بھی وہ حاضر نہیں ہوا اور اب عجب کہ دوستی کا ہاتھ
نہ رتب یاری میں رشتے کے بارے میں درج ہے کہ "اس خیال سے کہ
یہ آدمی وفا نواز سے مضبوط رشتہ استوار ہو جائے، ان سے رشتہ
لائی۔ (چنانچہ انہوں نے منظور کر کے) ۲۸ محرم ۱۰۵۰ء کو ملک شاہ منصور
میں بھائی طاؤس خان و بہن کی ڈوی کے ساتھ آئے۔

بڑھتا ہوں تو خدمت پیش کرتے ہو اور انکار کرتے ہو۔ ہمارے ساتھ
تمہارے رہنے مناسب نہیں ہے۔ جب کہ میں نے اپنی آنکھوں سے
شاہ منصور کی بیٹی بی بی مبارکہ کو دیکھ ہے جس کی نشانی یہ ہے کہ میں
چند آدمیوں کے ساتھ قلندر باس میں بقرہ عید کے دن عدتے کس
چانچ پڑناں کی لبت سے گیا تھا۔ شاہ منصور سے قربانی کی تھی اور
گوشت پکایا تھا۔ بہت سے لوگ وہاں جمع تھے ہم بھی قلندروں
کی طرح پچھلے دروازے کے مقابل صحن کے ایک کنارے پر بیٹھ
گئے اور سامنے پچھلے دروازے میں بی بی مبارکہ بیٹھی ہوئی تھی۔
اور اس طرح ہم نے ایک دوسرے کو دیکھ، چنانچہ اس نے کچھ گوشت
جی روٹیوں میں پٹا ہوا ہمارے لئے بھیجا اور گوشت روٹی ہم نے
پچھلے تخت میں ایک پٹاں پر رکھ کر اوپر سے ایک اور پتھر رکھ دیا
ہے۔ یہ کام محض شئی کے خیال سے کیا گیا تھا۔ تاکہ تم مکر نہ ہو
اب تم جاکر اسے دیکھ لو گو یہ بات درست ہے تو تمہارا انکار کرنا
صحیح نہیں ہے۔ صاحب ہوگا کہ میرے ساتھ دوستی کر لو یہی میرا
سب سے بڑا مقصد ہے۔ ورنہ اگر نہیں کرتے تو میں کابل سے اسی ہم
پر آیا ہوں اور کامیابی کے بغیر واپس لوٹنا میرے لئے باعث شرم
ہے۔ پھر دیکھو گا کہ خدا کو کیا منظور ہے جو کچھ اسے منظور ہوگا
وہی ہو کر ہوگا۔

ملک احمد اور شاہ منصور نے بادشاہ کا یہ خط پڑھا تو آدمی
بھی وہ جگہ دیکھی جہاں بادشاہ نے لکھا تھا گوشت اور روٹی واقعی
وہاں رکھی ہوئی تھی۔ انہیں یقین آگیا کہ واقعی بادشاہ آیا تھا اور اس
نے بی بی مبارکہ کو واقعی دیکھا ہے لیکن اسے رشتہ دینے پر وہ دونوں
پھر بھی آمادہ نہ ہو سکے اور انہوں نے دوسرا بہانہ کیا کہ ہم حضور سے

۱۔ عزت ان بیگ نے ہمیں قتل کیا اب آپ کے ساتھ ہماری
اسی کیونکر ہو سکتی ہے۔ مگر شیخ علی ملک محمود بن یحیی ملاؤ الدین
۲۔ زلی، گوری، ملک قہار اور دوسرے ارکین جرگہ نے ملک احمد
۳۔ باس پر قبضہ کیا اور ان سے کہا کہ بادشاہ ہوں کے ساتھ منیری اور
۴۔ صاحب نہیں۔ امیر تیمور کا پوتا ہے اسے آپ کی شان و شوکت
۵۔ سلام ہے اور وہ قدر شناس بھی ہے۔ دوسرے کہ جب آپ قوم
۶۔ ماں ہیں اور قوم کی حفاظت کے لئے وہ ہیں تو بی بی مبارکہ سے
۷۔ یہ حضور کے قوم کو اس مہیبت سے پیاریں۔ آخر
۸۔ سے قوم کی بات ماننا اور رشتہ دینے پر راضی ہو گیا۔ مگر
۹۔ صور سے کہا کہ بادشاہوں کے شاہان شان، جہنم اور شادی کے
۱۰۔ اور ساز و سامان کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ ارکین جرگہ
۱۱۔ اور ہمارے سامان کی ذمہ داری ہماری ہے۔ ہم سوا کھانا
۱۲۔ کہ اور آپ کی عزت و اکبر رکھ لیں گے۔ بادشاہ شاہ منصور بھی
اسی ہو گیا۔ اور بی بی مبارکہ کا بادشاہ سے رشتہ منظور کر لیا۔

۱۔ اس کے بعد یوسف زئیوں کے ارکین جرگہ نے بادشاہ کی مدد میں
۲۔ اور کبھی اور شادی کی تاریخ مقرر کر کے اپنے مطالب اس
۳۔ میں سے کہ ہم نے بڑی کوششوں سے ملک احمد اور شاہ منصور
۴۔ کے بی بی مبارکہ کو آپ سے منسوب کر دیا ہے۔ پس
۵۔ حدائق حسنہ سے تعلق یہ ہے کہ خوشی اور دوستی کا حق
۶۔ جس سے در شیوہ مہربانی موقوف خاطر رکھ کر ہماری تقصیر کو
۷۔ سے ساری نیک توجہ اس طرف مبدل فرمائیں گے۔

۱۔ کہ یہ خوشخبری بادشاہ کو پہنچی تو فرط مسرت سے نوبت بھائی
۲۔ مہم مشورہ۔

حاصلے ہوگی اور خوشیاں منائی جائے گی۔ اور ان کا جو مسئلہ و ماحول تھا سب گھوش چوہن سے سن کر وعدہ کیا کہ شادی کے تمام کے بعد کابل روانہ ہو جائوں گا اور کسی طرح سے بھی ان سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

تمام یوسف زریوں نے اپنے اپنے حصے اور حیثیت کے مطابق سو با جمع کر کے شاہ منصور کو پہنچایا۔ شاہ منصور سے علوم کا سونا اور اپنے مقدر بھر سونا ٹھہرا کر کے بی بی مبارکہ کیلئے شاہانہ جہیز تیار کیا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے شایان شان زیور اور نادر ہیرات، اور بیش بہا خلیقیں، گھوڑے، ٹیغے، شامیانے، اتارنے کے ظروف، خادماں اور دیگر موزعات، جمعیت تمام یہاں کر کے بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے یہی جگہ اپنی "خواب گاہ" بھیج دی۔ زائر جہ بی بی مبارکہ کو ڈوی میں بٹھا دیا گیا۔ ملک احمد اور شاہ منصور شکر کی مصیبت میں روانہ ہو کر مورہ پہاڑ سے اترے۔ ٹھکانے سے ہو کر چکدرہ کی گزرگاہ سے دریائے ستل کو پار کیا۔ چکدرہ، آدھ، اکاٹ گل اور سالاسش ہوتے ہوئے تری کی چوٹی پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ تو ہی کھس چوٹی اور بادشاہ کے شکر کی مایں ایک کردہ کی مسافت تھی۔ چوٹی کے نیچے بادشاہ کے "خواب گاہ" کے ساتھ جنہیں بادشاہ نے بی بی مبارکہ کے استقبال کیلئے بھیجی تھی، منتظر کھڑے تھے۔ حسب ملک احمد اور سادہ منصور نے بادشاہ کا شکریہ دیکھا تو طاووس خاں کی سرکردگی میں اپنے غلاموں اور خادموں کو ڈوی کے ساتھ کر کے بی بی مبارکہ کو مصیبت کر دیا اور خود واپس چلے گئے۔ بادشاہ کے "میروں" نے ڈوی اٹھا کر شکر تک پہنچی دی۔

نہی ہوا کہ میرے بادشاہ کے بیٹے کے برابر میں ایک خاص مہمانیہ

۱۔ ہاگیا تھا۔ اس میں اسے پورے، مغز کے ساتھ نہ راگیا۔ بادشاہ
 ۲۔ وہی حرم اس کی ملاقات کیلئے آئے مگر اسے کسی کی بھی
 ۳۔ اس کی بہ اپنی جگہ سے اٹھی اور نہ کسی سے بات کی۔ چنانچہ
 ۴۔ اسی طرح گنہ گئی۔ دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد جب بادشاہ
 ۵۔ اس میں شامل ادا کی تو بی بی مبارکہ کے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا
 ۶۔ بی بی مبارکہ کو خبر ہو گیا کہ بادشاہ اس کی طرف آ رہا ہے۔
 ۷۔ بادشاہ پیچھے میں داخل ہو یہ فورا پٹنگ سے اتر کر اس طرح
 ۸۔ کہ محل میں دس بستہ کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ قریب آیا تو آداب
 ۹۔ اور ادب کے ساتھ کھڑی رہی۔ بادشاہ یلنگ پر بیٹھ گیا اور
 ۱۰۔ اسے مخاطب ہو کر کہا پشتوں سے ریختوں زادی بیٹھ جاؤ بی بی مبارکہ
 ۱۱۔ اس وقت بی بی مبارکہ نے کہا کہ میں بادشاہ نے پھر کہا پشتوں سے
 ۱۲۔ نہ جاؤ اس طرح میں مار بادشاہ نے کہا کہ پختوں زادی بیٹھ جاؤ
 ۱۳۔ پھر بھی نہ بیٹھی اور ہر وقت آداب و تسلیمات ہی مانتی رہی۔ اس
 ۱۴۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچ لیا اور اسے پیچھے سے
 ۱۵۔ اس میں اس نے حیا کے سبب پھر بھی نہ کھنکھایا نہ دیکھا
 ۱۶۔ اس کے عدالتی اسیرت و صورت پر دس دہان سے فریقہ
 ۱۷۔ بادشاہ نے پھر اس سے کہا کہ پختوں زادی بیٹھ جاؤ۔ اس
 ۱۸۔ حد وہ اس کہ میں ایک عرض رکھتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا
 ۱۹۔ اے بی بی مبارکہ نے پلو پھینکا کہ کہا کہ میں اپنی قوم کیلئے بادشاہ
 ۲۰۔ اس اور محل کی خواہشگار ہوں۔ مگر بادشاہ کی مہربانی ہو
 ۲۱۔ اس سے میری بھولی بھر دی گئی ہے۔ اور میری قوم کا گناہ معاف
 ۲۲۔ بادشاہ نے کہا اچھا پختوں زادی تمہاری مراد سے تمہاری
 ۲۳۔ معاف کی گئی اور تمہاری قوم کی تقصیر معاف کر دی گئی۔ حاضر جمع

رہو۔ وہ شکر پیر کے طور پر پھر تہذیبیت بھی نہائی۔ لیکن اسی طرح کھڑی رہی۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر اُسے اپنے ساتھ پگنگ پر بٹھا دیا اور مختلف قسم کی باتوں میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کی آواز ہوئی تو بادشاہ اٹھا بی بی مبارک نے جدی سے بادشاہ کے جوتے سیدھے کر دیئے۔ بادشاہ ہنسنا اس کی بیٹھک تھکی اور کہا میں ہاتھ میں کہ یہ سب تبہیم ملک احمد کی دی ہوئی ہے۔ یہ سب آویں تبہیم ہی نے سکھائے ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ میں تم سے وہ تہذیبی قوم سے راضی ہو گیا۔ تہذیبی خاطر اب اس معاف کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ باہر نکل کر چلا گیا۔ بی بی انور قیام طور و طریق اور دب و آداب ملک احمد کے تعظیم دینے ہوئے تھے۔

اس کارہ سے بعد بادشاہ مریض دیوان سے مراجعت کر کے باہر کے راستے قاتل تشریف لے گئے اور بی بی مبارک کو انتہائی عزت کے ساتھ کال پہنچایا جو اس کی شریک سیاح اور چیمپیئن ہوئی تھی۔ اس پر بادشاہ کے سارے اہل حرم کا اس کے ساتھ بغض و حسد دامنیگر ہو اور ان کے دلوں میں۔ اندیشہ پیدا ہو۔ کہ اگر اس کا بیٹ تولد ہو پتے تو اعلیٰ سلطنت اور بادشاہت مذاہن میں چلی جائے گی۔ اس سے بی بی مبارک کو بوسیدہ طور سے کوئی ایسی دوائی کھلا دی کہ وہ دائمی طور سے بالکل ہو کر رہ گئی۔ اسی وجہ سے اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے بعد یوسف لڑی مودا نامی پہاڑ سے سے اتر کر اپنے اپنے علاقوں میں تار ہو گئے۔ در ملک احمد اور نواب احمد کی دوستی اور تعلقات بادشاہ کے ساتھ استوار ہو گئے۔ بی بی مبارک کی خبر گیری کیلئے جاہلین سے آدمیوں کی ہمیشہ تہذیب و ادب جاری رہتی تھی۔

پندرہ سال بعد باہر ہندوستان آیا اور کام ہندوستان کو مستقر کر دیا۔ بی مبارک کے بھائی میر جہاں ملک لڑی رڈ ایک جماعت کے ساتھ لڑی مبارک کی خبر گیری کیلئے آئے۔ بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ اس پر بہت مہربان ہو اور جاگیر و منصب سے سرفراز کیا۔

باہر بادشاہ کی رحلت کے بعد نصیر الدین ہمایوں کے دور میں بھی بی مبارک اسی طرح صاحب عزت و وقار رہی بلکہ اس سے بھی زیادہ عظام و محترم ہو گئی۔ در سلطنت لاہور میں، قوم فریبیوں کے لئے ہیں تیرے تیرے قصر و عالی شان عریضیاں رکھتی تھیں۔

بی بی مبارک دفانی آغا پیر کے نام سے پکاری جاتی تھی اور اپنے اس بیباںویوں اور عقل و فراست کی بنا پر بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اور ہمایوں حب شیر شاہ سے شکست کھا کر بھاگا جاتا اور دفانی آغا پیر اس کے ساتھ تھی۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں اس کے بھائی میر جہاں کے بیٹے وہ تھے بھی حسب دستور سابق جاگیر دار اور منصب دار تھے یہاں تک کہ بہانگیر بادشاہ کے عہد سلطنت میں بھی اُس کے ایک دو تھے معزز و موقر تھے۔ میر جہاں نے اکبر بادشاہ کے زمانے میں وفات پائی۔ بی بی مبارک سے اپنی زندگی انتہائی دوست اور عزت میں گزار دی اور بڑی بڑھی ہوئی تھی۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں وفات پائی۔

ہشتم انھری دہا و مہینہ انومین کو کہو منات ہو چنگ یا از حم الزحیمین۔ ہمایوں نامہ میں حکمران بیگم نے بی بی مبارک کے متعلق لکھا ہے کہ بی مبارک دفانی آغا پیر کے نام سے پکاری جاتی تھی اور اپنی پیش بہا اور عقل و فراست کی بنا پر بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اور ہمایوں حسب ہندوستان میں شیر شاہ سے شکست کھا کر بھاگا

دیا تھا تو اعلیٰ آغا چہ اس کے ساتھ تھی

اب جس واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ سبب یہ ہر بادشاہ سوات سے مراجعت کر کے کابل چلا گیا۔ یوسف فی سوات سے اتر آئے اور سلطان اویس کے خلاف مہم میں مشغول ہو گئے۔ انہیں جب موقع ملا۔ سلطان کے لوگوں کو قید کر لیتے تھے اور ان کے ملک اور دیہات کو تہیں نہیں کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان عاجز آ گیا اور آخر کار اپنے تمام متبعین و فوج و غیرہ کے ساتھ قلعہ منگلور سے نکل گیا اور سوات کو چھوڑ دیا۔

وادی دریا سے سوات چھوڑ کر کے تاج ٹیپہ (خوارہ خیہ) گئے اس کے بعد پہاڑ کو عبور کیا جس میں چار روز تک گئے نہ بعد نیگ در سے چلے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ نیگ پہاڑوں کے درمیان ایک مقام (دوہ) ہے۔ یہ سارا علاقہ آبی پشیمہ در اور صبرہ در ہے اور بیچ کے دنوں میں چاروں طرف بھری مقدہ ہیں گھاس اور سبزہ ہوتا ہے۔ اس کے گرد و گرد (دوہ) کفار آباد تھے۔ سلطان اویس نے وہاں ایک شاندار اور مضبوط قلعہ تعمیر کرایا اور اس کا نام لاہور رکھا۔ جس کے ارد گرد کفار کے دیہات تھے۔ ان سب کو اپنے قریب میں لایا اور جیسے پہلے صاحب جاہ تھا اسی طرح پھر صاحب شوکت وہ سلطنت کا مالک بن گیا۔ در مدت دراز تک بادشاہت کرنے کے بعد مدنی عارف نے وفات پا کر وہیں مدفون ہوا۔ فیروز شاہ اور قزاقی نام کے دو بیٹے اس کی یادگار تھے۔ بڑا بیٹا فیروز شاہ ہاپکا پاشاں ہو۔ ایک روز قزاق شاہ سپر و شکار کی غرض سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا ہوا تھا کہ یوسف زئی اس میں آ گیا۔ ایک یوسف زئی نے اس کو تیر مارا وہ گھوڑے سے گم ہو کر گیا۔ یوسف زئی نے قزاق شاہ کا

دکھایا اور ناکرمان کچر کی خدمت میں پیش کر دیا۔ خان موصوف وقت خود یا طیل کی مہم کے سلسلے میں لکھا ہوا تھا۔ اور اس وقت اس کے لڑکے کے کنارے مقیم تھا۔ اس مہم کے حالات اپنے محل میں آئے۔ فیروز شاہ نے مدت دراز تک بادشاہت کی اور عمر رسیدہ ہو کر۔ فیروز شاہ کے بعد حکومت اس کے بیٹے سلطان ماہ کے ہاتھ میں آئی۔ سلطان ماہ کے بعد یوں اعلیٰ اس کا ہانشین ہوا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی پشتوں تک سلطنت اسی خاندان میں رہی۔ حاصل یہ کہ سلطان اویس منگلور سے چلا گیا تو سارا سوات مترادوی کے علاقے کے سوا یوسف زئی کے قبضے میں آ گیا۔

کہتے ہیں کہ یوسف زئیوں نے سلطان اویس کا سارا ملک سوات وال کے اندر اندر اپنے تصرف میں لے لیا اور سترہویں سال متروک کے عدتے کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے خلاف فوج کشی کی۔ مترادویوں کا ملک بڑا وسیع تھا اور دیہاتے سوات کی بھڑی طرف واقع تھا۔ دریا سے سوات منگلور تک شمال کی طرف سے کاشغر سے آتا ہے اور منگلور سے دریا نے پنجکوڑہ تک مغرب کی سمت میں بہا ہے۔ پنجکوڑہ سے پھر دونوں دریا ویدیا نے آگروہ اور اشغر تک سوات کی جانب بہتے ہیں۔ اس کے گرد و نواح میں گرجانا ہے مترادویوں نے جب یوسف زئی کی شکست کی خبر سنی تو سخت متحیر ہوئے اور اطراف و جواب سے اکٹھے ہو کر ہنگرام (بلوگرام) میں جمع ہو گئے۔ بلوگرام (بلوگرام) ایک قلعہ کا نام ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور نہایت مضبوط اور اونچا ہے اور چونکہ پہاڑ سے گھرا ہوا ہے اس لئے دشمن اس پر آسانی سے حملہ نہیں کر سکتا۔ اب حسن اپنے غزنیوں اور سپاہیوں کے ساتھ اس میں رہتا تھا۔

اور دوسرے لوگ قلعے کے باہر ارد گرد کے دیہات میں رہتے تھے۔
یوسف ذی کے لشکر نے کائیلیٹی میں ٹہرے ڈال دیئے۔ مترادویوں
کے تمام علاقے میں یہی جگہ ہموار بھی تھی باقی سارا ملک پہاڑی تھا
یوسف رتی ہر در قلعے کے قریب آئے، مترادوی بھی قلعے سے نکلتے
اور باہر سم ٹوٹی ٹوٹے۔ ایک دن کو رستم دار ابن حمد خدرونی منڈ
اپنے لشکر کے ساتھ چھپ کر گیا اور پہاڑ کے دیو چڑھ کر چوٹی پر قبضہ
کر لیا۔ مترادویوں میں سے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو
یوسف رتیوں کا عظیم لشکر قلعے کی طرف روانہ ہو مترادوی بھی صوبہ معمول
قلعے سے نکل کر مقابلے کے سامنے آئے اور جنگ شروع کی۔

ثوئی میں یہیں یانی بن اسکو باقی ذی یوسف ذی نے کی اللہ
عاجی شاہ نامی مترادوی پر ورد کیا اس نے کڑی لڑائی کا اس کا بھائی
کچھ دنوں پہلے مترادویوں کے ہاتھوں مار گیا تھا۔ لڑائی کے مترادوی
نے ہاں پر سر سے محمد کیا۔ نیزہ پانی کے در سے میں بیوست ہو گیا
پانی پیا تو زن و مشور نہ رکھ سکا اور گھوڑے سے گر گیا۔ پیر علی
ابن میرک نوری ذی علی ذی سے لگے بڑھ کر تلوار سے نیزے کے دو
شکرے کر دیئے۔ اس طرح آدھا نیزہ مترادوی کے ہاتھ میں رہ گیا
ور آدھا پانی کے در سے میں پھنس کر رہ گیا۔ اس کے بعد دونوں
لشکروں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ جب مترادویوں نے چوٹی
پر لوگوں کو دیکھا تو سہ اسیر اور پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور
قلعے کے اندر جا گئے۔ یوسف رتیوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ ہر
دو تین سال سے جنگ ہوتی رہی۔ اسی اثنا میں رستم در حد ذی منڈ علی
اپنے آدمیوں سمیت پہاڑ سے اتر گیا۔ پناہ گاہ اور خد قس قلعے کے
قریب تیار کیں اور تمام دی باہر ٹوٹے رہے جب ایک پہر رات گزر

لی مترادوی قلعے کے ایک طرف سے جہاں مٹی کا ٹورہ ہوئے کی
در سے حد ذی یا پناہ کھٹے جگہ پہنچی، نکل کر بھاگ گئے۔ ورسار ماں
اس طرح چھوڑ گئے۔ چند آدمیوں کو محض اس لئے قلعے میں چھوڑ گئے کہ
اس کو شور و غوغا اور ہا ہو کر لے رہیں۔ تاکہ یوسف ذی پر ہجھ سکے
مترادوی بھاگ رہے ہیں۔ اور انہیں ہدایت کر دی کہ صبح کیونف
وہ بھی بھاگ آئیں۔

الغرض تمام مترادوی رات کے اندھیرے میں بھاگ گئے جب
صبح ہوئی تو باقی ماندہ لوگ بھی نکل بھاگے۔ اور پہاڑوں میں گھس
۔۔۔ صبح کو یوسف ذی کو معلوم ہوا کہ قلعہ خالی ہے تو قلعے میں داخل
ہو گئے اور اُسے لوٹ پایا، اس قلعے سے بے انتہا مال و اسباب ان
کے ہاتھ لگا۔ اب مترادویوں کا سارا ملک بھی یوسف رتیوں کے قبضے
میں آ گیا۔

مترادوی مٹی برسوں تک پہاڑوں میں سرگرداں و پریشان پھرتے
رہے۔ بالآخر آہستہ آہستہ تمام مترادوی اگر اپنے اپنے مواضع
میں رہتے بن کر آباد ہو گئے۔ یوسف رتیوں نے سارا سوات پیرس میں
ختم کر لیا۔ اور سب اپنے اپنے حصے سے مطمئن ہو گئے۔ البتہ
ملک حسن اور اس کے متعلقات شرم و ذمات کے باعث جلد وطن
اور محنت کشی اختیار کرتے ہوئے پہاڑوں میں بستے رہے۔ جب
ملک حسن کا انتقال ہو گیا تو اس کے نقاب سے بھی یوسف رتی سے
واپسی کی جائزت کی التجا کی اور یوسف ذی کی رعیت کی حیثیت سے
ہمے ہم آمادہ ہو گئے۔ قلعہ بالا گرام (لوگ گرام) کی فتح کے بعد پورے
سوات پر یوسف رتی کا قبضہ ہو گیا اور کوئی ان کا امتداد و مقابلہ باقی
نہ رہا۔ اس طرح ستر تین سال میں سارا سوات بھی ان کے تصرف

میں لگیا، اس آباد میں یوسف زئی کے اکثر سردار جنہوں نے سوانہ کی مہم کا آغاز کیا تھا۔ در ہندائی جنگیں لڑیں تھیں۔ جسے ملک قوہ خان کو کے والد اور موسیٰ بن ابی اسکو ہانی رٹی اکورنی، در موسیٰ بن ابی اسکو ہانی نے اٹھان منڈر اور اس پائے کے دو سکر بڑے بڑے سردار وفات پا گئے تھے۔ ملک قوہ کی ذہر موضع تھا جسے میں بہت مشہور و معروف ہے۔ الشہر قمری دہ و جمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین۔

یوسف زئی قوم کی سرگزشت

باب (۴)

ملک دوآبہ میں گلیب نیوں کی آمد،
بابر بادشاہ کا کابل سے پشاور میں آنا
اور گلیب زئی کے دلائلوں پر اسکی چڑھائی

گلیبانی قوم کے جو لوگ کابل میں رہ گئے تھے۔ باہر سے ان کی سخت مخالفت شروع کی۔ ان کیلئے زندگی دشوار ہو گئی۔ اس سے انہوں نے گلیب کابل سے کوچ کیا اور یوسف زئی کے پیچھے آئے گئے مگر موسیٰ زئیوں کا قیدی جو یوسف زئیوں کے ساتھ عداوت رکھتا تھا وہ کابل ہی میں رہا اس وقت گلیب یوں کا سردار ملک بمرہ بن محبوب مثل خیل تھا جو بہت مامور، صاحب جاہ اور بابر بادشاہ کا بہت مقرب تھا، ملک میرے بن سلیمان لار رٹی، در ملک بھی بہت میرانی سردار بھی مشہور و معروف تھے اور دونوں کی ملک حمد ملک زئی رزٹ کے ساتھ رشتہ دار در قرابت بھی تھی۔ ان دونوں نے ہر اتفاق چھڑا مامور ملکوں کو ملک حمد کے پاس دوآبہ بھیجا اور ان سے کہا کہ ملک حمد سے اپنی تسکینگی و مصیبت زدہ زندگی ظاہر کرو اور بتاؤ کہ کابل میں زندگی دشوار اور جیب سرور ہو گیا ہے۔ اب آپ کے ہاں آئے ہیں آپ سے نیکی اور مہربانی

یہ موسیٰ بن ابی اسکو کی قبر دہگنی اور سٹاکوٹ کے درمیان ہے خان گھڑی سے بطرف مشرق ایک قریبی قبرستان میں ہے موسیٰ مسیحہ اس کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس وقت اس کی اولاد مواضعات کوٹ، ابوجہ سوانہ میں آباد ہے جو موسیٰ خیل کے نام سے یاد کئے ہیں۔ نیز موسیٰ بن ابی اسکو ہانی منڈر کی قریب قوہ کے متصل موضع تھا بمقام بختہ ایک سی واسطے میں واقع ہے۔ اس کی اولاد کوٹ، ٹوپی اور تحصیل ہری پور میں آباد اور اب بکر خیل میں موسیٰ خیل کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔



کے میدوار ہیں۔ چنانچہ یہ چند گلیانی ملک اپنے اہل دخیال کے ہمراہ ملک امینک احمد کی خدمت میں آئے۔ دراپنا حال بیان کیا۔ ملک احمد نے ان کو خوش آمدید کہا۔ درپڑتاک پیر مقدم کیا۔ در یہ کہا کہ یہ بہت خوب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی ہمارے پاس بھیجی۔ مطمئن رہو اور حاضر جمع رکھو۔ میں نے سارے دو آہ نہیں دیدیا ہے۔ حال اس میں آباد سوچا۔ رنگلیا یوں کے پرستار واس گئے۔ در اپنی قوم کو یہ خوشخبری سنائی۔ قوم اس سے بہت خوش ہوئی اور کابل سے کوآج کر کے کڑیہ (گنہ صاوم) کے رہنے دو آہ پہنچی۔ در ملک احمد، شیخ ملی اور خاں گجو کے والد ملک قزو سے ملاقات کی۔

دوسرے کے مطابق یوسف زریوں سے دو آہ رنگلیا یوں کیلئے عالی کر دی اور خود خوش و خرم دو آہ سے روم ہو کر ششہ پاد چھ گئے۔ دو آہ رنگلیا یوں نے آپس میں تقسیم کر دیا اور ہر شخص اپنے حق سے اس آہ ہو گیا۔ رنگلیانی دوسرا میں بڑے صاحب جمعیت اور آلودہ حال ہو گئے۔ آخر ششہ افغانی ایک در ملک احمد اور شیخ ملی ایک سو بڑے بڑے مامور ملکوں کے ساتھ ملک ہمزہ رنگلیانی کے دار دو آہ آئے۔ ملک ہمزہ کو پہلے سے ان کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس نے اس نے وہیں جگہ بنائی تھی۔ در عیشہ لگایا تھا۔ اور اس میں فرش پکھا کے تھے۔ پانک پکھا کر اس پر بسترہ در پشیمہ پکھا کر لکیر رکھا اور خود بھی بہت قیمتی اور نفیس لباس پہنے ہوئے بہت غرور اور تکبر سے بیٹھا ہو تھا۔ کسی سبب سے ملک احمد اس وقت پہچے رہ گیا تھا۔ اور دوسرے یوسف زری ملک پہنچے ششہ میں داخل ہوئے۔ در ملک ہمزہ سے ملے لیکن وہ اور یہ کہ در عورت کیلئے کھڑ نہیں ہو۔ ۷۰ در ناخداستہ بیٹھے بیٹھے ہر ایک سے ہاتھ ملاتا۔ آخر میں ملک احمد جبکہ میں داخل ہوا اور اپنے عزیز

سے ساتھ کہ در عورت کا پرستار ملک دیکھا تو آستے بہت عقدہ آیا۔ ملک ہمزہ کی حرکت اسے سخت ناگوار گوری۔ ملک احمد اُسے ہاوب باہر پکھا اس سے ملک ہمزہ سے عطا گور رکھا اور ۲ آہ ہند کہا کہ یہ وہ ناکس۔ وطن گلیانی ہیں خہوں سے کابل میں بھی ہمارے ساتھ نہ سلوک کیا تھا اب سر حیالی تمہارے شہید یہ بچے کئے پر پشیمان ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے دو آہ بیسا ملک ان کو دیدیا مگر معلوم ہو کر جلی خصلتی اور بعض دعوت اب بھی ان میں باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے میرے عزیزوں کے ساتھ بیٹھے بیٹھے ہاتھ ملایا۔ خیر اگر میں مرد ہوں گا تو اس کا پر غرور اس کے سر سے نکال دوں گا اور کابل میں کی ہوں ہر یوں کا بد سے دور گا۔

ملک احمد نے خفیض و غصب میں جو باتیں کہیں۔ ملک ہمزہ اور دوسرے رنگلیا یوں نے لفظ پر لفظ شنیں مگر کسی نے ہوں تک نہ کی۔ سب خاموش اور ہشیمان رہے۔

الغرض ملک احمد قہر و غصب میں وہاں سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے عزیزوں کو آواز دی کہ آؤ۔ رنگلیا یوں کی نیت ہمیں مہلوم ہوگی۔ چنانچہ سب ملک اسی وقت روانہ ہو گئے۔ رات ششہ میں سگڑاری۔ صبح اپنے گھر آئے۔ یوسف زریوں کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو ہر کسی نے آستے بہت بد محسوس کیا۔ در پھر رنگلیا یوں کے ساتھ دشمنی از سر نو تازہ ہو گئی اور کابل میں ان کے ساتھ کی گئی تمام راساں پھر ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور دس دس اسی کے ہارے میں سو پھنے گئے۔ پوشیدہ رہے کہ رنگلیانی ان دنوں کابلی بھیڑوں اور دنیوں کے ریلوے کثرت رکھتے تھے۔ ملک ہمزہ کے پاس جے شمار ریڈ تھے اس سے اس نے نام دھور

عرب آباد تھے۔ اس زمانے میں جب یوسف زیموں اور گلیپ یوں کے جو
 سوداگر سہارن پور آئے تھے ہائے تھے وہ نیل پ (در پائے سدھ) سے پار
 ہو کر حانظہ اور سنیاہ سے ہوتے ہوئے سرخ ورنی (نڈہ مینہ) کے مقام
 پر دریائے لنداکو پار کر کے موضع کلپاڑی کے راستے آتے، اس کے
 بعد کہیں اپنے گھم وں کو جاتے تھے۔ دلاڑک اُن پر ڈاکہ ڈالتے، اور
 دست درازیاں کر کے تھے اور اگر انہیں سوداگروں پر ڈاکہ ڈالتے، اور
 انہیں ہونے کا موقع نہ ملتا تو یہ رہبرنی کرنے۔ یوسف زنی کے ساتھ
 مسٹر نیل محالوت اور ہنسی کرنے تھے۔ مزید برآں یہ سبب بھی تھا
 کہ ملک بہو یا خور میں یوسف زنی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس سے پہلے
 دلاڑک کے حالات میں گزر چکا ہے۔ ان حالات کی بنا پر مسٹر
 حسم جیل کے خلاف شکریہ کی کا فیصلہ کیا گیا۔

اس فیصلے کے بعد بادشاہ نے شکر کے ساتھ داک کو موضع کلپاڑی
 کے قصبہ سے روانہ ہوا۔ اس سفر کے دریا کو عبور کر کے حصار بھول پہنچی
 در صبح صادق کے وقت کلپاڑی ندی کے مغربی طرف واسے حسم جیل
 کے گاؤں پر حملہ کر دیا۔ گاؤں میں شور و غوغا ہوا تو ندی پار کے مشرق
 گاؤں میں بھی اُٹھ اُٹھ گیا۔ سب سے پہلے یہ شور و غوغا مسرتیل کے
 مائی گوری سردار ملک چن شاہ نے سنا لیکن اُس نے یہ جیسا کیا کہ
 نئی یہ کون شہ یا چیت ندی پار کے گاؤں میں گھس آیا ہے۔

اس زمانے میں کلپاڑی کا علاقہ نرکل اور ہانس کا گنہی نا جنگل
 تھا۔ سارے علاقے میں نرکل ہی نرکل تھے جس میں بے شمار
 آدم خور چلتے رہتے تھے اور آدمیوں کو اٹھا کر لے لے تھے، اسی طرح
 گھنٹہ سے بھی بکرت تھے۔

ملک بہو شاہ نے فوراً نذرہ، دوا دار سنبھالی اور گھوڑے پر

۱۔ سو کر نکل کھڑا ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس کے گھوڑے کا نام نکل یاد نام
 تھا وہ بہت بہترین گھوڑا تھا، گاؤں والوں سے کہا کہ فوراً میرے
 آؤ دیر نہ لگاؤ۔ ملک جہاں شاہ حقیقت حال سے نکلے خیر
 صاف اُسے یہ پتہ کہ باہر سے حملہ کیا ہے جب وہ اسے گاؤں سے نکلا
 ۱۰۔ اُن کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ فوج ہر طرف سے گاؤں پر چڑھ رہی
 ۱۱۔ قتل و غارتگری اور قید و بند کا بازار گرم ہے اور بادشاہ گاؤں کے
 میں وسط میں کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی ملک جہاں
 ۱۲۔ مے لگائے اور پکارا کہ سے عمر جیل بیدار ہو جائو اپنے ماموں کی
 مخالفت کرو اور مردانگی کے ساتھ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اس کی ہاں
 ۱۳۔ ہر لوگ جنگ اُٹھے اور کھڑے جنگ پھر گئی مگر زبردست لڑائی دو
 ۱۴۔ ماہوں میں ہو رہی تھی۔ ایک مہینہ گاؤں میں اور دوسری ملک
 ۱۵۔ جہاں شاہ کے گاؤں کے متصل پل کے دھننے پر، تھوڑی دیر میں ملک
 ۱۶۔ جہاں شاہ کے گاؤں سے ملک بھی پہنچ گئی مگر دوسرے گاؤں میں ملک
 ۱۷۔ چیکا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ پل پر مفلوں لے پہنچے ہی قبضہ
 ۱۸۔ کر لیا تھا۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں موضع کلپاڑی میں ندی کا پھاسٹ
 ۱۹۔ ہو چکا تھا جیسا کہ اب ہے۔ آدھ وقت کے بعد حسم جیل نے اس
 ۲۰۔ پل مار لیا تھا۔ اُن تمام میں یہاں کے ہانس بہت سے، موٹے
 ۲۱۔ اور صحت ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایک ہانس سات سات
 ۲۲۔ کر رہتا تھا۔ اِکھاصل صبح صادق کے وقت سے عصر کے وقت
 ۲۳۔ اُکھسان کا رن پڑا اور اس پار کے گاؤں کے تمام مرد قتل ہو گئے
 ۲۴۔ اور عورتیں قید ہو گئیں اور مال و متاع سب غارت ہو گیا۔ عصر کے
 ۲۵۔ دوپہ اس پار کے گاؤں کی طرف سوئے ہوئے حسم پل پر پہنچ کر دیکھا

کہ سنگ ابھی تک ہودہ ہی ہے۔ اس پر وہ اپنی فوج پر گرجا کر کہہ اٹھتا ہے کہ
میں مشتاقی پر نہیں سکتے۔ اہوں نے کہا کہ یہ لوگ بڑے متاثر ہوا
تیر اندر اور بہادر لوگ ہیں۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اس نے ان کو
پہنچے دھکیلنے اور گاؤں میں داخل ہونے کا امکان نہیں ہے۔ بادشاہ
نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور خود پار چلا گیا۔ اسی کی متابعت میں سارا لشکر
بھی گھوڑے دوڑا کر پار اتر گیا اور تیر پر سارا شروع کیے۔ درلک نے بھی
مہابت یا مردی کا ثبوت دیا۔ سارا دن لڑتے لڑتے بے دم ہو گئے تھے
تیر کھاکھا کر جسم چھلی ہو گئے تگر ہی جگہ سے نہ ہٹے۔ سب وہیں جا کر
گئے۔ باوجود اسے اس گاؤں میں داخل ہو کر اسے بھی خوب تباہ و برباد
کیا، لیکن مال و مویشی حور ہیں، بچے دن ہی کو نکل کر سوار کے پہاڑ
میں گھس گئے تھیں نے سلامت رہ گئے۔ گودہ نواح کے دو سکندر نواح
بھی خبر پاتے ہی بھاگ گئے کوئی عسکر نہیں کی مدد کو۔ آسکا ہر کسی
کو اپنی جان کے لئے پیچھے ہونے لگے۔

اس زمانے میں سارے کپاٹری اور اس کے مضافات میں دنیا
لڈا کے کنارے اشغر، شہباز گڑھ، کٹمار، شیردرہ، پنجگاہ اور سندھ کوہ
کے دامن میں، درہنہ تک ورنہ یا سارے سندھ کے پار دونوں ہزارہ اور
اور کورنٹ ہزارہ، ترمذ، لڑیکوٹی، سنگوٹی، درہنہ، سنگ ورساوی
وادی و نواح میں درلک ہی درلک آباد تھے۔ بڑی عظیم و کثیر حاکمیت
تھی۔

درلک کی ایک خاتون مسماۃ شاہ پورنی کا واقعہ اور اس کی بہادری

واقعہ ہے کہ اس واقعہ میں ایک عجیب و غریب تفسیر پیش آیا۔

۱۱، پورنی نام کی ایک عسکر خیل درلک خاتون تھی جو رستم عسکر خیل کی
اور عبدالرحمن عسکر خیل کی بیٹی تھی۔ یہ دونوں بڑے نامور عسکر خیل
تھے۔ شاہ پورنی حسب حالت صغیر سنی سے نکل کر پورنی گئے تھے اور وہاں
ہوئی تو اندر پاک نے اس کے ذہن میں مرد نہ پاس داسج کر دیا۔ اس
نے وہ مردوں کا لباس پہنتی تھی اور بچہ ہواؤں کے ساتھ چھرتی۔
درلک کے کھٹکے ہواؤں کے ساتھ محافل و مجالس میں بٹھتی۔
گھوڑے کی سواری کرتی، مکر بند باندھتی، تیراندازی کرتی، نشانہ بازی کے
نہر کھیل (مومنہ) میں حصہ لیتی اور شہنشاہ مارتی، شاہ سواری میں
اور اب تھی در سخت کمان استعمال کرتی تھی۔ کسی چیز جس کا تیر نہایت
علاقہ ہو کر اور پورنی میں حاضر ہوتی۔ درلک کے ہواؤں دے
(احدہ العیش) کی سالہ تھی، چونکہ اردو درجی زندگی پسند نہیں کریں اس
لئے عورتوں کی صحبت سے بھی نفرت کرتی تھی۔ اس کے سامنے کون
اس کی شادی کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ شوہر کے نام سے ہی بڑی
میں گویا یہ نام اس کیلئے پیغام موت ہے۔ پاکدامن تھی اور مردوں سے
صوت میں اس کے لسانی جذبات مردہ ہو چکے تھے۔ مال و دولت اور
سارے شوقیت بہت زیادہ رکھتی تھی۔ بہت سے قدم اور کیم بہت
رہی تھی۔

ایک دن اس کے چند غلام فرار ہو گئے۔ یہ اپنے چند رشتہ داروں
سے ساتھ ناکے تعاقب میں نکلی۔ رستے میں مختلف مقامات پر اس
نے وہ دو آدمی فلاحوں کو پکڑنے کی غرض سے متعین کئے درلک
مجھ یہ بھی رستم نامی ایک رشتہ دار کے ساتھ رات گزرتے کیلئے بٹھ
گئی۔ رستم ایک خوب رو اور دولت مند جوان تھا۔ دونوں نے آپس
میں ملے کہا کہ رات میں سے اس ملے دونوں ہادی پوکیلدی کریں گے

چنانکہ پہلے رستم سو گیا اور یہ جاگتی رہی ۔ پھر جب رستم جاگ اٹھا تو
 یہ سو گئی ۔ اس وقت رستم پر نفسانی خوشی نے غلبہ کیا ۔ شیطان نے
 اور علیہ اور اس نے ارادہ کیا کہ شاہ بوڑھی پر ہاتھ ڈالے اور رستم کا
 بوسہ لیکر اُسے اپنے ساتھ ہذاں کرے ۔ اس نے سوچا کہ شاید اس طرح
 وہ اس کے ہاتھ آجائے مگر ساتھ ہی اُسے اس بات نے ڈرایا بھی کہ
 اگر اس اثنا میں اس کی آنکھ کھل گئی تو یہ جان سے مار ڈالے گی ۔ اس نے
 اس کا سہمہ ، تلوار وغیرہ اٹھا کر دور کہیں چھپا کر رکھ دیا اور اپنے گھوڑے
 پر بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا ۔ غرض کہ کچھ طرح تیار کر کے بعد آپ شاہ بوڑھی
 کے دربار پر پناہ رکھ کر یہاں سے دور سے کانا کر رستم کے واسطے اس کے
 دربار میں گھس گئے اور زعم سے تون پہننے لگا ۔ یہ نیند سے یکدم بیدار
 ہو گئی اور تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر تلوار فائب تھی رستم اس اثنا
 میں تیزی سے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا اور اس خوف کی وجہ
 سے اپنے گاؤں میں نہ گیا ۔ بدلت بھر اسی جگہ شرمندہ بیٹھی رہی ۔
 صبح کو یہ ستر ہزار و فوج اور بادوں خواستہ اپنے گھر چلی ۔ اس کے دربار
 میں اس رات کا پورا پورا جوگ ۔ اُس نے شرم و خجالت سے گھر سے باہر
 نکلتا چھوڑ دیا ۔ دن رات رستم کے قتل کرنے کی فکر میں غلطیاں پرچیاں
 تھیں ۔ بالآخر اُس کے دل میں یہ بات آئی کہ اب اگر میں رستم کو قتل
 کر دوں تب بھی یہ داغ تو مٹ نہیں سکتا جو مجھ پر لگ چکا ہے اور
 اگر اس کی مدد میں کسی اور سے شادی کر لوں تب بھی یہ داغ نہیں مٹ
 سکتا ۔ اس نے بہر یہی سہ کہ رستم کو اپنا شوہر ماناں تو یہی رستہ
 در اور خوب صورت ہوا ہے ۔ اس نے اپنا یہ خیال اپنی ماں اور باپ
 پر ظاہر کر دیا ۔ انہوں نے فوراً اس کی شادی کا بندوبست کر دیا مصل
 آٹھ فی ہونی اور گائے گائے گئے ، شہسایاں بھیجیں ، اسے مدد پاس پہنایا

۱۔ چڑیاں گوندھی گئیں اور اس طرح شاہ بوڑھی کی رستم سے شادی سے
 ۲۔ اس کے بعد وہ پردہ کرنے لگی اور گھر کی چار دیواری میں بند رہی
 اور گھوڑا در تمام اسٹھ تیر کہاں وغیرہ ہمیشہ اس کے پاس رہتا تھا ۔
 ۳۔ اس سے الگ نہیں کرتی تھی اور اپنے شوہر کے ساتھ ملگ میں
 ۴۔ سرتک ہوتی تھی البتہ چہرے پر عتاب ہوتا تھا

جس دن بادشاہ نے یہ سچ سچا ہونی کی رستم بہت بیمار اور ٹھنڈے
 اٹھتے تھے بھی یہ چار تھیں ۔ عجب گاؤں دے شکست کھائے تھے اور
 ۵۔ رستم نے کہا کہ معلول کا شکر گاؤں پر چڑھ گیا ہے مثبتہ عمر خسل
 ۶۔ اٹھنے لگا ہوا ہے ان میں مقابلے کی تاب نہیں اب تک بھی اٹھتے
 ۷۔ یہاں سے نکل چلیں میں آپ کے پیچھے پیچھے چوں گی ۔ اگر کوئی
 ۸۔ صاحب میں آیا تو میں اُسے ٹٹ سوں گی آپ فکر نہ کریں ۔ رستم نے
 ۹۔ کہا کہ مجھ میں تو حرکت کرے کی طاقت بھی نہیں ۔ میں کیوں کر جاتا
 ۱۰۔ ہوں البتہ تم چل جاؤ ۔ شاہ بوڑھی نے کہا کہ حسب آہ نہیں جاسکتے تہ
 ۱۱۔ میں آپ کو پھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں ۔ پتا چلے اس نے شوہر کی چاروں
 ۱۲۔ اس کو پھیر کے اندر ڈال دی اور تلوار کرے ۔ اندھ کو کہاں ہاتھ میں
 ۱۳۔ تلوار چیر کے دروازے میں بیٹھ گئی اور تیروں کا گٹھ سٹھ رکھ دیا
 ۱۴۔ اب شکری اس کے دروازے کی طرف بڑھے گئے تو اس سے یہ
 ۱۵۔ دروازہ دھکے اس کا کوئی تر حط نہیں جاتا تھا ۔ جس کو یہ مارتی
 ۱۶۔ اس کی مدد تو نہ کر سکتے میں یہی سرت رہ جاتا تھا ۔ اور دم کے دم
 ۱۷۔ وہ دم توڑ دیا تھا ۔ اس پر منلوں میں کھینچ کر لگتی کہ اس
 ۱۸۔ ہم میں کوئی جلا ہے جس نے تباہی بھلا دی ہے ۔ بہت سے
 ۱۹۔ کہ ہر طرف سے بکرا کٹھا ہو گئے ۔ پھر کو محصرے میں سے
 ۲۰۔ اور ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کر کے اُسے چھلی کر کے رکھ دیا ۔

جب اندر سے پیراٹا بند ہو گئے تو لوگوں نے اندر جا کر دیکھا کہ ایک عورت کی نعش پڑی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر سب لوگ متعجب ہو گئے کسی نے اس واقعہ کی اطلاع بادشاہ کو دی۔ اس نے فوراً قاصد بھیجا اور خیرہ رسا کہ اس عورت کو قتل نہ کیا جائے سے زندہ پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ مگر جب بادشاہ کا قاصد پہنچا تو اس کی روح قبضِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ساتھ ہی اس کا شوہر بھی مار گیا تھا۔ بادشاہ کو جب شاہ بوڑھی کے بارے جاننے کی اطلاع ملی تو اسے بہت غصہ ہوا۔ اس نے لوگوں کو بہت مدد مت کی اور کہا کہ ایسی بہادر عورت کو مرد نہیں مار گئے۔ چاہیے تھا کہ اسے زندہ پکڑ کر لے آئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ اس دور سے تیر مارتی تھی کہ مردہ کو توڑ کر پینے سے پار ہو جاتا تھا۔ ہم یہ سمجھے کہ کوئی مرد ہے۔ اس نے انہماک سے اسے قتل ہو گئی۔ بادشاہ اور اہل شہر نے اس کی بڑی تعریف کی اور اس کی بہادری اور شہر سے اس کی محبت اور مدد کا دی پر آفریں کہی۔ اس کے بعد جب بھی بادشاہ کے حضور میں عسکر خیل پر حملہ کا اکر آتا تھا۔ بادشاہ عسکر خیل کی تہی عت کی خصوصاً شاہ نوری کی تعریف کرتا تھا۔

اللہم عقر بہا و جمع مسلمین و امنہات

اندھ حضرت تک لڑائی جاری رہی۔ دونوں گافوں کے بیشتر لوگ قتل ہو گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے شکست خوردہ دلاک کے تعاقب میں شاہ ہارنگویش کا رخ کیا۔ وہ گڑھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ نو دس میل تک ان کا تعاقب کیا ہو گا کہ رات ہو گئی۔ جس جگہ اس نے رات بسر کی تھی اس مقام پر سنگر کوٹ کا قلعہ ہے۔ جسے بعد میں اورنگ زیب بادشاہ نے بہایا تھا۔ اور اسے صاحب خان بن مہدی خان

اور اس خیر امت نوری یوسف دینی سے مسما کیا تھا۔ اب اس مقام کو اب دینی کوٹ اور اسماعیل دینی کوٹ کہتے ہیں۔

العرض اس واقعے کے بعد ملک سرمدال سے بڑی غرت پر سید کوئی۔ بادشاہ اس پر بہت مہربان ہو گیا۔ یہ ابھی جون اور عقل و تدبیر میں دانت تھا۔ سرمدال اپنے لشکر اور تمام اہل معان کے ساتھ بادشاہ کے لشکر سے کچھ فاصلے پر مقیم ہو گیا۔ جب رات گزر گئی۔ وہ صبح ہوئی اور لڑائی اور ایسا زنی کے درمیان کسی باب پر سنگڑ ہو گیا۔ عانیہیں سے لوگ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور ایک جنگامہ برپا ہو گیا۔ بادشاہ کے لشکر میں بھی یہ شور مچا گیا۔ بادشاہ سے لوگوں کو سنگ پر کمر بستہ دیکھا تو بہت زندہ ہو گیا اور یہ سمجھا کہ شاید پختونوں نے فریب دیکر اس مقام پر اپنے لوگوں کے درمیان لاکر پھنسا دیا ہے۔ اس نے فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ خیرہ کی نیت سے تیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔

ملک سرمدال نے بادشاہ کا یہ اضطراب دیکھا تو سمجھ گیا کہ بادشاہ کے دل میں بہادری طرف سے ہر گمانی پیدا ہو گئی ہے اس نے وہ دیکر آیا۔ بادشاہ کو سلام کیا۔ اور کہا کہ بادشاہ سلامت آپ پر سے بالکل خطرہ محسوس۔ فرماتیں۔ آپ ہمارے بادشاہ ہیں۔ آپ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ تشریف فرما رہیں۔ ہم پختون ہیں اسی طرح تھکتے اور لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں یہ ہمارا قومی شعار بن گیا ہے۔ آپ تڑد نہ فرماتیں۔ ہم ابھی تھاکر معطلہ رعب دفع کر کے ان کے صلح و صفائی کر دیں گے۔

اس کے بعد بادشاہ مطلق ہو کر کھڑا ہو گیا۔ دل سے خطرہ نکل گیا۔ ملک سرمدال گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا ہو گیا۔ دونوں لشکروں

کے درمیان پہنچی۔ طرفین ہاتھ میں ڈھالیں پکڑے ایک دوسرے پر
تیرہ سو مارے گئے۔ ملک سر ہال ڈرہ پہنچے، سو کے نہیں تھے۔ دریش
کو آواز دی اور ہاتھ اٹھا کہ کہا کہ بیس کرو۔ تیرا انداز بند کرو مگر میں
اسی دھمک ایک تہہ اس کی طرف سے اگر اس کو لگا وہ نہ گئے ہی
گزر گیا۔ سب طرفیں ہیبت زدہ ہو گئے، وہ جیروں پریشان کھڑے سے
کھڑے رہ گئے۔ بادشاہ کو حالت سے آگاہی ہوئی تو وہ بھی بے حد
سراسیمہ اور غلگلیں ہو۔ ملک سر ہال یہ ہوش بڑا ہو تھا۔ کچھ دیر کے
بعد اس سے نکلیں کھوئیں لوگوں کو پہچانا اور دریافت کیا کہ یہ کون
کہاں ہیں، کسی نے کہا کہ یہیں جیروں پریشان اور مستردہ کھڑے
ہیں اور بادشاہ بھی متفکر اور متحیر کھڑے ہیں۔ ملک سر ہال نے کہا
مجھے ڈیرے پرے چلو اور طرفین کو ہال بلاؤ۔ چنانچہ اس کے بعد اسے
ڈیرے پر بھیجا گیا وہ آواز کی سادے سردار جاکو حاضر ہو گئے۔ مارا
اس نے آواز کی سے کہا۔

”سے طرفین الیاس زئی کی۔ منت۔ تھی کہ مجھے ڈکھ پہچانی
لیکن میری تقیر میں اس طرح دکھا ہو تھا۔ اب میری لہجہ د
وصیف منہ کہ میری نیات میں دونوں فریق ایک دوسرے سے گلے
مط اور بدی کو اس سے نکال دو، میرے معنے میں کسی سے تحریف
نہ کرو، ورنہ تم صبر و ضبط نہ کر سکو تو بوسف اور منہ کے چند سرداروں
کو بٹھا کر آپس میں مشورہ کرو میرے باب میں وہ جو نیک صلاح
ہیں اس پر عمل کرو اس سے زیادہ الیاس زئی کے ساتھ بدی نہ کرو
آواز کی کے سرداروں سے ملک سر ہال کو بھی آواز کی بوسف
سے کہا کہ تو آپ کا حکم ہوگا ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اس کے بعد
ملک سر ہال سے الیاس زئی سے متوجہ ہو کر کہا کہ بھائی اب آپ

۱۔ دوسرے میں جاتے ہیں اس پر الیاس زئی اٹھ کر ڈیرے میں
۲۔ ملک سر ہال پر حالت غریب ظاہری ہو گئی اور اس کی روح پرورد
۳۔ بادشاہ اس وقت تک کھڑے رہا جب ملک سر ہال کی روح پڑا
۴۔ زئی۔ بادشاہ ملک سر ہال کے انتقال کے بعد جہد حائف اور ہتوس
۵۔ تمام لوگوں پرستہ اس کا عتبہ اٹھ گیا اسی وقت وہاں سے آتھر
۶۔ روح کی آتھر سے گزر کر دوسرے آیا اور ملک ہمرہ کے ہاں اتر گیا اور
کے دل میں جو اعتراض و منہ لب تھے وہ سب کے سب الیاس زئی سے
۷۔ ملک ہمرہ۔ بادشاہ کی خدمت اور مہمانی کے پورے دشمن اور
۸۔ ہال ہی دیا۔ بادشاہ کی خدمت میں بڑی پیش کشیں۔ مارا
۹۔ الیاس سے وہ بھی عر و مصعب سے سر فز کیا گیا۔ اس کے بعد
۱۰۔ بادشاہ دوا سے رو۔ ہو کر کابل چلا آیا۔ بادشاہ کو روح بخشی
۱۱۔ مولوی دکارا اور دہلوی کی تصنیف ”تاریخ ہندوستان جلد ۱۰ اہلی
۱۲۔ اکبری“ ۱۳۔ میں یوں درج ہے کہ۔

سندھ ہمارے شمال مشرقی قوموں کے مطیع بنانے میں
ات گشت کی۔ بن میں سے بعض قوموں کے تاج بنانے میں کامیا
ہو۔ مگر وہ بوسف زئی قوم کو مستوجب کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ نہ
۱۔ سب و آئینہ کی تدبیروں سے اس کو پہنچے بس میں لاسکا اور شاہ اس کے ملک
۲۔ اس سقہ پر بس تک اس کی رسائی ہوئی سخت غارتگری اور
۳۔ سردی سے قلع تاب ہو
۴۔ مشہور فلسفین لکھتے ہیں کہ۔

”منا ظاہر ہے کہ باہر کسی وقت بھی اس قبیہ (بوسف زئی) پر یہاں
دفع جاملے میں کامیاب نہ ہو اور انہیں ہمیشہ اپنے پیچھے پہاڑوں میں
بوت جائیکے موقع حاصل رہے۔“

یوسف زلیٰ قوم کی سرگزشت

باب (۵)

گلیا نیوٹ اور ملا جوٹ کے دیکھیاں جنگ

جب ملک سرابال بن گیا، وہیں زلیٰ قومہ زلیٰ اکوری کا نکال ہو گیا تو لباس زلیٰ کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا اور وہ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ موشہ کا ستھار بھی اٹھ چکا تھا، اس سے وہ بھی کوچ کر کے دور چلا گیا۔ اکوری نے ملک سرابال کی منت (بشارت) کو اس کے گھر سنگا و پہنچا دیا۔ دواک بوفورہ سو گئے تھے نوٹ کو اپنے پیسے و بہت میں آباد ہو گئے۔ مگر گلیا نی کا گاؤں بُری طرح تباہ ہو چکا تھا لوگ جنگ میں کام آگئے تھے۔ عورتیں درجہ بندی بناتے گئے تھے۔ مال و اسباب نوٹ بیایا تھا۔ موشی مریکھ گئے تھے۔ کچھ لوگ جو مال موشی در عیال و طفل کو لیکر بھاگ گئے تھے وہ واپس نہ آئے گاؤں میں آباد ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد فقیرہ عسریں نے جگر کیا پھر بڑے بڑے سپردار مل کر ملک احمد کے پاس سداپ گئے اور اس سے کہا کہ:

”ملک ہمزہ گلیا نی نے بادشاہ کو کامل ستے سے آیا، اور بے خبری ہم پر چڑھا دیا۔ ہمیں اس کے ہاتھوں قتل کر دیا، اور تباہ و برباد کر دیا“

ملک احمد کو اس سے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ ملک سرابال کی موت کی خبر بھی سن چکا تھا۔ اس نے ان سے کہا کہ ملک ہمزہ نے بدی تمہارے ساتھ نہیں میرے ساتھ کی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہی بادشاہ کو کامل سے لایا، اور تم پر چڑھا یا ہے مگر اس کا اصل مقصد ستانہ میں تھا۔ وہ فی الحقیقت مجھے اپنا زور دکھانا تھا، جس جو ہوا سو ہوا سب سے خاطر جمع رکھو اور جا کر اپنی قوم میں جنگ جاد میں چند دنوں میں برقرار رکھو۔ تم بھی وہاں آ جاؤ، وہاں ہمارے مدد و مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کریں گے۔

عسریں رخصت ہو کر اپنے گھروں میں واپس آ گئے۔ جبکہ دنوں کے بعد ملک احمد شیخ علی وغیرہ یوسف زلیٰ کے ملک صاحبان کو زلیٰ کے پاس سے گئے اور ملک محمود و ابن یحییٰ علاء الدین زلیٰ کے ملک سرابال کی تشریف کی، اور ان سے کہا:

”انہم کہاں اور باہر کا دربار کہاں؟ ہم کوں تھے کہ مجھ سے پوچھے ہو؟ صلاح و مشورہ کے بغیر بادشاہ کے پاس گئے اور ملک ہمزہ گلیا نی جیسے آدمی کے فریب میں آ گئے جو قدیم الایام سے ہمارا دشمن ہے۔ اس کے ساتھ لشکر کر کے عسریں کو تباہ و برباد کر دیا، اور ملک سرابال جیسا عرب کھو دیا“

اس کے بعد بنو تباہ۔ سب کو ہمارے اکٹھا کیا اور عسریں بھی آ گئے۔ پیس میں ترکہ کیا، اور ایک دو سو سے دعوہ کیا کہ جو تمہارے دشمن ہے وہ ہمارے دشمن ہے۔ میں سے خشتی کا ٹنگ چھوڑ دیا، حادثہ اس پر نہ ہو سکتا تھا کہ

اور ان سے اپنا انتقام لو۔ اس فیصلے کے بعد عسرخیل اپنے گھروں میں آئے اور لشکر جمع کرنے کے فکر میں لگ گئے۔

چنانچہ عسرخیل دلاک کے بعض سربراہوں کو وہ ملک دیہا سندھ کے پار کے علاقے میں گئے۔ وہاں سے لشکر لے گئے۔ تناشکر آگیا ہوئی جس کا کوئی عداوت نہ تھا اور پھر جیست، جتھالی سے دو تارہ کی طرف کوچ کیا اور سرخ ڈرنی کے مقام پر وہاں کے سردار کو کے پشاور آگئے۔ پشاور میں بھی سب دلاک آکر گئے۔ اسی طرح سب کے سب اکٹھے ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ جب دلاک کا لشکر دو تارہ کی طرف روانہ ہوا اور ملک ہمدان سے میر فتح خان بن موسیٰ بائی ڈرنی، کورنی، یوسف ڈرنی اور دی بن پوریل بن فخر الدین مٹھے ڈرنی، دوس ڈرنی، علی، علی، یوسف ڈرنی کو خطوط بھیجے کہ میں تمہارا بھائی ہوں، خنی، رشتہ کے شکر، اور ہمارے کام خیال رکھو، لشکر نکری میری مدد کیجئے یہ سچ ہے۔ ہمدان نے یہ دواں جو اس زمانے میں زیریں سمہ میں مقیم تھے۔ خنی، رشتہ کی عزت و ناموس کے نام پر ملک ہمدان سے صلح و ستورہ کے اور پوچھے بغیر اپنے ہم منصب کی ایک تعداد کے ساتھ جن میں سے ہر ایک نامور سپہ سالار تھا۔ چل کھڑے ہوئے اور اشنمشر کے راستے دو تارہ پہنچے گنگانوں کی عورتوں کے، ان کی آمد کی خوشی پر گانے گائے اور شکر کیا، دیکھا، دری نے میر فتح خان سے پوچھا کہ یہ ہمدان کس بات کا لشکر لے کر ڈرنی میں فتح خان نے جواب دیا کہ آلودہ۔ ہمدان سے ہمدان سے مراد خون ہے جو ہم پر چھوڑ کر ڈرنی میں۔ ملک ہمدان نے میر فتح خان کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ پہلے آپ صرف یوسف ڈرنی کے سردار تھے اب آپ سارے خنی، رشتہ کے سردار ہو گئے۔ ہم نے بھی آپ کو اپنا سردار بنایا، آپ

یہ سردار ہی مبارک ہو۔

میر فتح خان ایک مامور اور سپاہی آدمی تھا سخاوت شہادت اور دولت میں اپنا تابی نہیں رکھتا تھا، آباء و اجداد سے صاحبِ عزت اور سربراہانِ مہرہ شخص تھا، اس کے ہاں ہمیشہ ولایتی عایقے پہنچے رہتے تھے۔ ابوج و اقسام کے کھانے پکے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس کے میمان ہونے لگے۔ سارے یوسف ڈرنی کا مان تھا اور عوام اس کو سلام کرتے تھے اور اس کے بعد بھی اس کے خیل خاتے میں دوسرا نامور خواہن اور سردار گوردے ان کی بھی اسی طرح عزت اور ان کو بھی اسی طرح سلام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہارا خان سردار ہو گیا اور ہارا خان کے بعد ظریف خان کے جیسے میں سرداری آئی اور اس کے بعد محمد فانی، خان بن گیا۔ علی بن القیاس درجہ بدرجہ تمام یوسف ڈرنی ان کے لشکار اور منطرح رہے۔

دادی کا اصلی نام اللہ دہ تھا، اس کے باپ دادا قوم کے شجاع ترین اور صاحبِ مرتبہ تھے۔ چنانچہ پوریل کا خاندان ہوا اس وقت پوریل سے مشہور ہوئے اپنی بہادری کیلئے ساری خنی (خشی) قوم میں مشہور تھا کہتے ہیں کہ جب میر فتح خان اور دادی سواروں کی جمیعت کے ہمراہ اشنمشر کے راستے دو تارہ کی طرف جا رہے تھے اور مشہور و معروف حصار اشنمشر نامے ملک پہنچ چکے تھے تو اس طرف سے نا مندرگرا بیل سرداری کا فرزند سرگین ملا۔ سرگین بیٹے حد نو مصورت نوبان تھا۔ شادی کر کے واپس لوٹ رہا تھا۔ دہن کی ٹوٹی اور برقی ساتھ تھے میر فتح خان اور دادی نے اس سے کہا کہ ہم تو خنی (خشی) کے ماموس کی خاطر اشنمشر کی حد میں دو تارہ جا رہے ہیں کیا تم ہم سے ساتھ چلو گے سرگین نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ چوں گا، ڈووی، رات کے ساتھ

گھر بھیج دیتا ہوں۔ اگر زندگی رہی تو گھر لوٹ آؤں گا اور اگر جنگ میں کام آتا تب بھی کوئی پروا نہیں۔ پتا چھڑ کر گئیں سنے ڈوہلی کو گھر بھیج دیا اور خود ان کے ساتھ دو آسے چلا گیا۔

گلگانی پھر اس مرتبہ بھاگ کر کدول خیل و مغل خیل کی طرف پناہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور ماں مویشی، بیٹھڑ سکری سب کچھ لے گئے تھے۔ تمام شکری یہہ ڈری میں مقیم تھے۔ یہہ ڈری دو اکہ میں ایک مشہور و معروف جگہ ہے۔ ملک ہمنہ نے وہاں ایک بہت بڑا شامیانہ کھڑ کر دیا تھا جس کی شان و شوکت، مہروں جیسی تھی دوستوں ملکوں نے بھی اپنے اپنے مقصد کے مطابق چھکے کھڑے کئے تھے۔ گلگانیوں کو کابل سے آنے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا ابھی ان کی موجودگی کا اندازہ اور ساز و سامان کو چہلوں کا سا تھا محسوس ہوتا اس وقت تک کامہ (سنگرھار) میں کہا جاتا تھا۔ ملک ہمنہ نے ان سے مدد و معاونت مانگی تھی اس لئے محمد زئی کا لشکر ان کی مدد کیلئے بھیج گیا۔

مغربی گلگانیوں کا بھی عظیم لشکر جمع ہو گیا تھا۔ جس میں زیادہ تر سوار اور باقی پیادے تھے۔ ایک ہزار سوار تو صرف گلگانیوں کے تھے۔ جو سب کے سب عراقی گھوڑوں پر سوار اور سہ سے یہ تک رہوں میں عرق تھے۔ دلاک کا لشکر جمعیت تمام کے ساتھ پشاور سے روانہ ہو کر گل سید گاہ اور دریا کے پشاور سے پار اتر کر سیدھا یہہ ڈری گیا جہاں سے گلگانیوں کو ان کا لشکر دکھائی دیا۔ دلاک نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ گلگانیوں کا لشکر بھی مقابلے کیلئے میدان میں نکل آیا اور اسی جگہ دونوں لشکروں میں ہارم مقابلہ ہوا۔ پہلے تیروں کی جنگ شروع ہوئی۔ دلاک سب کے سب تیر اندازی میں ماہر تھے۔ گلگانیوں کے

لشکر کو گھائل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر فتح خان اور دادی، سرگین اور ملک ہمنہ لشکروں میں گھس گئے اور دست بہ دست جنگ شروع کر دی۔ ان کی دیکھا دیکھی سے لشکر یک رنگ ٹوٹ پڑا اور نیروں اور تلواروں کی ایک جہت سے پناہ جنگ شروع ہو گئی۔ گلگانیوں نے پامردی اور بہادری کا حق دیکھ کر۔ ان کی ہمتوں پر مگر چونکہ دلاک ان کے مقابلے میں بہت زیادہ تھے۔ سواروں اور پیادوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ مغلوں کے صفیں کھڑی تھیں دلاک ان پر ٹوٹ پڑے اور سارے گلگانی قتل ہو گئے۔ اگرچہ دلاک بھی بے انتہی قہر میں تھے، لیکن وہ چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے اس سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔ گلگانیوں کے ایک ہزار زور پوش بہادر جو عراقی گھوڑوں پر سوار تھے اور جن میں سے تین سو شہسوار صرف مکہ خیل کے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب قتل ہو گئے۔ مکہ خیل اس زمانے میں ٹرسے و تھڑے مشہور اور بہادر لوگ تھے اور دوسرے گلگانیوں کی بہت مہذب بھی تھے لیکن اس لڑائی میں اکثر مارے گئے۔ ان کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے۔ اس جنگ کے بعد قبیلے کی حیثیت سے یہ لوگ بہت کمزور ہو گئے اور تھوڑے بھی رہ گئے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں گلگانیوں، محمد زئی اور یوسف زئی میں سے کسی نے بھی کمی نہیں کی۔ خصوصاً دادی پر نہیں ماری نے بہادری کا حق دیکھا۔ مگر گلگانیوں کا بہت بگڑتا ہو گیا تھا۔ وہ بڑے مغرور ہو گئے تھے۔ ان کا تکبر انہیں سے ڈہا تھا۔ کوشش کے باوجود اپنی شکست کو فتح میں بدل سکے اور تمام لوگ قتل ہو گئے۔ اگر کوئی بھاگ کھڑا ہوا تھا تو دلاک نے تعاقب کر کے اسے بھی قتل کر کے پھونکا، البتہ ان کے بچوں اور عورتوں سے ملک احمد سے لی ذلت کوئی

تعرض نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ یہ بات ملک احمد اور یوسف زنی کے درمیان
 سرداروں کو ناگوار گزر رہی تھی۔ کیونکہ گلیاں اور یوسف زنی بہر حال بھائی
 بھائی تھے اور دونوں کی رگوں میں ایک ہی خون گردش کرتا تھا۔
 دراک کو حیاں ہوا کہ اب نہ ہو کر کل کو یہ ہم سے کہیں کہ اگرچہ ہم ان
 سے بددوست ہو گئے تھے۔ تمہیں ان کے ناموس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت
 کیسے ہوئی۔ اس لئے عورتوں اور بچوں سے یکھ نعرے کئے بغیر واپس
 آگئے۔ اپنے مقصود اور دھوکہ کو ٹھیکہ کر دیا۔ اس نے اس نعرے کے
 نکر پیرہ ڈال دیا۔ رات دہاں گری، صبح کو پتہ نہ چلے۔ وہ ہو گئے جو
 لوگ پتہ دار کے تھے وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، درجہ پڑھنے
 علاقے کے تھے وہ فی الفور روانہ ہو کر سرخ روٹی کے مقام پر
 دیارے بند کو عبور کرنے ہوئے کپڑی اٹھائے اور جو کچھ پڑی کے
 سم (میدانی) کے علاوہ شکر تھا وہ جاگڑ ہنڈ کی سکر سے پار ہو کر
 اپنے اپنے دیہات میں چلے گئے اور دراک اس فتح پر بے حد مغرور ہو گئے
 دو سترے واضح رہے کہ اس وقت جب مہ فتح خاتہ در
 دروی گلیاں نیوں کی حمایت میں ملک احمد کو طعاع کئے بغیر گئے تھے
 اس کی اطلاع ملک احمد کو مل گئی، درہ بات ان پر ہست شاق گزری
 وہ بے حد غصہ ہوئے اور فوراً میر محمد بن محمد عمر خیل صدورٹی مندر کو
 ان کے پاس بھیجا کہ جا کر ان کو واپس لے آؤ، وہ ان سے کہو کہ کیا
 تم گلیاں نیوں کی وہ بدی بھول گئے ہو انہوں نے کہاں ہیں ہمارے ساتھ
 کی تمہیں اور ملک ہنڈ نے دو تیرے ہیں ہمارے ساتھ جو سلوک کیا
 تھا وہ بھی تمہارے دلوں سے نکل گیا، تم کون ہو اور گلیاں نیوں کی
 حمایت سے تمہاری غرض کیا ہے؟ دراک میری اجازت گئے تھے۔
 پس تم عبت اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ واپس آ جاؤ۔

کہتے ہیں کہ جس وقت میر محمد بن محمد عمر خیل مندر پہنچے تو
 گلیاں نیوں اور دراک کی جنگ تباہی جانشین سے جس سے ۲۰ سال
 پہلے تھیں۔ جنگ کا دن تھا۔ میر احمد، مہ فتح خان اور دہی ملک
 ہنڈ کا۔ ایک طرف کھڑا رہ گیا۔ جو ہی جنگ شروع ہوئی، میر احمد
 دہی دستھی سے ملک و ناموس کے حیاں سے بے حد صبر کر دیا اور
 وہ بھی دراک پر ٹوٹ پڑا، تلوار چمکانا شروع کیا اور کشتوں کے
 لئے لگا دئے یہاں تک کہ خود بھی جان دیدی، جس وقت میر احمد
 دہی مندر مندر میں کود رہا تھا تو دہی نے اسے دیکھ کر بے حد
 ہل وہ جنگ میں کام آگیا، دہی نے کسی سے پوچھ کر یہ ہمارے
 سے بتایا گیا کہ میر محمد عمر خیل صدورٹی مندر تھا، اور ملک احمد
 نے اسے تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تمہیں واپس لے جائے۔ مگر
 وہ اس وقت یہاں پہنچا جب کہ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اور اس
 وجہ سے وہ تم سے مل سکا اور دہی (دستی) کے ملک سے مجبور
 ہو کر وہ بھی جنگ میں کود پڑا اور مر گیا۔ دہی سے کہا کہ میر احمد ہر صدمہ
 رحمت ہو، انگلیاں اسے کہتے ہیں، اس کے بعد دہی بھی مندر
 ہو کر دشمن کی صفوں میں گھس گیا۔ درہ دروں کے ساتھ
 ہو مار گیا۔ اس کی منگی ہو گئی تھی۔ منگی رہ گئی۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ سے قبل ایک دن درہ اپنے حشر سے کہیں
 راستے میں مل تھا۔ حشر نے اس سے کہا کہ دہی جنگ میں ہوش
 کی ضرورت ہوتی ہے، بے محل ہوش سے کام نہیں لیتا۔ ہر کام ہوش
 و حواس میں رہ کر کرنا چاہیے۔ یہ، دراک میری منگی رہ جانے
 دہی مشریم کے بارے اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ اسی وقت انہیں
 ایک راہ نظر آیا تھا جو انہیں سچی سا بھسی نہ تھی۔ وہ اپنی دل میں نے کے

کے ایک ٹپہ گارہا تھا جس کے دو شعریہ ہیں۔

ہے کہ دلو و منیرے سونے ۵ دہ دی بہرہ دہ لویہ
کہ ہر تھو سوارے دیر تھی ۵ دہ دی ورتلہ خوبویہ
"اگر دوسرے لوگوں کے لیے سے پھوٹے ہیں تو کیا۔ دہ دی کا
لیزہ تو بڑا ہے نا

پھر چند کہ سوار زیادہ ہو جائیں مگر دہ دی کو تو جنگ میں
ضرور شہر تک ہونا چاہیے ۵

دہ دی نے یہ سن کر اپنے خسر سے کہا کہ آپ نے یہ اشعار سنے؟
اب آپ فرمائیے کہ میں اپنی ماماری کہاں چھپاؤں جب کہ میرا نام ہر
شخص کی زبان پر ہے۔ اس نے کہا کہ بیشک بحیثیت یہی ہے۔ جا
خدا پر بھروسہ رکھو اور اپنے نام کو بڑا نہ لگئے دو جو مقدمہ میں ہو گا وہ
ضرور پیش آئیگا۔

غرض یہ کہ جب ملک احمد اور دوسرے یوسف زئیوں کو گلیا نیوں
محمد زئی اور یوسف زئی کے لشق مونسے کی خبر ملی تو بہت دنگ و مگلیت
ہوئے اور ان کی دگ حینت و عیت پھر دنگ ٹھی تو غی (خستہ) تو ب
(ہزاروں) کے لنگ کا تیاں دامنگیر ہوئے۔

پھر کوئی ملک احمد کو طاقت کرتا تھا۔ بکراپ (مقام غی) (خستہ) بکھ
سٹرا بن کے سردار ہیں۔ گلیا نیوں کی رسوائی آپ کی رسوائی ہے آپ نے
ایک ہمزہ کیونچہ سے قوم کے ایسے بہادر و فاضح کر دیئے۔ یہ آپ کے
نے مناسب نہ تھا اور میر خٹ خان، دہ دی، مٹیہ، حمد اور سرگین کے عزیز
بھی اگر ملک احمد سے شکوہ شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہ
یہ بھائی اور عزیز دراک کو ہرگز معاف نہیں کریں گے۔ گو آپ اُن کا

سے یہ جھک اور دوسریوں سے مشہور ہیں جو سوخت مائری ہیں تا وہیں

وہ جیتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم حور و نازک کے ایسے ہی نامی نہ رہے
مثل کردیں گے جس کیونچہ سے خود بخود فتنہ کھڑا ہوا چکا۔ ملک احمد سے
ان سے کہا آپ دراصل کریں میں بھی اپنے ان بھائیوں اور عزیزوں کو
زبان بھول سکتا۔ میں موقع کی تلاش میں ہوں اور بہانہ ڈھونڈتا ہوں
گلیا نیوں کے بہت سردار بھی آئے اور ملک احمد سے خیرباد کی۔ ملک
احمد نے بھی تسلی دی اور ان کی دل بوائی کی اور کہا کہ اب آپ
ہنگ سہیں اور حاضر جمع رکھیں۔ اگر نہ کو منظور ہوا تو میں ان سے
سارے جی (خستہ) کا انتقام لیکر لوں گا۔ گلیا نی نے مصعب بک کو پیسے
کے۔ ملک احمد شب و روز اسی فکر میں لگا رہتا تھا کہ نہ تلاش کرتا
۵۔ دنگ اس فتح سے اور زیادہ مغرور اور مست ہو گئے تھے۔
لا لاف زنی کرتے تھے۔ اب انہوں نے یوسف زئی کیسٹ بک
دری و رخصتی شہر و ع کی اس وقت یوسف زئی مقام گیا۔
میں معین تھے۔ جگہ جگہ ان کے گاؤں آباد تھے۔ اتفاق ایک دن دوسفری
کی مسورت گیاڑے کی ندی پر کپڑے دھو رہی تھیں۔ کپڑے سمیٹنے
کے لئے دھوپ میں یہ بھینسا رکھے تھے۔ اور خود بکے حجاب بستی ہوئی تھیں
ایک دنگ کا ایک گروہ بکائی سے گیاڑے گیا ہو تھا اور
گھڑا۔ ان میں سے ایک کم ذات نے پردے کی چادر (پڑوئے) دھات
سے اٹھائی۔ عورتوں نے آواز دی کہ اسے کم پشت دنگ ہمارے پردے
کی چادر (پڑوئے) نہ بیچا واپس دے۔ اگر تو نے چادر واپس نہ دی
تو یاد رکھ کہ ملک احمد زندہ و پائندہ ہے۔ یہ چادر تہہ سے سروں کے تون
سے دنگ دی جاوے گی اس بدعت سے گناہیں ہیں وہی تہہ ہی کا ور
کہا۔ ملک احمد میر کی کر سکا۔

غرض یہ کہ دنگ پر دے کی چادر لے گیا۔ سارے یوسف زئی

میں اس بات کی شہرت ہو گئی۔ ملک احمد کو بھی معلوم ہو گیا اسے اس پر بہت غصہ ہوا۔ اس نے کہا اگر میں نے سارے غی (عشی) کا دروازہ کھولا تو میں سلطان شاہ کا حوزہ نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد اس سے ساری قوم کو بلایا۔ ہونگر گیا اور دروازے کے کل استیصال اور پتہ کنی کے مسئلے کے بعد شکوہ کی فکر میں لگ گیا۔

کہتے ہیں کہ اس وقت موسیٰ زئی گلیاٹی یوسف ریوں سے اس وجہ سے ڈرتے تھے کہ ملک حسن بن چنگا اور ملک شہباز بن تودی موسیٰ نے مر، مرغ جنگ کے عہد میں کابل میں یوسف زئی کو قتل کر دیا تھا اب کابل میں تنہا رہ گئے تھے اور دوسرے گلیاٹی بچے دستہ چلے آئے کسی قدر امان حاصل ان کے ساتھ کابل میں رہ گئے تھے۔ ترکمانی معان ہیں اور محمد زئی ہونگر ہا میں تھے۔ محمد زئی کے بیٹے میں اس وقت کوئی ملک۔ تین سال ملک احمد نے نصیب کیا کہ بہت موسیٰ زئی تھے بہار سے ساتھ زئی کی چہ نگہ اس وقت مصوب یہ ہے کہ ہم ان کی تفسیر معاف کر دیں اور اپنے ساتھ انہیں ملائیں تاکہ غی (عشی) کی یہ مہم اٹھ نکالی کامیاب کر دے۔ ان کے علاوہ اتمان خیل، ترکمانی اور محمد زئی کو بھی مدد چاہیے کیونکہ ایک ٹری اور عظیم مہم رہش ہے۔ چنانچہ ملک احمد نے شیخ علی کو چند یوسف زئی سپاہیوں کی معیت میں کابل روانہ کیا اور ان سے کہا کہ جاتے ہو پہلے دوسرے جانیں اور گلیاٹیوں سے کہہ دیں کہ ملک احمد وہ تمام یوسف زئی سے موسیٰ زئی کی تفسیر من و عنان کر دی ہے۔ اب اب اس کے چند معرین میرے ساتھ چلیں تاکہ ہمیں سے آپیں در امان خیل ترکمانی اور محمد زئی کو بھی سے نہیں اس لئے کہ یہ مہم سب کی مشترک مہم ہے۔

چنانچہ شیخ علی وغیرہ وہاں آئے اور گلیاٹیوں کو حالات سے

طلع کیا گلیاٹی ملک احمد کے پیغام در معافی سے بہت خوش ہوئے ان کے چند سپاہیوں نے شیخ علی کے ہمراہ ہونگر ہا گئے اور محمد زئیوں کو ملک احمد کا پیغام پہنچایا کہ ہمارے ساتھ شکر کریں چنانچہ محمد زئی سے ان کے ساتھ شکر کرنا مستحسن کر دیا۔ زالی بعد معاف ہو گئے اور ملک احمد کا پیغام ملک سرہانی بن محمد سالار زئی اور ملک بلو خاں بن محمد زئی کو پہنچایا اور ان سے شکر کشتی کا تقاضا کیا۔ اس کے بعد کابل گئے اور وہاں رہی گلیاٹیوں کے پاس گئے۔ در ان ملک احمد کو پیغام پہنچایا کہ ہم نے تمہاری ساری خطا ہمیں معاف کر دیں اور اپنے سارے لوگوں سے بھی در گزر کیا۔ اب تم پوری دلچسپی اور اطمینان کے ساتھ آؤ۔ تاکہ سب مل کر غی (عشی) کے ننگ و ساموس کا ہر دیں۔

موسیٰ زئی نے جب یہ پیغام سنا تو بہت خوش ہوئے کہ ملک احمد سے ہمارے گناہ معاف کر دیا اور پھر شیخ علی بھیے حزر آدمی کو ہمارے پاس بھیجی۔ سب نے اتفاق میں مہم میں شرکت کا فیصلہ کیا اور ایک لشکر لیکر روانہ ہو گئے۔ اتمان خیل کو بھی ساتھ لیا گیا اور لغمان پہنچے مگر ترکمانی ان کے ساتھ اس مہم میں شریک نہیں رہے۔ لغمان کے ہونگر ہا آ گئے۔ محمد زئیوں نے خلاص کا مظاہرہ کیا۔ در امان خیل ملے ہی تیزی سے آئے ان کے ساتھ گلیاٹیوں میں مقیم ہو گئے کہتے ہیں کہ اس وقت محمد زئی کا کوئی عہدہ اور مستقل ملک نہیں تھا۔ دوسروں کے ساتھ تہجد طویل کی حیثیت سے رہا کرتے تھے۔ چنانچہ کابل میں گلیاٹیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور جب گلیاٹی کابل سے واپس آئے تو اس سے روانہ ہوئے تو ہونگر ہا تک یہ بھی ان کے ساتھ تھے مگر چہرہ ہونگر ہا میں رہ گئے۔

گلیاٹیوں سے کامیاب دو تین کرو یعنی ۱۰۰۹ میں کے ناصحہ پر

مشرقی کی طرف تھا۔ شیخ علی نے وہاں جا کر ملک احمد سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ گیارہ سے میں ایک عظیم شکر مقیم ہے۔ کل شکر یہاں پہنچ چکا تھا۔ اس کی مہمانی کا انتظام کروا چاہیے۔ ملک احمد نے فورا دیہات میں تاحد بھیجے اور حکم دیا کہ کل یکے ہر ایک مہمان کی تیاری کرے۔

اسی طرح ہر ایک نے اپنے اپنے گاؤں میں مہمانی کی تیاری کی اور ان کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ واضح رہے کہ جس وقت شیخ علی شکر کی غرض سے کابل گیا ہوا تھا۔ ملک احمد یہاں شکر کوٹھ کرنے کی فکر میں لگ گیا تھا۔ چنانچہ سوات، باجوہ سمیت در اشتر کے تمام یوسف رنجوں کو اور اپنے جلیلہ دروس اور ہمسا یوسف سمیت وہ تمام جیل مشوال، ہمایا، وردگ، بونہ، گدو، اکند، اور اوائی، رٹری، بونی، کای، سولی، شمانی، در بوس وغیرہ سب کو بلا کر کانٹنگ کے در گرد اپنے دیہات میں ٹھہر دیا تھا اور اب شیخ علی کا انتظار کر رہا تھا۔ نئی ملقب جمع ہو گئی تھی کہ خدا ہی ان کا حساب کر سکتا تھا۔ دوسری طرف کپانٹری کے دراک کو بھی یہ اطلاع مل گئی تھی کہ شیخ علی کابل میں شکر اکٹھا کر کے کی غرض سے گیا ہے۔ در یہاں ملک احمد شکر جمع کر رہا ہے۔ اس نے انہوں سے بھی اپنے آدمی پشاور، پانڈرا، مانڈرا، نوشہرہ، چچہ، زریہ، در دریا سے سندھ کے اس پار پیپور، مشہورہ، پنجتار اور دیبا سے منڈ کے کے کنارے تک، جیسے، در ایک عظیم شکر اکٹھا کیا۔ سب کو تہہ بڑ کے پہاڑ کے دامن میں "مقام نامی رود (نار) کے کنارے طوں عدائے میں ٹھہر دیا۔

دو شہ نہ رہے کہ ک زمانے میں دراک کے ممالک (مملکتیں)

ہست زیادہ تھے۔ مگر یہ بعد شری، منطبد اور پرملاہ لوگ تھے۔ ان کے ہمسایوں میں ایک نس کے لوگ بھی نہیں تھے اور ان کے حمایتی بھی سب کیٹے لوگ تھے۔ وہ بھی ایک ایک گھر تھا۔ در ان میں بھی زیادہ تر اہل ہست اور اسی نس کے دوسرے لوگ تھے۔

الحاصل دراک کا شکر یوسف زلی کے شکر کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اسی بنا پر وہ ازراہ نخت وغرور یوسف زلیوں کو گلاب سے دے، در ناف زلی کرنے پر آمرا تھے اور یہ طے دینے لگے کہ پرملاہ نواز در دے سرو ساں کابل سے آئے۔ ہم نے انہیں پالا ملک دیا اور اب ہمارے ہی ساتھ مقابلہ و مقابلہ پر زیادہ ور لڑے کھڑے کھڑے کمر بستہ ہو گئے۔ ہم انہیں ایسا سبق دیں گے کہ ہیشہ یاد رکھیں گے۔ در حس طرح گلگانیوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا ہے اس طرح انہیں بھی نیست و نابود کر دیں گے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائیں گے۔

لیکن دراک سے جب یہ سنا کہ شیخ علی کابل سے شکرے کر گیا ہے۔ شیخ علی نے تو بہت گھبرا گئے، انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کل کو یہ شکر ملک احمد کے شکر کے ساتھ مل گیا تو اس کا زور اور قوت بے پناہ ہو جائیگی۔ در پھر اسے شکست دینا مشکل ہو جائیگا۔ اس نے صلاح یہ ٹھہری کہ کل علی صاحب ملک احمد کے شکر پر ہد بول کر اسے جہم کر دیا جائے۔ در جب یہ خبر گلگانیوں کو پہنچے گی تو وہ غلاموں بھاگ کھڑے ہوں گے کیونکہ انہوں نے ہمدانی کا رستہ ضرب دیکھی ہے۔ چنانچہ صبح کو جب کہ گیارہ کا شکر اچھی ہی جگہ پر رہ ہوا تھا اور کانٹنگ کے شکر کو بھی کوئی علم نہ تھا۔ اس پاس کے دیہات کے لوگ گیارہ کے شکر کی مہمانی کے مہمان کے انتظار

میں ملشوں تھے۔ دلاک شہباز گڑھ سے حمد کی نیت سے رواد پر گئے
کہتے ہیں کہ دلاک اپنے ساتھ ہان کی دشتیاں بھی کر رہے تھے
کمرے گئے تھے کہ یوسف رنی کو رہیں ہمدہ کر رہیں گئے ہیں یوسف
رہی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ان کی قوت اور شکر کو مطمئن نظر
میں نہیں لاتے تھے۔

تھاق سے ملک احمد کو بد وقت اطلاع مل گئی کہ دلاک کا لشکر
آ رہا ہے۔ کاندھک کے لوگوں کو معلوم ہو تو وہ پہاڑوں پر چڑھ
گئے۔ نہیں دور سے ہرٹ سے گرو اڈی موٹی نظر آتی وہ سمجھ
گئے کہ واقعی دلاک کا لشکر آ رہا ہے۔ فور پہاڑ سے اتر کر وہ بھی تھاق
کیلئے تیار ہو گئے۔ ملک حمد در شیع علی نے بھی لون پناہا لشکر
آراستہ کیا۔ صفیں درست کیں، پیادوں کو آگے کیا اور سواروں کو ان
کے پیچھے لگایا۔ در اس طرح کہ سواروں کے سرے پیادوں کے پیچھے
سے گئے تھے۔ مٹاں میں گاسے بھینس کی سوکھی کھالوں کو ڈھال
کی طرح پکڑے ہوئے پیادوں سے آگے آگے ہیں رہے تھے تاکہ
وہ دشمن کے تیروں سے محفوظ رہیں۔ اس شان سے آہستہ آہستہ
خاماں حروماں روانہ ہو گئے در موضع گدر کے مقام پر دونوں لشکر
آہٹے سامنے ہو گئے اور تیروں کی جنگ چھم گئی۔ اس وقت دلاک کے لشکر
کا چاروں دستہ پہنچا تھا اور بڑی دل شکر ابھی دیکھے تھے۔ اس کے
برعکس یوسف رنی سب یکساں رہے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا
کہ اس وقت ہمیں جنگ میں پہل کرنی چاہیے۔ دلاک کا لشکر غلط
پر غلط ٹھٹھا رہا تھا۔ تاج کے ساتھ جنگ کرنا محال ہو چکا تھا۔ اس پر
دوسو سوار گز سے پار ہو کر پڑے گئے۔ جن کے سارے سلیم خان ابن مقداد
ابن بولیل، سید اور جوا، دلاک بن پوپل منڈی، دوت رنی کے بیٹے تھے

یہ سوار شہباز شجاعت اور بہادری میں بہتہ وقت تھے۔ تمسوں نے کہا کہ
ملک احمد کو رواد ان کے پہاڑوں کے کچھ دیکھیں کہ پہاڑ کو دیو۔
اس طرف سے باقی لشکر کا جو ہم بھی پار ہو گیا اس شان میں شگلیاں شہباز کا
لشکر بھی جنوب کی طرف سے پہنچ گیا اور سر طرف سے دلاک پر ٹوٹ
پڑے اور ان کے سر پر آ کر وہ جنگجوؤں کا منہ بھرا دیا اور سب بوسے پر
عبور کر دیا۔ جب شکست خوردہ لوگ دلاک کے عظیم لشکر کے
پاس نہ جاسکیں تھے تو اس عظیم لشکر پر بھی ٹوٹ پڑی ہو گیا
ہر کسی کو اپنی اپنی جان کی فکر چھو گئی۔ وہ منتشر ہو کر بھاگنے لگے۔ ان
میں سے اکثر ملوث ہوئی اور تھامہ ملی گئی۔ اس کے ساتھ ہی کلیاڑی
سے ریاسہ لڈا، پیپور، بیج تار، قلم درہ، شہباز گڑھ اور کراچیک کے
جوہم جنہیں دلاک سے اپنے دیہات سے جنگ کیلئے جمع کیا تھا سب
اسی دن کھانگہ کر درہ سے سندھ کے کنارے "سارہ" پہنچے تھے۔
ان کی سربراہی کا یہ عالم تھا کہ ایک کو دوسرے کی ہڈی نہ تھی۔

دلاک پر گویا کہ وہ دن فاس کا دن تھا۔ لاشیں با جاتی کے
سواروں کے تعاقب میں سارہ دروں تک گئے۔ قتل و فارت میں کوئی
کسم نہ اٹھا رکھی تھی اور خدی سے سے میں بھی کوئی رعایت نہیں گئی
تھی۔ سارے سے اکثر سوار ہی دس اور جنس رو سکے دن کاندھک پاس
پہنچے بخشی کا پیرا وہ لشکر بھی دو تین گروہ یعنی ۱۰۰۰ میں تک شکست
خوردہ دلاک کے تعاقب میں گیا۔ جب ٹھٹھا کر واپس لوٹا تو ان کے
دیہات پر نازل ہو گیا۔ دلاک متزلزل ہو گیا تھے اور کوئی بھی پناہ نہ دیکر
میں گ تھا اس سے لوٹ مار میں بے انتہا دلاعت اور دلاعت
اس کے ہاتھ لگا۔ تھاق کو لوگوں کے گھر بھج گئے۔

ملک حمد در شیع علی نے سندھ اپنی میں حکم دیا تھا کہ دلاک

کے قدم وہ کنبزی جس کسی نے پکڑے وہ ان کے ہونٹے نگر میں اور آدھ لٹک کر لٹک رہا تھا۔ اس نے ان کے ڈکچو سے اکثر لوگوں سے قیدیوں کو راستے ہی میں رہا کر دیا۔ محض لوگ ان کو گھڑوں تک لے گئے مگر پھر ملک احمد کے کہنے سے سب کو آزاد کر دیا۔ بعض افراد کے ہاتھوں خوبصورت عورتیں درمکیوں لگی تھیں ان میں سے کچھ لوگوں نے یہیں پھنسا لیا۔ اور بعد میں ان کو اپنے عقد میں لے آئے۔

ان جملہ ایک ملک ہندال بن علی خان کولانی خواجوزئی شہزادی کی والدہ تھیں جو بچہ حسن و حسین اور پاکدامن بی بی تھیں۔ علی خان نے اسے قیدی بنایا تھا پھر اسے اپنے نکاح میں لیا۔ اس کے بطن سے علی خان کے چار فرزند پیدا ہوئے جن میں سے ایک موسیٰ دوم عسکری تبصر ہندال اور چوتھا کامران تھا علی خان کی طرح اور بھی کئی لوگوں نے یسا ہی کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ خان کچھ بن ملک قمر اس وقت ایک نوینز کوں تھا اور اس جنگ میں شہید ایک شکر کامم درجہ۔ دہاک کے عقب میں منار سے لٹک گیا تھا۔ اچانک راستے میں ہائی خان نامی ایک ویراک سم درکاسا ہوا گیا جو اپنے اہل عیال کے ساتھ بھاگا جاتا تھا۔ مانی خان کی ایک نہایت خوش شکل اور کٹواری ٹوکی تھی وہ جس کے بیٹے خان کو نے پیغم بھی تھا مگر اس نے رشتہ دیتے سے انکار کر دیا تھا۔ بھونہی خان کچھ اس کی نظیر پری اس نے بلند آواز سے اسے پکارا دیکھا کہ سے خان کچھ ہم اپنی پختی کے سبب ذیل دخواں تہہ درہا دور گھسے گھسے ہو گئے بھاد کے واسطے اپنے متکو کو روکو ورنہ میری

دوم کے یہ معدودے سے خند فرادہ بوجھ گئے ہیں وہ بھی دریائے سندھ میں ڈوب کر ختم حاتم گئے اور میری بیٹی جس کے تم طلب گار تھے اور میں نے انکار کر دیا تھا۔ وہ میرے ساتھ ہے میں اسے تمہارے عقد میں دیتا ہوں۔ صرف اتنی مہلت چاہتا ہوں کہ کسی جگہ اعلیٰان سے بیٹھ جاؤں تو سس کی رخصتی کر دوں۔

خان کچھ نے سب اس کا یہ دل سوز بیان سنا اور اسے اس نصیحت میں دیکھا تو اس کا دل پیچ گیا اور نہ فی ہمدردی کے بندے نے سے بے اختیار کر دیا۔ فوراً نے شکر کو آواز دی۔

”سے میری قوم! سس کر دھڑو واپس آ جاؤ جاؤ سواہو۔“

ب ن سے عرض نہ کرو۔ ہم حال یہ پختہ نہیں ہیں اس کے کہنے پر پر کسی سے ہاتھ روک لیا اور سارا شکر وہیں سے واپس لگیا۔ در دراک منار سے سے پہرے کے رستے اپنے اہل قوس میں سے چلے گئے۔ در پت در کے دراک ہزار سے واپس آکر دو سگڑا رستے سے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ان واقعات کا واقعہ نگار خواجہ نورخ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں

دریائے سندھ کے پار رہنے والے دہاک زیادہ قتل ہوئے تھے کیونکہ پراوں دسندہ میں زیادہ تر یہی لوگ سال تھے۔ جنگ میں بھی سب سے پہلے انہوں نے عقد لیا تھا اس لئے یہی لوگ زیادہ مارے گئے۔ اس جنگ میں زیادہ مہاروی ان دوستوں کے دکھانی تھی جو سب سے پہلے پار گئے تھے۔ خصوصاً سیم خان ابن مقدود الہا پول، سید درجو کا پسران و لکاب ابن پول دوست زئی علی زلی کہ راہیوں شہسواروں جیسا دادی ابن پول کے بعد سارے پختہ پورس ان کوئی نہیں گزرا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے وقت کا رستم تھا۔ ان

کے بعد میرا اور پی علی یعنی مرکب ملیں۔ یوسف زنی کے بیٹوں نے بھی اس جنگ میں ہمارے کے خوب جوہر دکھائے۔ اس کے بعد بھی ہر دور میں پول کی ولادت میں ہمیں چار صنف ممکن پیدا ہو گئے۔ جسے بہتہ موجودہ وقت میں ایسا کوئی نامور آدمی نہیں جے مگر ہمارا، کاکا کا بیٹا اور پول کا پوتا جو سارے علی زنی (یعنی جعفر زنی، دولت زنی اور لوی زنی) کا سردار تھا۔ در سنس کا سارا جسم۔ محوں کے نشانات سے بھر، سو، تھا۔ چھٹے سال جب کہ ۳۴ھ تھا۔ مانتی رات کی تارکی میں علی دلی کے ہاتھوں قتل ہو۔ یوسف زنی بلکہ سارے نخی (حشی) کا یہ دستور تھا کہ لوگ زنی کے دل بیک نہ لے اور بیک شگونی کے غلط پیر (پل جیل) کے گھروں کے آوی کو آگے کرتے تھے۔ اور اللہ پاک فتح و ظفر نصیب فرماتا تھا۔

خان کو ملک قرہ کا بیٹا اور میز و صد زنی منڈ کا پوتا جو بچپن سے وقت سے عمدہ خدق و پستیدہ خصال کا حامل تھا۔ انتہائی قابلیت و ریاضت کی وجہ سے امارت کے آثار اس کی پیشانی میں چمک رہے تھے۔ اور ہر کسی کو یہ توقع تھی کہ وہ یقیناً درج کمال کو پہنچے گا اور امارت و صدارت کی کرسی پر ممکن ہو گا جس طرح کہ اس کے والد بزرگوار ملک قرہ اب میز و عانی مرتب اور بندہ پارہ صد زنی منڈ تھا۔

چنانچہ ملک حمد در شیخ علی کے بعد وہی قوم کا سردار بنا۔ ملک کو پہل سنبھلنے کی کثرت اور جنگ جو جوانوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی یہ لوگوں پر بھاری در غالب تھا اور دوست دشمنوں کی وجہ سے بھی ملک منڈ میں مشغول ترین تھا۔ اس کی والدہ بڑی عاقدہ، متبرہ، صاحبہ اور عصبہ مانوں تھی جس کا نام مودہ تھا۔ اس جیسی مائتہ و مائتہ و مرق عورت افغانستان میں نہیں گزری۔ یہ پچھلے گئے بھائی تھے۔ ایک مزید

والدہ، مہر و دتیسر خان کو چوتھا بوجے (بومی) پانچواں چودا چائے جو سوات کی جنگ میں مارا گیا تھا اور چھٹا گلے، بانی پانچوں مردہ تھے اور ہر ایک ریاست و سیاست میں قابل تھا۔ اور ہر ایک بہت نامور اور معروف تھا۔ خان کو اس جنگ کے زمانے میں وزیر خواں تھا۔ ملک حمد و بہت در شجاعت و فراست میں نظر نہیں رکھتا تھا۔ ملک حمد شیخ علی و زنی (حشی) کے دوست و احباب اس کا لڑپوئی میں بھی بہت شرم کرتے تھے۔ ہر کام میں اس سے صلاح و مشورہ کرتے تھے۔ اور اس سے مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح خان کو بھی ملک حمد و شیخ علی کے خلاف مرضی کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ ہر کام میں ان کی تابعداری کرتا تھا۔ ملک حمد اور شیخ علی اس سے کہتے تھے کہ اب آپ نے ہم یوسف زنی کے مستقل سردار بن جائیں اور ہم آپ کے محمد اور منہاں ہوں گے۔ مگر اس نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔

دلاؤا کے ساتھ جنگ میں جب اس نے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کیا تو اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

اس کے بعد خان کو سارے یوسف زنی سرداروں کے ہمراز ملک بانی خان ویراک کے ہاں ہر وہ گج اور دوسرے عزاز کے ساتھ اس کی بیٹی سے عقد نکاح کر کے اسے اس کے گھر سے آج۔ ابوہم خان جو خان کو کا چانشین، در اس کا قیام مقام تھا وہ اسی خانوں کے بھائی تھے پیدا ہوئے تھے۔ پہلی اندراج کی نسبت یہ خانوں خان کو کی بہت محبوب بیوی تھی۔



یوسف زلیٰ قوم کی سرگزشت

باب (۶)

شیخ ملی کا مفتوحہ شہروں اور مقبوضہ علاقوں کا قوم غنی یا خشی میں تقسیم کرنا

معلوم رہے کہ یوسف زلیٰ انگلیانی اور نیکلانی یہ تینوں چٹنے یا ماشی کی اولاد ہیں اور محمد زلیٰ جو استغفر میں رہتے ہیں انہوں کی اولاد ہیں۔ ورنہ خشی کا پچا تھا مگر خشی نے اس کی اولاد محمد زلیٰ کو لگے جہاں کی طرح رکھا اور اسی تناسب سے حصہ بھی دیا۔

(جو ان سعادتمند نامہ افغانی)

کہتے ہیں کہ جب دلاک نے جنگ میں شکست کھائی اور بھاگ کر دریا سے سد کے اس پار چلے گئے تو اس پار کا سردار علاقہ اس سے حاصل ہو گیا۔ غنی (خشی) کی ساری قوم کا ملک میں جمع ہو گئی سب سے پہلے تو ملک حمد نے کاہل سے آئے ہوئے لشکر پر توجہ دی اور اس کے بعد ممالک کی تقسیم شروع ہوئی۔ حصہ بھرے لگ بھگ تھے۔ اسی اثنا میں محمد زلیٰ کے سرداروں نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

معلوم ہے کہ غنی، ماشی، خشی اور غنی یہ سب ایک ہی قبیلہ کے مختلف نام ہیں۔

مان ہم کو اوگرے چاول کا بھرا ہو کاستہ مانگتے ہیں یعنی میں تو سا ملک دیدیں کہ ہم اوگرے ت میں مو ما ہیں؟ ملک احمد نے ان سے کہا کہ معلوم ہو کہ سے کون تم استغفر کا ملک مانگے ہو اگر یہاں ہے اور حد استغفر میں سے تم کو امیر نہیں ماریں۔ اس پر یہ غنی یہ دم بت کرتے ہیں کہ اس کو سسی یا غنی (خشی) اور نیکلانی سمجھو اور غنی (خشی) کے ہم چھ بڑے ہیں مگر کبھی ہمہ حمد کی دیان سے یہ سن کر ہم لوگ کھڑے ہو گئے ملک حمد کا گھر دیکھ دیا۔

نہان موصوف میں کہے کہ الامان عیدہ راجحسان الامان (مان کا بندہ ہے) ہم آپ کے عدا ہیں آپ کا جو شکم ہو گا ہم اس میں کر دیں گے اور آپ کے دلوہ اطاعت سے کبھی باہر قدم نہیں نکالیں گے؟

اس کے بعد گاسانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"ہاں ہم تو بھٹے سے دو۔ میں سکوت پذیر ہیں۔ حمد و ملک کی رو سے اسد جب مو پڑی رہا آئے ہیں ان کی ضرورت کیطاف میں کھڑے ملک اور عنایت فرما میں؟"

ملک حمد نے ان کی رگ پر اس بھی قیوں کر۔ اور دو تہ علاقہ صف باجوڑ دانشکول سے عسکر، نڈت ملک ورنہ لگتی سے پادنگ۔ جو اس سے پہلے غیب کا حصہ تھا۔ لگ بھگ بیوں کو مزہ مرکت کی پر لگ بھگ سے بھی کھڑے ہو کر شکریہ ادا کیا وہ بھی بے اہم۔ اس لئے اس کے بعد محمد زلیٰ اور لگ بھگ۔ یوں سے ملک حمد نے ان کی

مان یہ ممالک سب آپ نے فتح کئے تھے ان پر سدا کوئی حق

دیکھا مگر جب آپ نے ہم پر خود کرم فرمایا اور اپنی مہربانی سے یہ ملک ہمیں عطا فرما دے تو ہم سب آپ کے غلام بن گئے۔ اس پر مقتدیہ ملک اور باجوڑ ہاتھ سے ہندوستان، شکوڑہ ملک اور سار سوات، دوسرے چھ ملکوں تک اور سار سہو شہرہ، سرسہ و ڈرن، سے لڑا اسکے کفار تک اور دریائے سندھ کا پورے اعلیٰ علاقہ۔ سب آپ کا علاقہ بنے۔ ہندو اٹھیں جل گدوں، متوفی، مایا پیار کنار، روانی، کانسی اور دوسری متعدد اقوام آپ کے سامنے رہیں اور آپ ہی ان کو ملک عطا فرمائیں۔

چنانچہ ملک حمد نے ان اقوام میں سے ہر ایک کو اس کے مناسب حال ملک رعدتے، عطا کر کے سب کو راضی کیا۔ سرکونی پٹن اپنا حصہ پاکو خوش ہو گیا۔ ہر کسی سے وعدہ خیر کی اور اسل طرح سب راضی ہو گئے۔

گلگن دو تاج اور نصف باجوڑ میں جو انہیں دیا گیا تھا، چاکر آباد ہو گئے اور حمد رقی عجب کے ساتھ لنگر ہار گئے۔ وہاں سے خاندان سے دور استغ میں رہ گئے اور اشتر کے یوسف زئی وہاں سے اٹھ کر دوسرے ملک میں متوطن ہو گئے۔ اور ٹرکلائی اگر پہلے خلی (خشخ) کا یہم فرد تھا مگر چونکہ وہ شکر پٹن اس ہو کر دلوک کی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے اس سے انہیں ملک کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ جب سالوں کے بعد جب شیخ تپور کی جنگ بھی ہو گئی تو یہ لوگ مغرب میں سے آکر باجوڑ میں (زمان جو کے عہد امت میں) آباد ہو گئے۔ ان کا ذکر اپنے محل میں آج بھی

شیخ علی کا انتقال

کہتے ہیں کہ اس کے بعد ملک احمد کی ریاست کا سلسلہ بڑھ گیا اور وہ دکنی رست پر لگتی ترقی کرتا رہا۔ تمام خلی (خشخ) بلکہ سار سوات کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا اور اس کی ملک گیری کے لئے ہر وقت حامی رہے۔ پھر گئے۔ اس کے چند سال بعد شیخ علی کسی مرض میں مبتلا ہو کر موصح غایتگی میں اس عام نانی سے عام جادوئی کا سفر اختیار کیا اور لوگوں سے مشرق کی طرف تھینا دو فرارنگ پر مقام خود پہنچے۔ اس سوات کے دھار باجی سنا پراہ کے شمالی کنارے پر ایک پورے قطعہ زمین میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ کہتے ہیں کہ شیخ علی نہایت مسکین، متقی، شریف و عالم الدین شخص تھا۔ وہ جہاں کہیں جاتا حدیث گار و ضر کے سے مائی کا پوتا ساتھ لے پھرتا۔ وہ ملک احمد کے تخت سار سے یوسف مندڑ کا مقصد تھا اور ان کی ہر مصیبت اور ہر عہد میں شہر ملک و رعم خوار تھا تمام دہات ملک، پختہ و رگھر اس کی تقسیم پر کھڑے تھے۔ وہ اچھی ملک اس کی تقسیم رعب مندڑ بلکہ تمام خستہ و عورتیں قبائل میں جاری و ساری جتنے یہی وجہ ہے کہ جب کبھی زمین کے متعلق ہر قسم میں کوئی تدارع پیش آتا ہے تو غصے میں ملک و رستہ سے کہتے ہیں کہ یہ تم شیخ علی سے لکھا لائے ہو۔ یہی سار میں ہم کو شیخ علی سے دی ہے یا دعویٰ کرتے ہو۔ اس سے یہ ہو رہا ہے۔ شیخ علی کا کہا ہو بدوست لوگوں کے سردار اب ملک نہ رہے۔ اور وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

خود یہ پڑھ صاحب سے تذکرۃ الابرار و الاصلہ میں لکھا ہے۔

"شیخ علی نے اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میں نے اپنے
زندگی میں ضرورتاً مردوں کی حاجت روائی یا دی یا حج سے کبھی نہیں
کی بلکہ صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے کی۔ پس پھر میں اپنے قوت
میں سچا ہوں تو حاکم کی بول تقسیم اور حدود کے جو تعینات میں نے
یوسف زئی اور دوسرے افغان قبائل کے مابین کئے ہیں وہ قیامت
کے دن تک باقی رہیں اور اگر جھوٹا ہوں تو خدا کرے کہ یہ تقسیم باقی
نہ رہے۔ لیکن چونکہ وہ اپنے اس قوت میں سچے تھے اس لئے
آج تک اس کی تقسیم پر تشویر ہے۔"

تاریخ پتہ در مؤرخہ گویاں داس شاہد کے فصل موسم لا صفحہ
۱۰۴ تا ۱۰۵ میں درج ہے کہ آخر کام شیر شہزاد بن مظہر بن کی
گج رہیں پشت میں اکاڑی سے ایک شخص شیخ علی نام پیدا ہوا
یہ شخص اپنے وقت میں سرکردہ قوم اور معاملہ فہم تھا۔ مردمان قوم
افغان کو اسکے اقبال و فدا پسندیدہ معصوم مانتے تھے۔ اکثر
لوگ اس کی طاعت سے روگردان نہ تھے۔ کوسہ افغان کے خواص
و عوام ہمیشہ اپنے گھروں تنازعات میں اس کی طرف رجوع کرتے اور
بصورتِ حالت میں اس کے حکم کو حکمِ عالم عادل مانتے۔ اس نے ملک
اراضی تقسیم کیا۔ اراضی چھ قطعہ پر باغ لیاقتی حدود کے بعد ہر ایک قطعہ
پر ایک قوم کے قبضے میں چھوڑ دیا۔ ہر شش قطعہ چھ نام سے
موسوم و مشہور ہوئے۔ ملک یوسف زئی، ملک محمد زئی، ملک گیلانی
ملک داؤد زئی، ملک عیسیٰ، ملک بہر اور اسی طرح سے اقوام مذکورہ قباض
قطعات مسطور ہیں۔ سبقتہ یہ غالبہ اس وقت شامل ملک محمد
تھا۔ اور اب بقضہ اقوام مختلف قبائل سے ہے عرصہ دراز سے قوم محمد
یعنی اصلی مالکان اس زمین کو چھوڑ کر کوہستان میں فارح از ضلع ہوا۔

قیم ہوئے۔ چونکہ وہ زمین مقبوضہ سرکار (مخل) تھی، غالبہ نام رکھا
گیا۔ تقسیم شیخ مذکور اس قدر معتبر و مشہور ہے کہ اب تک ہر شش
پرگزہ مذکور میں ہر ایک ملک زمین، ملک وادی کو بنام دفتر شیخ علی
اور میں داتا ہے اور بعد ازاں پاس سنت شیخ علی میں ہے۔
گہا اس آگے نکھتا ہے کہ۔

"جب قوم افغان یعنی یوسف زئی، گیلانی، محمد زئی،
داؤد زئی، عیسیٰ، مہند علاؤد پشاور میں سرکار آباد ہوئے تو ان کے درمیان
ارضی مقسم نہیں تھی اور بعض معین تھے بہت آہستہ میں قسم و
فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہمیشہ موجود رہتا تو شیخ علی نے قوم افغان
مذکورہ کے مختلف فرقوں غیبوں کے درمیان دیش من تقسیم اراضی کا
مشکل مسئلہ ایسے اصول پر حل کیا کہ آج تک اسی اصول پر فیصلہ و
راضی ہوتے رہتے ہیں۔ اس موہد نے حقیقت اراضی کو نہیں دیکھا
بلکہ ہر ایک فائدہ اور قبیلہ کی تعداد کا لحاظ رکھ کر ایسے حصے مقرر کیے
کہ قبائل کی تقبل مکانی کے باوجود بھی ان حصص میں فرق نہیں تھا۔
ایسی بنا پر وہ، می بدولست کر دیا ہے کہ جس میں کسی قسم کا
جھگڑ نہیں اٹھتا اس وجہ سے شیخ علی کا نام افغانی قبائل میں جیسے کے
سے لیا گیا۔ (تاریخ پشاور)

شیخ علی موہد تقسیم اراضی ابن پرگ ابن چارہ یوسف زئی ک
ابن شاخ اکاڑی اتمان منڈ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن کی دود اور
مادہ ان دلسے اس وقت مواضات ہوئی۔ جیسی اکوڑ کھیل صوابی ضلع
مردان اور کچھ ضلع ہزارہ میں آباد ہیں۔ بنار سے ظاہر ہے کہ ابتدائی تقسیم
میں یہ لوگ علاقہ سوات میں آباد تھے۔ خصوصاً شیخ علی اور ابن کا قبیلہ
اکاڑی موضع فایگی میں رہائش پذیر تھا۔ شیخ علی نے لایگی میں

وفات پائی اور راکھیں بزرگ کے مشورے اور سیاسی مصلحت کے پیش نظر سوات کے عین درمیان جھٹے میں دفن کئے گئے۔ اس وقت جب کہ شہزادہ جے، اس کی قبر سے مغرب میں موضع بلوگرام اور مشرقی میں قبیہ گاؤں واقع ہے۔ یہ بھی واقع کرتا ہوں کہ ملک احمد قائد یوسف زئی کا مزار شریف موضع تھلہ اور اندھڑہ ڈھیری کے درمیان بڑے عام رشتے (جو سوات کا قدیم راستہ ہے) کے کنارے جنوب میں واقع ہے۔ وہ اسی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے جو رشتے سے شمال میں واقع ہے۔ یہ مقام یوسف زئی کا دار الحکومت تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ پورے قبیلہ یوسف زئی میں علی کے مہرگ نام سے آٹھ صاحبان گزرے ہیں۔

(۱) جن میں شیخ علی ولد پیرک وہ چارمہ اکاڑی جس کی قبر کا ذکر ہو چکا، ملک احمد حکمران یوسف زئی کا دست راست تھا اور مشورہ علاقہ جات کو اس نے تقسیم کیا ہے۔ اس کی اولاد اس وقت ٹوپی، یعنی تحصیل صوابی، سکسہ جٹو توریہ میں شیخ علی جیس کے نام سے آباد ہے۔ اور شیخ کا خطاب صرف ان ہی کو ملا تھا۔

(۲) ایک علی ولد ملک یوسف ہے جو علاقہ قلعہ قدار میں فوت ہو چکا تھا۔ در اس کی اولاد اس وقت نہہ بوئیر میں علی زئی کے نام سے سکونت پذیر ہے اور ان کی اولاد ٹوریہ زئی، دولت زئی پٹوہری کے ناموں سے اس وقت پید کی جاتی ہے۔

(۳) تیسرا علی ولد خواجہ اکوڑ زئی، خذستان میں فوت ہوا ہے اور ان کی اولاد پراست دیہ میں علی زئی کے نام سے آباد اور موسم ہے۔

(۴) چوتھا علی ولد سالار ایسا جس زئی، افغانستان میں فوت ہوئے اور ان کی اولاد علی خیل کے نام سے نہہ سالار زئی بوئیر میں آباد ہے۔ (۵) پانچواں علی ولد علی ولد علییم زئی جس کی وہ علاقہ سوات میں بمقام کوٹہ سترک کے کنارے جانب شمال میں واقع ہے۔ وہ ان کی اولاد علی خیل کے نام سے سکند نہ ڈھلہ ڈھیری علاقہ سوات میں آباد ہے۔

(۶) چھٹا علی ولد مبارک (مبارہ خیل)، ملہ زئی ہے، جس کی اولاد علی خیل کے نام سے موضع شہباز گڑھی وغیرہ میں آباد ہے۔ اور اس کی قبر مقام شاہ ڈھلہ پارہوٹی مردان سترک کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔

(۷) ساتواں علی ولد میرخان حسن خیل شامی زئی خواجہ زئی، جس کی اولاد تہ شامی زئی سوات میں علی خیل کے نام سے آباد ہیں۔ اور ان کے والد کاہل سے ملک احمد خان کے ساتھ سے تھے اور پیدائش دہلیہ میں ہوئی تھی اور قبر کا پتہ نہیں چلا کر پایا دفن ہیں۔

(۸) آٹھواں علی ولد قاسم ولد ملہ خیل (ملہ خیل) شامی زئی خواجہ زئی ہے جو بہت کم عمری میں کاہل سے ماں کی گود میں آیا تھا اور ان کی اولاد علی خیل کے نام سے نہہ شامی زئی ملہ خیل سوات میں آباد ہے۔ لیکن قہر کا پتہ نہیں چلا کر کہاں دفن ہے۔

ملک احمد کا انتقال

شیخ علی کی وفات کے ایک سال بعد ملک احمد نے بھی انتقال

انہی اشغال کیا۔ اور سہولت میں آمد ڈنڈ ڈیڑھ دو موضع گھبراہٹ کے دیرپا
شاہراہ کے متصل اس جگہ جو قدرے شیب دار ہے، بدلتا
ہوئے۔ اللہ پاک اس کی اور سارے مسلمانوں کی مغفرت کرے۔

اس کے اشغال پر سارے یہ سب ڈنڈی بکھری (مشتی) میں
گاون گاؤں اور گھر گھر میں مسم ہوا ہو گیا تھا۔ اس کے غم میں
ہر کوئی دھک بار اور ماتم کساں تھا۔ اس جیسا مالیشان اور ملک
کثیر شخص اس کے بعد سارے افغان میں کوئی دوسرا پیدا نہ ہوا
اس کے بعد صرف ان جو کام کیا جاسکتا ہے۔

خان گجو کی سرداری کا آغاز اور غوریا خیل کی ان کے ساتھ کشمکش

مستند تو رنج و عنذ خواجہ لکھتا ہے۔

”ملک احمد کے بہت بیٹے تھے (جن کے نام یہ ہیں) قہر و دہر
اسمعیل اور کرم داد۔ اور ان کی وفاداری وقت مواضعات پر حسب
یعقوبی شہ درہ زور کوگا چھ میں آباد ہے، جن میں سے صرف دو نامور
تھے۔ ایک اللہ داد و دوسرا اسمعیل۔ یہ دونوں ملک احمد کی حیات
میں جوان ہو گئے تھے مگر ان دونوں میں سرداری کے معاملے میں
اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور باہم کینہ و حسد میں مبتلا ہو گئے۔ دوسرے
قوت و دہر سے بھی گئے جھگڑتے رہتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
کام کے قابل کوئی آدمی رہا سب آپس میں لڑ بھگت کر رہے ہو گئے
اس نے قوم نے آپس میں جڑ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں ایک
بھی سرداری کا اہل نہیں ہے۔ انہوں نے خود ہی ایک دوسرے کو
قتل کر دیا۔ اب ان میں کام کا کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اس نے سرداری

ب۔ اس قابل آدمی ہو جسے قوم کی پر ریاست اور حکومت
پہنچا بہت غور و غوض کرنے کے بعد انہیں خان گجو
کے سوا کسی دوسرا آدمی نظر نہیں آیا جو قوم کی ماہرانی اور ریاست
کے اس منصب کا اہل ہو۔ خان گجو کے بچپن ہی سے لڑائی کے
آثار اس کی ہڈیوں میں نظر آتے تھے۔ منڈی کے تمام قبائل میں قوت
اور شوکت کے لحاظ سے بھی وہ سب پر فائق تھا۔ اس کے عزیز
و اقارب بھی سب سے زیادہ تھے اور سب دولت مند اور مرد میدان
بھی تھے، اس نے سب لوگوں نے بالاتفاق اسے مستند ریاست
تسلیم کر دی۔ در حال کے عقب سے عقب کر دیا۔ حوالہ دہلوی
سے خان کہتے تھے کہ وہ سب قابل تھے اس سے اس کا کام
دن ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ با ترقی کو پہنچی۔ در تمام اہل زبان پختون
اس کے مطیع رہے۔ جسے اس کا سر۔ صل میں آج بگلا۔

اس تاریخ سے ملک تاج الدین رز کے گھر سے سرداری نکل
گئی۔ اور اس کی ولادت نے اپنا تہائی اور جلدی مقام کھو دیا۔ اگرچہ اب بھی
اس گھروں میں بعض نامور لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ ان میں سودانی
ملک زور کا بیت بڑا معتز اور معتز آدمی ہے۔ در آج سب کے مشہور
ہے۔ سودانیات ہے۔ اسی طرح ملک احمد کے چچا زاد بھائی شاہ معز
کی ولادت اس سے بھی چند آدمی اور بدین محمد چہانگیر بادشاہ کینہ
اس میں جو۔

مختصر یہ کہ جب خان گجو مستند ریاست اور امارت پر پہنچا ہوا تو
ملک مقبولہ کی حالت اور بدو مفذہ کی حواست اور ملکی امور
کے انتظام اور عوام ان کی سب سے بدو ریاست میں ملک احمد سے فائق
اور ترقی یافتہ ہوا اور ملک پختون خوا کے سارے باشندے اس کے

گوجر، نیپالی، سواتی، گہری، تنولی اور کوہستانی کافر سب اس کے
مطیع و تابع و سربراہ ہو گئے۔

اس کے عہد امارت میں ملک بہت آباد و خوشحال ہو گیا۔ رحمت
اور شکر بھی ملک احمد کے وقت سے زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ ہر کسی کے
پاس ایسے چچھے اچھے سامان، اچھے اچھے ہتھیار اور بہترین گھوڑے
مل جاتے تھے۔ جو کہ میروں اور بادشہوں کی سرکار کے مافیہوں اور
ہر بات تمام عالم میں مشہور تھی کہ ان کو کے زمانے میں یوسف زئیوں
میں ایک لاکھ نمبر تھے۔ یعنی ایک لاکھ سوار زیادہ نیزہ باز تھے۔

کہتے ہیں کہ بعض مہلات میں جان کو نے یوسف زئی ملگیا لی
محمد زئی ترکمانی اور اسے توبیج میں سے تھیں خوں گدون، کنار
گہری، مہار، مدوری، جرج، وردگ، دواڑی، کاسی، سرکار،
ادب، تیرین، مشونی، کاکڑ، پتی، شیامزی، موٹی، یاوالی، کورنی، دروہالی
تھک، اور دھگان، اقوام سواتی، متروہی، اوان، اور گوجر وغیرہ سے
شکر اٹھا کیا تو ایک راکھ چالیس ہزار سے زیادہ ہو گیا۔ یہ بغیر
اس کے کہ ہزارہ کے دراک اور مانگڑاؤ، تربیلہ اور حسن ابدال وغیرہ
کے لوگ نہیں آئے تھے۔ حالانکہ اگر ان کو طلب کیا جاتا تو وہ بھی
ضرور حاضر ہوتے اور شکر کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو جاتی۔

شیخ پتور کی جنگ

خان کو نے جو مشہور جنگیں لڑی ہیں ان میں سے ایک مشہور
جنگ شیخ پتور کی جنگ ہے۔ یہ جنگ غوربائیل سے لڑی گئی تھی۔
شیخ پتور پشاور شہر کے قریب شمال میں دریا کے کابل کے قریب
واقع ایک مشہور و معروف مقام تھا۔

اس جنگ کے متعلق خواب اور خورشید کہتے ہیں کہ:

"خان کو کے عہد میں ایک حادثہ کے بعد داؤد زئی اپنے متعلقین

بسی مہمند و حیل کے لوگوں سے موضع ترنگ، کلات، مقرر اور قرا باغ
سے جو غوربائیل کا اصل وطن ہے، ہجرت کر کے یوسف زئی کے علاقے
میں آ گئے اور خاں کو اور دوست یوسف زئی سرداروں کے سامنے اپنا
عجز اور پریشانی ظاہر کر کے اپنی معاش اور آبادی کیلئے ایک علاقے
کی استدعا کی جہاں کو وغیرہ نے ان کی یہ امتیاس قبول کر لی اور کلیانٹی
اور گیارے کے نواح میں چند دیہات جو راجست کے قابل اور
زرخیز تھے انہیں دے دیے۔ یہ اس میں آباد ہو گئے، پھر ایک
وقت ایسا آیا کہ مہمند اور غیل کے لوگ بھی ایک واقعے
کے بعد اپنے وطن سے بے وطن ہو کر پشاور آ گئے اور انہوں نے
پشاور کا علاقہ مرزا کامران و قلیہ الدین باہر بادشاہ کی مدد سے دراک
سے خالی کر لیا تھا۔ اور داؤد زئی قراہیت اور مودت کے خیال سے
کلیانٹی اور گیارے سے ٹھک کر پشاور میں ان کے ساتھ ہی سکونت
پزیر ہو گئے۔

اس جنگ کا منشا اس طرح تھا کہ جب غیل اور مہمند کے
لوگ اپنے اصل وطن سے پشاور آ گئے تو اس وقت پشاور وہاں
کے مضافات میں دراک آباد تھے۔ دراک بڑے غالب اور
توانا تھے۔ انہوں نے ان کی معاش کیلئے کوئی علاقہ نہیں دیا۔
اک ہمیشہ مہمند اور غیل کے حادثات میں مزاحم ہوتے تھے۔
مہمند اور غیل کے لوگ انہیں غوربائیل نہیں کہتے ہیں، مجبور
ہاں کہ ان میں مرزا کامران کے پاس ان کے ظلم و ستم کی شکایت جگنے۔
مرزا کامران نے ان کی شکایت سنی اور ان کی مدد کیلئے بہت کوشش

فوج کے ساتھ ان کے ہمراہ پشاور آیا اور دلاڑاک پر قبضہ کر لیا۔
 بن کو لڑائی ہو گئی۔ چنانچہ اس جنگ میں اکثر دلاڑاک قتل ہو گئے اور جو
 بچ گئے وہ فوری ہو کر جالقم اور ترمیزی کے پہاڑوں کے دستے
 دیا گئے۔ سندھ کو عبور کر کے ہزارہ اور مانگیراد کے دلاڑاک کے ساتھ
 متوطن ہو گئے اور محمود پانچیل دلاڑاک کی جنگ پشاور میں آیا ہو گئے۔
 چونکہ پشاور شہر شاہراہ پر واقع ہے اور اسی راستے سے تمام کابل
 بالا دیپال جانا کرتے تھے۔ یہ لوگ ان سے حصول درمیکس وصول
 کرتے تھے۔ اور ملک بھی بہت زرخیز اور آبی تھا، فصلیں اور پیداوار
 اچھی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہر ایک سے لوگ سوداگری بھی
 کرتے تھے، اس نے انھیں یہی علم ہے کہ وہیں دوست مند ہو گئے اور
 تعداد میں بھی بڑھ گئے۔ تہائی نمبر اور شوکت حاصل کی خصوصاً
 عیس سے بڑا راج حاصل کیا تھا۔ اس زمانے میں مہم اکثر لشکر ہمارے
 میں مقیم تھے۔ درمیکس سب کے سب لڑیں پشاور میں آباد تھے اور علی
 وجہ الاستغفار و انوار پشاور عیال کا تھا۔ پشاور جسے کہہ کر پشاور
 ہمارے ملک، خوشنہ، شیعہ پور اور دو آبے ملک سارے علاقے
 غنیمت کے قبضے میں تھے۔ بلکہ تمام غلہ و خیر کا ملک ہالہ این محمود
 خلیل سحران لڑی، محمد علی، عیسے لڑی، مال لڑی، تھا جو بڑا عیال مرتبہ
 ملک تھا اور نصیر الدین، ہمایون بادشاہ کو بڑا عزیز تھا۔ سب لوگ اس
 کے فرمانبردار تھے۔ عیال قوم بھی سب صاحب جمعیت ہو گئے۔ چھ
 اچھے ہاں پہنچے، انواع و اقسام کے کھانے اور پکوان ان کے ہاں بکتے
 تھے۔ ان کے لطیفے گھڑوں سے بھرے رہتے تھے۔ ہر شخص خواہ
 اور اور جیسی زندگی گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں عیال بھی پیدا
 ہو گئی تھی۔ سارے پختونوں میں ان جیسے عیال لوگ دوسرے نہیں

اتفاق سے ایک دن یوسف زلیٰ کا ایک کاروبار اور کابل جارہا تھا۔ جب وہ خیبر کے سرحد میں پہنچا غلیل نے اُسے روک لیا اور دو خوبصورت نوجوانوں کو قصداً و غداً قتل کر دیا۔ دونوں نوجوان میرٹم کے سگے بھائیوں اور عسکریوں پیدا ہوئے تھے۔ تانہ کے کا گھرانہ یوسف زلیٰ میں بہت محترم اور نمایاں تھا۔ پھر اس زمانے میں نامی گرامی، درجہ شہرہ ملک تھا اس کے بعد میرٹم بازاری کا نامور ملک تھا اور موجودہ دولت میں میرٹم کے دو فرزند بیٹے کمال خان و رحمان خان بازاری کے ملک ہیں بازاری تہذیبی زمانے سے اسٹنڈرڈ کے رہے ہیں۔ ملک تانہ کے وقت سے دوسرا آبادیوں کے درمیان (یعنی بازاریوں سے اسٹنڈرڈ) کا یہی سبب ہے کہ ان کا تھا۔

اسدہ ختم ہو کر فاطمہ والوں کے ان دونوں نوجوانوں کی لاشیں لڑکر اسٹھ میں بن کے باپ کے ہاں پہنچا دیں۔ باپ نے ان پر بہت حسرت و فزع اور غم کیا۔ پھر انہیں دفن کو بھیجے بعد ان کے خوب الودہ سے سکو علان کج کے پاس منارے گیا۔ خان کو اس وقت لڑہ منارہ میں مقیم تھا۔ کیونکہ دہراک کے استیصال کے بعد سارہر چل رہی تھی۔ خیر نے اپنے بیٹوں کے وہ خوں آلود کپڑے اس کے آگے ڈال دیئے اور بہت آہ و غام کیا اور غلیں کے تعدی سے بد ظلم کہیاں کیا۔ خان کو اس کی داستان مظلومی سن کر بے حد دلگیر ہوا۔ اور غلیں کے ظلم و شہرت پر بہت مسرت ہوا۔ مگر وہ مصیبت خبیث و فتن سے کام لیا۔ اور غم سے کہا کہ غم جو کچھ کہتے ہو وہاں کہتے ہو۔ تم پر بے حد ظلم ہو رہا ہے۔ تمہارے بوجہ کوٹے تھے مگر مجھے بھی وہ اپنے بیٹوں سے کم غریہ نہیں تھی۔ مجھے اس کے

تق سے خود کو پہنچا ہے مگر وہ اس کا ہزارہ نہیں کر سکتا۔ بارے
حصر بھی چہ ہے۔ بھگتو کہ کیا کرتا ہے۔ خلیل چونکہ بڑی قوت و
لوگ ہیں اگر میں اور ان پر شکریہ کستی کروں اور اپنا انتقام دے
سکوں تو ہمدی شری خفت ہوگی کہ نہ گنگائی اور حسدنی خلیل
کے ساتھ ساتھ رکی سرحد پر آباد ہیں۔ معلوم نہیں وہ ہنگ
میں سپاہی اور خلوص کے ساتھ ہمارے ساتھ دیں گے یا نہیں پس اس
کا علاج یہ ہے کہ قی الحال صبر و ضبط سے کام لیں۔ خلیل شریہ اور
لنگہ لنگہ لوگ ہیں، آج نہیں تو کل گنگائیوں اور حسدنی پر چڑھ دوں
گے۔ اس طرح وہ خود خود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور مجھ سے
سب سے الٹا کریں گے۔ اس وقت میرا وہ ان پر چل جائیگا۔ مجھے ایک
ساتھیہ آجائے گا۔ اس وقت میں خلیل پر سے فنی رستی ہکا کر
دال دے گا اور ان سے تمہارے بیٹوں کا حاطہ خواہ انتقام لوں گا
اس طرح حال کو نے قسم کی دل تونی کی اور اُسے کسلی و داس
دیکر دیکھیں۔ میں اپنی یہ لٹاؤں سے باز نہیں آئے۔
یہ سب بیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ جس کو کہ پاس
کے ان کے ہاتھوں سے دے دیا کرتے تھے۔ اس کا قہر
و غضب کھی دے گا بڑھتا رہا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی
کہ حسب بہ لوگ مرد کامرن کو کاں سے دے دے مرنے کے
مقاصد میں یوسف بیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔
کا موسم تھا۔ مرد کامرن کے شکر کیے پتہ اور حسدنی کے
دیاؤں میں پایا ب گنگاپن معلوم کرنے کی کوششیں کرتے
تھے۔ یوسف بیوں میں حال سے آگاہ ہو گئے تھے اور جس
وجہ سے وہ خوفزدہ بھی تھے مگر مشیت اہی کی وہ تھی کہاں

میں کوئی ایسا قد پائس نہ تھا کہ مرد کامران کو سے پاؤں ستا دے
کلاں ہڈیڑ جس کی وجہ سے جلس کا مقصد پورا نہ ہو۔ وہ اُن کے دلوں
کی حسرت دلوں میں رہ گئی۔

انصاف نے سمجھ دیا کہ عرصے بعد ملک محمد صاحب بن سلطان بن محمد
بن یعقوب گنگوہی جو بڑے متین، مسترح طراز منتظم اور مدبر جمیع خاص
و عام تھا کسی کام سے شاہد نہ گیا تھا۔ ہذا کا وقت ہو تو ملک
میں محمود کی مسجد میں گیا۔ مام کے مجھے اب عذر کہہ سکتے تھے
عذر ہو گیا۔ اس وقت مام کے مام نہ تھا۔ مام نہ تھا۔ مام نہ تھا۔
تھے۔ دریں زمانہ میں قیام کی حالت میں بدوچہ پیچھے سے پھری
کا دار کسے شہید کر دیا۔ اس کے بعد ملک کو واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ جاکر
ان ہی خون آلود کپڑوں میں وہ کی نقش کو دو آپس لے گئے اور دفن
کر دیا۔ یہ بدوچہ تاک واقعہ گنگوہیوں کیلئے بڑا ناقابل برداشت ثابت
ہو۔ ہر گز مام نہ کہہ سکتے تھے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت تمام گنگوہیوں کا مسرور ملک کو
جو جو توبی دینی تھا، سارے گنگوہی اس کے مظہر تھے۔ مسرور بدوچہ
سموہوں بادشاہ بھی اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملک
شہین سے ملک محمد خان شہید کے بیٹے کو باب کے خون آلود کپڑوں
کے ساتھ خان و خواہن خان کو کے پاس رو کر دیا اور ملک تو بہ بن
میر سے لالہ زنی اور ملک بزم میں محمد علی بن شہو لالہ زنی دو نامور اور
مقیم ملکوں کو اس کے ساتھ بھیجا۔ یہ تینوں پہلے ہمشہر تھے۔

ملک شہنشاہان میں نہایت فاضل ملک بیگ بن بایم علی محمد زنی کو تمام
حالات بتا کر استعمال پیش کیا۔ یہ دونوں سے اس سے کہا کہ آپ
پہلے خان کو کے پاس چائیں کیونکہ وہ سارے نئی آتشیں کا خان ہے۔

نہ صرف خان و خواہن بادشاہ کا بلکہ لالہ زنی شہنشاہ کا بھی ہوا۔ اس کے ساتھ شہنشاہ

یہ مہم اسی کے اقبال سے انجام کو پہنچے گی۔

یہ تینوں وہاں سے روانہ ہو کر خان کی خدمت میں گئے، اور
ملک محمد خان کے خواب آلود کپڑے اس کے آگے ڈال دیے اور خلیں
کے ظلم و تعدی کی داستان سنائی۔ خان کو بہت غمگین ہوا۔ ملک
محمد خان کے قتل کا سنا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
اس کے بعد ان سے کہا کہ یہ پانی سر سے اونی ہو گیا۔ در ضرورت
ہو گیا ہے کہ خلیں کے ظلم و تعدی کا ہاتھ توڑ دیا جائے۔ یہ میرا فرض
ہے۔ استوائتہ لیں کا منتظم کروں گا۔ آپ یہ کپڑے اسی طرح سے کر
ملک سر ہال نیکی چل۔ اور ملک ہار خان بن موسیٰ مانی زنی کو زنی
کے پاس چائیں اور فریاد و زاری کریں تاکہ وہ بھی فکر میں نہ لگ جائیں
چنانچہ یہ تینوں حضرات روانہ ہو کر ملک ہار خان اور ملک سر ہال
کے پاس گئے۔ وہ کپڑے لیں کے آگے ڈال دیے اور خلیں کے ہاتھ
ظلم و ستم کی بار و سیر باد کی۔ یہ دونوں بھی بہت متاسف و متاثر ہوئے
اور ان سے کہا کہ اب آپ چائیں۔ وہ سے فکر رہیں۔ یہ ہماری مہم
ہے۔ اب یہ ہماری دہرہ داری ہے۔ وہ ہم اس سب سے ضرور کچھ کریں
گئے۔ آپ لوگ بھی مشکور کی فکر میں نہ لگ جائیں ہم بھی انتہا شد
بڑی محنت سے آ رہے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ملک شہنشاہان محمد زنی شہنشاہی محمد زنی کا
سردار اور قوم کا سربراہ اور وہ تھا۔ نہایت عالی تہذیب صاحب شوکت
اور بڑے بہتر تھا۔ اور سارے محمد زنی اس کے فرما پر دست تھے۔ اس کے
بعد اس کا بیٹا محمد سعید خان بھی اس کی طرح بڑے اقتدار کا مالک تھا
اور محمد سعید خان کے ہر دور میں اس کی اور وہیں بڑے بڑے نامور
سردار پیدا ہوئے جو سارے محمد زنی کے امیر و مفید بنے ملک گئی

بن ہرام بھی ملک خضر خان کے ماتحت صاحب حکم اور قوت و شہرت کا مالک تھا۔ ملک سردار مال بن موسیٰ بن بک بن یوسف زئی اکوڑی کو جو زئی شیخ سینا کا بھتیجا بھی خان کو کا مقابل تھا۔ صرف فرق یہ تھا کہ خان کو مندڑ کا سردار تھا اور ملک سردار یوسف کا۔ لیکن مشہور ہی سے یوسف و مندڑ بلکہ سارے نئی (ششی) کی سردار ملک مندڑ کے ہاتھ میں تھی۔ اس سلسلے خان کو خان غانات تھا اور اس کے بعد ملک سردار مال کا مقابل سارے سترہ بن میں کوئی دوسرا تھا۔ ملک سردار مال کے عمارتی بیوی سے کوئی بولاد نہ تھی البتہ ام و درہ وغیرہ خنان بیوی سے ایک بیٹا متولد ہو تھا جس کا نام بخت تھا، جو نو بہت حسین اور خوبصورت تھا۔ اس کی دونوں اب تک باقی ہے۔ و شیخ سینا ملک سردار مال کا چچا یوسف زئی کے اعلیٰ غلام اولیا واد مشائخ کبار میں سے ایک تھا۔

ملک ہار خان بن موسیٰ سریل اکوڑی ہائی زئی بھی بڑا عالی مرتبہ سردار تھا۔ یہ میر فتح خان کا بھائی تھا جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ ملک ہار خان اپنی قوم میں بڑا ممتاز تھا۔ تنویر کا ایسا وطن تھا کہ جنگ کے دوران میں ملک کے حکم سے اس کے گھوڑے کی دو طرفہ لگام پکڑی جاتی تھی کیونکہ بڑا زور آور اور عقلمند شخص تھا۔ موقع در محل کو نہیں دیکھتا تھا۔ دشمن اگر ہزار کی تعداد میں چھوٹا تب بھی اس کو پرورہ نہ ہوتی تھی بلکہ وہ تنہا ان پر ٹوٹ چڑھتا تھا۔ یہ کلپنا پوری میں سکونت پذیر تھا اور فتح ڈھیر کے قریب اس کا بہت بڑا دار تھا۔ شیخ ڈی کے دربار کے لڑکا لکھاٹ بھی اسی کا تھا جس کا حصول اس کے یہاں تھا تھا۔ بہت بڑا تھا ہو گیا تھا کلیانری میں فوت ہو، وہیں اس کی قبر ہے۔ اس کی اولاد بھی تک

علاقہ یوسف زئی موضع کھوڑ سوات میں موجود ہے۔ سب صاحب قدر ہیں۔ سیمان نامی اس کا ایک بیٹا ۱۸۵۰ء تک حیات نہیں۔ قلعہ مختصر یہ کہ ملک خواجہ گلیانی وغیرہ کو رخصت کر کے بہ مانا کو لے یوسف اور ملک کے سرداروں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور ایک خاص مقام پر انہیں طلب کیا۔ پشانیچہ خانی کو کے آدمیوں کے پہنچتے ہی ملک ہار خان ملک سردار مال اکوڑی اور خد کے دادا بہت یاد سے اس سردار حدود زئی مندڑ جیسے لوگ بادشاہ کہتے تھے، ملک میں ان خد کے وادتا بوخس حدود زئی مندڑ جو خانی کو کے بعد صاحب طبرگر تھا، وغیرہ اور دوسرے بہت سے ہم دار بھی مقررہ جنگ پر خان کو کے پاس آکر حاضر ہو گئے۔

دراپس میں صلاح و مشورہ کیا اور کہا کہ خود باخس بہت دور آکر لوگ ہیں اور ساتھ ہی ان کا ملک ہم سے دور بھی واقع ہے۔ ہم بہت کٹھن ہوتے اس لئے یوسف زئی، و مندڑی، و کلائی اور گلیانی چاروں قبیلوں کا ایک مشترکہ لشکر تیار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان کی طرف بڑھیں۔ مگر یہ بھی لازم ہے کہ پہلے ہم لشکر کا اہتمام کریں اور لشکر جاکہ مقیم ہو جائیں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کا لشکر اور خود ہمارے پیچھے لکر آکھنا ہونا ہو گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر کوئی اپنے گھر والوں کو ساتھ لے پہلے تاکہ جنگ میں کوئی حید ساری نہ کر سکے۔ جو کو بیع لوگ ہیں خود انہیں ہوں خواہ غلام، خواہ سارو خواہ ترکہ اب لشکر میں شریک ہوں لے اگر کوئی نہ گیا اور اپنے آپ کو لشکر میں شریک ہونے سے پی یا تو اس کا میں حانہ تیار کر دیا جائیگا۔ ہر ایک سردار اپنے وابستگان و متعلقات لشکر کے مناسب حال و حالت و مبالغہ ضرورت اپنے ہمراہ لے جائے۔

پہنچنے سب نے اس فیصلے پر وہ نے خیر کی اور پہلے اپنے گھر
کو چلے گئے۔ خان بکو، ملک سر ہلال، ملک ہار خان، ملک میں اور ملک
فدا نے داد بادشاہ دھیر نے سعد اور نیک ساحت میں اپنے گھر والوں
کو ساتھ لیکر کوچ کیا اور کلیاٹری میں جا کر ٹہرے کوال دینے اور شہرے
اور شامیانے کھڑے کر دینے۔ جس جس کو ان کی آمد کی اطلاع ملتی
تھی وہ موضع کلیاٹری میں آکر ان کے ساتھ قیام پوجاتے تھے۔ اس
طرح تھوڑے ہی دنوں میں خیبروں اور شامیانوں کا ایک شہر آباد ہو گیا۔
اور تناہر لشکر میاں ہو گیا کہ گویا کسی بادشاہ کا لشکر ہو۔ یہاں سے
خان بکو نے محمد زئی، بنگلیانی، ترکلانی، اتمان خیل، گدو، مشوانی اور
سواتی وغیرہ کو خطوط روانہ کئے کہ ہر ایک اپنے لشکر کے ساتھ فی
مغیرہ آئندہ پہنچ جائے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت جرگہ ہوا تھا اس وقت ملک جو کا بن
کرہ ملی خیل اور کرم داد بن مستانی ایوب جیل ایاس زئی سالار زئی
دونوں نامور سردار بھی موجود تھے۔ دونوں نے اس وقت خان بکو
اور ملک سر ہلال سے عرض کیا کہ آپ دونوں کو ایاس زئی کے حالات
کا علم ہے کہ بھی اسی سردی کے موسم میں قزاق شاہ ابن سلطان
اکیس لے ہم پر لشکر کشی کی تھی اور ہمارے تین چار دیہات کو تاراج
کیا تھا۔ وہ باقی گاؤں بمشکل ہم نے اور ملی زئی نے مل کر تلوار کے
زور سے پی کے قزاق شاہ ہمارے قریب تر ہے اور وہ دائر لگائے
بیٹھا ہے، اگر ہم لشکر کے ساتھ چلے جائیں تو وہ اس موقع سے فائدہ
اٹھا کر ہمارے دیہات پر چڑھ دوڑے گا اور انہیں تاراج کر دیگا۔
اس نے ہم امیدوار ہیں کہ ہمیں لشکر سے معاف کر دیا جائیگا۔

خان بکو اور ملک سر ہلال نے ان سے کہا کہ اچھی بات ہے۔

تہااری خدمت میں ہے کہ قزاق شاہ کے شہر سے اپنی حفاظت کو
اگر ہم بچہ تیت واپس آ گئے تو ان سے بھی نمٹ لیں گے۔ البتہ
کرم علی بن فتح خان ہوتی نہیں ایاس زئی سالار زئی کو کسی قدر دیہاتوں
کے ساتھ ہمارے ساتھ کرنا غور یا خیل دلور نہ ہو جائیں اور ایاس
نہ بھی بیٹھیں کہ ایاس زئی ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ اتفاق سے کرم علی
وہیں موجود تھا اسے چند آدمیوں کے ساتھ لشکر کے ساتھ کر دیا اور
باقی ایاس زئی اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ کرم علی بہادری میں سید، جو کا، پوپل خیل دوست
زئی ملی زئی کا ہم پڑ تھا اور نہایت عالی قدرت اور صاحب دوست تھا
اور پوشیدہ نہ رہے کہ قزاق شاہ، سلطان ادیس ابن سلطان پکھل ابن
سلطان جہانگیر کا سب سے چھوٹا فرزند تھا۔ یوسف زئی کے خلیفہ کے
صاحب سوات سے بھاگ گیا تھا اور دریائے سوات کے اس پار
شمال کی طرف پہاڑوں میں رہتا تھا۔ وہ دریا کے اس پار بالمتقابل دوش
خندہ باز خندہ، چندہ ٹوہ اور موئی گلی ملک ایاس زئی کے دیہات آباد تھے
یہ سارے گاؤں قزاق شاہ سے متعلق تھے، یہ ہمیشہ بن پڑا کے گاؤں
اور لوٹ جاتے تھے۔ جب خان بکو غور یا خیل کی معجم پر نکلا کہ قزاق شاہ
کو موقع مل گیا وہ غور کا شہر (چترل) گیا کیونکہ کا شہر اس کے قریب تھا
وہاں سے ایک زبردست لشکر لے آیا۔ کا شہری لوگ سب مسدود
درستی تھے، ترک زبان بولتے تھے اور ان کی رعایا سب کا فر لوگ تھے
ایاس زئی پڑھ دوڑے اور ملک جو کا سالار زئی کے گاؤں بدلتی
پر دھاوا بول کر اسے تاراج کر دیا، پھر چندہ ٹوہ سے جاتے ہوئے بو
دیہات درمیان میں واقع تھے انہیں بھی تاراج کیا۔ بہت سے لوگوں
کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ اس کے بعد ایاس زئی کے دھاوا

پہنچے سب نے اس فیصلے پر دعائے خیر کی اور اپنے گھر
کو چلے گئے۔ خان کو، ملک سرمد، ملک بادشاہ، ملک
خان سے داد، بادشاہ وغیرہ نے سعد، ورنیک، سعادت میں اپنے گھر والوں
کو ساتھ لیکر کوچ کیا اور کلیٹری میں جا کر ٹہرے۔ ان دنوں اور
اور شامیانے کھڑے کر دیئے، جس جس کو ان کی مدد کی اطلاع ملتی
تھی وہ موضع کلیٹری میں لگو ان کے ساتھ مقیم ہو جاتے تھے۔ اس
طرح تھوڑے ہی دنوں میں غیصوں اور شامیانوں کا ایک شہر آباد ہو گیا
اور آٹا بڑے مشکہ تیار ہو گیا کہ گویا کسی بادشاہ کا لشکر ہو۔ یہاں سے
خان کو نے محمد زئی، ہنگلیانی، ترکمانی، خان خیل، بگدون، مشدالی اور
سواتی وغیرہ کو خطوط روانہ کئے کہ ہر ایک اپنے لشکر کے ساتھ فی
اندر آشنہ خور پہنچ جائے۔

کہتے ہیں کہ جس وقت بزرگ رہوڑہ تھا اس وقت ملک بوکا بن
کرہ ملی خیل اور کرم داد بن مستانی ایوب خیل ایاس زئی سالار زئی
دونوں نامور سردار بھی موجود تھے۔ دونوں نے اس وقت خان کو
اور ملک سرمد سے عرض کیا کہ آپ دونوں کو ایاس زئی کے حالات
کا علم ہے کہ ابھی اسی سردی کے موسم میں قمر ان شاہ بن سلطان
ایس نے ہم پر لشکر کشی کی تھی اور ہمارے تین چار دیہات کو تاراج
کیا تھا اور باقی گاؤں بشکل ہمسے اور مٹی زئی نے مل کر تلوار کے
دور سے کیئے۔ قمر ان شاہ ہمارے قریب تر ہے اور وہ ڈالو لگائے
بیٹھا ہے، اگر ہم مشکہ کے ساتھ چلے جائیں تو وہ اس موقع سے فائدہ
اٹھا کر ہمارے دیہات پر چڑھ دوڑے گا اور انہیں تاراج کر دیگا۔
اس نے ہم امیدوار ہیں کہ ہمیں مشکہ سے مدد کر دیا جائیگا۔
خان کو اور ملک سرمد نے ان سے کہا کہ چلیں بات ہے۔

تہاڑی خدمت یہی ہے کہ قمر ان شاہ کے شر سے اپنی حفاظت کر دے
اگر ہم بخیریت واپس آ گئے تو ان سے بھی نصیب نہیں ہو سکے۔ البتہ
کرم ملی بن فتح خان ہوئی خیل ایاس زئی سالار زئی کو کسی قدر آدمیوں
کے ساتھ ہمارے ساتھ کر ڈیو تاکہ غوریان خیل و داد نہ ہو جائیں اور یہاں
نہ سمجھ بیٹھیں کہ ایاس زئی ان کے ساتھ نہیں ہیں اتفاق سے کرم ملی
اور موجود تھا اسے چند آدمیوں کے ساتھ لشکر کے ساتھ کر دیا اور
باقی ایاس زئی اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ کرم ملی بہادری میں سینہ بولا کہ ہر پل خیل دولت
زئی ملی زئی کا ہم پر تھا اور نہایت عالی مرتبت اور صاحب دولت تھا
اور پوشیدہ نہ رہے کہ قمر ان شاہ، سلطان ایس بن سلطان پھل ایس
سلطان جہانگیر کا سب سے چھوٹا شہزادہ تھا، یوسف زئی کے قبیلے کے
مہذب سوات سے بھاگ گیا تھا اور دریائے سوات کے اس پار
شمال کی طرف پہاڑوں میں رہتا تھا اور دریائے اس پار ہانمقابل دیوش
خندہ ہار خیل، چندہ خورہ اور سوئی گلی ملک ایاس زئی کے دیہات آباد تھے
یہ سارے گاؤں قمر ان شاہ سے متصل تھے، یہ ہمیشہ ان پر ڈکے ڈالتے
اور لوٹ مار کرتے تھے، جب خان کو غوریان خیل کی مہم پر نکلا تو قمر ان شاہ
کو موقع مل گیا وہ فوڈا کا شہر (چترال) گیا کہہ تاکہ شہر اس کے قریب تھا
وہاں سے ایک بہر دست لشکر آیا۔ کاشغری لوگ سب مسلمان
وہ سنی تھے، ترکی زبان بولتے تھے اور ان کی رعایا سب کافر لوگ تھے
ایکس زئی پر چڑھ دوڑے اور ملک بوکا کا سالار زئی کے گاؤں دیوش
پر دھاوا بول کر اسے تاراج کر دیا۔ پھر چندہ خورہ جاتے ہوئے جو
دیہات درمیان میں واقع تھے انہیں بھی تاراج کیا۔ بہت سے گزروں
کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ اس کے بعد ایاس زئی کے دھاوا

بھی ہر طرف سے کل گئے۔ اور سید بن دنگ پوپل خیل دست لڑی ملی لڑی کے گاؤں پنج گرام (پنج گرام) پہنچے۔ پنج گرام الیاس لڑی کے قریب آباد تھا۔ سید بذات خود بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے قزاق شاہ کے لشکر کو شکست فاش دی۔ قزاق شاہ کا لشکر ہنگام کھڑا ہوا اس نے اس کا تعاقب کیا۔ یہاں تک اسے کڑی بوٹی سے اسے پانہ کر دیا۔ اس طرف ان کی حد تھی۔ الیاس لڑی کے دیہات سے جس قدر آدمی پکڑ کر اور سامان لوٹ کر لے گئے تھے سب ان سے چھین لائے اور ان کے بیٹ سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

اس کے ایک ماہ بعد بہار کا موسم شروع ہوا۔ بسندور (بھٹن) آیا، بسندور کفار کا ایک تہوار ہے جس میں وہ مسلمانوں کی عید کی طرح خوشیاں مناتے ہیں۔ جیب بہار کا موسم آتا ہے ہر طرف پھول کھلے ہوتے ہیں۔ ہرمرد، عورت عیش و عشرت کا سامان تیار کرنے لگتا ہے۔ ہاتھوں میں جہندی دھاتے ہیں، نفیس لباس پہنتے ہیں، مشروب نوشی کرتے ہیں اور سیر و تفریح کے لئے صحران کی طرف نکل جاتے ہیں۔

ملک یوکانے قزاق شاہ کیلئے جاسوس مقرر کئے کہ وہ بسندور منانے کا دن اور موقعہ و محل معلوم کریں کہ وہ کس مکان میں جائے گا اور عیش و عشرت کمرے گا۔ جاسوس اس کے بسندور کا دن اور مقام عیش و عشرت معلوم کر کے واپس آئے۔ ملک یوکانے عجلت کے ساتھ الیاس لڑی کا ایک زبردست دھڑا تیار کیا اور داتوں دات جاکر اس مکان کے چاروں طرف تالوں اور کھڑوں میں پھیل گئے۔

جب صبح ہوئی تو قزاق شاہ بے کھٹکے دس جہی کے ساتھ اپنے

خاص مطربوں کی معیت میں اس مکان میں جا آئے۔ مگر ابھی تو یہی نہیں تھا کہ چاروں اطراف سے الیاس لڑی ان پر لوٹ پڑے۔ دیروں کے دلوں کے اُسے قتل کر دیا اور ہمر کاٹ کر گھر لے آئے۔ دوسرے دن قزاق شاہ کا ہمر لیکر لشکر کے ساتھ خان کچو کے پاس روانہ ہوا اور دریا سے لڑا اسے کنارے حب کر ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ خان کچو کے پاس پہنچ گئے۔ خان کچو اس کے اس کارنامے پر بہت خوش ہو اور قزاق کہیں۔ شادیاں لے، اور لٹارے بھائے اور اس جہم کو ہنگام فاف سمجھا اور کہا کہ خودیا نیں کی فتح ہمیں شاہ نصیب فرمائے گا۔ قزاق شاہ کا ہمر ایسے وقت میں پہنچا کہ لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی سب لوگ ایک دوسرے کو قزاق شاہ کی موت پر مبارکباد دے رہے اور کہہ رہے تھے کہ اب پیچھے سے مطمئن ہوتے۔

انفسر خان کچو موضع کلپ لڑی سے نہایت عجلت میں دوڑ ہو کر دریا سے لڑا اسے کنارے شیع پیور کے ہاتھوں مقیم ہو گیا اور اونچی جگہ پر بیچہ نصب کر دیا۔ باقی لشکر نے ارد گرد اور دریا کے کنارے کنارے دور تک پیورے ڈال دیے۔ مگر میوں کا موسم تھا، لیکروں کے کھیت پہلے رہتے تھے۔ باہر نکلی ہوئی تھیں۔ سارے سامان سب کے پاس موجود تھا۔ جو لوگ نیچے رکھتے تھے انہوں نے نیچے کھڑے کولنے اور جن کے پاس نیچے نہیں تھے انہوں نے کھوپڑے بنائے۔ اس کے بعد ملک خضر خان بارک شاہ ملی اور اس کا بیٹا محمد سعید خان اور ملک بیگی بن بہر م بارک شاہ لڑی اور میر پانندہ بن تاسم تاجو شیں اتھار لڑی اور محمد لڑی کے دوسرے سردار بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ آئے اور

اور خان کچو کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

بعد ازاں ملک شیخو بن ثو جو ثوبے زنی گنگیانی، ملک خواجے بن میرے مد زنی، اور ملک آدم بن محمد علی مانہ زنی، خواجہ گل اکبر تہون زنی، مسوزنی اور میرا بدال بن میرزا آدہ دانیل، بہسزاد موسیٰ زنی اور گنگیانیوں کے دو سرے ملکوں بھی بڑی بڑی جمعیوں کے ساتھ جن میں اکثر سوار تھے، لکھ جان کچو کے قریب ڈیرے ڈال دیے۔ اس کے بعد ملک ستر بن شہو سامان زنی ترمکالی ہاتھری اور ملک حدین کہیں بن بختی خدا الدین زنی یوسف رقی اور ملک عیسیٰ بن میرداد موسیٰ زنی گنگیانی باجوڑ کے راستے سے ایک ساتھ آئے اور خان کچو کے لشکر کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

انفرض رفتہ رفتہ تھوڑے ہی دنوں میں سارے غنی (خشی) کے لشکر اکٹھے ہو گئے اور شیخ تہور کے با مقابل ڈیرے ڈال دیے۔ اتنا بھاری لشکر اکٹھا ہو گیا کہ اس کی مثل دواج کا اجتماع سارے فغانستان میں نہ کسی نے دیکھا ہو گا نہ سنا ہو گا۔ وہ محض نہ ہے کہ جس وقت خان، خواجہ بن خان کچو غنی (خشی) کے لشکر کے ہتھام میں لگا ہوا تھا، ملک ہارید بن محمود خلیل اسی ق زنی عیسیٰ زنی مان زنی جو خلیل کا سب سے بڑا سردار اور نصیرا بدیں ہمایون بادشاہ کا مقرب تھا۔ ہمایون بادشاہ سے ملنے پہلے کابل گیا ہوا تھا۔ اور اس کے حضور میں موجود تھا، ملک نے ابن میرداد اسحاق زنی مان زنی جو اس کا چچا زاد بھائی اور نائب تھا، ملک بہمن عیسیٰ زنی صدون زنی کہ یہ دونوں خلیل کے ہائی گرامی ملک تھے۔ غوریا خیل کے لشکر جمع کرنے کے انتظام میں لگ گیا۔ عاصی اپنے آدمی بھیجے۔ چونکہ یہ لوگ اکثر اس وقت لشکر ہمارے اور بعض پشاور میں

تھے۔ چنانچہ سلیمان شاہ ابن زنگی مہمند آدمی زنی جو اپنے وقت کا مشہور شجاع تھا، کا قبیلہ پشاور میں تھا۔ اس نے حاجبا آدمی بھیجے۔ مہمند، خیل اور ماڈ زنی کا سارا لشکر جس میں ہر ایک عرق تھوڑے پر سوار تھا۔ خصوصاً خلیل سب کے سب مسلح تھے اور ناڈ زنی (یعنی ہیمو) دیگرے نیست) کے زعم ہاتھ میں مبتلا تھے۔ اور پوری جھڑپ اور انتہائی شان و شوکت سے کوچ کرنے ہوئے خستہ م کے اس طرف ڈوب کے کنارے شیخ تہور میں ڈیرے ڈال دیے۔

اس زمانے میں غوریا خیل باہوم اور خلیل ہاتھوں میں اہل ثروت تھے۔ ہر کسی کے پاس خوش، فردش، خیمے، درشامیانے موجود تھے جو کھڑے کر دیے گئے۔ یہاں باہوم ہوتا تھا جیسے بادشاہ کا لشکر ہو۔ جس جگہ خان کچو اور خلیل کا لشکر آئے سارے چڑا ہوا تھا وہ جگہ مشہور و معروف ہے۔

کہتے ہیں کہ خلیل کا لشکر بہت زور و شور کے ساتھ لکھ شیخ تہور میں آگیا۔ ہر کسی کو ان کے زور و قوت کا علم ہو گیا۔ چونکہ خلیل کے لشکر میں سب تھوڑے سوار تھے، وہ بھی عرق تھوڑا پر تمام زور پوش اور لوہے میں غرق تھے اور اس لئے غنی (خشی) کے لشکر کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ پار چھے جائیں اور خدا نخواستہ شکست کھا جائیں تو سب دریا میں ڈوب جائیں گے اس لئے خان کچو اور گنگیانیوں کے سوا گنگیانی خلیل کے جانی دشمن تھے سارا لشکر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ اگر خلیل کے ایک دو سپاہی ریش معز بن اور ملک ہارید کے گھر سے کی دو عمر سیدہ مستورت اور قطب عالم شیخ میرداد متی زنی کے پوتے بطور جرنیل خان کچو کے

پاس آجائیں تو ہمارے سے اس قدر غور بھی کافی ہے۔
 یہ بات ملک خضر خان غزنوی سے کہی گئی کہ آپ اپنی طرف
 سے یہ بات خان کو سکے گوش گزار کریں اگر ان کی رضا ہو تو ہم اس
 بات کی کوشش کریں۔ لیکن اس سے قبل کہ ملک خضر خان خان
 کو تک یہ بات پہنچا سکے، خان کو کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ خان
 کو اس پر بہت غصہ آیا اور فرما اٹھا کہ ملک سرہند کے ڈیرے
 پر گیا اور اس سے کہا: "میرے بھانجے یہ تلک مجھ سے
 پوشیدہ کیا مشورہ کرتے ہیں کہ غوریانہیں سکے جرگے کو بلا چاہتے
 ہیں۔ یاد رکھو اگر غوریانہیں سکے تلک بطور غدا خواہی یہاں آگئے تو
 میں انہیں تمہارے ہی ڈیرے میں قتل کروں گا" سر ابدال نے
 عرض کیا کہ ہماری کیا محال ہے کہ آپ کے مرض کے بغیر کچھ کر سکیں
 جو آپ کی مرضی ہوگی وہی عمل میں آئیگا۔ اس کے بعد خان کو
 ملک سرہند کے ڈیرے سے اٹھ کر اپنے ڈیرے میں چلا گیا۔ چند
 دن گزرنے کے بعد خان کو نے غنی (خشی) کے تمام رواسا کو طلب
 کیا اور دریا پار کرنے کے بارے میں استفسار کیا۔ ملک خضر خان نے
 اپنی غنی (خشی) کے مقتضا کے مطابق وہ بات خان کو سے کہی۔
 خان کو سمجھ گیا کہ یہ بات اہل جرگہ کے مشورے سے کہہ رہا ہے۔
 اس نے جرگے کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس معاملے میں آپ
 کی کیا رائے ہے۔ اہل جرگہ نے کہا کہ خاں! ہم آپ سے زیادہ
 سمجھدار نہیں ہیں جو آپ کی رائے ہو وہی ہماری رائے ہے۔ اس
 جرگے میں آدھ اور ہونا نام کے مطرب بھی بیٹھے تھے۔ خان کو نے
 ان سے کہا کہ اے مطربو! تم بھی کچھ کہو۔ مطربوں نے خان کو کی مرضی
 کو مانگ لیا تھا۔ فرما سرور چھیڑا اور ہند آواز سے یہ غزنی کہی:

خان کجود قریہ زویہ
 اوس پہ ہرستان شیم پور
 غیمہ ذکرہ ولادہ لویہ
 تہ ستا تہ لے بویہ
 اوکھ لکھوی دلیمہ
 دیپورشی تر لویہ
 ترجمہ: ۱۔ اے کوہ کے فرزند خان کو! آپ نے بہت بڑا غیمہ
 کھڑا کر دیا ہے۔ اب جس طرح سے بھی ہو شیخ پور کو آپ کا جانا فرما
 ہے۔ اگر نہ گئے تو آپ کا یہ غیمہ تمام عسکر کا آپ کیلئے طعنہ ہو جائے
 گا۔

اور دوسری غزنی یہ کہی:

ہاوا خان دہو لوی زویہ
 کہ مور وار غورے پر بندہ
 سبک خیز دسرا کرہ کرہ و زو
 دے پشی کر کو لفرہ لپیڈہ و زو
 ترجمہ: ۱۔ اے مولیٰ کے بیٹے ہار خان، سامنے غنی (خشی) کو
 تم سے طرف سے اکٹھا کر دیا۔ اگر اس دہو تم نے غوریانہیں کو چھوڑ
 دیا تو یہ اپنے زور میں اگر مغرور ہو جائیں گے۔
 جب ان مطربوں نے یہ غزنی کہی تو ہر کسی کے دل پر اس کا اثر
 ہوا اور ہر کسی میں تلک کا ویر پیدا ہو گیا۔ اس پر خان کو نے لوگوں
 سے کہا کہ اسے جرگے والو! میں آپ لوگوں سے اور کیا کہوں گا حقیقت
 یہی ہے جو ان مطربوں نے آپ کے سامنے بیان کر دی۔ باقی آپ کی
 مرضی ہے۔ نسبتہ اس دفعہ غوریانہیں کا بندہ ہست کیا گیا تو پھر تم
 خود دیکھ لو گے کہ غوریانہیں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں وہ
 تھے مغرور ہو جائیں گے کہ تمہیں پہاڑوں میں بھی نہیں چھوڑیں
 گئے۔

اس کے بعد ہر کسی نے خان کو کی مصلحت پسندی اور کہا کہ
 اس دفعہ غنی (خشی) کا شکر اللہ تعالیٰ نے متا فرما ہم کو دیا ہے کہ اس

کے بعد شاید ہی تلی تعداد میں پھر کبھی جمع ہو سکے۔ پس صلاح یہی ہے کہ دریا کو عبور کر کے ان سے ٹھیں، پھر جو بھی خدا کو منظور ہو۔

کہتے ہیں کہ اس مہم میں فنی کے جتنے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ تھے سب آگئے تھے اور اس جہز کے میں حاضر تھے۔ خان کو لے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "سے میزان قمر ۱ یہ دن ہم پر بڑا سخت آن پڑا ہے۔ آپ ہمارے استاد دار ہیں اور ہم آپ کے خدمت گزار ہیں، ہمارا آپ پر حق ہے، اگر کسی صاحب کو کشف یا ایہام کے ذریعے آئیوے دتے کے متعلق کچھ معلوم ہو تو ہمیں اس سے آگاہ کریں" کہتے ہیں کہ شیخ جواد بن عثمان، دوسری نسل میں لڑی خواجوزئی جو یوسف زئی میں کشف و کرامات میں مشہور تھے۔ ان کے درمیان سے سہراٹھا کہ کہنے لگے کہ سب ملکی لو ہیں جواد بن عثمان کا بیٹا ہوں جس نے کابل میں مرزا علی بیگ کے وقت میں ملک سلیمان شاہ کو یوسف زئی کے قتل کا اشارہ کیا تھا، اور پھر اسی طرح بد تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم اس ماہ جمادی الاول کی بارہ تاریخ کو پار ہو کر مقابل کے سامنے آ جاؤ گے، اسی ماہ کے تیرہ تاریخ کو تمہاری زبردست جنگ ہوگی، اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا کہ رسوں مقبول ہو، ہمارے حدود میں ہیں۔ ہم حق پر ہیں اور ہم پر ظلم ہو ہے۔ اس کے بعد حزیبہ میں اگر تین بار کہا کہ غوریہ خیل شکست کھا گیا اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عصا سے جو میرے ہاتھ میں ہے غوریہ خیل کے بندے سے فنی (خشعی) کو خلع دی اور اسے آزاد کر دیا۔

شیخ جواد کے تہا کہے سے تمام فنی کو تقویت حاصل ہوئی اور فتح و

صہرت کو اپنا شامل حال جانا۔ یہ عین وہی وقت تھا کہ اسی وقت قراں شاہ کا سر بھی پہنچ گیا۔ جیسے پہلے ذکر ہوا خوشی و خوشی ہو گئی اور اسے ٹیک فاس سمجھا گیا۔

اس درمیان میں غوریہ خیل کو بھی خبر مل گئی کہ فنی کے بیشتر لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ اگر غوریہ خیل کا سرنگہ حذر خواہی کیلئے ہمارے (یوسف زئی کے) پاس آ جائے تو ہمارا عند ہو جائیگا، مگر غوریہ خیل انتہائی مغرور اور بدست تھے، صلاح دستی کیلئے آمادہ اور راضی نہ تھے۔ اس لئے فتنہ انگیزی شروع کی۔

یہنا کچھ کسی قدر آدمیوں کو اس پر دو آہ میں بھیج دیا۔ اس وقت چونکہ دو آہ کے لوگ دریا پار کر کے اشنغر آئے ہوتے تھے اور دیہات غازی پورے تھے انہیں مواقع مل گیا، اور لگیا یہاں کے دیہات کو دہر آتش کر دیا۔



یوسف زنی قوم کی سرگزشت

باب (۷)

یوسف زنی کا دریائے لنٹری کو غور کرنا
اور غوریائیں وغیرہ سے ان کی جنگ

خان بکو اور اس کے دوست سر اجیان کو غوریائیں کے ہاتھوں
لگایا جن کے دیہات جلائے جانیکا علم ہوا تو انہیں بہت غم آیا
اور سب نے دریا پار جا کر جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ بہت سی
کشتیاں اور شناہ فرہم کئے۔ ان میں سے ایک شناہ سر آلام سے
اوپٹا تھا، اس کے بعد خان بکو نے ملا احمد ابن فرائد دمتی زنی
اور زنی خلیں کو غوریائیں کے پاس بھیجی۔ ملا احمد بہت زمانہ پہلے خلیں
آیا تھا اور خواہو زنی ملی زنی میں سکونت پذیر تھا۔ شیخ خلیہ میں اس
کا ٹھکانہ تھا، اور کلیش خلیں کا پیش امام تھا۔ اور بہت دانا شخص تھا۔
اس کے ذریعے ملک بنی مالی زنی اور ملک بہنوں صدوزنی ہار زنی کو
کہلا بھیجا کہ اگر آپ دریا کے اس پار جنگ کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے
لے راستہ کھلا چھوڑ دیں تاکہ ہم دریا کو پار کر کے میدان میں پہنچ
سکیں اور اگر آپ بہت پسند نہ کریں تو پھر آپ کیلئے ہم راستہ چھوڑ

کو ایک طرف کو ہٹ جائیں گے۔ آپ دریا پار کر کے اور ہر آہائیں،
پھر جو اللہ کو منظور ہو دیکھا جائیگا۔

ملا احمد دریا کے پار گیا اور ملک بنی اور ملک بہنوں کو یہ
پیغام پہنچایا۔ یہ پیغام سن کر دونوں خوش ہوئے اور اس سے کہا
کہ بہت اچھی بات ہے، ہم راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ اطمینان کے
ساتھ دریا پار کر کے اس طرف جائیں۔ ملا احمد نے واپس آکر خان کو
کو ان کا پیغام سنا دیا۔ خان بکو نے یوسف اور منذر کو بلا کر کہا کہ
تم یوسف اور منذر کو پس میں قرعہ ڈال لو جس کے نام قرعہ نکلا
وہ پہلے پار چلا جائے۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو منذر کا نام نکلا، سب
مندر اس پر آزدہ غافل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم پہلے پار جائیں
اور غوریائیں پر حملہ کر دیں تو ہم سب قتل ہو جائیں گے۔
خان بکو ان کی اس بات سے بہت دل گیر ہوا۔ وہ فکر مند
بیٹھا ہوا تھا، کسی نے پوچھا کہ خان عالی! آپ تنے لوں کیوں بیٹھے
ہیں؟ خان بکو نے کہا کہ ہمارے یوسف اور منذر کا ہمیشہ سے یہ دستور
رہا ہے کہ ہر جنگ اور ہر ہم میں بطور ایک خان مقدمہ پیش ہوں گا
گھڑانہ میدان میں آتا تھا مگر آج میں خلاف معمول بات دیکھ رہا ہوں
خدا نصیب کرے۔

اس پر سیم خان ابن مغدود ابن پوپل اور سیدہ جو کا پرن دلک
بن پوپل، منذر زنی دوست زنی ملی زنی سے کھڑے ہو کر کہا کہ اچھی بات
ہے خان، جب آپ کی مرضی یہی ہے تو پہلے ہم پار جاتے ہیں۔ یہ کہہ
قینوں دعوت ہو گئے۔ خان بکو نے حکم دیا کہ پہلے ان کو کشتی دے دو
یہ پیچھے پار ہو جائیں گے، بعد باقی لشکر کی یادگی کشتیوں اور شناہوں
سے دریا پار کر کے صبا د غوریائیں ان پر ٹوٹ پڑیں، وہ دھوکہ دیں۔

ہمس کے بعد سلیم خان، مسیدہ جو کا، اور تمام ملحق ذکی قوم کے ساتھیوں
میں بیٹھ کر پار چنے گئے۔ چنانچہ سارا لشکر ایک دفعہ میں مشنا دوست
دہشتیوں میں بیٹھ کر پار چلا گیا۔ اور ڈوب کے کنارے طرہ سے ڈس
دیے اور ہر کسی نے اپنے اپنے برہ میں موافق حال خندق کھودی اور
کانٹے پھا دیے۔ رات اسی جگہ گزاری۔

جب صبح ہوئی تو خان کو نے حکم دیا کہ لشکر میں جتنے مطرب
ہیں انہیں بہترین گھوڑے اور ہتھیار دے دیں۔ تاکہ سب سے پہلے
وہ غوریانہوں کے سامنے جائیں اور جنگ کا آغاز کریں۔ اس سے خان کو
کی غرض قوت نہ تھی۔ چنانچہ ان لشکر نے اپنے اپنے مطربوں کو
بہترین گھوڑے اور ہتھیار دیے۔ انہیں خوب آراستہ کر کے میدان
میں بھیج دیا۔

معلوم رہے کہ سات سو مطرب لشکر کے ساتھ تھے، اور اس
وقت ان کے سردار یوسف ذکی بلکہ سارے فوجی خوشی میں ٹپکی
اور ادا تھے۔ یہ دونوں ممتاز صدوزی کے دو دم (مطرب) تھے۔ یہ
دولوں ان سات سو مطربوں کے ساتھ ہو کر لشکر سے نکل کر آگے
چلے گئے۔ درخسترم میں پہنچ گئے۔ خاتم، علی ثریٰ مقدود ذکی خلیل
کا گانڈ تھا اور باخندوں نے سے حق کر دیا تھا مطربوں نے اس
گانڈ کو زبردستی شمشیر کر دیا۔ اور ایک لاغر و بیمار بل کو بیٹھے گاؤں والے
ذیلی کے تھے، ذلی کو دیا اور واپس آگے جب گاؤں سے دھواں
بلند ہو اور آگ سے شیشے بھڑک اٹھے تو غلبہ سمجھ گئے کہ ان کے
گانڈوں کو جلا دیا گیا ہے اس سے ان کے تعاقب میں نکل آئے مگر
ہمس وقت تک یہ لوگ واپس آگئے تھے۔ اسی اثنا میں دھوکے نامی
مدد اس وقت یہ مقام کا نور ڈوبے سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک مطرب جو عرصہ ایک سال سے حبس سے آکر یوسف ذکی میں
احمد ولد کہیں بن بختی اکوڑی خواجوزی علاؤ الدین دہلی کے پاس
آباد ہو گیا تھا۔ کسی پہانے سے مطربوں سے یہ پچھے رہ گیا تھا، پھر
گھوڑا دوڑ کر خیل کے سواروں میں گھس گیا اور سلام کرتے کرتے بعد
ان سے کہا کہ میں آپ لوگوں کا شکوہ ہوں۔ اسی نے اسے سخت
وقت میں پھر آپ کے پاس آگیا ہوں یہ گھوڑا اور اسلحہ یوسف ذکیوں
کا دیا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کی خاطر مدارات کی اور پوچھا یہ سوار
کہیں کے تھے؟ فتوے سے کہا کہ یہ سوہ تو سارے کے سارے مطرب
تھے جو حال کو کے ساتھ آئے ہیں درہنہ نمود اور جنگ کے آغاز کیلئے
نکلے تھے۔ یہ سن کر خیل نے ایک دوست سے کہا کہ جیب کی اس
قد فوج صرف مطربوں کی ہے تو ان کا لشکر نہ جانتے کتنا ہو گا؟ درہنہ
جیل نے کہا کہ خدا کو ہم پر اپنی فوج کی کثرت کا مطلب ڈالنا چاہتا
ہے۔ اور ہمیں پناہ دے دکھاتا ہے۔ حیرت حقیقت خود بخود شہکار ہو جاتا
گی اور کل میدان جنگ میں اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔

غرض مطرب لوگ وہاں سے لوٹ کر خان کو کی خدمت
میں حاضر ہوئے سلام کیا اور یہ حال اس سے کہہ دیا۔ خان کو بہت
خوش ہو انہیں احکام سے سرفراز کیا اور کہا کہ ہمہ حال یکتات
ہوا کہ پھر سے مطربوں نے ان کا گانڈ جلا دیا۔ نہایت فوج ہماری
ہو گی۔ دوستوں صاحب ٹوٹی ہوئی تو فتوے کے مطرب اس میں مدد
ملے۔

کہتے ہیں کہ سب مطربوں سے خود باخندوں کا گانڈ جلا دیا تو وہ
بڑے غضب ناک ہوئے اور رات یہ صلاح کی کہ کل ہی ان پر حملہ
کر دیا جائے۔ درمیان میں اسے لڑ جائے۔ خان کو کو جا سوسوس

نے آکر فوراً اطلاع دی کہ کل غوریانیں حمد کریں گے، جاں بکھرنے
اسی وقت تمام ڈیروں میں قاصد بھیجے اور منادی کرائی کہ ہر شخص جنگ
کیلئے تیار ہو جائے۔

جب رات گزر گئی اور صبح ہوئی تو جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ
تھی۔ غوریانیں علی الصبح اسے ڈیروں سے لکل کو روانہ ہوئے، ہر
کے لوگ بھی تیار و مستعد بیٹھے ہوئے تھے فوراً اپنا لالہ لشکر نیکر
لکل آئے اور صلیب بنائیں۔ اسی وقت خان کو نے ملک سہراہانی
لیکی خیل کو زنی کے معیت میں ملک خضر خان اور ملک بیگی محمد زنی
سے کہا کہ:

"معد زنی میرے لشکر کو پورے محمد زنی بھائی، ہزارہی
پانے اور لیکی کرے کا یہی دن ہے۔ مجھے آپ اور یوسف زنی سے
کچھ سوا کسی اور پر اعتماد نہیں ہے۔ ترکہانی اگرچہ بہادر لوگ ہیں مگر
بہت ٹھوڑے ہیں، صرف دو سو سوار آئے ہیں۔ اور گلیانی اگرچہ
ہمارے بھائی ہیں ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ملک محمد خاں گلیانی
کے قتل جو سب ہم سے ہمدردی رکھتے ہیں لیکن مجھے ان پر بھروسہ
نہیں ہے کیونکہ وہ صرف زنا اور تیز زبان ہیں۔ اب محنت اور ضرورت
کی دو جگہیں ہیں جو پیش آتی ہیں۔ ایک سامنے غوریا خیل سے مقابلے
کی، دوسری پیچھے سے حمد کرنے والوں سے ہی فطرت اور نگہبانی
کی۔ اب آپ جو مقام پسند کریں اسے اختیار کریں، ملک خضر خاں اور
ملک بیگی نے ان سے کہا کہ خان اعظم ہم آپ کے غلام ہیں آپ
سے ہمیں ایک کاسہ آگرہ میں خرید لیا ہے۔ (یہاں آگرہ کے کاسہ سے
مہارو ملک اشرف ہم اب جو بھی مشکل خدمت ہو ہم اس کے لئے
تیار ہیں۔ خان کو نے کہا کہ آفریں بادا مجھے آپ سے یہی توقع تھی

میں جو آپ لوگوں پر ناز کرتا تھا تو اسی دن کیلئے اب آپ سارے
محمد زنی ایسا کریں کہ بیاں ب (جنگل) چٹائیں اور ان نالوں اور
کھنڈوں کی طرف صفیں بنا کر کھڑے ہو جائیں، اور ہمدردی پشت پناہی
کر رہے ہیں۔ اگر پیچھے سے ہم پر کوئی حملہ آور ہو تو آپ ان کا دفعہ
کریں اور کوئی حملہ آور نہ ہو تو تب بھی آپ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور
جب اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب فرمائے اور دشمن شکست کھا کر
ہنگام کھڑا ہو تو پھر آپ بھی آئیں اور ان کا تعاقب کریں۔ ان
کے مارنے اور قتل کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ اور اگر خدا کو ارادہ ہو
شکست ہوئی تو پھر فی الفور ہمارے پاس پہنچ جائیں تاکہ ہمارے لوگوں
کو آپ کی وجہ سے استقامت حاصل ہو جائے اور ان کی ہمت بند نہ
جائے۔"

اس حدیث کے مطابق محمد زنی نے پناہ لشکر، ایک ایک صف
میں کھڑا کر دیا اور پورے فوجی ٹیٹ سے ان نالوں اور کھنڈوں کے
باقابل صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد خان کو کو دفعی حاصل
ہو گئی۔ اور نے لشکر کے اہتمام میں لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ خان کو نے
حاصلہ شدہ (لشکر) کا لشکر سات صفوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر صفیں
پیاہوں کی بنائیں اور ایک صف سواروں کی بنائی اور اس پر بہت
کھڑی کر دی کہ پہلی صف ڈھال والے پیادوں کی تھی جو سر پہنہ
تواریں اتارے ہیں اٹھائے ہوئے تھے اور پانچ صفیں ان کے پیچھے
سواروں کی تھیں اور ساتویں صف سواروں کی کھڑی کر دی مگر یہ
ساتویں صف کچھ ایسے بیٹھے اور ترتیب سے کھڑی کی تھیں کہ ان
کے درمیان کوئی تفاوت اور کشادگی نہیں تھی۔ اور سواروں کو کھڑے
ان کے پیچھے اتنا متصن کھڑا کر دیا کہ سواروں کے پیروں کی انہیں پناہ

کی پشت سے لگی ہوئی تھیں۔

کہتے ہیں کہ سوار اس صف میں، اتنے زیادہ ہونگے کہ یہ صف ان کے لئے بالکل ماکافی ہوگئی۔ چنانچہ انھیں سواروں کو لوہیوں کی صف میں ایک دوسرے کے پیچھے کھڑا کر دیا۔ درخاب کو جب یہ صف بندی کر رہے ہیں تو وہ ایک برقی رفتار گھوڑے پر سوار تھے اور ہر ایک صف کے آگے بھر رہے تھے۔ در سب کو جنگ کی تعلیم دے رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ:

”میرے بھائیو! اور عزیز دوستو! غوریہ نہیں زندہ آؤ گی، بہادری اور شجاعت میں مشہور ہیں۔ در سب عرقی گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اور ہر ایک کی کمر میں مشہد و مصر کی بنی ہوئی تلواریں نکلتی ہیں۔ پھر ملک بھی ان کا، چاہے، ہمارا وطن یہاں سے بہت دور ہے، ورنہ میں ایک عقلمند دیرا مانا ہوں۔ بہادر ناموس (زبان) بھی اس پار ہمارے ساتھ ہے۔ پس بروقت جہاد آؤ گی۔ اور مدد کا سہہ۔ اگر ہمارے قدم کھڑ گئے، اور ہم نے شکست کھائی تو ہم سب قتل ہو جائیں گے یا دیرا میں غرق ہو جائیں گے کوئی بھی زندہ نہ رہے گا۔ دنیا میں تماشائیں کورہ جائیں گے۔ عزت خاک میں مل جائے گی!“

اور دوسری بات بھی فرمائی کہ:

”ملک، درخاب، موسیٰ کوئی باقی نہ رہی، اور سیم خان ابن مندو ابن پور، اور سید و بنو کا پسران، دلکھ ابن پور سے ملی زنی دوست زنی جنگ کے وقت غایت شجاعت سے بے ہوش ہو جاتے ہیں، اور اپنی جاں سے بے پروہ ہو کر

دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایسے وقت میں ان کے گھوڑوں کی انگلیاں مصروفی سے پکڑے رہیں تاکہ بے فائدہ، اور بے محل دشمن کے لشکر میں گھس کر بے آپ کو ہرک نہ کریں۔ یہ لوگ مجھے بہت عزیز ہیں۔ لشکر میں اور بھی بہت شجاعت و بہادری ہیں۔ مگر مجھے ان کی اتنی فکر نہیں ہے۔ لیکن اگر خدا نخواستہ ہمیں شکست کا سامن ہو تو پھر ان کو پھوڑ دیا جائے کہ جو کچھ ان سے ہو سکے کوڑا لیں!“

ایک بات یہ بھی فرمائی:

”تھگیا نیوں کے سواروں کو اپنے سواروں کے درمیان میں اور ان کے پیادے اپنے پیادوں کے درمیان میں رکھو، اس سے کہ وہ تیز زبان ہیں کہیں کھانگ نہ کھڑے ہوں اور چلائی صفوں میں بھگت نہ چارے۔“

یہ فرمایا کہ:

”جب وہ لوگ یعنی غوریہ نہیں ایک تیر کے واسطے پر آجائیں تو ہر صف کے تیر انداز تیر اندازی شروع کریں۔ مگر کسی طرح کہ تیر تمام صفوں کے سروں کے اوپر سے جائیں اور سوار بھی پیادوں سے ایسے مل جائیں کہ ان کے تیرے پیادوں تک پہنچ سکیں۔ پھر جب پیادے شمشیر زنی کی حد پہنچ جائیں، تب ان سے آگے ہو کر دشمن کے سواروں سے مبارزات طلب کریں!“

کہتے ہیں کہ حال کو معقول کو درست کرنے، اور جنگ کی ہدایت کے بعد اپنے برقی رفتار گھوڑوں سے اتر گیا اور اپنے آپ کو مسلح اور لڑہ پڑش کر کے ایک دوسرے عرقی قوی گھوڑے پر سوار

وہ اور اپنے قبیلے والوں یعنی صدوزئی مندر کے پاس تمام صفوں کے
دہال میں آگئے۔ اور ملک سہراہاں ملک بارخان ملک سلیم خان سید
اور جو کا دوست نہئی۔ وں نہیں ملی نہئی اور کرم علی الیاس نہئی سالار نہئی
اور ملک میں تاجوخیل اباخیل اور ملک خدائید، بن یارہ خان، میراجنیں
صدوزئی مندر ان کے ساتھ تھے اور ہر ایک سے کہتے ہاتھ تھے کہ
مردانگی کا یہی وقت ہے۔ دیکھو قدم پیچھے نہ ہٹیں، بزدلی نہ دکھانا
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور آگے بڑھو اس کے بعد صفوں میں
مغرب کی جانب طورہی خیل کے لشکر کی طرف بڑھیں۔ اور عویاخیل
کا لشکر بھی ان کی طرف بڑھنے لگا۔

اس اثناء میں میر فتح محمد مریم نہئی جو مہند کا نامور سردار
تھا، پانچ سو سواروں کے ساتھ کھڑوب، دور نالوں میں پھینچنے کی غرض
سے جنوب میں اس جگہ کی طرف روانہ ہوا جہاں سے خان کج کو خطرہ
لاحق تھا اور لشکر نہیں، داؤد نہئی، مہند اور بعض توابع مثلاً چسکنی
زیرانی بستلاری اور نیلابی وغیرہ ملک شہی عالی نہئی و ملک ہسلول
صدوزئی اور دونوں عیشی نہئی محمد نہئی باؤد نہئی خیل تھے۔ ان کے ساتھ
خان کج کی طرف روانہ ہو گئے۔ غوریان خیل نے خان کج کا لشکر دور سے
دیکھا تو انہیں ایک ہی صف دکھائی دی اس لئے انہوں نے بھی
اپنے لشکر کو ایک ہی صف کھلی سی صف میں صف آرا کیا۔ خان کج
نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کی صف خان کج کے لشکر کی صف سے
بھی مہی ہے تو بہت متوجش ہوا۔ حالانکہ صفوں کی قلت و کثرت
کا اسے کوئی علم نہ تھا۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب آئے تو خان کج
سمجھ گیا کہ غوریان خیل کا سردار لشکر ایک ہی صف ہے وہ بہت خوش ہوا

اور اپنی فتح کا اسے یقین ہو گیا اور کہا کہ غوریان خیل نے جنگ کی تہیہ
میں غلطی اور یہ تو فی کی کر سارے لشکر کی ایک صف بندی کی وہ
ہے کہ جہاں کہیں وکاوٹ کڑوہ ہوتی ہے۔ پالی اسی جگہ کو توڑ پھینچنے
لگتا ہے اور غوریان خیل نے جب دور سے خان کج کی فوج کے پیچھے لشکر
کے غلوں کے غلوں دیکھے تو سمجھے، شاید گانے پھینچوں گے جگے ہیں
خان کج نے ہماری لئے سیاہی سی بنائی ہے ہمیں مہربان کرنا
چاہتا ہے مگر حیب قریب آگئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ سب فوج
بے ہر امید اپنی زندگی سے منقطع ہو گئی اور کہتے تھے کہ تیری جیت
افوج سے ہمارا چھٹکارا ممکن نظر نہیں آتا، حتیٰ کہ ملک خوش بو بن
ہو مندی نہئی یا مندر نہئی داؤد نہئی جو بڑا عالی مرتبت اور بہادر
تھا اور سر سے پاؤں تک سوسے میں عرق تھا اس سے سب کچھ
آباد کر چھینک دیا اور کہا کہ اس قدر بے پناہ لشکر سے ہماری جیت
مہی ہے۔ پس کیا لڑاؤ کر اپنے آپ کو عذاب میں ڈالوں اور تنہا
ہو کر ٹھٹھتے چلوں چنانچہ وہ اس طرح جنگ میں شریک ہوا اور
مار گیا۔

یوسف زئیوں سے غوریان خیل کا شکست کھانا

انفصلاً جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ایک تیر کے فاصلے
پر پہنچ گئے تو غیل کے سواروں نے یکساں لگی تھی (شیشی) کے لشکر پر
سواروں سے دوڑنے لگے۔ خان کج نے فوراً حکم دیا۔

”تیر لٹاؤ، تیر اندازی شروع کرو تاخیر نہ کرو“

اس حکم کے ملتے ہی تمام صفوں نے یکساں لگی تیروں کی بوچھاڑ

کردی۔ تیروں کی ایسی ہارش ہو سے لگی کہ دیکھنے والے کو یہ لگاں
ہوتا تھا کہ کان گھڑ پھانی ہوتی ہے۔ تیروں کے چلنے سے فص
میں سسپارٹ ہڈا ہونگی اور جب فضل میں تیر ایک دوسرے
سے ٹکراتے تو ایک گونج مینا ہوتی ہ سواروں کے جسموں میں اتنے
تیر ہوسٹ ہوتے کہ بعض کے میں، بعض کے چالیس اور بعض
کے تو سو سو تیر تک ہوسٹ ہو گئے۔ اس سے پہلے تیر اندازی نے
سبھوں کو اندھا کر کے زمین پر پھلایا دیا۔ کٹر یوسف ریموں کی صوبہ
تک پہنچ بھی نہ سکے اور ہی گھر کو ڈھیر ہو گئے۔ درجس بہ نود
سور کرم خوں میں گر گئے اور بعض رکابوں میں پھنس کر لٹک گئے
گھوڑے انہیں گھسیٹتے ہوئے صفوں تک لے آئے، وہاں گر گئے
یاد سے گئے۔ غرض یہ کہ اس یہ تیروں کی ایسی ہارش ہوتی کہ ان
نے ہر گنگ میں بھی نہ تھی، تیروں کی ایسی ہارش نہ کانوں
نے سنی اور نہ تاروں کی کتابوں میں دیکھی گئی

ان واقعات کا وقت نگار خواجہ متی زئی حیل کہتا ہے کہ میں
سے تیس بن بیاس بن دلکھ کو زئی خواجہ زئی علی زئی سہاں
خیل کو یاد پایہ کہتے ہوئے تھا کہ اس جنگ میں جتنے یوسف زئی
گھوڑوں پر جیرین کے تنگی پشت پر سواری تھے، حال کو نے سب
کو پیادہ کر دیا۔ یوسف زئی کیا بلکہ سارے غنی (خشش) کے پیادے
سواروں سے زیادہ بہتر ہونے میں۔ پٹانچ میں بھی ہر پہ پشہر
سوار تھا جان کو بے جھے بھی پیادہ کر دیا۔ جس وقت غوریا خیل
ایک تیر کے فی صے پر آ گئے۔ اور انہوں نے ہم پر پڑا دیا۔ تو
ہماری طرف سے تیر برمانے شروع کر دیے گئے۔ میں نے بھی نہ تیری
شروع کی یہاں تک کہ جب غوریا خیل تلواروں کی زد میں آئے تو میں

اس وقت تک دس تیر چلا چکا تھا۔ گیارہویں تیر کی ماری نہیں
آتی۔ فرزند تلوار سونت لی اور دست بہ دست جنگ شروع کر دی۔
اسی طرح تمام لشکر کو قیاس کر کے درجس وقت دونوں لشکروں
میں مقابلہ ہوا تو شمشیروں، خنجروں، نیزوں اور کلہاڑوں کی بڑی
مار پڑی کہ میدان میں آدمیوں اور گھوڑوں کی لاشوں کے ڈھیر دست
کی پہاڑیاں بن گئیں۔ گھوڑوں اور آدمیوں کے جسم تیروں سے
پھنسی ہو گئے تھے۔ اور تلواروں کی ضربوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر
ہر طرف میدان میں بکھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے خاں کو کاساتھ
دیا اس کا لشکر بھی بیکار رہا تھا غوریا خیل کا لشکر اس
کے مقابلے میں غم غم بھی نہیں تھا۔ فتح و نصرت نے خاں کو
کے قدم چومے اور غوریا خیل شکست کھا گئے۔ ان کے زیادہ سوار
ٹو پیسے ہی پے میں گر گئے تھے اور جو صبح سلامت رہ گئے تھے
وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ پیادوں سے پشاور کا رخ کیا۔
لئی (خشش) کے لشکر کی ان کے تعاقب میں تھے۔ جہاں جیسے جیتے
تھے وہیں اسے قتل کر دیتے تھے۔ کھیت اور راستے لاشوں سے
بھر گئے مگر زین ان کی بہت پر خصوصاً خیل کی بہت پر کہ
شکست کھانے پر بھی پلٹ پلٹ کر اس طرح جنگ کرتے رہے
د تیروں، تلواروں کے پیسے واد کرتے رہے کہ لوگوں کو حیرت میں
ڈال دیا۔

کہتے ہیں کہ عین اسی وقت کرم علی ابن فتح خان ابراہوتی
علی خیل ایسا لڑائی سالار زئی یوسف زئی جو نہایت صفت سکندر
اپنے وقت کا جنگجو تھا زور پوش اور لوہے میں غرق تھا عیس کے
نہایت دور کے تعاقب میں جب کہ وہ بھاگ رہے تھے، گھوڑا ڈیرا

اسی اثناء میں ایک پیادہ نے اس کے ایسا تر مارا کہ اسی جگہ گھوڑے سے گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اس کا گھوڑا اسی جگہ کھڑا رہ گیا اور یوسف زئی کے سوار بھی اس کے چاروں طرف اکٹھے ہو گئے۔ ناگاہ خواجہ حضرت بن یوہن در شاہی بن سید محمد صاحبین ابوزئی نے خواجہ زئی بن زئی کو یہ دونوں آپس میں قریبی رشتہ دار تھے، مانگے اور کرم علی کو پہچان لیا۔ دیکھا کہ مرنے والا ہے۔ اور گھوڑا پاس کھڑا ہے اور چاروں طرف سوار بھی کھڑے ہیں۔ کہنے لگے۔

اوسے نامزد، کرم علی جیسے بہادر جوان قتل کر دیا گیا۔ در تم کھڑے ہوئے ایک درستر کا منہ تک رہے ہو وہ تم سے صبح سلامت پنج کو نکل گئے نہ

سواروں نے کہا کہ یہ پیادے ایسے نشانہ باز ہیں کہ ان کے تیر کیسے کوئی ڈھال نہیں۔ وہ کسی کے قاتل میں نہیں آتے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ افسوس کی بات ہے کہ کرم علی جیسا زحمت کش ہو گیا۔ در قاتل پنج کو نکل گئے۔ ہم قوم کو یہ منہ دکھائیں گے یہ دونوں فوٹا اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ اور انہیں جابا در یکبارگی ان پر تیر بوسے شروع کر دیے۔ خیل کے پیادوں نے بھی تیر مارنے شروع کئے۔ انہوں نے خواجہ حضرت کے تیر مارا کہ ڈھل میں پھید کر کے پار نکل کر اس کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ اسی طرح شاہی کے سر پر خود کو اس طرح نشانہ بنایا کہ خود سے پار ہو گیا۔ اگرچہ شاہی پنج گیا۔

ان واقعات کا واقعہ نویس خواجہ لکھتا ہے کہ میں نے شاہی مذکور کو بار بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ خیل کے تیر انداز نے تیر انداز سے تیر مار تھا کہ میرے سر چکوانے لگا تھا۔ در آنکھوں کے سامنے

نہیچر چھا گیا تھا مگر اسی اثناء میں درستر سوار بھی ہماری مدد کیسے پہنچ گئے اور پیادوں کو قتل کر دیا۔ اور وہ کہاں جس سے شاہی کو دشمنی تھی کیا تھا کوئی آدمی "صدوم" سے تھا مسبدوں اور تجروں میں پھرائی گئی اور لوگوں نے اُسے دیکھا وہ کمان اتنی سخت تھی کہ کوئی شخص اُسے کھینچ نہیں سکتا تھا۔ وہ کمان مارے یوسف زئی میں مشہور تھی۔

افرض خیل کے پیادوں پر آفرین ہو سر شروع میں ایسے تیر مارے اور ایسی تلواریں چلائیں کہ حق ادا کر دیا اور سنہ میں شکست کی حالت میں بھی ایسے پھر کھائے اور تیروں اور تلواروں کے ایسے وار کئے کہ خفی (خشی) کے بہت سے سوار اُن کے ہاتھوں ڈھیر ہو گئے اور بہت سے دشمنی ہو گئے۔ خان بگو کے سر پر بھی ایک پیادے نے تیر مارا تھا جو اس کے خود کو توڑ کر سر میں چبھ گیا تھا اور خود کی وجہ سے زیادہ اندر۔ جاسکا پھر بھی سر میں ایسا پیوست ہوا تھا کہ اس کش مکش کے عام میں اُسے کوئی نکالنے کی جرأت نہ کر سکا۔ تیر نکالنے کا موقع تھا اور نہ خود اُتار سکتا تھا۔ اس نے باہر کا حصہ خان بگو نے توڑ کر ٹھیک دیا اور کچھ حصہ خود اپنے سر میں لٹکا ہوا رہ گیا اور وہ اس کی پردہ کیے بغیر دن بھر لڑتا رہا۔ جب رات ہوتی تو اسے جس آیا تو جراحوں نے لنگر جس کی دہ سے اُسے درویش سے دو چار ہونا پڑا۔ مگر اللہ نے اپنا فضل ادا جان پہنچ گئی۔ سب نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خیرات اور صدقہ دی دی۔ درویشی نے بھی اس جنگ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھ کہ غل کے ساتھ کھڑے رہے۔ کہیں بھی پسپائی اختیار نہ کی۔ یہاں پہنچا ہوا ہے کہ انہوں نے کچھ نہ کیا۔ سب کچھ

پنے توابع در ہمایوں جیسے سرغلانی، زرخیل، چکنی، ملاگوردی،
دیوانی اور مشنوار پور کے ساتھ جنگ کے بغیر بھاگ نکلے اور ہمایوں
ہوکر نالوں میں گھس گئے۔ محمد زئی نے دودھک ان کا تعاقب کیا
اور انہیں جھگا آئے۔

محمد زئی نے ان کے بہت سے نانی گروہی سواروں کو قتل کر دیا
پھر خان بکو کی خدمت میں آئے۔ خان بکو نے ان کی بہادری کے بارے
میں ان پر بڑی تعریفیں کیں اور شاباش اور آفریں کہا۔ اس کے بعد
وہ دوسروں کے ساتھ مل کر خوریانہ کا تعاقب کیا یہاں تک کہ
پشاور شہر تک پہنچے اور راستے میں جس کسی کو پایا اسے موت
کے گھاٹ اتار دیا۔

در پھر ہر جانب سے لشکر سرحد، پشاور، شیرکوٹھی، جہلم گروہی
نوب اور ترم (جہلم) تک گیا اور غنیمت، مہمند اور داؤد زئی کے گاؤں
کو تاخت و تاراج کر دیا اور قتل و غارتگری اور قید و بند میں کوئی
کمی نہیں کی۔

ان واقعات کا وہ تو نگار خواجہ متی زئی لکھتا ہے کہ میں نے
ملک تنی ابن عبدالوہل بن شیخ احمد گلگانی مغل خیل سے بارہا یہ
بات سنی کہ میں اپنے باپ کے ساتھ اس جنگ میں شامل ہوا تھا
اور بارہ غلام اور کپڑوں کی کسی بڑی بڑی گھنٹریوں در بے تمام مویشی
مال غنیمت میں لایا تھا۔ اسی پر غنی (خشی) کے سارے لشکریوں
کو قیاس کر دو۔

خان بکو لشکر کی محبت میں پشاور کے مقام گورد گھنٹری تک
نہو ان کے تعاقب میں گیا۔ دیار ایک ہند بگ پر شامیانہ نصب کیا
گیا۔ جس میں خان بکو نے استراحت کی۔ سارا لشکر اطراف و جوانب

میں پھینکا ہو تھا۔ لوٹ مار اور قید و بند میں کسی نے کمی نہ کی۔
ظہر آکر لے کے بعد تمام اطراف میں سوار بھیج کر لشکر کو طلب
کر لیا۔ در علان کر دیا کہ اب بس کورہ جو ہو سو ہو۔ غرض یہ کہ
اس طرح فتح و کامیابی کا تقارن بجاتا اور خوشی اور فتح و نصرت کے
لذت گناہ شکر روز ہو۔ در اسی روز عصر کے وقت اپنے ڈیرے
میں ڈوب کے کنارے شکر مقیم ہو گیا۔ اسی وقت شیخ صاحب
اساتیل کوہلی خواجہ زئی علی زئی جس کا ذکر پہلے آچکا۔ اس بکو سے
ما سے چند محسوس آدمیوں کے ساتھ تمام لشکر میں ہر ایک ڈیرے میں
اپا در غوریا میں سے تمام گرفتار شدہ لوگوں کو رہا کر دیا۔ در انہیں
اسی وقت لشکر سے نکال دیا رات گزارنے کی اجازت بھی نہ دی۔

غرض شیخ جلد نے جو کچھ لہریا تھا اور جو بات کہی تھی تمام واقعات
اسی طرح پیش آئے۔ خان بکو نے وہ رات اسی جگہ گزری علی القیاس
کو چ کر کے دریا سے لہ (کابل) سے پار آ گئے۔ وہاں سے سب لوگ
راہ راست ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں غنی (خشی) کے پانچ سو آدمی مارے
گئے تھے۔ جن میں زیادہ تر یوسف زئی تھے ان میں یہ چاروں کے نامور
سردار تھے۔

(۱) مرم علی سالار زئی مغل خیل قبائلی زئی

(۲) سپہ ابن دلکاب ابن پوپل علی زئی دولت زئی منڈے زئی

۳۔ ابو بن مانا بان اسکو زئی بائی زئی موسیٰ خیل۔

(۴) قازی خان ابن حار منڈے ملک زئی۔

اور زخیوں کا تو کوئی شمار نہ تھا شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جسے
مہ نہ آتا ہو۔

کہتے ہیں کہ شیخ تہود کی جنگ کے بعد خاں بکو کا درجہ بہت بلند ہو گیا۔ تمام پنجتوں قویں (قبائل) ان کی مطیع و فرمانبردار ہو گئیں اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر سکے۔ شیخ تہود کی جنگ کے تین سال بعد خاں بکو اپنے تمام لشکر کے ساتھ پشاور شہر آئے۔ درگاہِ ایشادہ کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ قلعہ دار کا نام سکندر اور بک تھا اور جمہور بادشاہ کی طرف سے تازہ تازہ کابل سے آیا ہو تھا۔ یہ قلعہ سنگین اور بہت مضبوط تھا، محاصرہ کے دوران قلعہ دار سے امن طلب کی اور خاں بکو سے اس کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ لیکن درجہ دار کی اجازت دیکر متصل ہی جمہور کے فوج پیش قدمی سے جلی گئی۔ دوسری بار دریا سے سندھ کو جس کو سے شہزادہ، گھبیب وغیرہ کے علاقوں کو تاخت کیا گیا۔ مویشی لوٹے، لوگوں کو قید کیا اور بہت سے مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔

تیسری بار پھر علی (خشی) کی تمام افواج کو جمع کر کے دریائے سندھ کو عبور کیا اور چھوڑ دیا، ہزاروں ہزاروں، مانگوڑا اور اس کے توابع اور مضامات کو فتح کرنے کے بعد دہلی اور پکھلی کی طرف متوجہ ہو گئے جب موضع کوٹ بارہ پہنچ گئے اور پکھلی کے سلطان غیاث الدین تیرک کو ان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے نفیس اور اعلیٰ سے اعلیٰ اشیاء بطور ہدیہ و تحفہ بھیجیں اور سال بہ سال اس کی پیشکشیں قبول کر کے ان کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ وہاں سے واپس ہو کر ملک گنگڑ کی طرف روانہ ہو گئے اور جب گنگڑ کے سلطان آدم کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے بھی سلطان غیاث الدین کے طرح تحفے و تحائف بھیجے پیشکش اور اطاعت قبول کی اس کے بعد خاں بکو اپنے دوست خاد تشریف لے آئے۔

خاں بکو کے ممالک متصرفہ کا ذکر

حاصل یہ کہ سارا علاقہ سندھ تا اشغر تا دریا کے منڈ اور دریائے سندھ بارہ سورت تا قندول اور تیرت، پیکوڑہ تا نیلگ بول پور کے نام سے مشہور ہے۔ درسا، بونیر، چلتا، تانوں، سارا اشغر، درسا، دوآبہ اور بارہا جوڑ، ہندو، راج سنگ، سہارا، نادرہ گئی، کوٹہ، اور ساری وادی پشاور اور پکھلی، نیلگ، تیرت، کوٹہ، اور تمام جنگ اور دریائے سندھ کے اس پار مشہور تانگھپ سوہا، مرگلا، گنگڑ اور پکھلی تک یہ تمام ممالک اس نے فتح کر لیے تھے اور اس کے ہاتھوں اس کے مابین و درمیان پورے تھے۔ جس وقت وہ کسی مہم پر ہلانے جاتے تھے اس کو حکم سے مہمانی نوکراں کی مجال نہ ہوتی تھی۔

داخلیہ ہے کہ ان ممالک سے ٹیڑھ لاکھ لاکھ اکٹھا ہوتا تھا۔ خاں بکو نے کسی برسوں تک نہایت شان کے ساتھ حکمرانی اور سرداری کی اس کے ساتھ ہی اس سے بعض کمالات اور خوارق بھی ظاہر ہوئے تھے۔ وہ مستجاب، انوارات تھا، ہر کوئی اس سے استقامت باطنی طلب کرتا تھا۔ اور اس کی دعا سے لوگوں کے دینی اور دنیاوی مقاصد حاصل ہوتے تھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ خاں بکو بادشاہ ہو گئے تھے اور کئی برسوں سے سلطنت و امارت کی۔ اسبہ کبھی صرف یہ تھی کہ اس کے نام چلتا تھا اور خطے میں ان کا نام نہ لیا جاتا تھا، جب عمر رسیدہ ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بابر اور جمہوریوں کی اموات کے درمیان وہ مال کے سر میں دریائے سندھ کے آباد کار پور علاقہ جس میں وادی کے مابین اور پشاور کے مابین شامل ہیں مغلوں کے زیرِ قند نہ نہیں رہا۔

ہو گئے تو علاقہ صوبائی میں چھتر کے مقام پر قامت اختیار کری اور وہیں کچھ مدت کے بعد وفات پا گئے۔ ایک پہاڑی کے درمن میں جو مان کوک پہاڑی (گجراتوڑی) کے نام سے موسوم ہے، دفن کئے گئے اس کی قبر مشہور و عیاں ہے اور لوگ دور و دراز سے ریاست کیلئے آتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اللہ اس کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت و بخشش سے سرفراز فرمائے۔

ان کی وفات کے تین چار سال بعد ملک بادشاہ خان بن موسیٰ سے باقی رہی بھی وقت پانگے۔ اور دار خان کے تین سال بعد سکسریل بن موسیٰ کی بھی خواجہ زئی بھی وفات پانگے۔ ملک سمر بدال کی قبر شیرمانہ میں ہے۔ پہلے ان کی قبر پر حجر بنا ہوا تھا۔ اب وہ بوسیدہ ہو کر گر گیا ہے۔

اللهم اغفر لہم وجميع مسامین وانشاءات
برجنتک یا ارحم الراحمین۔

ایک ضروری وضاحت

خان کو ہمایون کا ہم عصر اور ہم عصر تھا۔ خان کو کے عہد حکومت میں کابل میں کامروں اور آگرہ و دہلی میں ہمایون حکومت کرتا تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کے حکمران شیر شاہ و سلیم شاہ ہوتے۔

خان کو یا خان کو بڑا ستہال مند شخص تھا۔ اس کے زمانے میں اس کا کوئی نہ مقابل نہ تھا۔ پنجتون ہوتے ہوئے شیر شاہ نے بھی اس کے حدود سلطنت پر کچھ تعرض نہیں کیا۔ بعض مؤرخین اس کا تعارف یوں پیش کرتے ہیں کہ خان کو آں بود کہ دعوائے ہمدردی شیر شاہ

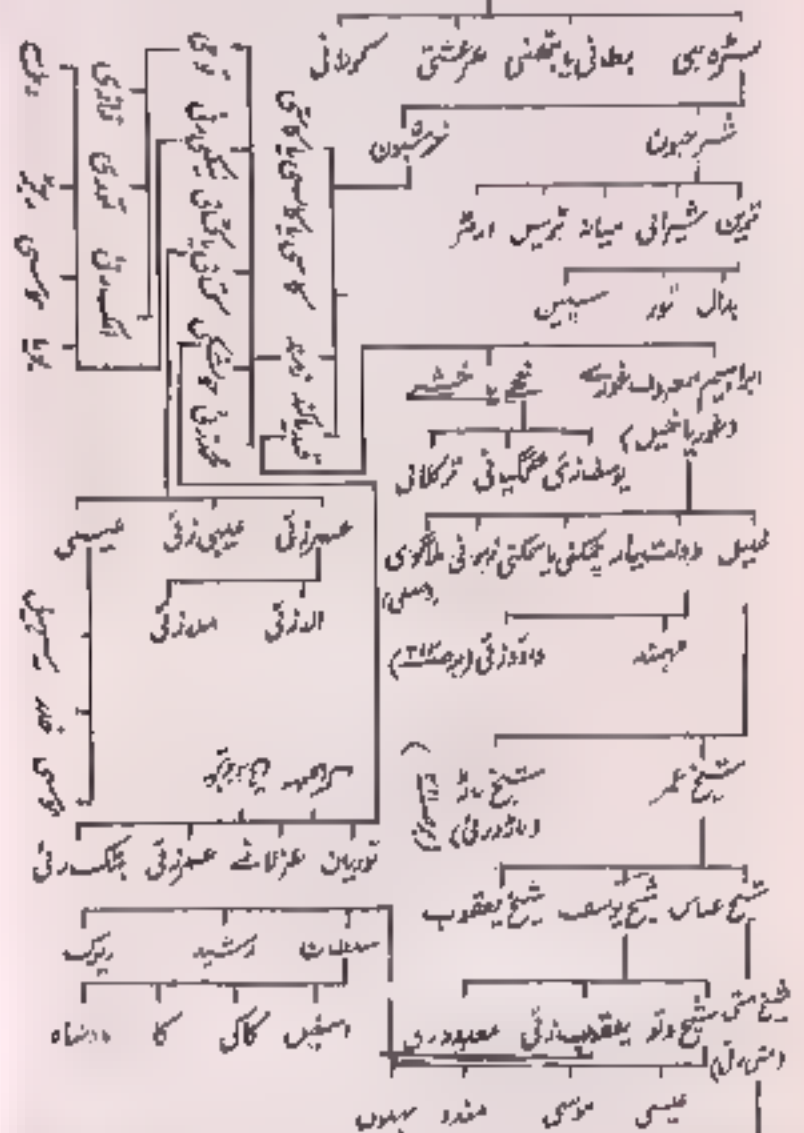
شہزادہ نیز متعلیٰ شکستہ حال ہو چکے تھے۔ اور ان کا اس وقت اس علاقہ میں برائے نام بھی کچھ اثر نہیں تھا جیسا کہ دی پٹن کا مصنف مسٹر کیمبرو لکھتا ہے کہ:-

پٹن لوں کے مینوفی یا پہاڑی علاقوں پر باہر کا حراں یا سیدیوں کے زمانہ میں کوئی عمل حکومت قائم نہ تھی۔ حکمران زیادہ سے زیادہ مشکل ترین راستوں کی حفاظت کا انتظام کرتے تھے یا فغان قبائل کی حمایت اس وجہ سے حاصل کر کے کی کوشش مونی کہ وہ ان کے مینوفی جھگڑوں میں کام لے سکیں:-

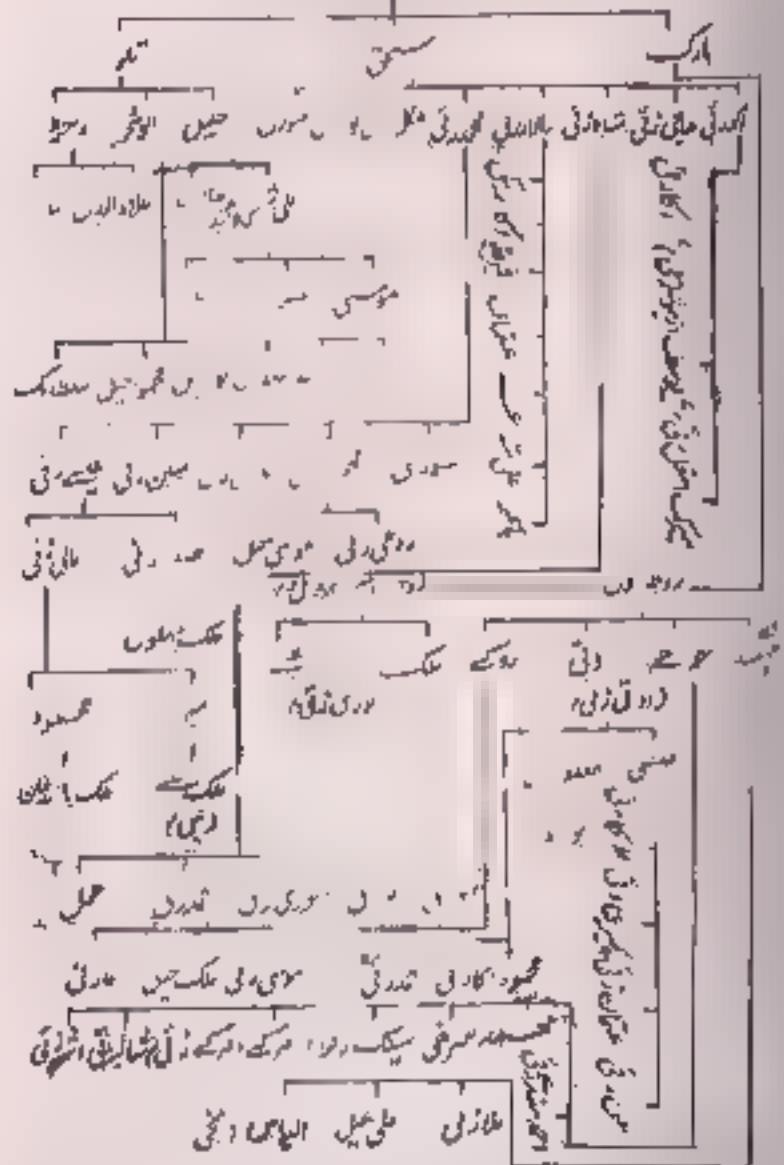
کیرو گئے لکھتا ہے کہ:-

یوسف زئی فائل جس کا میڈر حال گجرات تھا، میں قدر کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمایون اسی زمانے میں اس راستہ (پشاور) سے نہیں گزرے اس سے منگش کو بائیں کارستہ اختیار کیا جو نری حالت میں تھا:-

قیس حبیب الرشید را سخر می برد اعلیٰ قلم غفر له



شیخ یوسف شیخ عمر شیخ بھیدی شیخ محمد شیخ حبیبی الودئی شیخ محمد شیخ حسن شیخ عوی شیخ



دریا ابراهیم دتی یوسف عسکری زکریا دتی اکا ناموس اکا

حکایت ہر فرد اور قبیلے کی پر شاخ کیلئے یکساں ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ باہر سے حملہ آوروں کا آسے دن نظر نہ رہتا تھا اور اس خطرے کے پیش نظر ایسی تقسیم مادی تھی۔ اگر باہر سے کوئی حملہ آور ہوتا تو تمام قوم ایک اکواز مقابلہ کرنے لئے سپہ سپر ہوتی۔ وہ یہ طریقہ تقسیم و تبادلہ نہایت کامیاب رہا یہ طریقہ اب تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ختم ہو گیا۔

ایک معمر ترین شخصیت جناب گل بابا ہوتی تھیں ملی خیل نچ جیل سالہ زنی موضع بازوگ بونہر ضلع سوات کے سان کی موطاتی یہ تہاڑے ایسے منظم طریقہ پر سے جاتے تھے کہ ہر گنہ گسر پھوڑتے وقت ایک معین وزن کا گوندھا ہوا آٹا ورپکے سوے سالن کی بانڈی پھوڑ جاتا تھا تاکہ نو آہاد ہونے والے گنہ گس کو پہلے وقت کا کھانا با آسانی میسر ہو سکے۔

خان گونے وقت پائی تو یوسف زلیوں نے متفقہ طور پر علی التیب علی اصغر المعروف ملک مصری خان، خاندی خان ملک کاوخر اور پیا کوخر کو یکے بعد دیگرے پناہ سہرہ مملکت منتخب کرتے رہے۔ جن کے حالات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

مصری خان

علی اصغر المعروف ملک مصری خان بن محمد بابا بن جلال خان ملی خیل سالہ زنی لباس زنی کو خان گونے کے بعد پہلا سربراہ بن گیا۔ جسے اپنے دور میں قابل ذکر اہمیت حاصل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مندوستان میں شیر شاہ افغان کے ہاتھ کار کھ ہوا بنیاد آخری سلسلہ میں تھا۔ اور ہمایوں دوبارہ تخت ہندوستان حاصل کرنا

تھا۔ یوسف زلیوں کی تاریخ میں اس دور کو من وچین کا دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں وہ بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہے۔ ملک مصری خان کو ایک بار پھر اپنی قوم کو نہایت بہت بڑات۔ در قیادت سے منظم کردیا موقع ہاتھ آیا۔ ملکی ترقی کی طرف یکسوئی کے ساتھ دوبارہ ہوئی اور ہر کسی میں تحت کے یوسف زنی اپنے علاقہ سے نکل کر دیانے سندھ پلہ چھوڑ اور ہزارہ میں آباد ہونے لگے۔ وسعت علاقہ کے ساتھ ساتھ اسے قبیلہ کے فلاح و بہبود کے اقدامات کا بھی خیال پیدا ہوا۔ اور تحت آب کے پیش نظر انہوں نے جگہ جگہ ذخیرہ ہانے آب کا انتظام کیا۔ بانی کے تاراب تعمیر کر کے۔ یوسف زلیوں کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا۔ جسے وہ اپنی اصطلاح میں تپہ کہتے تھے اور جو اب بگڑ گرتپہ بن چکا ہے۔ جسے تپہ بائی زنی تپہ زانی زنی۔ تپہ سالہ زنی تپہ رزٹ اور تپہ ماں زنی وغیرہ۔ علاقہ یوسف زنی کی سرحد اس وقت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اپنی اس سرحد کے تحفظ کیلئے انہوں نے کسی فوجی یونٹیں قائم کیں، راستوں میں گڑھوں کا نظم نظام بھی علاقہ یوسف زنی میں اسی دور میں ہوا۔

علی اصغر المعروف ملک مصری خان کے مقتدر اور متبرکات میں ملک ہند بن علی خان شہزادی شوہر زنی ملک متہ خان بن شرف بن شاہ بیگ باخیس کوڈنی، ملا براہیم بن شیخ کبوتر ست برہان ایوب خیل نیاس زنی سالہ زنی، ملک توکیال بن شمشک بن جہانگیر بن مسی عمر خیل صدوزی مندہ اور ملک بابا جوکان دکنک مندہ زنی دولت زنی ملی زنی بیاہ کئے جاتے ہیں۔

مصری خان کی قبر مقام سی کوت ملک متہ کی قبر موضع کلاڈانی پیر میں ملانہر پیر کی قبر موضع جیدہ میں اور ملک بابا کی قبر موضع کلاڈانی میں واقع ہیں۔

ان خود دروہ اپنی تصنیف تذکرہ میں لکھتے ہیں۔
 "ہندو علی اصغر بادشاہ میں مردم یوسف دینی بر خود بادشاہ گرفتہ
 محققہ در میان سیدانان این دوس پنج کہم پندہ نفع و
 نظر بوبری علی اصغر بیادستہ"

ہندوؤں کی ولی ست پر ہندو سلطنت شہزادہ اکبر کے ہاتھ لگی وہ
 اس نے جلال الدین اکبر کے نام سے ہندوستان پر حکومت شروع کی
 'سے بہترین ساتھی اور کارکن بن گئے۔ ہندوؤں کے ساتھ بھی اس
 کے تعلقات صرف خوشگوار ہی نہیں بلکہ ان میں شادیاں کرنے کی
 وجہ سے بہت ہی قریبی اور گہرے تھے جس کی وجہ سے اس کا ہر قدم
 ترقی کی جانب اٹھتا رہا۔ بابر، کامرن، در، ہمدیوت کوئی ایک بھی یوسف
 زئیوں پر چنا اقتدار قائم نہ کر سکا تھا۔ اس نے یوسف زئیوں کے
 حوصلے اور ہند ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے شاہزادہ ہندو کا بی پر دست
 وہ اذیاں شروع کیں۔ اکبر گذشتہ دور کے حالات سے واقف تھا۔
 وہ اس کی حکومت بھی مضبوط ہو چکی تھی۔ اسی دوران مغلوں کی خلاف
 افغانوں میں ایک جہد تحریک روشنائی سے جنم لیا جس نے تمام افغان
 قبائل کو پی پیٹ میں سے لیا۔ اس تحریک کا بانی یا پزیرہ انصاری تھا
 یا پزیرہ کا خیال یہ تھا کہ افغانوں کی سلطنت پھر بھول ہو اور مغلوں کی
 حکومت پر کمال ہو۔ پہلے پہل اس تحریک کو سچلے کیلئے مقامی عمائد
 کام بیگ۔ مذہب کے نام پر اس کی مخالفت ہوئی۔ لیکن تحریک کو
 سخت دھکا لگنے کے باوجود اس کے پیدا کردہ جذبہ کو جو مغلوں کی خلاف
 تھا نہ مٹا یا جاسکا تو مغل لشکر نے یافخاریں شروع کر دیں۔ یوسفزئیوں
 میں اختلافات پیدا کر دیے گئے۔ مندر قبائل کی اکثریت نے تحریک
 روشنائی کی حمایت کی جب کہ بہت سے یوسف قبائل مخالفوں کی طرف دہری

میں نیرہ آزما دکھائی دینے لگے۔ اس طرح یوسف زئی قبائل آپس میں
 گتھم گتھا ہو گئے بقول براہیم عطا "مغلوں کی طرف سے سید علی
 ترمذی اور خون دروہ افغانوں کے درمیان ایسے لوگ تھے جن کے
 مغلوں کے ساتھ قدیمی دوستی اور نسلی تعلق بھی رہا تھا (دروہ ان
 کی حکومت کے طرفدار بھی تھے۔ چنانچہ طبعی طور پر ان کو پیر و دشمن
 کے مقابلہ میں راکھڑا کیا گیا۔ نتیجہ کے طور پر کچھ افغان پیر و دشمن کے
 طرف اور کچھ انہوں دروہ کے طرف ہو گئے اور داخلی جنگ شروع
 کی ان جنگوں میں ہزاروں فوج آپس میں مارے گئے اور مغل
 حکمران کا جو مقصد تھا وہ نہیں بخوبی حاصل ہو گیا۔"
 (درمختارستان مسلمانہ مطبوعہ کابل)

موسیٰ ذکا، اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ۔

"مخالف یوسف زئیوں نے (خون دروہ کی راہنمائی میں)
 شیخ عمر (جو ماہذہ کا بڑا بیٹا تھا) پر ہاتھ میں دریا سے سندھ
 کے مغربی کنارے پر تھری حمل کیا اس کو شکست دی
 اور اسے اور اس کے بھائی خیر الدین کو مار ڈالا شیخ عمر کے
 دشمن کو جلا کر خاکستر بنایا۔ اس کو اور یا پزیرہ کی بیویوں کو دریا
 میں پھینک دیا۔ (اساتھ ہی ان کے حمایتی یوسف زئیوں
 بھی شکست خوردہ ہو کر مصلحتاً خاموش ہو گئے) یا پزیرہ
 کے بیٹوں میں نور الدین کو جو بھروسے نے مار ڈالا۔ سب
 سے چھوٹا بیٹا جلال الدین جنی لہی کی قید میں آیا (جسے
 اکبر بادشاہ کو بمقام ایک حوالہ کیا گیا) تسم بیٹوں میں
 یہ ایک ہی بیٹا ہی جو اس وقت چودہ برس کا تھا۔
 بادشاہ نے جلال الدین کی بڑی خاطر دہری کی نگہ توجہ

جے ہاک ٹرکا بادشاہ کے دم میں نہ آیا۔ لہذا موقع پاکر
بھاگ کر تیراہ میں جا پہنچا جو سب سے زیادہ دشمنائیوں
کے لئے مامن تھا۔ اُس نے تیرہ میں بیٹھے بیٹھے ہنگام
فریدی اور اکریتی قبائل سے اغواں پیدا کیا۔

(اقبال نامہ اکبری جلد پنجم)

خضر یوسف زیموں کے سمجھدار لوگ ہرگز مایوس نہ تھے۔
جیسا کہ ایک مشہور شاعر گل احمد ساکن مرغز (صوابی) کے شعر سے
ظاہر ہے۔ بچے یہاں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حادثہ آزدنے لہ ہمیشہ زمیں وستی دی

دایہ وری لپیچہ دکھائی پودن کھلتی دی

بارگاہ غیارپہ منگل ناستا سکر خورشید

مونہ دذرکا یہ غوغا ہاتورن ورہ ستالی دی

اقبال کا ایک شعر اچانک یاد آیا جو اس موقع کیلئے مناسب ہے

کہ درج کروں۔

ہے شاہین کھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا

پندہم ہے اگر تو، تو نہیں خطرہ اُفتاد

یوسف زیموں کا دوبارہ اتحاد

یوسف زیموں میں بے غلص اور باہمت اندک کی نہیں تھی۔
جو اس مایوسی جنگ و جدل کے باعث اپنی قوم کی تباہی دیکھ رہے تھے
کیونکہ ظہن کی ہر گیم تمہیکات کے سامنے بے ہوش تھی۔ اُن کے لئے
سوائے اس کے کہ خاموشی سے موقع و محل کا انتظار کریں اور کوئی
چارہ کار نہ تھا۔ یہی افراد ہیں ملک کا لوفان و مد علی خان المعروف

رستم بن مبارک بن میلوں جو یوسف زئی کے قبیلے زڈ کی ذیلی
شاخ مائی زئی سے متعلق تھا، قابل ذکر ہے۔ واضح ہو کہ میں دوران
مصری خان وفات پا چکا تھا۔

جنگ موضع بیٹی اور اُس کے بعد دو خان دورہ اور ہارہ میں جب
تھریک دشمنائی کی طاقت ٹوٹ گئی اور اُس کے اُس وقت کے قائدین
بشہوں ملا میر بن سید بن بالید امان زئی مشہور میدان جنگ میں
کام آئے۔

خود ہی ہے کہ جدی مضمون کے پورا ہونے سے قبل حاکم کے
متعلق کچھ ذکر کیا جائے۔

”علاقہ یوسف زئی میں دشمنائیوں اور ان کے مخالفین میں جو
آخری جنگیں ہوئیں۔ اس میں ملا میر کو خاص اہمیت حاصل رہی، ہارید
کے فیصلہ کی حیثیت سے ملا میر ہی وابستہ کر رہے تھے ملا میر و معروف
حسن پیر کے قبر موضع ہاجا تحصیل صوابی کے مشرق کے جانب ایک قدیم
قبرستان میں یعنی گورنمنٹ کالج کوٹھ کے قریب سامنے بطرف

مغرب واقع ہے۔ میر و اسلم اور ملا خطاب بڑے جیسے قطب الزمان
شیخ میر و افغان حلیل متی زئی ترکی قدس سرہ نے حصول حکم کے
ختام پر مقام لاشوڑہ باجوڑ میں دیا تھا۔ جو اس کا شاگرد و رشید تھا۔

اور حسن پیر کا خطاب اُسے باجوڑ انصاری (سے ان کے پیر و کار پیر
دشمن سے پکارتے تھے اور مخالفین پیر تارکک سے یاد کرتے تھے۔
نے دیا تھا۔ ملا میر و پیر حسن کی اور و پیر غیل سے مشہور ہوئے۔
اس کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ میر و س، پیر و سقرہ، پیر
چانو اور عیشو۔ جن کے ناموں کے نسبت سے علی الترتیب اُن
کن اولاد ان ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ میر و س نہیں پیر و س نہیں۔

نقہ بین خیل، جانوخیں اور عیسویں۔ یہ لوگ تہہ امان زنی عسلاہ
 لنگری تہا بن اور نیز تھیں مردان میں بمقام سدوم و شہباز گڑھ سکوت
 پیہر میں۔ میروس کا قبر قصبہ مردان کے مغرب میں چار سہ
 مردان سنگ کے جنڈی کنارے مٹی کے ایک ٹیلے کے اوپر ہے جو
 اس کے نام کی نسبت سے یہ مقام میروس ڈھیری کے مشہور ہے۔
 انقضی ۹۸۹ ہجری بمطابق ۱۵۷۵ عیسوی میں ملا میر کے وفات
 اور اس کے شکست پر حبیب منل شکر نے تمام علاقے کو خوب و
 بر باد کیا تو ملک کالو خان نے حالات کا جائزہ لینے ہوئے یوسف زویا
 کو دوبارہ منظم کرنے کی کوشش شروع کی۔ چنانچہ جنگ مٹی ڈھان
 اور بارہ کے بعد یوسف زویا کو بہادر ہوتے دیکھ کر اس نے اپنے رفقا
 سے مشورہ کیا اور مولوی یوسف زویا، بوہن سیفد بن نصرت اہل خیل منڈ
 میروس بن ظاہر وغیرہ ایک بزرگ مرتب ہو۔ جس نے علاوہ یوسف زویا
 کا دورہ شروع کیا۔ لوگوں کو اتفاق داتی قائم کرنے کی تعلیم و
 تلقین کرتے اور کہتے تھے مٹی اتفاق کے فوائد اور اختلاف کے سبب
 تباہی و بربادی کو سامنے رکھ کر اپنی قوم کو سمجھاتے رہے اور اس
 مصرع کو اکثر اوقات میں دہراتے رہے۔

د مغلو چیاؤ بنے دے نہ پے کو رکش مدام جنگ

نچے بٹے سپے ہنڈ دے فٹ پے خیوکیں پیوڑ تنہ

راکیں بزرگ اور ملک کالو خان کی حیثیت چونکہ نیم جانبدار تھی اس
 لیے قیامی منڈ اور یوسف زویا نے ان کی گفتگو کو بغور سنا اور
 اپنی تعداد و ذہنیت کی مدد ہی انہوں نے عوام کو اپنا گرویدہ
 بنایا۔ دیں آٹا اکبر غلام پٹھان پٹھان جو کال کا حکم ان تھا۔ سے
 کشمکش کے دوران یوسف زویا کے راکیں بزرگ سے اس سردار ملک

کالو خان کو مستمہرہ تھانہ سے اپنے ہمراہ لگڑھ سے گیا اور اس
 کی کافی عزت و خاطر توضع کی مگر وہ مطمئن نہ ہو سکا اور بھاگ نکلا
 راستہ میں ایک کے مقام پر پہچان کر اکبر کے ایک کاردار شمس الدین
 خانی نے گرفتار کر کے اس لگڑھ بھجھدیا۔ اکبر نے دوبارہ حاضر ہونے پر
 بھی اسے عزت و احترام سے اپنے پاس مقیم رکھا۔ لیکن وہ پھر بھاگ
 نکلے میں کامیاب ہو کر اپنے قبیلے میں جا پہنچا۔

ملک کالو خان کے متعلق احقر روایت ہے کہ

”دانا ملک کالو خان اہل سنت و جماعت است و کنون
 در مصیبت مازا تہ“

یعنی کالو خان آدمی بہر نہیں مگر افسوس کہ وہ پھر سے
 صدارت و ستورہ میں نہیں آتا۔ یعنی خطرناک ہے۔

غازی خان

ملک کالو خان کی عظیم موجودگی میں یوسف زویا قبائل نے متفقہ
 طور پر اپنا سربراہ غازی خان بن لہداد بن برٹ علی شہر خیل ندی زنی
 ملی رتی کو منتخب کیا جو مہارایت و تدبیر و جنگجو تھا۔ قسمت نے ساتھ
 دیا اور بعد ہی اس نے اکبری فوج کے ساتھ معرکہ ہوٹو میں حام
 شہادت لاش کیا

نور و بدیرہ اپنی تصنیف تذکرہ میں یوں رقم طراز ہے
 ”اس مرد دم (یوسف زنی) غازی خانے مٹی زنی راور خود ہاتھ
 گرفتار تا عقیدہ پست تائیک واپر خود دور نکرد۔ تا و شہریت
 شہد و چشمیدہ از سرداران اس اوسٹ بیج کہ دم از غازی
 در دیانت و صبح و دین وری بہتر معلوم شدہ چرم

عبدلہ عادل ہودہ در اربعہ دین و دین - بعد ازاں پورے
طبیعت پیر تارکی، قتیارہ کردہ ہر گ، دس بقیدہ دین قادیان

ملک کالو خان

غازی خان کا سربراہی کے دوران ملک کالو خان دوبارہ آگرہ سے
واپس اپنے قبیلے میں پہنچ گیا تھا اور وہ بھی جنگ باہر غیبت میں
غازی خان کے ہمرہ شریک تھا۔ چونکہ اکبر کے اسے آگرہ پہنچانے سے
قبل ہی وہ اپنی قوم کو اعتماد میں لے چکا تھا۔ وہ قوم کو یکجا کرنے
میں اس نے کافی کمک و مدد اور محنت کی تھی اس لئے غازی خان کی
کی وفات پر قوم نے متفقہ طور پر جنگ کے دوران ہی ایک عام بھگت
میں کالو خان کو مقام سوت و مدار اسم براہ مملکت منتخب کر کے اس
کی دستار بندی کی اور جب اسے قوم کی قیادت ملی تو سر دست مغلوں کی
ممانعت میں پیش پیش نظر آئے رکھا۔ اس نے مغلوں کے خلاف
قوم کو ابھار کر آگرہ جنگیں ہوئیں جن میں خود مغلوں کے قوت کے مطابق
سزاؤں شکوئی مارے گئے اور اکبر کے محبوب ویرا جہیریل کی لاش
ملک کا پتہ نہ چلا۔

جہیریل کے ساتھ خواجہ عرب بخش، ملا شیری اور کئی دیگر قابل ذکر
دوبارہ بھی اس جنگ میں قتل ہوئے۔

مثل مؤلف موری و کاء، نہ لکھتے ہیں کہ

وہ دہلے سندھ کے مغربی کنارہ پر جنگ باڑہ میں شیخ عمر
کے قتل کے بعد جب اکبر بادشاہ نے یہاں (ملک یوسف پور)
پورش کی تھی۔ تو یوسف زئیوں میں سے جو کلاں تھے وہ
لاہوری کر کے جب فوراً ہو تھا اور پہلے پٹی بدکاری سے

شہر ساد ہو کر پیمان پرستاری استوار کیا تھا۔ اس میں سے
کالو پر بادشاہ نے عنایت کر کے سب سے زیادہ سرفراز
کیا تاکہ تھوڑے دنوں میں بغاوت کو کئے یہ قوم پھر اپنے
تین سالہ پر مائل ہوئی۔ راہ زنی اور خلق آزاری پر مکر
باندھی اور دارا خداد سے "سہو" بھاگ گیا۔ خواجہ شمس الدین
خونی نے نواحی ملک سے دستگیر کر کے بادشاہ کے پاس
بھیجا۔ بادشاہ نے سب سے پادش کے اس پر نوازش فرمائی۔
لیکن پھر وہ بھاگ گیا اور اپنی پہلی سنگاہ میں پناہ دی اور
یوسف زنی زمینداروں کی سرکشی کا بھی سبب ہوا۔ کالو خان
پر باوجودیکہ بادشاہ نے بہت نوازش کی تھی مگر وہ بھاگ
شہر شورش عشوں سے جا ملا اور دھنڑ سوات میں انفاق
نے اس کو دین مہار ہایا اور کوہ مورا کو وہ روڈ ہوئے۔

بادشاہ نے بہت سے سپاہ اور افسروں کا اس کو قتل
کو سپہ سالار بنا کر درغرب خان چہ فی کو بخشی بنا کر وہ ایک تاکہ
یوسف زنی کو سزا دیں۔ ۲۵ دی سنہ ۹۹۳ھ کو فرنگ و ضیا ملک اور
سپاہ کو سرکردگی شیخ فرید بخش کو روانہ کیا وہ ایک عمدہ تاخت
کر کے اٹا چلا آیا اور بادشاہ سے عرطن کیا کہ دشت کا کام بہت
خوش ہے۔ مناسب ہے کہ ایک فوج اور نامرد ہو تاکہ شہر سے
ظہر پر دوم یوسف زنی کی زنج کٹی جکی گئے۔ اس لئے بادشاہ سے مزید
شہریوں اور افسروں کو جانسکا حکم دیا۔ چنانچہ ہم سب کو یہ حکم کر دیا
جہاں در ملک لشعراء فیضی اور دستر خواجہ و شیخ ابوالبرکات
دکنہ افسروں سمیت یوسف زنی کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوئے وہ
بادشاہ نے اس کو ہدایت کی کہ اگر بڑی بڑی خود نہ کر سکیں تو ہم کو مطلع

کہیں۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو ایک تازہ لشکر بیربل کی سرنگ
میں روانہ کیا۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد چہم)

یہ جنگ ۹۹۴ھ میں لڑی گئی لشکر کی بہشت درگاہ جنگ
کی طوالت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس میں دوبارہ مغلیہ کے
مشہور ترین فرد شامل تھے۔ منسل فوج کا ایک حصہ چکدہ سے دیکر
علاقہ صوم اور تیسرے صدائی اور موضع سلیم خاں سے اقدام کر رہا تھا
منسل لشکر کی کمان نیرن خان کو کر رہا تھا جو کابل سے ہانڈ کی جانب
سے حملہ آور ہوا تھا۔ نیرن میں اس نے ٹہری بہت دکھائی۔ لیکن
یوسف رقی اس سے ہلگری سے لڑے کہ درخان کو کر نے شاہ سے
سرس کا شاہی کیمپ الگ کے مقام پر رکھا مزید کمک۔ بھٹنے کے
درست کی۔ شاہ نے بیربل و حکیم بوہڑ کی قیادت میں تادم
لشکر روانہ کیا۔ یوسف رقیوں نے اس شدت سے تمام محاذوں پر
تیروں اور پتھروں کی مارش کی کہ شاہی لشکر سرسیمگی کی حالت میں
بھاگ کھڑا ہوا۔ یوسف رقیوں نے تعاقب کیا۔ بیربل پہاڑوں میں
لٹکھا۔ یوسف رقی پر ٹوٹ پڑے اور اس شدت سے حملہ آور ہوئے کہ
شاہی لشکر کو تیسرے کھڑوں۔ اور بقول مؤرخ ملا بدایونی (جو
اکبر کا کاتب تھا) شاہی لشکر کے آٹھ ہزار یا اس سے زیادہ افراد
قتل ہوئے۔ جن میں بیربل بھی شامل تھا۔ لیکن حقیقت۔ جسے کہ
منسل فوج کی تعداد جو اس جنگ میں کام آئے باوجود ہزار تھی۔
اس جنگ کا جان منسل اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔
پانچ ماہہ لڑا جلد دوم میں تحریر ہے کہ۔

تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۴ھ میں نیرن خان کو کر یوسف رقی
بیسے کی تشہد کیے مقبرہ ہوا سو باجوڑ درموات کے علاقے میں آباد

ہے۔ بادشاہ نے راج بیربل کو بھی مدد کر کے بھیج دیا اسل کی
مدد کیے حکیم بوہڑ کو بھی ایک فوج کے طور پر نفاذ
نے حملہ کر کے سرکامی فوج کو تباہ و برباد کیا تا
آگے یوسف رقیوں کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ۔

”جس سال کہ اکبر بادشاہ مرزا حکیم کی تشہد کیے اس فوج میں
بیربلی تو پہلے ہی اس قبیلے یوسف رقی کے پڑے مہر دار بادشاہ کے ساتھ
میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک کا نام نیرن بادشاہ کی نظر غنا بہت
ہوئی لیکن وہ دارمندانہ اگرہ سے غمزدہ ہو گیا۔ خواہہ شمس رقی خولی
نے الگ سے فوج میں اس کو گرفتار کر لیا۔ اور بادشاہ کے حضور
میں بھیج دیا۔ مرزا نے کی بجائے اس پر نیش ہونے لگی۔ وہ
دوبارہ غمزدہ ہو کر اپنے ٹھکانے پہنچ گیا اور سرکشی شر لگوری میں
دوسرے رہندہ رول (سرور رول) کا۔ بھاگ ہو گیا۔

نیرن خان کو کہ منسل پہلے دلاست باجوڑ میں بیربلی کو جس سے
جنوب پشاور اور مغرب میں کابل کے پڑگاہ میں اس نے یوسف
رقی کے تیس ہزار گھوڑاں تیار ہیں، اس نے اس کے ساتھ
آدمیوں کو سزائیں دیں۔ غازی خاں و مرزا علی اور اس کے
دوسرے مہر دار پناہ طلبی کے بعد دن خان کو کہ منسل سے ہے۔

سنت برائیوں کے بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے پکڑ میں
جوہر اس ولایت کے درمیان واقع ہے ایک قلعہ بنوایا۔ جسے بھاگ
کھڑا ہوا۔ اس نے تیس مرتبہ فتح پائی۔ سات سنگر ٹوڑے۔ قورق
کی پہاڑی اور ولایت یونیر کے علاقہ تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔
چونکہ پہاڑوں میں پھرنے سے فوج پریت نہ ہو سکی تھی اس نے
دن خان کو کہ سے ملک درخواست کی۔ مگر بادشاہ نے راج نہ

اور حکیم ابوالفتح کو ایک دوسرے کے پیچھے تعینات کیا۔ مشورے کے وقت کوکر نے کہا کہ سرکشوں کی تبلیغ کیلئے تازہ دم لشکر روانہ کیا جائے۔ میں درمیانی علاقے کی نگرانی کرتا ہوں۔ یا تم چکدر میں رہنا، خلیفہ کوکو اور میں پہاڑوں میں رہیں۔ دونوں کو سزا دیتا ہوں۔ راجہ بیربل و حکیم ابو الفتح نے جواب دیا کہ ملک کو بوسنے کا حکم ہے حفاظت کرنے کا حکم نہیں ہے۔ سب متفق ہو کر اسی کو سزا دیں۔ اور پھر بادشاہ کے حضور میں چلیں۔ مختصر یہ کہ کوکر چکدر میں رہ گیا اور راجہ بیربل اور حکیم دونوں قواف کے اسی راستے سے جو نشیب و فراز سے پر تھا، چلے گئے، اور کوکر بھی بدوں ناخواستہ چکدر سے روانہ ہو کر ان کے ساتھ شامل ہوا۔ اس کے بعد ہر تنگ در سے میں جنگ ہوئی اور منسل لشکر کا سامان لوٹ لیا جاتا تھا۔ جب وہ بلندی کی پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں خان کوکر فوج کے آخری حصے کا سردار ہو گیا۔ افغان دہانے ہوئے چلے گئے تھے مجبورا جنگ کوئی پڑتی تھی۔ افغانوں نے ہر طرف سے تیر و پیکر برسا کر مقابلہ کیا۔ منسل فوج ہمیشہ ان کو کوکر پہاڑ کے بلندی سے پیچھے رہنے دے۔ اس فریق میں ہاتھی گھوڑے ایک دوسرے سے مل گئے۔ گر پڑے اور بہت سے لوگ ضائع ہو گئے، کوکر نے چاہا کہ وہ جان شہری کرے۔ جانش بہادر نے اس کے قریب پہنچ کر اس کو واپس کر لیا۔ کچھ دور راستہ بھول کر پہل چلا۔ ذرا پھر منزل پر پہنچی۔ جب یہ شہرت سنی کہ افغان پیچھے سے آ رہے ہیں تو بہت پریشان ہو کر یہ وقت چل پڑا۔ سرکاری فوج اندھیرے کی وجہ سے راستہ چھوڑ کر دھوب میں گھر پڑے۔ اگرچہ افغان مال غنیمت کی تقسیم کی وجہ سے ٹھہر گئے تھے۔ دوسرے روز وہ لو

جو راستہ بھول گئے تھے۔ ہلاک اور ختم کر دیے گئے۔ راجہ بیربل بہت سے کامیوں کے ساتھ جن میں سے پانچ سو آدمی بادشاہ کے روشناس تھے۔ اس بے راہ روئی میں مارا گیا۔ اس بارے میں ایک اور مؤرخ اپنی تصنیف مفتاح السیاح میں لکھتے ہیں:-

”مصاحب و مشور راجہ بیربل درایا میکہ محمد اکبر بادشاہ در صوبہ کابل بود۔ بیربل را ازانی جا پسر ازین خان کوکر کہ بجا نب سواد باجوڑ کہ ہنگاہ یوسف زئی است فرستادہ بود و سبکداریا جنگ و جہد داشت تا آنکہ سنہ نہ صد و نو و چہار ہجری (۹۹۴ھ) با بیادی از مردمان کابل آمد۔ ازین سانکہ تا بدو روز بادشاہ هیچ طعام نخوردند و ملا شیری نیز ہمدیہ معہ مقتول شد۔ شمس الدین غانی (اکبر کھ مغل) فرم لکھتا ہے کہ:-

”چاپس پچاس ہزار آدمی مارے گئے اور شکر میں ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ شکست سواد کے پہاڑوں میں ہوئی ورجن دروں میں واقع ہوئی اس کا نام کوکر اور بلندی لکھ ہے۔ بادشاہ کے روشناس بہت تلف ہوئے خصوصاً راجہ بیربل کے مرنے سے طرح طرح کے رنج بادشاہ کو ہوئے، ایک رات دن کھانا نہیں کھا۔ بادشاہ کو اس کے بعد کسی امید کے مرنے کا غم نہ ہوا وہ افسوس کرتا تھا کہ اس کا جسم نہ پاتھ لگا کہ آگ میں جلایا جاتا مگر اپنے دل کو اس طرح تسلی دیتا تھا کہ وہ سب قیود سے آزاد ہو جائے گا۔ اس کیلئے نیر اعظم (سورج) کی تائید پاک کر دیوالی دکھائی ہے۔ بادشاہ تلخ لکھ میں

مقیم تھا۔ جب بادشاہ نے لشکر اور اپنے اخلاص پھرنے کے مرتے اور شکست پانے کا حال سنا تو خود بادشاہ کا ارادہ اس ملک میں جاتے کا ہوا لیکن اخلاص گزنیوں کے کہنے سے اس یودش سے ہار پاتا

(اقبال، مہر اکبری جلد پنجم)

یہ حالات ہونے لگاؤ کے تھے ب محاذ خدوخیل پر ایک نظرو آئے ہیں۔ علاقہ خدوخیل جہاں ایک دوسرے کے قریب ہیں یہاں درے ہیں۔ پختار سے دہلیس کے فاصلہ پر کالوہان کے نام کی تپ سے کالوہہ ہے۔ جہاں یوسف زئیوں نے پناہ کیمپ نصب کیا تھا آل کے معادل نوگرام کے قریب مغلوں نے پناہ کیمپ جمع کیا تھا جو ان کے نام کی نسبت سے مغل درہ پکارا جاتے تھا۔ ر دوہوں کے درمیان ایک تیسرا درہ ہے جہاں مغلوں اور یوسف زئیوں میں جنگ ہوئی وہ جنگ پکار گیا۔ یہاں پہلے یوسف زئیوں نے وہ جوہر دکھائے کہ مسلسل لشکر کیلئے رہ فرم ہی باقی نہ رہی اور وہ ارد گرد کے علاقہ میں بھاگ کر نوگرام، مانجی اور شیر درہ وغیرہ کی پہاڑیوں میں جا برباد ہو گئے۔ اس ہربادی کی تاریخ ۲۶ فروری ۱۵۶۶ء بیان کی جاتی ہے۔ شاہی کیمپ انک سے مزید لشکر لا کر ٹوڈرمل اور راجہ مان سنگھ کی قیادت میں روانہ کیا گیا۔ اور ہدایت یہ تھی۔ کہ یوسف زئیوں کے اقدیم کوہ کا جائے۔ لیکن جب یوسف زئی دریش جنگی نقطہ نظر سے محفوطہ نظر آئی تو مان سنگھ کو کابل کی ہدایت ہوئی تاکہ وہ وہاں اختیارات در دشمنانوں کا قتل کرے اور ذلت ضرورت اکیر کیلئے علاوہ عانت کا بندوبست بھی کرے۔ دوسرا اقدام اکبر نے یہ کیا کہ یوسف زئیوں کا واحد درہ ہے

عداۃ میں بند کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ضرورت رہے گی سے تنگ کر یوسف زئی ان علت قبول کریں گے۔ لیکن اس کا نتیجہ اس کے خلاف کے برعکس نکلا۔ یوسف زئی اپنی ضروریات بذور بازو حاصل کرنے لگے ان کی کربدی کو موثر بنانے کیلئے اکبر نے موضع بنڈ میں فوجی چوکی قائم کی۔ مذکورہ ہنگامہ آرائی کے بعد بھی یوسف زئیوں کے خلاف مسلسل لشکر کشی جارہی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

عہد اکبری پر ایک نظر

مغل فرمانروا شہنشاہ اکبر کی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں

مغل درباری مؤرخین کے ذہانی از موبوی ذکا، اللہ دہلوی سے اس وقت تاریخ ہندوستان جلد پچیسم اقصا نامہ اکبری کی تمہید (صفحہ ۵۶) کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

”شہنشاہ اکبر نے توران کے باب میں جو پرسی اذیت کی تھی۔ اس نے افغانوں کے ساتھ لڑنے کا وقت مقدر کر دیا۔ گوکہ وہ ابتداً فی سبب اس برائی کا نہ ہوئی۔ عبداللہ خان داسی تولان کی قوت روز افزوں کے سبب سے تاخیر ہوئی۔ جب اکبر کے تہہ شہاں مغرب کی طرف ہوئی تو افغانستان میں ایک غریبی طوفان خیز رہا تھا اور افغان قومی تحریک ہو رہی تھی وہ وہ ایسی قوت تھی کہ اکبر کو اس کا روکا ناگزیر اس سے تھا کہ توران کوئی خوفناک حملہ نہ کرے۔ پچیسویں برس پہلے سے افغانوں میں ایک نیا عہد ریشائی پھیل رہا تھا۔ اس فرقہ کا بانی بایزید تھا۔

وہ، قعائنستان میں پیدا نہیں ہوا تھا، بلکہ پنجاب کے بانندھم میں، ہارنے جب قعائنستان کی سلطنت لی ہے اس سے ایک سال پہلے پیدا ہوا تھا، باقیہ کا خیال یہ تھا کہ، قعائنوں کی سلطنت پھر بحال ہو اور قعائنستان میں مغلوں کی حکومت پانچواں ہو اس کا پاپ عید، قد کافی گرم میں رہتا تھا، یہ مقام کوہستان قعائنستان میں دو دریاؤں گول، درگرم کے درمیان ہے۔ یہ دونوں دریا دریا کے منہ ملاتے ہیں۔

ہاں یہ کہ خیانت کی بددیواری کے سبب سے قوم مہند کے سردار سلطنت اچھڑنے اس کا خیر مقدم کیا، یہاں افغانوں میں اس سے بڑی کامیابی کے ساتھ، اپنے مذہب کا دھڑ سنیاد اور ان کو خرید کیا، مگر جب اس پر عرصہ گزرا تو تاجیک کے سنی مذہب نے خود روزہ (نہ) اس کا نام میں دم کیا، (کابل) دریا کے دہسے کنارہ جنوب مشرق میں غوریا خیل قوم رہتی تھیں، اور دریا کے بائیں کنارہ اشمیر میں محمد زنی رہتے تھے۔ ہاں یہ کہ بڑی کامیابی ہوئی، اور یہ لوگ اس کے پکے پیچھے ہو گئے۔ وہ خود اور اس کا بیٹا علیہ (اکھڑا) میں حمزہ زنیوں کے درمیان مقیم ہوئے، ایک خیل اشمیری ہے، گو بدلتا جاک (اخوند روزہ) نے اس سے غارت کی مگر افغانوں نے اس سے رعبت کی، غرض اب وہ دونوں دین و دنیا کا ماہر بن گئے۔ مذہب و ملکی معاملات کا پیر و مرشد ہو گیا۔ اب پیر جی کو بھی اہم سمجھا گیا۔

مہندوں نے اس کو پیر روشن کہا۔ وہ قرآن کے اسم ارباب کرتے لگا۔ اس نے ایک کتاب فیض ہدیاں تصنیف کی، جس میں اپنے مذہب کے مسائل قرآن و حدیث کے موافق بیان کئے گئے۔ مگر ان کو اس کے

مذہب (خون دروہہ وغیرہ) قرآن و حدیث کے مخالف و متضاد جانتے تھے، اور اس کو زندہ دغا کہتے ہیں اور اسے پیر تارک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آگے لکھتا ہے کہ۔

”ہرزا ایغ بیگ کابی کے زمانہ سے اوس یوسف زنی کہ ایک ماہ سے زیادہ تھے، کوہستان کے دشوار گزار کی آڑ میں ہمیشہ وہ زنی کرتے اور تھی مسافروں کو طرح طرح کی سگزدہ پہنچاتے۔ کابل کے مرہٹوں میں یہ قدر زنی تھی کہ ان کی مالش کہتے سندھوستان کے حکمرانوں کو بھی اپنے کاموں کی کثرت اور تنگ سو صوب کی ہنر بانی نے اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ ان دنوں اکبر بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ یہ قوم مردم آدمی در تباہ کاری سے باز آئے اور فرمان پیری اور خدمت گزاری اختیار کرے اور ملک سود و بجز ریغہ ان کے کاروں سے پاک ہو جائے لیکن اوس یوسف زنی اپنی مضبوط دھاری مقامات اور بادشاہی لشکر کی شکست کے سبب سے زیادہ کثرت ہو گئے تھے۔ ہر جہد کہ اس کو سنر دیسی تھی مگر وہ اپنی راہ زنی اور بدکاری سے باز نہیں آتی تھی۔ یوسف زنیوں کی مالش میں سپاہ شاہی بہیم کوشش کوئی تھی مگر یوم استواری سے غائب نہیں ہوتی تھی۔“

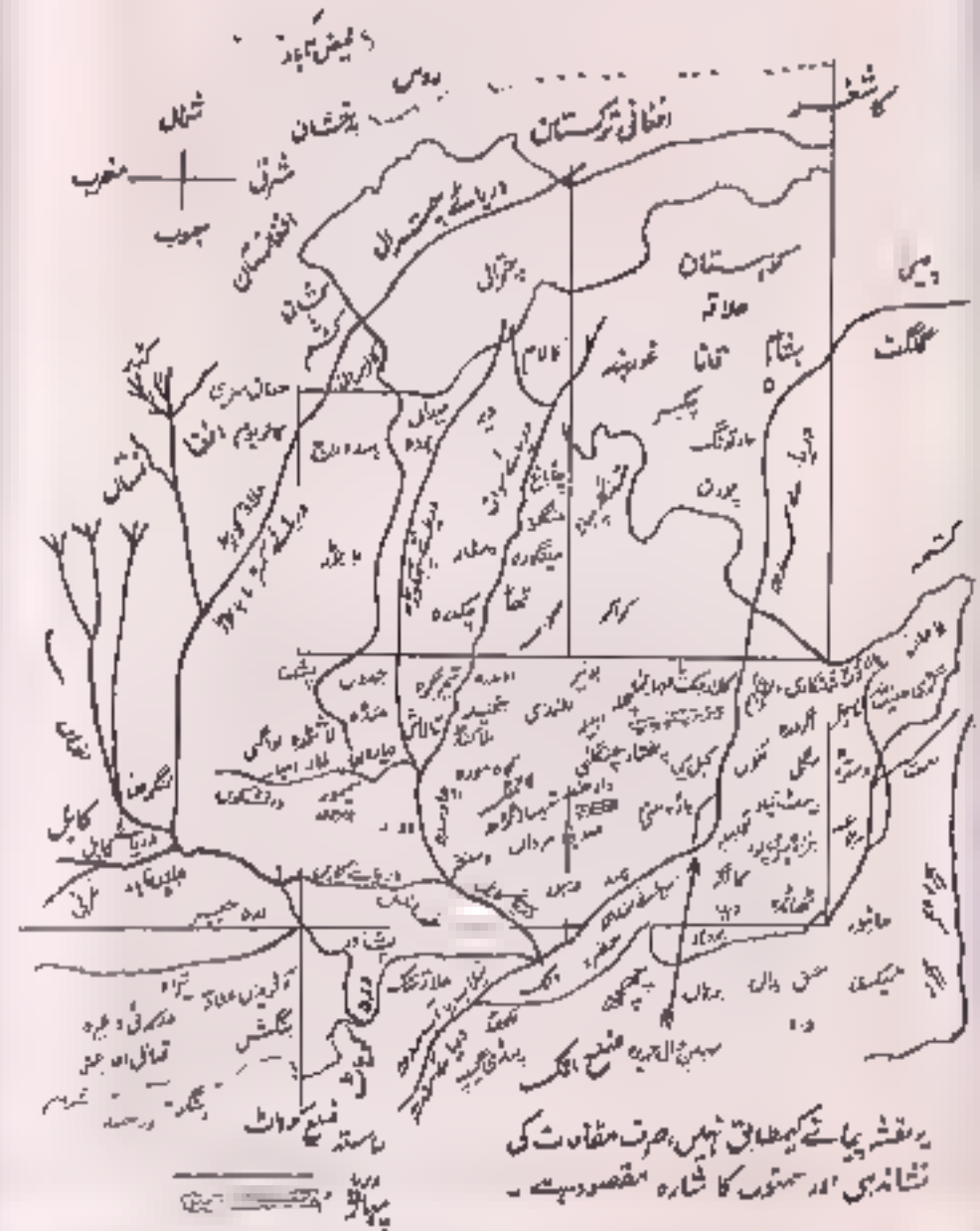
۹۹۶ھ میں جلد روشنائی میں سپاہ سے جب تنگ ہو تو وہ تیرا سے یوسف زنی کی بنگاہ میں چٹاکی در، لہوں نے اس کو اپنے پاس لگے۔ یہی۔ روشنائی افغانوں در یوسف زنی مل کر، راہ پیکار ہوئے۔ اوس تنگی نے اور محمد زنی بھی روشنائی افغانوں در یوسف زنی کے ہمدستان ہوئے اور بگڑم کے نزدیک محمد کی نریمان

کے پیچھے نہیں تاکہ اس تمام ملک پر ان کو غلبہ ہو جائے۔ کچھ عرصہ کے بعد جہان پھر تیرہ جنگیں اور یہاں بنا قائم مقام اپنے دوستی و دوستی علی کو چھوڑا۔ وحدت علی ہلالہ کے نویشن نے یوسف زنی کی مدد سے ۱۱۰ھ میں قلعہ کنشان اور کچھ حصہ کاندوس کی ولایت کا بھی فتح کر لیا تھا۔ شاہی فرماں صادر ہوا کہ اب وحدت علی کو یہاں کو رہا جائے۔ بادشاہی لشکر اچانک کاندوس میں شاہزادی راہ سے آئے اور موضع کندہی کہہ میں دریا سے بھور گھڑ کا یہ ہاتھ کوڑے یہ دریا ستر گز چوڑا اور بہت گہرا و تند تھا۔ خوبہ شمس الدین خانی کو اس میں کی پاسبانی اور راہ کی ایمنی سپرد کی لشکر آگے جا کر غنیم سے آٹھ کوس پر پہنچے۔ دس ہجرت دشمنوں نے سنگ چیں بنائے تھے۔ اور وہاں سے بڑے تھے۔ سو کہ پسند آدمیوں کے ساتھ جا کر منزل گاہ کی تلاش میں لگا اور تختہ بیگ۔ سعید خان اور عیدہ علی عرب پر آڈل بنا کے آگے۔ بھجے کہ خفہ طو کسی عیدہ شکر بیچیں اور رانی نہ ٹرس جتنی آپے کو ظاہر نہ ہوتے ہیں لیکن ان کو دیکھ کر اعداؤں نے ان کے سر پر ہجوم کیا۔ دیر ونا ہوا۔ انہوں نے علیم کو ہار دینے پر سے بٹا دیا۔ سو کہ آپے پھر یہاں کے ساتھ جاند جس سے ہر دوں کو تقویت ہوئی سخت ٹہنی اور نقصان عظیم کے بعد وحدت علی چند آدمیوں کے ساتھ پورے کشمیر میں گیا۔ دشمن شکست کھا کر پراگندہ ہوا اور قلعہ کنشان اور دیگر بہت آباد جگہیں بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئیں۔ کچھ اعداؤں جعان سر کی طرف بدشتاں وہاں سے گئے تاکہ دریا سے بھور گھڑ سے گزر کر کاندوس کی زمین میں جا کر پناہ میں۔ بادشاہی لشکر نے تیز دستی سے ان کے اس طرف کا پل توڑ دیا۔ ناگزیر یوسف زنی کے سرداروں

حاکم ہلالہ غسل ہندال اور حسین نے قیسم خاص (مثل السر) سے ہاتھ لائی۔ غنیم کے چار سو آدمی مارے گئے۔ بادشاہ کی طرف سے پیش قدمی مارے گئے۔ اور ٹیڑھ سو زخمی ہوئے۔ لیکن قیسم خاص کے سر کے خنجر بعد پھر ان فغانوں نے سیدیابی کی اور انکس جیہر شاہزادہ کو ہار میں کیا۔ (انتہاں نامہ اکبری جلد پنجم)

۱۱۰ھ میں یوسف زنی نے قیسم خاص (مثل السر) سے ہاتھ لائی۔ غنیم کے چار سو آدمی مارے گئے۔ بادشاہ کی طرف سے پیش قدمی مارے گئے۔ اور ٹیڑھ سو زخمی ہوئے۔ لیکن قیسم خاص کے سر کے خنجر بعد پھر ان فغانوں نے سیدیابی کی اور انکس جیہر شاہزادہ کو ہار میں کیا۔ (انتہاں نامہ اکبری جلد پنجم)

علاقہ پشاور یا گندھارا



یہ نقشہ بیان کرتے ہیں، صرف مقامات کی نشان دہی اور سمتوں کا اشارہ مقصود ہے۔

مختصر یہ کہ اکہ کی قرام کو ششپس افغانوں کو مطیع کرنے کے بعد
میں تاکام رہیں۔ در یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک جاری رہا یہودی
اکہ کے متعلق میجر راورٹی نے یوں اظہار خیال کیا ہے کہ:-

» مکمل و نحویری اور ملک کی تباہی و بربادی کے باوجود ان
فنان قبائلی علاقہ میں مکمل کسی وقت میں بھی مستعد رہے
پاؤں چڑھ گئے اور نہ ہی کسی وقت ان حقائق کو ضبط
تحریر میں لاسنے کے قابل ہوئے اس وجہ سے آئین اکبری
کی کوئی ایک جلد بھی مکمل نہیں کہہ سکتی تا

یوسف زئی اور خٹک

خٹک:- یہ افغان قبیلہ سولانی کی ایک شاخ ہے اور دو ذیلی
شاخوں میں تقسیم ہے ایک گوردان جس کی دو ذیلی شاخیں ہیں۔ تری
در تری، اور دو ذیلیں گوردان کے ہیں جو خوشاں کا قبیلہ ہے
۔ سرا بلق جو ساغری خندک اور مروزی کہلاتے ہیں۔ پھر لکن کی
بہت دیل شاخیں ہیں، ابتداً خٹک جنڈی و ڈیرستان میں آباد
تھے اور بعد میں علاقہ کوہاٹ و موسی درہ میں جا کر آباد ہو گئے۔
شیخ علی کی تقسیم میں نوشہرہ سے شیر پور تک کا علاقہ خور یا خیش
ہیں، مہند اور دادو زئی کا مشترکہ طور پر چراگاہ کی صورت میں
رک گیا تھا اور ان کی باقیہ ملکیت تھی۔ مغلوں نے لکن کے اس
علاقہ پر قبضہ کر کے خٹکوں کے کو ال کیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ۱۵۸۱ء
میں کبر نے ہرمین حق ظلت شاہ پشاور و کابل، چند آدمیوں کو ایک بلار
ان کو شاہ پورہ افغانستان کی حفاظت کے بارے میں کہا کہ انہوں نے
اس کام سے پہلے ملک اکٹھے بن چکے تھے یا جو اس وقت وہ چند

آدمیوں کے ہمراہ ایک سے جانب جنوب مغرب ایک پہاڑ میں قیام
کر رہا تھا۔ اگر لے آئے بلایا اور راستے کی حفاظت اُن کے سپرد کی،
اور یہ ملک اکوڑے کو قید کا سردار مقرر کیا۔ ملک اکوڑے ننگ کے
ذیلی قیدیہ تری سے تعلق رکھتا تھا۔ حفاظت راہ کی ذمہ داری منجھانے
کے لئے ملک اکوڑے نے ایک عہدہ قائم کیا تو نگاؤں بہا ہو اس
وقت بھی اس کے نام کی نسبت سے مرے اکوڑے یا اکوڑی سرے
کہتا ہے۔

یوسف زنی چونکہ مغربیہ سلطنت کے سخت مخالفت تھے اور ننگ
منزل کے دن دار بن گئے سی سبب سے یوسف زنی اور ننگ کے درمیان
اختلافات پیدا ہوئے لیکن پھر بھی خاموشی سے وقت گزر رہا تھا۔
پر قسمتی سے بہت جلد ننگ کے دونوں قیدیوں تری اور بلایا میں
خانگی معاملات کے سلسلہ میں کشمکش پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں ملک
اکوڑے اپنے بڑے یوسف خان اور دیگر کسی ساتھیوں سمیت باغری
تندرک اور مردانی ہوتا توں جن کی قید دت ملک مارو ساغری کر رہا تھا اسے
ہاتھوں لقمہ جل بنے، ملک اکوڑے کے بعد قیادت اس کے بڑے
یعنی خان کو ہی تو اس نے اپ کا بدر بیٹے کیسے بلاتوں پر حملہ کر دیا۔ وہ من
کی تاب نہ دے ہوئے یوسف زنیوں کے علاقہ میں جا پہنچے۔ ورنہ
لینے کی درخواست کی۔ ملک کانو خان اور راکن بزرگ یوسف زنی نے ہمدرد
ظہور پر انہیں پناہ دے کر اُن کو دو دستوں میں تقسیم و آباد کر دیا۔ ایک دست
عداۃ مندر کے مواضع ت اور باغری، جیسے، جیسے، تندرک، مانگ
جہاں بگڑا اور نور احمد وغیرہ میں آباد کیا گیا تو عدوۃ ابھی کے نام سے
بلاق نامہ پکارا گیا۔ دوسرے حصہ کو قیدیہ یوسف نے تپہ ہالی زلی
کے دیہات میں گڑھی، کاننگ، جمال گڑھی، ساوڑہ، کونگ

مساں عسی، لونہ خور، لونہ زور، رم، قطب گڑھ، دوندیا، شہر گڑھ، مانگی
جنگی گڑھ، سر جے، قاسمی، وغیرہ میں آباد کر دیا گیا۔ جہاں اس
وقت تک آبادی تھی۔

مگر کسے معلوم تھا کہ بلایا کے یوسف زنیوں کی یہ خوش و خلاق اور
نیاضی اُن کیسے تری ننگ کے ساتھ موجب نزاع بنے گی۔ اور یہی ہوا
کہ بعد میں تری ننگ مغلوں کے اہل اور طاقت سے ہمیشہ یوسف زنیوں
کے لئے درد منہا رہا ہے۔ غرض بلاتوں کے اس نے دیہات پر جہاں تری
کے قریب تازہ تازہ پناہ لئے چکے تھے، تری ننگوں نے حملہ کیا۔ یوسف
زنی نے دیکھ کر پہنچے، سخت جنگ ہوئی نتیجہ ہو کہ ملک یحییٰ خان اور اس
کا بیٹا عالم خان دونوں بلایا کے یوسف زنی کے مشرکین کے ہاتھوں
اس جنگ میں داخل ہوئے۔ منغل حکومت نے بھی خان کے بیٹے
شہباز خان کو سردار قیدیہ تسلیم کیا۔ وہ بھی اپنے پیشروں کے نقشے
قدیم پر چل کر بلاتوں پر حملہ آور ہوتا رہا۔ ایک دفعہ حد میں کامیاب
ہو کر بلایا کے سردار خادی خان کا راک کا علی جیلانی کے قریب مار گیا
ملک خادی خان، وہ قیدیہ خان بلایا کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ جہاں
پشاور کے قید خانہ میں سکر کے تہ تیغ کر دیا گیا۔ حالات یہ تھے
تھے۔ ملک کانو خان کی وفات کے بعد یوسف زنیوں کی قیادت
بہاگور خان اور تری ننگوں کی قیادت شہباز خان کر رہے تھے۔ تری
کر کے شہباز خان نے اچانک بہت زیادہ طاقت کے بلاتوں پر
جیسی، جیسی، در مانگی کے دیہات پر حملہ کر دیا۔ تو بہاگور خان کی قیادت
میں یوسف زنی اُن کی حفاظت کیلئے پہنچ گئے۔ یوسف زنیوں اور بلایا
ننگوں نے مل کر تری ننگوں کو شکست دی۔ در جہاں ننگ تک جا پہنچے
تہا خان کا لشکر تباہ ہوا اور صرف تہہ تہہ اپنے ہتھوڑے

نوشحال خان کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ نکلنے کا میاب ہو۔ کچھ عرصہ بعد شاہ سلاخان نے پھر حملہ کیا اور اس واقعہ اس نے یوسف زئیوں کے تپہ کمال زلی کے ایک گاؤں کو زبردستی کشتی کر دیا۔ واقعہ ۱۰۵۰ھ میں پیش آیا اس عہد میں نوشحال خان، اس کا بھائی بھیل بیگ اور ایک بزرگ زادہ ساتی بیگ ولد آدم خان ساتھ تھے۔ مقابلہ ہوا، ساتی بیگ مارا گیا۔ شاہ سلاخان و نوشحال خان اور بھیل بیگ زخمی ہوئے بلکہ ایک سوار بھی ایسا زہا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ اختتام جنگ کے چوتھے روز شاہ سلاخان زخمی کی تاب نہ لاکر جاں بحق ہو گیا۔

شاہ سلاخان کی وفات پر محل حکومت نے نوشحال خان کو نائب جیلد تسلیم کیا۔ نوشحال خان نے زخمیوں سے چالیس دن بعد صحت یاب ہوکر مدت کے وقت، چانک کمال زئیوں پر حملہ کر دیا، اعلان کے ایکس گاؤں اتم کو جو اسمعیل سے مغرب کی جانب تھا، تندرستی کمر دیا، اس وقت اس گاؤں میں کماں زلی کی ذیلی شاخ اکاخیل رہائش پذیر تھے۔ وہ سب تباہ ہو گئے۔ کمال زلی، اعلان زلی اور زلی اعداد کیلئے دلوے تو نوشحال خان پناہ کمرنے و پس ہو گیا، مگر بڑے مقام پر یوسف زلی پہنچ کر ایک اور جنگ ہوئی جس میں نوشحال خان نقصانہ عظیم کھینسا تھ شکل جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔

سبقتہا جنگوں میں نوشحال خان کے ہاتھوں یوسف زلی کے دو نامور اشخاص یعنی ملک چانم اعلان زلی مارا گیا اور مردان کسم پیر کمر جو اول دیر مد سے تھا اور قبیلہ کمال زلی کا ملک تھا، اگر نشانہ ہو۔ (بحوالہ کتاب یوسف زلی اشاعت چھاپہ)

چھپر خانی کا یہ سلسلہ جاری تھا، جب کہ عہد بہا کو خان میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ البتہ نوشحال خان نے ۱۱۶۸ھ میں قید سے رہائی

کے بعد قید شکن کوٹ کے تعمیر کی مخالفت کی اور یوسف زئیوں سے تعلقات کو مسموم پر لائے کی فکر میں تھا، اور بعد میں یوسف زئیوں کے علاقہ میں درجہ کرتے ہوئے سوات تک جا پہنچا۔ یوسف زلی عزت و احترام سے پیش آئے تھیں، خطبہ اعتقاد نہ کر سکے، تو ان کی مدت میں ملوثی سوات کھڑ کر دیا، پس بوٹ گیا۔ بعد میں نوشحال خان اور اس کے بیٹے بہرام خان کے آپس میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو نتیجہ کے طور پر نوشحال خان نے مواضع سواتی زلی، ڈنگر زلی، مشیدہ اور نوے کوئٹہ آتش کمر دیا مگر ناکام ہو کر واپس ہوا۔

اورنگ زیب نے اذیل ۱۱۶۶ھ میں اپنے بیٹے شاہ عالم کو پشاور کی طرف بھیجا تو اس نے نوشحال خان کو دعوت ملاقاتی نوشحال خان نے موقع خود غنیمت جان کر تمام مخالفت کو نظر انداز کر دیا اور شہرہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ پیش و سے کابل کی طرف رو۔ ہوا۔ ماسستہ میں غنیمتیں حطام ہوئیں اور حدس آباد سے رخصت کیا اور اس کے بیٹے سکندر خان کو شہرہ و اپنے ہمراہ کابل کے گیا۔

نوشحال خان مطمئن تو ہو گیا، تاہم جو اقتدار وہ کھو چکا تھا وہ خود جنگوں کے ہاتھوں اسے دوبارہ مل نہ سکا۔ اس کے دوسرے بیٹے مہی ہمنوائی نہ کر سکے۔ قبیلہ کی حمایت وہ پہلے ہی سے کھو چکا تھا، فخر پرکتہ نامی ملاقات کے بعد اس نے مغلوں کی مدد کوئی حرکت نہ کی، سبقتہا خانہ جنگی میں جنگا رہا اور اپنے چچوں، بیٹوں، درویشوں کے ہاتھوں پریشان ہو کر تیرہ کی رولی اور محموز اپنا وطن چھوڑ کر مقام ڈوبہ میں مقیم ہوئے اور سنہ ۱۱۸۵ھ مطابق ۲۰ فوری ۱۷۸۶ء کو وہیں فوت ہوا اور اس کی لاش کو کوئٹہ ایسٹری برد ریوس آئین اورہ خشک

پیرہ خاک کیا گیا۔ یہ تھا مختصر، جوان خوشیوں خان جس نے بیٹوں
پوتوں، چچوں، اہل غار، قیدی تری حاکم کے بے عزتی و بے وفائی
اور درنگ ریب بادشاہ کی مادی کا رخ دل پر سے کہ دوسروں سے
گھر میں ناپرسی سبب میں وفات ہوا۔

بہا کو خان یوسف زئی

اکبر اعظم کی وفات پر عثمان حکومت شہزادہ سلیم نے محمد نور الدین
جہانگیر کے نام سے اپنے ہاتھ میں لی۔ اور ۲۸ اکتوبر ۱۵۲۷ء تک
حکمران رہا۔ اس کی حکومت کے دوران حالات جوں کے ٹوں رہے
اس کے ابتدائی دور میں ملک کالو خان نے وفات پائی تو یوسف زئیوں
کا تختہ جہانگیر کے ہاتھ آیا۔

جہانگیر کی وفات پر اس کے فر کے شاہ جہان نے حکومت اپنے
ہاتھ میں لی۔ اس کے عہد میں مقدمات امن رہا۔ اور یوسف زئیوں
سے خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں وسیعی ہوئی۔ حکومت
میں نے یوسف زئی کے دلی قیدی خدو خیش عہد و رتی مدد کے مشہور
بیہادر سردار بہا کو خان کو یوسف زئی کے علاقہ کی دھرتی وصول
کرنے کا حلیہ تسلیم کر لیا تھا۔ مقامی روایات اس تعصب کو
یہاں تک خوشگوار غماہ کرتی ہیں کہ ایک موقع پر مہاراجہ جہانگیر
عمرہ ہی امن زئی یوسف زئیوں نے شاہ جہان کی دستار بندی کرتے
ہوئے اسے اعزازی طور پر اپنے قبیلہ میں شامل کر لیا تھا۔ یہاں
سے کہ بہا کو خان نے حسب شاہ جہان کے احکام کو توں کب تو شاہ جہان
سے فرمانِ تقرر کے ساتھ ایک علی قسم کا گھوڑ جس کے زین پر
سوئے کی عکاسی کی گئی تھی، بطور تحفہ ارسال کیا تھا۔ ان حالات

کے پیش نظر خیال کیا جاتا ہے کہ عہد شاہ جہان میں بڑی حد تک
مغلوں سے ساتھ تعلقات خوشگوار ہو گئے تھے۔ جس کا کافی درجہ تک
شاہ جہان کا دار شکوہ تھا۔

بہا کو خان نے اپنی زندگی کی ابتدا عہد جہانگیر میں کی تھی۔ اس
کے عہد شباب میں ڈوما جو اس وقت حسن زئی اکالئی مانٹیل
مخونڈی اور چھوڑی بابوزئی جنکی خیل غری خیل، چوگا، کمانا، غوبند، شام
پلیسر در پور کا موجودہ پہاڑی علاقہ ہے، پر ستاری انیس قوم
ڈوما حکمران تھی۔ جو اس قدر طاقتور تھی کہ حسب یوسف زئی
مردان سورت اور اردگرد کے علاقوں پر قبضہ کر رہے تھے وہ اس طرف
توجہ نہ دے سکے۔ بہا کو خان نے اخوند سالک کے شترک سے حکومت
ڈوما کے خدو خیش کشتی کی۔ اور بالآخر وہ علاقہ ان سے خالی کر لیا
۔ اخوند سالک ایک فغان بزرگ تھا جس نے مذہب کے نام پر یہ
معتقدین کی ایک جمعیت پیدا کر لی تھی۔ درجہ جہانگیر سے سرت
قبائل جوق در جوق اس کی جمعیت میں شامل ہونا شروع ہوئے۔
حتی کہ ایک پورا شکر دکھائی دینے لگا۔

تاریخ مریض اور تحفہ، درویش کے مطابق اخوند سالک اصل
میں طوقہ کے تھے۔ طوقہ، فغان اصل میں تیرین ہیں۔ ان کے والد
راجہ علاقہ خٹک میں مقیم تھے اور وہیں ان کی زیارت ہے۔ خود
سالک اکثر ان کی زیارت کیے جاتے تھے۔ خود پنجو کے ایما اور
ہدایت کے سبب اخوند سالک علاقہ یوسف زئی جا کر خدو خیش کے
ساتھ جہانگیر کے تھے۔ سلسلہ جہاد کی وجہ سے یہ علاقہ خدو خیش
دہلوی میں مشغول رہتا تھا۔ بہت سے ملک در قلعے ان کی برکت
سے کفار سے خالی ہو گئے۔ تاریخ مریض نے آگے چل کر لکھا ہے

۱۱ شاہجہان نے انہوں کو سالک کے نام پر یک پیغام بھیجا۔
جس میں یہ آیت تحریر تھی۔

طہراً اندہ و طیعاً رسولاً و اولو الامر حکم
مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ باغی ہیں۔ اس میں آپ قیام نہ
کریں بلکہ شاہی عداوت میں آکر بیسیں۔ غرض یہ تھی کہ وہ
علاقہ یوسف زمیوں کا تھا۔ وہ یوسف زئی چونکہ بہت در
گرم ہے۔ کہیں انہیں اپنا بادشاہ نہ بنائیں۔ حوزہ سالک
نے جواب میں لکھا کہ یہ لوگ اگرچہ آپ سے باغی ہیں
مگر خدا سے باغی نہیں ہیں۔ میں اور یہ روز و شب کھاد کے
مقابلہ اور غلہ میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ بادشاہ
ہیں۔ اگر امداد دے سکو تو بہت درہ مجھے کیوں دور سے جاتا
ہیں؟

ان غرض بہا کو خان نے عداوت ڈھانچا اور اس نے کہنے کے بعد یوسف
زمیوں میں اپنے جرم کے فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد
اس نے عہدہ شاہجہان میں مدد دہلی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بدین
وجہ خوشحال خان خٹک سے جو اس وقت دربار منلیہ سے نکل
تھا، کشمکش میں اضافہ ہوا۔

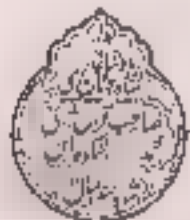
بہا کو خان کے شاہجہان کے ٹکڑے دار تھکڑے سے قریبی تعلق
تھے۔ جو خوشحال خان سمجھ گیا کہ اگر بہا کو خان کو دربار میں قربت حاصل
ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ یوسف زمیوں کے جس علاقہ پر وہ اپنا تھکار
قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس میں کمی آجائے چنانچہ اس نے شاہجہان
کو یوسف زمیوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اسی دوران جیب

جیب خان بن بھڑک زئی کا زنی جو بہا کو خان کا رفیق کار تھا،
نے شورش پید کی تو خوشحال خان نے کابل پہنچ کر شاہجہان کو اس
طرف متوجہ کیا اور شاہ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسے یوسف زمیوں
کے علاقے پر قبضہ غنیمت دے۔ شاہ نے اسے یوسف زمیوں کے
علاقہ کے نظم و نسق سنبھالنے کے فرائض تفویض کر دیئے اور اس
نے وہاں بھڑک و دوستدار کی۔ مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی
اور جیب شاہجہان افغانستان سے واپس لوٹا اور حقیقت حال دنیا
کی تو خوشحال خان نے بتایا کہ یوسف زئی بہت منقسم ہیں اور
ان کی طاقت بھی بہت زیادہ ہے، ان کو قہر کر کے کیٹے کم زکم
ایک سال کا عرصہ دو کار ہے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتایا کہ بہا کو
جیب کا چچا، ظریف، حمید اور کچے جو سردار بن یوسف زئی ہیں۔
کی سرکوبی کیلئے اسے شاہی لشکر کی مدد ضروری ہے، شاہ نے
 وعدہ کیا مگر بعد میں دارہ شکوہ نے مخالفت کرتے ہوئے کوٹھے
میں کمری امداد دی۔

اختلافات کا اصل سبب

بلوچ ایک محقق ۱۱ عہدہ کبیر میں تری خٹکوں کے قائد ملک اکڑے
اور جنہو کو حفاظت شاہ رہ کابل (یعنی ایک سے پشاور تک) کے
ذمہ داری سونپنے سے یوسف زئی اور تری خٹکوں میں مستعد دشمنی
کی بنیاد رکھ دی گئی تھی لیکن پھر بھی خاموشی سے وقت گزر رہا تھا
مگر یہ قسمتی سے بہت جلد خٹک کے دونوں قبیلوں تری اور بدق
میں کشمکش پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں ملک اکڑے اپنے بیٹے
یوسف خان اور دیگر کسی ساتھیوں سمیت ایک جنگ میں ساغر

شاہ جہان کا لڑکانہ اسکا کو خان کے نام



رو. دالاشہ و العیون قد وہ شہزادہ انان ماکو چغتائی شہزاد
شہزادہ فرید میرا ہی بودہ پادشہ عرصہ شہزادہ کو چھوڑ دینے کا بیان کیا
دھال دالاشہ و العیون کی طرف سے ان کے شہزادہ کو چھوڑ دینے کا بیان کیا
دب تر علی التماس نمودہ بود کہ چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
بیان نمودہ و ملتہ دست دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
شہزادہ کو چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
دارت کو چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
دور ر چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
نور ہادہ دست دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
نور ہادہ دست دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا

شہزادہ اور سرورانی کو قتل (ہیں) کی قیادت ملک نادر ساعری کر رہا تھا
کے ہاتھوں قتل اس نے۔ ہندو جلاوطن ہو کر بلال کے علاقہ یوسفزئی
میں پناہ حاصل کی۔ جس سے تری خشک ماراض ہو گئے کہ یوسفزئی
نے کیوں بلال کو پناہ دی۔ نتیجہ یہ کہ بھائی کے ہاتھوں بھائی قتل
ہونے لگا۔ یوسف زئی و تری خشکوں میں مسلسل میدان کاربرد
تکرم رہا۔ اور اس مذم گاہ میں خون کا ہر قطرہ خود وہ یوسف زئی کے
جسم سے گر رہا تھا یا خشک کے جسم سے، مغل مقاصد کی آبیاری کرنا
رہا۔ اس کشمکش کے دوران میں عثمانی سلطنت شاہ جہان کے ہاتھ
نگی تودہ طبع اس کشت و خون کو پسند نہ کر سکا چنانچہ کابل جاتے
ہوئے اس نے نور شہزاد خان خشک سے دریافت کیا کہ وہ کیوں ہر وقت
یوسف زئیوں کے خلاف سر اٹھا رہتا ہے۔ جواباً اسے بتایا گیا کہ
یوسف زئی چونکہ دربار مغیبہ کے باغی ہیں۔ اس وجہ سے ان کی سرکردگی
لارمی ہے۔ (انکو الہ شہزاد یوسفی)

شہزادہ کے بعد اورنگزیب اور دار شکوہ میں حصول تخت کے
سلسلہ سے کتنی ہونی تو بہ کو خان نے دار شکوہ کی اور نوشہاں نے اورنگزیب
کی حمایت کی۔ اور جب پتہ چلا کہ دار شکوہ ایک پیر پختہ رہا تھا تو بہ کو خان
نے اس وقت علاقہ چھوڑا اور قلعہ ایک پر اقتدار حاصل کیا۔ اسے
ایک کے مقام پر تمام کشتیوں کے پل پر قبضہ کر لیا۔ نوشہاں خان
وہاں خشک سے اپنے چلی فیروز خان کے اور شاہی شکر مقابلہ پر آیا
شہزادہ جنگ ہوئی۔ بہا کو خان زخمی ہوا اور اس کا بھائی، سید خان مارا
گیا۔ اور اورنگزیب کو کامیابی ہوئی اور سربراہ اس کے سلطنت ہوا۔

اس دور میں بہا کو خان علاقہ چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا
سے چھوڑ دینے کا بیان کیا اس کا بیان کیا

کچھ عرصہ بعد اور گزریب نے لشکر کشی کا فیصلہ کیا۔ ملک پار سے بھی
لشکر کشی ہوئی، کابل سے بھی مدد پہنچی۔ مرکز سے بھی فوجی امداد کا
ملنے کا پوری طرح بندوبست کیا گیا۔ ادھر یوسف زئی بھی گیل گشت
سے یس مقابلہ کیلئے تیار کھڑے تھے۔ شاہی لشکر نے ان کی تعداد کے
پیش نظر اقدام کرنے کی ہمت نہ کی اور دیکھتے ہوئے چاروں سو پور علاقہ
چھپچھ کے قریب ہے، پر مرد ملک پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس
انتظار میں پورے ۱۵۷۵ گزر گئے۔ آخر کار ہندوستان سے شاہی لشکر
کو مدد پہنچی تو جنگ کا آغاز ہوا۔ در موضع ہاروں، حضور در علاقہ چھوڑ
کے مقامات پر سخت فیصلہ کن جنگ لڑی گئی۔ جنگ کے طوں پکڑے۔ کافی
ملک لشکر کی مار سے گئے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔
گزنہ ٹیر راولپنڈی ضلع ۱۸۶۵ء میں کرنل کریکرافٹ کشتہ و جہتم
ہندوستان میں رقم طراز ہے کہ:-

”حضور چھپچھ کے میدانی علاقہ کے زیادہ آبادی والے
حشر میں ایک جو شہر ہے۔ پٹھانوں نے آباد کیا اور قبیلہ
یوسف زئی کا صدر مقام رہا ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا شہر
جنگ ہوئی تھی، ہندوستان سے ایک بڑا لشکر ان
برصغیر آکر ہوا۔ مگر بری طرح شکست کھ کر تشریف
دوہزار مائیلیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔“

یہاں کو خان نے بھی مصالحت اپنے لشکر کو دریا سے سندھ کے بار
مقام توڑ دیا، جیسی دل پور اور ہندوستان کے دریا سے جس کے کچھ عرصہ
طرفین کا پھر تیاریوں میں مصروف گریا اور آخر کار منہ لشکر نے
دریا پار کر کے تشریف خان کی قیادت میں بڑی شدت سے حملہ کیا، یہاں
نے موضع بڑے سے پٹ کو تارخ پیر، زیدہ، کھنڈہ، شاہ منصور اور مرغ

سے ملحق آبادیوں پر متحد ہندیاں مضبوط کیں اس دوران شدید جنگ
لڑی جاتی رہی۔ فصل تباہ اور آبادی برباد ہوتی رہی۔ لیکن طریقے سے
کے لہروں میں کوئی فرق نہ آیا۔ مزید تازہ دم لشکر سکھ سوات اور
باجوڑ سے اکوڑی، نرکانی اور اٹماں خیل سے اور تیرہ سے کچھ آخری
اور مہمند بھی اس جنگ میں کود پڑے اول تو شاہی لشکر کے پاؤں
اکھڑنے لگے۔ لیکن جلد ہی اس نے سنبھل کر حملہ کیا تو یوسف زئی شاہ
کے قریب مورچوں کو خالی چھوڑنے پر مجبور ہوئے جن پر شاہی لشکر
نے قبضہ کر لیا۔ لشکر چنگ جادی رہی۔

دھر جنگ اور ہی تھی، دھر شاہی دربار سے سیاسی چاروں
جادی تھیں۔ جنگ کے ساتھ یوسف زئی قبائل میں صلح کے نام سے
خفاں پیدا کرتے اور تمام داکڑم کا ملچ بھی کام کر رہا تھا۔ اس دوران
محمد حسین غور ز کابل تازہ دم لشکر بیکہ نمودار ہو۔ اس نے اپنی چال بازوں
سے یوسف زیوں کی طاقت کو تقسیم کرنا شروع کیا، تمام داکڑم، اس
اور صلح کے لپٹ میں یوسف زئی کے ایک قبیلہ کو جنگ سے جدا کھڑا
کر دینے میں کامیاب رہا۔ معلوم ہے کہ اس سے قبل اس نے لشکر
کے ایک حصے کو یوسف زیوں کو خوفزدہ کرنے کی خاطر شہیار گڑھ
کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اور دوسرے حصے کو باجوڑ کی طرف کوچ کا حکم
دیا۔ مشہور گڑھ کو برباد کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ مسل لشکر کی وہاں سے
کے تمام مویشیوں کو بھی اپنے ساتھ ہانک کر لیتے۔

باجوڑ کی طرف، قدم کرنے والے لشکر کی قیادت محمد امین خود
کر رہا تھا۔ اس نے سوات میں داخل ہو کر کئی مقامات کو راند کر ڈالا
مگر دوست نہیں کے مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے گھبرا کر واپس ہٹ
کے سیمپ میں آگیا۔ یہاں پہنچ کر منٹل سرداروں نے یوسف زیوں

کے ساتھ صلح کرنے کا آپس میں مشورہ کیا۔ اس لئے کہ اس جنگ کو سڑھے چھ ماہ گزر چکے تھے اور انہیں سونے برآمدی کے اور کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اور انگریزوں نے طاقت و تدبیر سے کام لیتے ہوئے اس جنگ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ ابھر کے دور کی وہ برہادی بھی ان کے پیش نظر تھی جو دین خان و دیر علی کو پیش آچکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے یوسف زئیوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا مثل شکوہ نقیصاں عظیم، ٹھاکر دریا کے سندھ اور دریا کے کابل عبور کر کے واپس چلے گئے اور اس طرح مغل حکمرانوں کا یہ مقصد کہ جنگ طوں پکڑنے سے انہیں شکست کا منظرہ ملتی تھی ٹل گیا۔

شاہی لشکر کو، حقیقتاً، بہت ہی کم کامیابی حاصل ہوئی، اور سردار اور انگریزوں نے مجبور ہو کر پٹھانوں کی وہ مشروط تسلیم کر لیں کہ جن سے ان کی آردی برقرار رہی اور ان لشکر واپس ہندوستان لے گیا۔ (انگریز تاریخ ۱۸۴۰-۱۸۴۱ء، بحوالہ اللہ بخش یاسل)

محمد امین کو دربار شاہی میں جا کر ہونے کا پیغام ملا اور کچھ عرصہ بعد کابل واپس جاتے ہوئے ایمل خان مجنہد اور دریا خان آفریدی نے غریب خان کے قریب تمام شاہی لشکر کو بری طرح تہ تیغ کر ڈالا۔ اور محمد امین، ہشکل جان بچا کر بھاگ نکلے میں کامیاب رہا۔

اور جنگ ویب پکڑے ہندو لوگوں کے کابل کے گدگدوں کو تبدیل کرنا رہا۔ اور تاجی خان کی قیادت میں لشکر روانہ کیا تو سس کو بھی انہوں قبائل سے تشر بستر کر دیا۔ اس حالت کے پیش نظر ونگریز خود دھس سے چل کر حسن بدال میں اکبر مقیم ہوا۔ اور لشکر کو اپنی نگہبانی میں لے کر مختلف اطراف میں اقدامات کرنے کے احکام جاری کر دیا۔ جو مشتبہ میں مکرم خان لشکر کثیر سے ہاجڈ کے علاقے تک جا پہنچا

یوسف زئیوں سے جھڑپ ہوئی۔ جس میں کافی میں تعداد میں شاہی لشکر کے ارادہ مارے گئے۔ مکرم خان کا بھائی خلیفہ، وہ اس کے بہنوئی میر عزیز اللہ بھی اس جنگ میں کام آئے۔ اسبند مکرم خان جان بچا کر بھاگ نکلے میں کامیاب ہوا۔

اور انگریز کی سیاسی جڑ توڑ کام کر گئی۔ اور محمد ابراہیم قبائل کو شاہی حمایت پر رضا مند کر لیا گیا۔ تمام واکرم کی ہارش ہوئی۔ کتنوں کو جاگیریں ملیں اور کتنوں کو مغل لشکر میں عزت و احترام کے عہدے ملے یہاں تک کہ جو اس وقت وقت پاچکا تھا۔ اس کے رول کے ذین خان کو مغل دربار میں نظارہ و خاداری کرتے دیکھا گیا۔

یہاں کو حال کے والد کا نام ماموں عابدی عثمان تھا۔ وہ صرف یوسف زئی ہی نہیں بلکہ تمام جٹے (خشی) قبائل کا قادی تھا۔ اس کے اقتدار میں تقریباً وہ سارے علاقہ جو خان بگو کے دوران زیر اثر تھا، یعنی باجوڑ سوات ستہ یکہ دہ آہر اشغیر اور چھپچھ ہزارہ ملک کا علاقہ شامل تھا۔ ان کیں محکمت میں طرف، حمید، پکے، کاچو، در حسیب اس کے شیران و رکنا لدر تھے۔

سید محمود شاہ وہ مقام شاہ علاقہ گدوں موضع گدوف نے اپنی قلمی تصنیف ہفتاح، مناسب جس کی نقل پشتو اکیدی پشاور میں موجود ہے، لکھتا ہے کہ:-

”یوسف زئی کے ملک میں ایک راجہ پیدا ہوا جس کا نام پاکو تھا۔ اور باجوڑ سے دریا کے سندھ تک اس کے فوجی تھے تھے جن میں باقاعدہ فوج اور چوکیدار ہا کرتے تھے اور اپنے تمام مقبوضہ ملک سے باقاعدہ مالیہ اور حقوق حکمرانی وصول کرتا تھا“

بہا کو حاس بیمار ہو کر بھٹنا کے ابھی اپنے گھر واقع بی بی ڈھیری
نہ کو گکا چند میں فوت ہوئے۔ اور مقام چند موضع سنگوی کے مغرب
میں مدوں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعادت فرمائے۔ آمین۔
بہا کو حاس ایک کامیاب سرپرست مملکت یوسف زئی رہا تھا۔
سب لوگ ان کے عہد میں امن و امان سے رہے اور خوشحال تھے۔
ان کا آخری سربراہ تھا، اور اس کی وفات کے بعد کسی سربراہ
مملکت کے نتیجے کے بارے میں یوسف زئی متعلق نہ ہو سکے۔ گویا
بہاں سے زوال شروع ہوا۔

نہ شاہی نہ فقیری دچا مدام وی
نہ کچھوں کو کدائے نہ شاہی جام وی
د آسمان دگر شونو انقلاب دے
کدہ و رنج شای کدہ شہید کدہ ماہنام وی

بہا کو حاس کے بہترین رفقاء۔ انہوں سالک انہوں سالک

انہوں سالک طوطہ کے تھے، وہ طوطہ اصل میں تین فن ہیں۔ ان کے دور
ماجد علاقہ شنگ میں مقیم تھے، وہ وہیں ان کی زیارت ہے۔ انہوں سالک
بہا کو حاس کے عہد میں علاقہ یوسف زئی جاکر عازیم کے ساتھ جہاد میں
شریک ہو کر تھے، وہ سید جہاد کی وجہ سے۔ علاقہ پسہ آیا۔
شرب و رندہ بھی شمس رہتا تھا جس کا کچھ حاس اوپر بیان کیا جا چکا ہے
خون سالک کے چار بیٹے میاں بابا، شیخ بابا، پاجا بابا، اور سیری بابا
کے ناموں سے مشہور ہیں۔ سیری بابا کی ولاد سیری نزد عادتہ لوگ۔
اور کچھ کابن گرام میں آباد ہیں۔ میاں بابا کی ولاد کابن گرام کچھ کلاسی
علاقہ پورن میں آباد ہیں، شیخ بابا کی ولاد دریا سے سندھ پار مشرق

جانب درمیرہ میں آباد ہیں۔ پاجا بابا کی ولاد سیری علاقہ پورن میں
آباد ہیں۔ خون سالک کی کچھ اولاد میر احمد خیل کے ساتھ مرغری میں
آباد ہیں، جو انہوں خیل سے مشہور ہیں۔ اور ان کے کچھ گھر انہوں خیل
چینی علاقہ گدوں اور مہرین کے، دیر اور کچھ موضع جلد تپہ بائی نولس
اور موضع درہ لکھیس صوابی میں مقیم ہیں، اور ان کا ہم نسل نمان ہونہ
موضع جنگدہ خیل کے ساتھ رہتے ہیں۔ انہوں سالک کی قسبہ
کابن گرام میں ہے۔ جیسا کہ وہ ایک مشہور فارسی و مجاہد تھے۔ اس
طرح وہ صاحب تصنیف بھی تھے۔

میر محمد شاہ اپنی تصنیف تحفۃ الادیب میں لکھتے ہیں کہ۔

انہوں سالک کی تصنیف میں فتاویٰ غریبہ، بحر اسباب

غزوہ، اور مساق زیادہ مشہور تھے۔

پھر آگے لکھتا ہے کہ۔

انہوں سالک برادر انہوں سالک نیز مرید انہوں شیخ بودہ۔

کہ مریدش در ملک یوسف زئی تہہ صوم قرہ بھر وچ بہ

فاحلہ بہ چار میں واز موضع رستم طرف شمال است۔

خون سالک کی اولاد موضع بھر وچ میں وچلہ کے مواضع

چنگش، کوریا، کدیاں اور کلاسی پورن میں آباد ہیں اور بھر وچ سے

ان کے چند گھر سنے گوجر گروہی میں آباد ہو چکے ہیں۔ جن میں

میاں خاکو اللہ کافی شہرت کے مالک تھے۔

خون سالک کا ذاتی اسلحہ تنوار اور ڈھل و غیرہ، اور حاربا فی بودہ

استعمال کرتے تھے۔ اس وقت بھی کوریا میں ان کے موافقین کے

پاس موجود ہیں اور لوگ انہیں بطور تبرک کے دیکھتے ہیں، انہوں

سالک اور انہوں سالک دونوں برکات دین تھے اور تبلیغ و جہاد

اور آزادی کے شیعائی، پہنچے ان مقاصد کے حصول کیلئے ان کو علامہ یوسف زئی پسند آیا اور خدمت پنجو اور کاکا صاحب کے مشورے سے انہوں نے اس بوندہ علاقہ جو مغلوں کے اثر کے پاک تھا، جس جیسے مرنے کا حکم ارادہ کیا۔ اور دونوں یکے بعد دیگرے اس علاقہ میں آئے۔ وہ بہاؤ خان یوسف زئی کے دوست اور مغلوں اور ان کے حمایتیوں کے سخت مخالف تھے۔ الغرض کاکا صاحب نے اپنا ایک خاص حربہ فیر چن لیا کہ دراصل خان غلگت (نورہ بود) چند آدمیوں سمیت اخون سلاک کے ہمراہ کر کے رخصت کیا، اخون سلاک پہلے موضع شوا پہنچے اس وقت خضر زئی تپہ درڑ کا خان عمر خان خضر زئی تھا، وہ اس وقت شوا پہنچا تو خضر زئی تپہ درڑ کے لوگوں کو بمقام شوا تپہ درڑ (صوابی) جمع کیا اور بہاؤ خان کے پاس پہنچا، وہ وہاں سے اور اس کے ساتھ شوا ہو گئے۔ ان ایام میں بہاؤ خان کو ڈوا کا فر سے جہاد کے نیرے میں مصروف تھا۔ اخون سلاک اور ان کے ساتھیوں کا جانا بھی اسی مقصد کے لئے تھا۔ تحفۃ الاولیاء میں ہے: "اخون سلاک، اگرچہ جہاد نگیرہ اور ریائے شہ سے عبور کر دہہ یوسف زئی آئندہ اس درڑ واپا نہیں بمقام شوا (نورہ) شیعہ جانا۔ کہ دراز پیام تیس سخی عمر خان نام مرہ سے صلح ہو دہہ درڑ خان (خان درڑ بود) فرمایا آردہ یہ پہنچا، وہ بہاؤ خان نام کہ دراز وقت قریب پہنچت رہو دہہ بہرہ ایشال شدہ اور بہاؤ خان کے ساتھ جہاد کے کام کو ترک کیا اور کافروں سے جنگیں نہیں لڑیں ان کا علاقہ ان سے خالی کر کے وہاں یوسف زئی قبائل خدیں امان کر لی، عیسیٰ زئی، چنڈ زئی، نور زئی، بابور زئی، چکی خیل، غری خیل، آما کے گئے جو اب تک وہیں آباد ہیں۔

سید محمد علی بن محمد حسن شہید مصر فی صدر یوسف رفی و اقامہ اہل دین و حسن خانی کی والدہ صاحبہ کا بیوہ یہ سلسلہ احمد ان کی والدہ عمرہ فی مکہ کے تمام سے ایسا ایسا کتبہ کھیل عبادی میں مقام میں ہو چکا ہے۔

یوسفؑ جی توں مکی سہ گزشت

باب (۹)

بہاؤ خان کی وفات کے بعد رفتہ رفتہ انفرادی قیادت کا عرصہ پید
ہوا۔ ہر شخص نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد پیدا کر لینے کی فکر کی۔
وہ لوگ جنہوں نے تئاریوں کو لڑا کے علاقے سے نکال باہر کیا تھا
اور محض وہاں سے بھی باغی ہو کر رہے۔ ہر آدمی اپنے اپنے لیے اس
انفرادیت کی وجہ سے مستعد رہ سکے تو دشمن کے ہاتھوں زندہ نہ
رہ سکے۔ اور قبیلہ کا وقار بھی اس انفرادیت پر قربان ہو گیا۔
کہا جاتا ہے کہ علاقہ یوسف زئی میں جیب کے ہمیشہ ایک منتخب
سید پر جو حکمت و حکومت کرتا رہا۔ بہاؤ خان کے بعد خوانین کی تعداد
بہت کم رہی۔ ان کے سبھوں نے اپنی اپنی ریاستیں بنائیں۔
ساکوئی کے بھائی سید خان کے خوشحال خان خٹک کے چچا
خیر خان کے ہاتھوں مارے جانے کے بعد خوشحال خان اور نگریب سا
منصور تفرین گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے یوسف زئیوں سے بد
دلی پیدا ہوئی۔ پتا چلا کہ ۱۷۰۲ء میں خوشحال خان اور
یوسف زئیوں میں شدید جنگ ہوئی۔ یوسف زئی کامیاب رہے، اور
انہوں نے اپنے علاقے میں سپاہی اور نرسی خٹکوں کو لکال باہر
کیا۔ دوسرے سال خوشحال خان نے پھر حسب سابق یوسف زئیوں

ہوا چاکلک جلد کردیا سنگہ نام کام ہو کر بھاگ نکلا۔ اور یہ چٹڑ میں مسلسل جاری رہیں۔

اس دوران خوشحال خان کا دربار شاہی میں اشد سوج و گنجے ہوئے کئی ایکسین دیوان اور اس کے اپنے مستحق آتش رقابت سے بے یقوار ہوئے جن میں اس کے درباروں مہار خان اور فیروز خان کے نام قابل ذکر ہیں سب زنجیں ہونے لگیں اور نگریب کے دل میں شکوک پیدا کئے گئے۔ اور نو بہت یہاں تک پہنچی کہ خوشحال خان کو ۱۷۴۳ء میں گرفتار کر کے ہندوستان میں یا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں قید و بند میں رہا۔ قید کے دوران اسے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ حکومت اس کے بال بچوں کو بھی گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس نے باور ناخواستہ ہوسفریوں سے مدد طلب کی۔ یوسف زئی بزرگ نے تمام گزشتہ و تعات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے خاندان بلکہ تقریباً یکصد دیگر متعلقہ خاندانوں کو بھی موضع کوڑہ سے راکر اپنے عہدہ میں پناہ دی ورنہ انہیں سبکری کے مقام میں محفوظ کر لیا۔ جو ضلع مردان میں کاشنگ اور جمال گڑھی کے درمیان واقع ہے۔ موجودہ وقت میں یہ مقام شیکری ہاسا کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ لوگ خوشحال خان کے قید سے وطن واپسی تک یہیں مقیم رہے۔

منوں کو بلاشبہ یوسف زیوں کی ہنگامہ آرائی نے شدت اختیار کی، تو ۱۷۴۸ء میں مہاربت خان کو گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ مہاربت خان کے کہنے پر خوشحال خان کو بھی رہائی اور وطن جانے کی اجازت ملی۔ جس پر اس کے تعلقات حکومت کے ساتھ پھر خوشگوار ہو گئے۔ اور نگریب نے نگر کوٹ (گڑھی) میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ یوسف زیوں کی دست درازیوں کو روکا جاسکے۔

خوشحال خان نے غنی نعمت کی تابسم قدموں میں تعمیر ہو گیا۔ خوشحال خان نے قلعہ کی تعمیر کی مخالفت کرتے ہوئے مہاربت خان کو دکھا۔

چند کھنکسے خانی سے تھا دیوار را
گر تو نگر کوٹ خواہی قلعہ کن دہزار را
اور یوسف زیوں کے مہمات کے حق میں اس نے یہ مشورہ بھی دیا۔
مہم یوسف زو دے دندہ و یسہ ہسکارہ
دختر و غیبی کوں قلعہ میں کندہ ہو دیوان چارہ
اس قلعہ کے تعمیر کی غنی نعمت کی ایک وجہ یہ تھی کہ یوسف زیوں نے اس کے خاندان اور بچوں کو پناہ دی تھی جس کی وجہ سے وہ ان کا دربار احسان تھا۔ دویم وجہ یہ تھی کہ وہ یوسف زیوں کو اچھی طرح پیچھا چکا تھا۔ اس کی فطرت، عزم اور بہادری سے پوری طرح آشنا تھا اور اسے ڈرتھا کہ اس قلعہ کی تعمیر سے مامور یوسف زیوں سے حالات بگڑیں گے۔ اور وہ کبھی بھی یہ برداشت نہ کرتے ہوئے یلغار کرے۔ مگر یہ سب سہولت کے جواب میں حکومت نے اس کے مشورہ سے اتفاق نہ کرتے ہوئے قلعہ تعمیر کر لیا۔ تو وہ بیماری کا بہار بنا کر وہاں سے چلا گیا۔

خوشحال خان کے اتحاد کی پیشنگوئی صحیح ثابت ہوئی اور جیون خان مدد و نیکل امان دئی جس نے انہوں سالاک اور بھاکو خان کی معیت میں قوم ڈوما سے نبرد آزما ہوا تھا۔ اس کے ٹوٹے مصری خان جس نے کہاں بہت سے اپنے قبیلہ کی قیادت کی تھی اور خشکوں سے کشمکش کے دوران بھی وہ قبیلہ امانڈی کے پوری طرح حفاظت کرتا رہا اور خوشی خان کے خاندان داس کو

محافظت لکال کر پنے ہاں پناہ دینے میں بھی شامل تھا۔ اُسے مغلوں کے صوبیدار امیر دارجو سنگھ کوٹ قلعہ میں مقیم تھے، مغلوب کیے ایک مستقل خطرہ طاہر کیا۔ اور سازش کرتے ہوئے تربوزیں زہر دیکر مردہ ڈالا۔

مصری خان کے لڑکے صاحب خان نے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے سوات اور پور پور پہنچ کر وہاں کے خواجہ میر علی احمد سے اور طلب کی اور مشکر لاکے قلعہ سنگھ کوٹ کو سہارا دیا صرف مسجد چھوڑی جو اب بھی تختہ حالت میں اُس کے شاہی محل ہے۔ یہ مشکر آگے بڑھا اور امیر گلزیب کے دوسرے لشکری اور حامی گروہوں کو غارتگر کے مقام پر شکست دے کر تباہ و برباد کر ڈالا۔ سنگھ کوٹ کے اس لشکر میں مغل لشکری اور نائبان حکومت سب مارے گئے اور اس طرح مغل اقتدار سے علاقہ یوسف زئی حالی ہو گیا۔

اور گلزیب کی وفات کے بعد مغل حکومت کمزور پڑ گئی۔ اس کے جانشین حصوص اقتدار کیلئے آپس میں دست درگوبیاں ہونے لگے جہاں کسی گورنر کو موقع ملا اُس نے اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ اور جہاں جیسے طاقت ملی اُس نے اپنی جدا حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور صبر مہٹے بھی حکومت کو ختم کرنے کے لیے تھے۔ دریں اثنا محمد شاہ مغل کے عہد حکومت میں ناصر خان نائیب ایک شخص ۱۱۷۹ میں پشاور کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اسے اپنی حکومت کی کمزوری کا پوری طرح علم تھا۔ اس لئے اس نے عقل و تدبیر سے کام لیتے ہوئے خداؤں سے ایسا سلوک کیا کہ چند ہی دنوں میں ہر چیز بکھٹی دھنسنے لگا۔

نادر شاہ ایرانی

موجودہ افغانستان میں اُن دنوں نادر شاہ کی حکومت تھی۔ ناصر خان کو نادر شاہ کے عزیمت کا پتہ چل گیا تھا اور اس سلسلہ میں اُس نے مرکز کو مطلع بھی کیا۔ مگر مرکزی حکومت بوہڑے بسی کے متوجہ نہ ہو سکی۔ تو نادر شاہ ۱۷۳۸ء میں پشاور پہنچا۔ ناصر خان نے مقابلہ کی طلب نہ کرتے ہوئے، طاعت قبول کر لی اور اپنے تختہ سے نادر شاہ کو اپنا گویہ بنایا۔ اس کے بعد نادر شاہ نے دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس دوران جب کہ نادر شاہ دہلی پر چڑھائی کا تیاری کر رہا تھا۔ یوسف زئیوں کے ایک جوگہ نے اس سے پشاور میں ملاقات کی اور اُسے ایک قلمی نسخہ توراۃ عبرانی دہائی پیش کیا۔ جس سے وہ اور اس کے یہودی افسران بہت خوش ہوئے۔ اس کی مزید وضاحت سابق سرخپوش بیڈر قاضی سعد اللہ خان نے بھی اپنی تصنیف ”قدیم تورات“ میں کی ہے۔ علاوہ یوسف زئی پر نادر شاہ نے کچھ تعرض کیا اور اس کی فوجیں نہایت خاموشی سے الگ پار کر گئیں۔

نادر شاہ عجب دہلی فتح کر کے واپس لوٹا تو اس نے مسطرت منہیہ محمد شاہ کو سونپ دی۔ اور صوبہ سرحد اور قبائلی علاقہ کو دہلی سے جدا کرتے ہوئے موجودہ افغانستان سے ملا دیا۔ اس طرح ۱۷۴۹ء میں دو دیہ کے سندھ پارہ کے مغربی سرحدی علاقہ سے ہمیشہ کیلئے مغل سیادت کا خاتمہ ہوا۔

یہاں پر ایک داستان کا ذکر دلچسپی کا باعث ہو گا کہ جب نادر شاہ

دہلی سے واپسی پر ایک قلعہ میں مقیم ہوا۔ تو ایک روایت کے مطابق موضع کنڈل علاقہ آسمان یوسف زئی کا ایک شخص ایک رات کسی طریقہ سے گھس کر نادر شاہ کی بیگم کا بار اٹھا لیا۔ جسے جب اس کا علم نادر شاہ کو ہوا تو وہ غصہ سے آگ لگوں ہو گیا۔ اور سمجھا کہ یہ کارو فی علقہ غلطک کے کسی شخص کی ہو سکتی ہے تو اس نے لشکر کو ملحقہ عداوت کو تاراج کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ نوشہرہ نک کا علاقہ انہوں نے پامال کر دیا۔ اور واپس تھوڑے میں لوٹ آئے۔ اوریں اٹنا کسی نے اعلیٰ چور کے متعلق شاہ کو مطلع کیا تو شاہ نے اس طرف کو پامال کرنے کا حکم دیدیا۔ در فوج جہاں لنگرہ کے راستے چل پڑی۔ جو کوئی ساسے آیا تہ تیغ کیا اور ایک طرف لڑائی شکل میں گڑاں جا پہنچے۔ تیار جاتا ہے کہ کنڈل کو ایسے تہرہ دیا گیا کہ وہاں رکوئی گھر رہا اور رکوئی جکین۔ یوسف زئیوں کو اس طرف لڑائی تھکے کا علم ہوا تو وہ بھی جنگ جگہ مقلد کیلئے آگئے ہونے لگے مگر نادر شاہ جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے واپس آگیا ہا پہنچا۔ البتہ اس کا ایک بڑی موضع بام خیل کے پاس یوسف زئیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

اس سے غدار ہو کر نادر شاہ عازم کابل ہوا۔ مامور خان کو اس کی وفاداری کے لئے میں پشاور و کابل دونوں جگہوں کا گورنر مقرر کر دیا۔ مامور خان کی پالیسی صلح کل تھی۔ اس وجہ سے افغان اس سے خوش تھے۔ پہاڑوں میں بسنے والے آفریدی، چمنہ اور وزیر وغیرہ آزاد رہے۔ اسیست میدان علاقوں میں بسنے والوں سے اچھا حکومت اور مال و غیرہ وصول کرنے کیلئے خود ان کے سرداروں کو ہی مقرر کیا۔ اور وہ انعام و اکرام کے پالچ میں یہ

فرائض بخوبی ادا کرتے رہے۔ واضح رہے کہ یوسف زئی پہاڑی اور میدان علاقوں میں گنڈاپا آزاد رہے۔ یہ طریقہ کار نادر شاہ کی وفات ۷۴۴ھ تک جاری رہا۔

دور ابدالی

نادر شاہ کی وفات پر احمد شاہ ابدالی جسے نادر شاہ کی فوج میں اعلیٰ عہدہ حاصل تھا۔ بادشاہ منتخب ہو۔ اس نے قندھار پر قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑے ہی اس خزانہ پر نادر شاہ کے سے کابل اور سندھ سے بھی گیا تھا۔ پھر کابل اور پشاور پر قبضہ کرنے کے بعد ہندوستان پر کوئی حملہ کرنے۔ جس میں میانہ جگہ کی جو ایک افغان مذہبی رہنما تھے، کی وساطت سے یوسف زئی پر قبضہ ہوا۔ اور ہندوستان میں مقیم یوسف زئی پر میرا قندھار افغانوں نے ہی احمد شاہ کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔ اس نے مرہٹوں کا بانی پت کے میدان میں فاتحہ کیا۔ احمد شاہ بدلی اور اس کے لشکر کے ساتھ ساتھ دور حکومت جسے ورائی دور حکومت بھی کہا جاتا ہے۔ میں یوسف زئی حسب سابق رہنے اپنے علاقوں میں تادم زندگی بسر کرتے رہے ورائی حکومت کابل پر سوار ہو گیا۔

ابدالی حکومت کا زوال اور بارکزی کا آغاز

احمد شاہ کے بیٹے تیمور شاہ کی وفات ہو گئی تھی۔ فغانستان میں بادشاہ گوری کا دور دورہ تھا۔ تیمور شاہ کے بیٹوں میں سے انہوں نے قندھار کیلئے کشمکش جو رہی تھی۔ ان حالات میں زمان شاہ

کے بعد شاہ محمود نے عنایت سلطنت سنبھالی تو فتح خان بابر کو فتح
 بواور دوست محمد خان شاہ کابل جیسا مہر اسے مل گیا۔ جس نے
 حالات پر قابو پایا۔ شاہ محمود بڑے نام مکران تھا جسکی طاقت
 فتح خان وزیر کے ہاتھ میں تھی۔ شاہی خاندان کے دوسرے افراد اسے
 برداشت نہ کر سکے۔ تو ۱۸۱۸ء میں شاہ محمود کے بیٹے کا مویش
 نے اسے قتل کر دیا۔ فتح خان کا بھائی محمد عظیم خان اس وقت کشمیر
 میں ماکم کی حیثیت سے مقیم تھا۔ اطلاع ملنے پر کابل پہنچا اور اپنے
 بڑے اور رٹو سے حالات پر قابو پایا۔ جس وقت ۱۸۱۳ء میں
 سکھوں نے ایک قلعہ پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت افغانستان کے
 شاہی خاندان میں اختلافات زوروں پر تھے۔ خونریزی کا بازار گرم
 تھا۔ سکھوں نے موقع کو ضیعت جانتے ہوئے ۱۸۱۸ء میں
 اچانک قدام کرتے ہوئے خیبر کے مشرق میں ترم کے پہاڑوں
 تک کے علاقہ کو روند ڈالا۔ لیکن زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے اور واپس
 لوٹ گئے۔ محمد عظیم خان ملکی معاملات میں پھنس چکا تھا وہ
 ساتھ ہی اسے سکھوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے پریشان کیا۔
 خصوصاً ان حالات میں کہ خود شاہی خاندان کے سکھوں کے ساتھ
 اتحاد کا خطرہ دامگیر تھا۔ یہ اس سہرا سے سکھوں سے ایک
 فیصلہ کن جنگ لڑنے کے ارادہ سے ۱۸۳۳ء میں اقدام کرتے ہوئے
 پشاور تک پہنچا۔

سکھوں کا دور اور سردارانِ پشاور

سکھوں کی طاقت بھی عروج پر تھی اور وہ پہلے سے اس علاقہ
 پر اپنی سلطنت قائم کرنے کی فکر میں تھے۔ چنانچہ پوری طرح کیس

کانٹے سے بیس ہو کر سکھ لشکر دریائے سندھ کو عبور کرتے ہوئے
 دریائے کابل کے دونوں کناروں شمالاً جنوباً سے بغاوت کرتے ہوئے
 نوشہرہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس لشکر کی قیادت رعیت سنگھ خود
 کر رہا تھا۔ عظیم خان کی دعوت پر دوسرے قبائل تو شریک جنگ نہ
 ہو سکے۔ البتہ خٹک اور یوسف زئی میدان میں کود پڑے۔ یوسف
 زئیوں نے دریائے کابل کے شمال کی طرف میدان میں قدم جمائے
 ادھر جنوب میں خٹک اور محمد عظیم خان اپنا لشکر یہ میدان جنگ
 میں پیچھے، سکھ لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ افغان دو حصوں
 میں بٹ گئے، ایک حصہ یوسف زئی قبائل کا اور دوسرا محمد عظیم
 کے زیرِ کمان۔ دونوں کے درمیان دریائے کابل حائل تھا جس کی
 وجہ سے دونوں نے اپنی اپنی طرف کی ذمہ داری قبول کی اور اقرار
 ہو کر ہر ایک فریق اپنے اپنے محاذ پر جنگ شروع کر کے آگے بڑھے
 بہا یوسف زئی نے سنگ شروع کی اور اس شدت سے مہر و جنگ
 سوتے کہ نوشہرہ سے سکھوں کو مارتے مارتے ہر سیاک تک اس کو پسپا
 کر دیا، سکھوں کی شکست یقینی ہو گئی اور وہ بھاگنے لگے تھے۔ اس
 بار سے میں ایک ہندو مصنف گلش لال چوڑہ جو وہاں موجود تھا، کو
 ماہی چرا کر۔

”یوسف زئی افغانوں نے کابل بہادری سے جنگ لڑتے

ہوئے سکھوں کے چھلکے پھڑا دے حتیٰ کہ ان کے پاؤں

کھڑنے لگے“ (حوالہ یوسفی)

رعیت سنگھ نے یہ حالت دیکھی تو سحر شکر کا علم اٹھا ہونے
 لگا کہ اسے جنوبی شمالی محاذ پر پہنچا جس سے سکھوں کے حوصلے
 بڑھ گئے۔ اور دریائے کابل کے سب سکھ شکاریوں جمع ہو کر پوری

تذات سے حملہ آور ہوئے تو پی کثرت اور نوجی نظام کی وجہ سے
 رہے۔ اس جنگ میں یوسف ریلوں کی بہادری کا مظاہرین نے خاص
 طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ شام کے قریب سوری حمد میں سینکڑوں یوسف
 رنی مجاہدین اس ہجرت اور دہری سے بڑے جس کی مثال پیشکل میں
 اور وہ ایک ایک کر کے سارے گئے تھے۔ یہ جنگ نوشہرہ کے قریب
 شروع ہو کر موضع پر سیاہ ایک ٹری گئی تھی اور اس کی یاد میں سکھوں
 نے ایک سکورہ درہ تعمیر کیا تھا جو اب تک موجود ہے۔ اس جنگ
 میں یوسف رنی قبائل کی ہر ذیلی شاخ کے لوگ شامل ہوئے تھے
 اور ایک روایت کے مطابق جیدی اور بالائی علاقوں کے یوسف اور
 منڈر گھروں میں کوئی ریت لگھ رہا تھا جو اپنے شہداء کے لئے لوتھ
 ہواں نہ لایا ہو اور یہ بھی روایت ہے کہ اکثر شہداء کے گھڑے میدان
 جنگ سے خالی زمین کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹے تھے۔

سابقہ سرخ پوش لیڈر قاضی عطاء اللہ اسی تعریف "ادبیت
 تاریخ" میں اول میں اس جنگ کے بارے میں یوں ظہار حال کرتے
 ہیں کہ۔

"عظیم خان کے یوسف رنی کے حامی طلب کرے پر قبیلہ یوسف رنی
 کے بے شمار جوان مع اپنے اکابر کے نوشہرہ کے مقام پر دریا کے
 کابل کے شمال کنارے جمع ہوئے۔ عظیم خان نے ساتھ دوسرے
 قبائل دریائے کابل کے جنوبی کنارے پر اکٹھے ہو گئے۔ سکھ لشکر پہلے
 ہی سے ان کے مقابلہ پہلے دریا کے دونوں طرف مورچے ڈالے ہوئے
 تھے۔ اگرچہ تمام یوسف رنی اس مشترکہ خطرے کے پیش نظر بہت
 اخلاص سے ساتھ جمع ہوئے تھے مگر چونکہ یوسف رنی قبائل کا کوئی
 خاص سالار نہیں تھا اور نہ ان کو باقاعدہ جنگ کی تربیت دی گئی تھی

ان کے ساتھ توپ خانہ تھا۔ ان کے مقابلہ میں سکھوں کی فوج منظم
 اور یورپین افسروں کے زیرِ کمان تھی۔ اور نہجیت سنگھ خود اپنی فوج
 کو لڑنے کی خاطر ان کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ۴ مارچ ۱۸۵۷ء کو دونوں
 فوجوں کا مقابلہ نوشہرہ کے مندرگھروں پر شروع ہوا۔ جنگ میں
 کے دونوں کمانڈوں پر ہوتی رہی۔ مگر سب سکھوں کو یقین ہو گیا کہ
 عظیم خان کی جانب مقابلہ نہ ہونے کے برابر ہے اور دوسری طرف سے
 یوسف رنی ٹری شدت سے لڑ رہے تھے تو انہوں نے عظیم خان کی
 جانب سے سکھ لشکر کو بھی جو جنرل الہارڈ (ALARD) کے زیرِ کمان
 تھے، یوسف رنی پر حملہ آور ہونے کے لئے دیر پارہا کیا۔ چاہئے
 تو یہ تھا کہ عظیم خان اس امدادی سکھ لشکر کو دریا پار کرنے کیلئے
 چھوڑتا۔ اس نے ساندھیا تک یوسف رنی کو کسی بھی قسم کی امداد
 نہ دی اور عظیم خان کے لشکر کی کردی اور ہندوں نیز یوسف رنی کے
 ہمسجھی اور ناتجربہ کاری کے بنا پر مزید سکھ لشکر جمع کسی دکان کے
 قتل کو دریا پار کر گئے۔ یوسف رنی جہاں اس بہادری اور شجاعت
 سے لڑے کہ انہوں نے سکھوں کے چار حملوں کو نکلے بعد دیگرے
 پسپا ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ نہجیت سنگھ کی پوری فوج کو کین شکست
 دینے لگو۔ مجب سکھ یا جوں حملہ میں خود گئے بڑھا اور تمام فوج
 کو جنرل وینچور (VENTURA) کے زیرِ کمان یوسف رنی پر
 حملہ کرنے کا اقدام کیا۔ عظیم خان دریا کے بھائی دریا کے دوسرے
 کنارے پر تماشہ دیکھتے رہے۔ اور کسی قسم کی امداد یوسف رنی کو
 نہ دی۔ اصل وجہ یہ تھی کہ عظیم خان کے بھائیوں کو نہجیت سنگھ نے
 ثروت دی تھی۔ اور وہ سکھوں کے ساتھ جنگ کرنا نہیں چاہتے
 تھے۔ عظیم خان کا تمام خزانہ اور گھر کی حواتیں میمنہ کے مقام پر تھے

اللہ عظیم خان کو یوسف زئی کا نہیں بلکہ اپنے عزیز درخواتین کی زیادہ
 نکر تمھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے بھائی سردار یاد محمد خان، دوسرے در
 سلطان محمد خان سکھوں کی طرف داری میں تھے، اور اگر وہ اپنی فوج دیا
 کے پار ایسی حالت میں لے جاتا تو اسے شکست کھانا پڑتی اور اس
 کا تمام خزانہ اور خواتین دشمن کے ہاتھ میں چلے جاتے۔ نتیجہ یہ ہو کہ
 یوسف زئی سخت مقابلہ کے بعد شکست کھا گئے۔ لیکن اس شکست
 کے بعد چند ہی یہ جاننا ضرور سہا کہ یوسف زئی مجاہدین دوسرے روز
 اکٹھے ہوئے اور پرنا دہ محمد اکبر کی سرکردگی میں سکھوں کے ساتھ
 دوسری جنگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہ پہر کو انہیں معلوم
 ہوا کہ عظیم خان دوسری جانب سے بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے
 لے بھی دیاں ٹھہرا مناسب جہاں نہ کیا۔ اور واپس ہو گئے۔ اُس
 کے بعد وہ اپنے پہاڑی اور میدانی علاقوں سے ہینڈ کے لئے سکھوں
 کے ساتھ جنگیں لڑتے رہے۔ بڑے شہرہ گی۔ اس جنگ کے متعلق اُس
 وقت میری نامی ایک شاعر نے ایک چار بیت کہی ہے جسے ہم یہاں
 پر درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

چار بیت

قائد آباد شاہ رے یوسف زئی ولزید
 یہ نیت دُعا اور شہ پہ نوہار اوزید
 قاصد دین دشا راغے ناے بھلے عظیم خان
 د اولہ لے جو کہ کہیں ملا بان او مکھات
 د رکولہ پہ مادی درکوم بہ خریش تاوان

الفاظ لے خوب شکریہ چا، اور اوکھید
 الفاظ لے خوب شکریہ ویرا ضی یوسف زئی
 راتوں پہ لے ترقیہ نہ لے خوب نہ لے وہ شہ
 خیں کو رہے ہرچا اور شہیہ دلتے عزمہ شہ
 توکل دے لے وکرہ سیلا بونہ بھید
 توکل دے لے وکرہ کوزی وو پہ دے کو نہ
 راتوں لے مشن دسیند پہ غارہ لکے خروہ
 د رعوئے نکلے دے، دوشے لے یہ سروہ
 د کس پہ صفت آباد شہان نہ مرید
 د کس پہ صفت بہ لے لکھا یم شو شو صفا
 کھونہ دے لاپ و و غران تو لے کرہ رمالا
 سائل بہ میند و خولید، لہ دروستل قصا
 اہل لے یہ دیر و دے دلتہ ہے بوید
 اہل لے یہ دیر و دے شہ و کرہ تو
 رحمت پہ سار دوشہ مدد لے کرہ حضور
 نون دی کد لے زئی سروہ نہ رٹی لہ ترید
 خاوندہ خدین خیل دینے کلہ تنید
 دینے نہ چار و زری نور زری دی اثر د
 مدد لے صفا جنگی وی د، و بکنو پہ مین
 داتہ نوم چہ بہ لے واغت تریہ شہ و سکھ
 د نمینو د کتہ لے رنجیت اویرید
 د نمینو پہ کتہ کتہ شہ شہ پیر خان
 دقام پہ کتہ کتہ شہ شہ طلب اویر خان

شیر و باد صاب الہ لوزیہ میرات شوسرورخان
دوست زلفی د لوئے ملا سرور بدوہ توبیہ
اسمیں ولی د لوئے مدو یہ ممکن مرہ ستول امانت
محکم و عدل شہادہ کتبہ کادی یہ حستہ
داوہنکو حنک لے اوکڑیہ میدان کتبہ شہادت
پہ مرکب لے پہ آسمان کتبہ ملائیک اوکڑیہ
پہ مرکزہ ڈاہی چونکہ مدونیک دی پہ آسمان
یوچرک پہ ناریہ برہوت خونخیز شوشہ دیہاں
د مرکزہ سورے پلار د شہوت دیں سکوی انسان
میرات لے پا لنگونہ پہ میدان خاوی کے کبدہ
میراب لے پا لنگونہ پہ میدان خاوی کے کبدہ
تاریک میندے خوئینک کلبے لے کرے خارے
د عوارونہ شوشہ رندے ہنہ بے پیکڑی دارے
پہ صحت لے ہویرے مکہ ہوراد او شہیدہ
صفت دیو سف روکوم چہ قتل لے کر خان
پہ مخینے تمام شوشہ پیرمندا او صاحبہ اککا
پہ دوزخ کس بہ کف روی پہ صحت کتبہ غازیہ
ہریت د مویری مکہ مرجباں بیچہ کبدہ
بشکرہ قاصی علیہ السلام غمرہ شد

انہیں اس جنگ میں سیکڑوں سکھ شکاری مارے گئے اور
سکھوں کا مشہور حرم نہیں چھوڑا سنگھ بھی مارا گیا۔ رنجیت سنگھ نے
پشاور تک پلہار جادی رکھی۔ تاخست و تاراج کی پالیسی پر عمل ہو

پشاور کی عمارتوں کو توڑا پھوڑ گیا۔ سکھوں کے لشکر کو اپنی پیراں
کے قریب دیکھ کر آمردیوں کو لٹکوا دیا سنگھ ہوئی۔ نو انہوں نے ایک
رات دیاتے ہارے کا ہنڈ توڑ دیا جس سے سکھ لشکر کو صحت پرستی
کا سامنا ہوا۔ آخر یہی ان کا حال واسباب لوٹ کر گئے رنجیت سنگھ
ان حالات سے خوب دل برداشتہ ہوا تو افغانستان کے بادشاہی جبار
مہاراج کو جو اس وقت پشاور میں تھے، اس شرط پر اقتدار قائم کئے
کی اجازت دیدی کہ وہ سالانہ خرچ داکرتے رہیں۔ اس چار بھائیوں
کے نام یہ ہیں۔ سہ محمد خان، یار محمد خان، سیدوں محمد خان و سیر محمد خان
پسران پائندہ خان جو سرور باد پشاور سے مشہور ہیں۔
اس جنگ کے بعد عظیم خان بیمار ہوا اور اس نے بچے فوج کا
سپہ سالار دوست محمد خان مقرر کیا۔

اسی دوران (۱۸۲۶ء) سید محمد شہید اپنے مجاہدین کو ساتھ لے
خود ہونے انہوں نے سکھوں سے جنگ لڑی، ان کے ہمدرد
مسلم شہزادہ رہے۔ جس کا لاکر آئندہ اوق میں کیا جائیگا۔ پھر
سید محمد شہید کی وفات پر جب ان کی جماعت منتشر ہو گئی، اور
سکھوں کو بچے مقابل صرف باکڑی مہاراج نظر سے لگے۔ جو کئی
بار اپنی فرمانداری دھاری کا اقرار کر چکے تھے تو سکھوں نے
نہیں بھی ہمیشہ کیے حکم کرے کا دیلا کیا۔ اس وقت تک سکھ
کالی طاقتور ہوا چکے تھے۔ اور رنجیت سنگھ موقع کی تلاش میں تھی
اسی دوران عظیم خان سے بھی وفات پائی۔ اس حالت میں مہاراج
دوست محمد خان سے کابل میں ہی باوقت ہرب کا اعلان کر دیا۔ پشاور کے
بادشاہی مہاراج سے برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے اسے تخت سے
اتارنے کیے سکھوں سے سادہ شروع کی، جو حقیقتاً خود ان کی تباہی

کا باعث بنی۔ رنجیت سنگھ نے اپنے بھائی ہری سنگھ کو دربار سے
سندھ بطور کوٹنے کی ہدایت کی اور اس نے اپنے لشکر سمیت پشاور کے
قریب موضع چکنی میں کیمپ نصب کر دیا۔ وہی سردار جو رنجیت سنگھ
کو دوست محمد خان کی طاقت کو کچلنے کی دعوت دے رہے تھے۔
نور کے لشکر کو مشکوک لگا ہوں سے دیکھنے لگے اور جو حال دیکھا
کیسے پھدیا جا رہا تھا۔ اس میں خود پھنس جانے کا خطرہ دامگیر ہو
ہری سنگھ نور نے جب انہیں بلا بھیجا تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں
اپنے اہل و عیال کو سٹے شہر کی طرف چل دیے۔ تاکہ بوقت ضرورت
مہندوں کی پہاڑیوں میں پناہ سے سکیں۔ نور نے جب یہ حالت
دیکھی تو بہ اطمینان خاطر ۱۸۳۳ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا۔ اس کے
بعد دوست محمد خان نے ۱۸۳۵ء میں سکھوں کو لگانے کی کوشش
کی اور لشکر لے کر خیبر پڑھنی لیا۔ وہ خود ان بارگزی سرداروں سے
مشکوک ہو کر واپس لوٹ گیا اور اس طرح پشاور پر سکھوں کا مستقل
قبضہ رہا۔

سکھوں کی طرف سے ہری سنگھ نور کو زبردستی جیت سے
حکومت کرنے لگا۔ اس نے بارہ حصہ کی بہاد شہد بنیا دوں پر قلعہ
بارہ حصہ تعمیر کیا۔ یوسف زئیوں کی روک تھام اور پشاور انک کے
درمیان فی سترک کی حفاظت کیلئے جہانگیرہ میں دوسرا قلعہ تعمیر کر دیا۔
وہ اپنی برتری کے ثبوت میں یوسف زئیوں کے میدانی علاقوں پر
چاکر خود جسے کوتاہا۔ اس کی آہادیوں کو دیلتا کرتا نفس تباہ کرتا اور
جب یوسف زئی جوڑی اقدام کرتے تو واپس بھاگ جاتا۔ میدان
موت کا شاید ہی کوئی گاؤں اس کے ظلم و ستم اور ڈاکہ زنی سے بچ
ہو۔ اس کے باد جود و تغلب طوق غلامی زیب گلو کرتے پر مادہ نہ سکنے

چلے۔

مہندوں کے جیت قابل ذکر افراد مقبوضہ علاقے سے نکلیں
بالائی عداقت میں جا مقیم ہوئے اور وہیں سے انہوں نے سکھوں کو
پریشان کرنا شروع کیا۔ موقع ملنے پر دوست محمد خان نے اپنی
۱۸۳۴ء میں سکھوں پر شدید حملہ کیا۔ جنگ ہوئی، ہری سنگھ نور
مارا گیا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر پشاور پر قبضہ نہ کر سکا۔ اور
واپس لوٹ گیا۔

رنجیت سنگھ نے جسے اس وقت تک سرحد پر حکومت کرنے کی
ہمت نہ ہو سکتی تھی۔ پھر بارگزی برادران کی طرف رخ کیا۔ سردار
سید محمد خان کو ہٹا کر اور سردار پیر محمد خان کو دوبارہ کا علاقہ
پشور دیا۔ سردار سلطان محمد خان کو کوہاٹ کے محصولات وصول کرنے
کے فرائض تفویض ہوئے۔ پشاور کے گمراہ و نواح کا علاقہ تباہ سنگھ کی
گردنری میں دیدیا گیا اور اس کو تباہیوں کی پورشوں سے بچانے کے
امتیازات دیے گئے تباہ سنگھ زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا تو اس کی جگہ

ایک اطالوی جرنیل اوٹیلباک (P. B. AVITABALE)
کو بھیجا گیا جو پشاور میں اس وقت تک ابو طیلہ کے نام سے مشہور ہے
یہ گورنر ۱۸۳۸ء سے ۱۸۴۲ء تک پشاور میں مقیم رہا۔ یوسف زئیوں
کے میدانی علاقوں سے کسی وقت بھی محصولات وصول نہ کیے
جاسکے۔ اسی گورنر کے عہد میں سکھوں نے درہ کوہاٹ میں اقدام
کرتے ہوئے نقصان عظیم اٹھایا تو ایک مصنف رنجیت سنگھ کے
کابل فتح کرنے کے ارادے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

رنجیت سنگھ کیلئے کابل فتح کرنے کا خیال ایسا ہی
ہے جیسے وہ چپ کو فتح کرنے کے لئے ہے (انجوائیوسٹ)

اور ہفتوں ابو طلحہ گورنر۔۔

۱۱ خیبر کی طرف توجہ کرنے کے خیال سے ہی سکھوں کو درہ قونچ شروع ہو جاتا تھا۔ (بحوالہ یوسفی)

سکھوں کا یہ تجربہ ابو طلحہ بہت ظالم تھا۔ اس نے درہ بازو سے محصولات وصول کرنے شروع کیے۔ یوسف زئی تو پہلے ہی سے اس کے جبر و تشدد کے عادی تھے۔ اب غلیں اور مہمند بھی جو کہ تعداد پر آمادہ تھے، مقبوضہ علاقہ سے بھاگ کر شروع ہوئے۔ دھندلے کو پہلی بار افغانوں پر ظلم ڈھانسنے کا موقع ملا۔ کئی علاقوں میں ہندو سرمایہ داروں کو محصولات وصول کرنے کے اختیارات دیے گئے تھے انہوں نے من مانی کاروبار کیا۔ اور اپنی عیاری سے اصل رقومات سے لاندہ مل و درجہ کو بڑا شروع کیا۔ دیگر ابو طلحہ کے عہد میں مقامی ہائٹل کی باہمی دھمکیوں کو ہوا دی جانے لگی۔ اور ظلمیں پر بھاری برسائے عام کیے گئے۔ اندرون ملک کسی وقت اس قائم ہو سکا اور موجودات پر قبائلی حملوں کی بھی بہتات تھی۔ نتیجہ یہ کہ پشاور شہر کے ارد گرد جنگ جگہ بھانسی لگانے کا سامان نظم آسے لگا۔

ابو طلحہ کے بعد دوسری بار تیلی سنگھ نے پشاور کی گورنری کا چارج لیا۔ ۱۸۴۷ء تک مقیم رہا۔ اس کے بعد شیر سنگھ نے چارج سنبھالا۔ لیکن اس سال سکھوں کے ساتھ گوریلا کی پہلی جنگ نے حالات کو بد دیا۔ شیر سنگھ کی جگہ گلدار سنگھ بحیثیت گورنر پشاور پہنچا۔ ایک انگریز فسر میجر جارج لارنس ماہور میں مقیم انگریز فوجیوں کے ساتھ سے کی حیثیت سے ساتھ تھا۔ اس کے فرائض میں سکھ لشکر کی نگرانی بھی شامل تھی۔ سکھوں کی پہلی جنگ کے بعد ان میں اختلاف پیدا ہو چکے تھے۔ چنانچہ ۱۸۴۸-۴۹ء میں سکھ لشکر

نے لارنس کی قیادت سے بغاوت کر دی۔ جس پر میجر لارنس جنگ کرکواٹ پہنچا، جہاں سلطان محمد خان نے چھٹے قراچہ ہار دوسری کیا اور بعد میں اسے ایک قیدی کی حیثیت سے سکھوں کے حوالے کر دیا پھر حیدر سکھوں نے دوسری جنگ میں انگریزوں سے شکست کھائی تو پرست اور کا ملہ ۱۸۴۹ء میں سکھوں کے قبضے سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھ آئے۔ درہ قونچ میجر لارنس پہلا ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا۔ یہی انگریز بعد میں لارنس آف عربیہ کے نام سے مشہور ہوا اور اسی نے ترکی کے خلاف عربوں کو ٹھرایا تھا۔

یوسف زئیوں نے رنجیت سنگھ کو جس قدر پریشان کیا۔ اس کا اندازہ اس حکم سے لگا سکتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غاصہ درہ بازو تو یہیں اسی رقم بھی باقی نہ رہی تھی۔ کہ ملازمین کو تنخواہیں دیتے جاتے اور اگر یوسف زئیوں میں اتحاد و تنظیم قائم رہتا تو زئی بھاگ کر رنجیت سنگھ کی سلطنت دیوالیہ ہو کر میدان خالی چھوڑ جاتی سوئے شاہ اپنے قلعہ صوڈ میں لکھتا ہے کہ:-

۱۱ دیوان بھوانی داس کو حکم دیا گیا کہ تم فوراً جس کے مکان پر پہنچ کر سرکار کی طرف سے انہیں تنخواہ س سال جنگ یوسف زئی وغیرہ میں خزانہ سرکار سے بہت زیادہ خیرات ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے لازم ہے کہ وہ اپنی درجہ ہمرہ فوج و پیش کے لئے دو ماہ کی تنخواہ کا مطالبہ نہ کریں۔ (بحوالہ یوسفی) اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ یوسف زئی ہی تھے۔ جنہوں نے مردانہ مزاحمت کرتے ہوئے سکھوں کو غلام یوسف زئی میں قدم جمانے کا موقع نہ دیا۔ درجہ کے متعلق مصنف میجر جرج مونسٹ آفٹریوں نے ظہار شہید کرتا ہے کہ:-

”سکھوں نے پنجاب پر اپنی حکومت کے دور میں اپنے مخالف
یوسف زئیوں کو بہادر اور ڈر پایا اور انہیں خوفزدہ یا اطاعت
پر مجبور کرنے کے لئے سکھوں کو ہمیشہ پست اور کد کو کثیر
تعداد میں لشکر جمع رکھنا پڑا۔“

ملشی عطا و محمد شکار پوری اپنی تصنیف تازہ نوائے مملکت
میں لکھتے ہیں کہ:-

”آخرین ہزار آفرین طائفہ صادقہ یوسف زئی را کہ چوں یوسف
از چہام ظلمت نفاق انہوں را مال پر آمدہ - ہر یک بکیر و صغیر
نمودہ اند ما نند زال در خسرویدان یوسف جہاد ایمانی مذکور
نمودہ دوسمہ بے ننگی و بے عاری بر چہرہ زینتی حقیقت
خود نگذاشتند۔ وہ بولی پیرا بن یوسف شہادت چشم
یعقوب دیا و اسخستہ نمود و روشن نمودند۔“

سکھوں کی مخالفت میں مقرب خان بن فتح خان غازی خاں
منڈ نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ سکھ اُسے شیر کا بچہ کے نام سے
پکارتے تھے۔ وہ ایک روایت ہے کہ ایک موقع پر جب میرہ یا حسین
میں سکھ لشکر پہنچا تو کسی نے آواز دی کہ شیر کا بچہ آگیا تو سکھ نہایت
ابھری اور بے تاملگی سے بھاگ نکلا۔

واقعہ یہ ہے کہ مقرب خان اپنے کئی گھوڑے، سوار ساتھیوں کے ہمراہ
سکھوں کے چاکر حملوں کو ناکام بنانے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتا
تھا۔ سکھوں کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتا تھا اور وہ اچانک
بھپٹ کر ان میں ابھری پھیل کر بھاگایا کرتے تھے۔



مجاہدین

سید احمد شہید ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو ما کے بریلی (بہارستان)
میں پیدا ہوئے اور دوست و دشمن سب سے اپنے اعلیٰ اخلاق و جہاد
کردار، خدمت اسلام اور جذبہ فداکاری وطن کیلئے خراج تحسین حاصل
کرتے ہوئے ۱۶ مئی ۱۸۵۸ء کو جام شہادت نوش کر گئے۔

سید احمد شہید کو بچپن ہی میں مرثیہ تعلیم سے رغبت نہیں
تھی۔ بوشش سے بھرتے ہی جہاد اور صرف جہاد کی دھن میں مگن
رہا۔ اٹھتے بیٹھتے یہی ورد زبان تھا، اور اسی جذبہ سے نواب
امیر خاں یوسف زئی و سے ٹونک کے لشکر میں شہریت کی تاکہ
فنون جنگ سے واقفیت حاصل کر سکے۔ اُسے کسی سے مرکز
کی تلاش تھی جہاں مقیم ہو کر وہ غیر مسلموں کے خلاف جہاد کا نظام
تاکم کر سکے۔ بہارستان میں ہر طرف سلطنت اسلامیہ کو مٹاتے
کی کوششیں ہورہی تھیں۔ کوئی ایسی جگہ یا علاقہ موجود نہ تھا جہاں
سے براہمینان وہ جوش مجاہدین کو میدان جنگ کی طرف روانہ کر سکتا
و محالہ اس کی نظر صوبہ سرحد کی پہاڑیوں پر اٹھتی تھی جہاں کے
باشندے ابتدائی دور تاریخ سے ہی میدان جنگ میں بہادری
ورہا اور دی کا سکہ بٹھایا کرتے تھے۔ اور جنہیں وقت کے جاہل
جاہل حکمران بھی اطاعت قبول کرنے پر رضا مند نہ کر سکتے تھے۔
شہ صاحب کو بھی یہی علاقہ پسند آیا۔ کیونکہ یہاں سے جہاد کا
انتظام وہ بطریق احسن کر سکتے تھے۔ سامنے اگر دشمن کی طاقت
یا سلطنت تھی تو پشت پر دور دراز علاقوں تک مسلمان
مردن تھے۔ اور ان سے امداد و ایانت کی توقع بھی کی جاسکتی

تھی۔

ان حالات میں سید صاحب نے وقت سفر باندھا اور عزم
جہاں لے کر ہجرت اختیار کی۔ اہل خیال کو جواب امیر خاں کے پاس
ٹونک میں چھوڑ دیا وہ سوہراستہ سندھ، شکار پور، دہشت، قندھار
غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۶ء کو پشاور پہنچا اور مختصر
قیام کے بعد چارسدہ کی طرف چل دیا۔ دوران سفر میں راستہ ہی سے
حکومت کابل کو اپنے ارادوں کی اطلاع دے دی تھی اور واضح
کر دیا کہ ان کا ارادہ یوسف زئی قبیلہ کے ساتھ قیام کرنے کا تھا
لیکن چارسدہ پہنچنے پر جہاں قبیلہ محمد زئی آباد ہے، حالات سے
مجبور ہو کر عملاً جہاد کا اعلان کر دیا۔

چارسدہ پہنچے ہی تھے کہ سکھ قیام کی اطلاع ملی۔ سکھ
شکر بدھ سنگھ کی قیادت میں دریا کے سندھ کو عبور کرتے ہوئے
نوشہرہ کی طرف گامزن ہو چکا تھا۔ اب اس بے سرو سامانی کے
قلم میں کہ اس علاقے میں دوبارہ تھے، مقابلہ میں سکھوں کا منظم
مشکر اور وہ بھی کثیر تعداد میں موجود تھا۔ عوام سے راہ و رسم ابھی
پیدا نہیں ہوئی تھی۔ افغانوں کے رسم و رواج دوستی دشمنی کسی
پیر سے بھی ابھی پوری طرح واقفیت نہ ہوئی تھی، ان حالات
کے پیش نظر بھی سید صاحب خاموش نہ رہ سکے۔ اور خدا کا نام
لے کر غلاب جہاد کر دیا اس وقت تقریباً پانچ سو ہندوستانی اور
اور دو سو تہذاری ان کے شریک سفر تھے، آٹھ سو مقامی
باشندے بھی بھٹوا ہو گئے تو ان پندہ سو مجاہدین کو ساتھ
لیکر آپ مقابلہ کیلئے روانہ ہوئے۔ جذبہ ایمان اور ولولہ جہاد کے
ان پندہ سو مجاہدین کو کونسی طاقت سکھوں کے مقابلے میں بہت

دے سکتی تھی۔ قدرت نے یادری کی اور خدا کا نام لیکر وہ میدان
کا دربار کی طرف چل پڑے اور ۱۹ دسمبر ۱۸۲۶ء کی صبح کو نوشہرہ
جا پہنچے، شیخون ماہ نے کانفیصلہ ہوا تو نو سو مجاہدین کو اس کام کے
لئے منتخب کیا۔ اس دوران خواں خاں جنگ پتی جماعت ساتھ
لے کر سکھوں سے جنگ۔ تو اس کے چچا، میہ خاں جنگ تہ سید صاحب
کی قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور پھر مذکورہ سبب شدہ
مجاہدین نے ۲۱-۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو شیخون ماہ، بنٹا میں نہ
سکھ سراسیمہ ہو کر بھاگے لیکن مجاہدین سے غلطی کی اور اپنے
مخصوص فرانس چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے، مار و دستا
پر قبضہ کرنے کی فکر ہونے لگی۔ نتیجہ یہ کہ سکھ منبھل گئے، اور
مجاہدین کو لوٹ آنے کے سوا کوئی چار کا نہ رہا۔

مذکورہ شیخون میں سید صاحب کی ہمت و شہد کو دیکھ
کر خاص و عام اس طرف متوجہ ہوئے۔ سکھوں کے مقابلے سے
پوری آبادی ناماں تھی۔ انہیں جب ایک ہی ہر قابل گیا۔ تو
پوری طرح اس کی عداوت پر تیار ہو گئے چنانچہ اس جنگ
کے فوراً بعد ہندو کے رئیس خادی خان اور زیدہ کے رئیس شرف خان
مہا اپنے ساتھیوں کے مجاہدین میں شامل ہو گئے اور پھر مدد دی
تہ سید صاحب کو اپنے ساتھ ہندو میں مقیم ہوتے ہوئے رہنا
کر یہ قبیلہ خدیجی کے رئیس فتح خان ساکن پنجتہ رنے بھی ساتھ
دیشے کا عدل کیا تو رکنزی خاندان کے حکمران سید محمد خان اور
سردار ظہیر خان سے بھی بیعت کی۔

مذکورہ شیخون کے بعد سکھ تیار یوب میں مصروف ہو گئے تھے
اور سید صاحب بھی میدان کا دربار دیکھنے کے متمنی تھے، شکر

جمع کیا جانے لگا۔ یوسف رنی بکترت خذہ جہاد سے مستنار میدان
جنگ میں کود جاتے کیلئے بے قرار نظر آتے۔ لشکر کی فوجی میں
سروران یوسف رنی فتح خان پنجتارہ اشرف خان زیدہ اور خدی خان
ہندہ طبرہ کے علاوہ امیر محمد خان توکانڑی یا کوڑی اور دوسرے
دوسرا بھی بہترین مصروف تھے۔ نوشہرہ میں لشکر کا اجتماع ہونا
تھا۔ دسم ملک کے مطابق ہر جماعت پنا نشان اٹھاتے تھے جیسی کہی تھی
یاد محمد خان اور اس کے بھائی سلطان محمد خان اور پیر محمد خان بھی
مصر اپنے لشکر کے ان میں ہیں سے آئے۔ سکھ لشکر جس کی تعداد
پینیس (۲۵) ہزار بتائی جاتی ہے اس وقت شیدو کے مقام پر
گڑی سے لڑے ہوئے تھے تو مجاہدین نے اکڑہ کے قریب پنا کیپی
نصب کو دیا۔ مجاہدین نے شدت سے حملہ کیا تو سکھوں کے پاؤں
اکھڑنے لگے پھر سیدھے لیکن شکست کھائی پھر بھاگے فتح یقی
نظر آئی۔ سید صاحب خود میدان جنگ میں علیل پڑے تھے دوران
کے دست راست مولوی محمد اسماعیل جو اوبین بیعت کر کے واپس
ہیں سے تھے۔ تیمارواری میں مصروف رہے۔ اس دوران کہ جنگ
ابھی جاری تھی، سروران محمد خان ہارکونلی، بچے بھائیوں سمیت
صہوں نے میدان جنگ میں مدد لشکر موجود ہوتے ہوئے بھی
علاقہ کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلے اسے
دیکھ دیکھی کئی دوسرے افراد بھی بھاگ گئے اور اس فوج تھری میں
جنگ کا رخ بدل گیا نتیجہ یہ کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل
ہو گئی۔

اس جنگ میں، فغان مردانہ وارہ مصروف جنگ رہے۔ لیکن
سروران محمد خان اس کے بھائیوں کی غدری مسلمانوں کی تباہی کا

باعث بنی، کہا جاتا ہے کہ سکھوں نے پہلے ہی سے یاد محمد خان کو
دھمکانا شروع کر دیا تھا۔ اور اسی دھمکی سے گھبرا کر اس نے
غدری کا بیوت دیا۔ اور اس کی یہ غدری اسد می لشکر کی شکست
کا باعث بن کر وہ گئی جس پر سکھوں نے اپنی پوری مملکت میں
جشن خوشی منایا۔ یہ جنگ ۱۸۲۷ء میں لڑی گئی تھی۔

مذکورہ جنگ کے بعد سید احمد نے بدیر اور سوات کی رہی۔
اور اپنے بے مستقل مرکز کی تلاش شروع کی۔ ان علاقوں میں
ایک ٹیک آبادی کا دورہ کیا ہر جگہ ان کا عزت و احترام سے استقبال
ہو۔ جنگ جگہ سے مدد و عانت ملتی رہی۔ اور ان کی طاقت میں
روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ وہ خود مسرتے ہیں۔

۱۱ فیفر نے یوسف زلی کے مختلف اضلاع مشرق چلے، ہونہ اور
سوات کا دورہ کیا۔ اور انہیں سٹیوں کے مومنون اور
مسلمانوں کو بالمش فائن مت جہاد اور ازاد فساد کی ترغیب
دی۔ افغانوں کے معتد گروہوں مثلاً آفریدیوں مہندوں
اور علیلوں کو تحریروں دعوت نامے بھیج کر اس سعادت
عظمیٰ کے حصول اور اس جہاد کبریٰ کی بجا آوری پر متوجہ
کیا۔ احمد زلی موہین صادقین نے اس دعوت کو لبوں
کربا (سید احمد شہید زلمی)

فتح خان تیس کی دعوت پر پختہ کو مرکز کی حیثیت دے کر
سید صاحب نے اس کے ارد گرد علاقہ کا دورہ کیا۔ ہر جگہ ناسخ فاطر
نور دیکھے۔ پھر بعض وجوہات کی بنا پر انہوں نے خاں کو مرکز بنایا
اور دسم ۱۸۲۷ء کو وہاں پہلے تو ایک عرصہ قیام کے بعد جنوری
۱۸۲۸ء تک وہاں مقیم رہے۔ اس عرصہ گروہ و نواح میں تبلیغ کا کام

باہی رہا۔ جنگ شیدہ کے بعد موبوی محمد، ساجیل شہید کی بیادست
میں کچھ عیہدین ہزارہ کی طرف چلے گئے تھے۔ اوسے فرائض کے
وہ بھی دوبارہ پختیار میں سید صاحب سے آئے اور بعد میں ان کے
ساتھ ہی رہے۔

مختصر یہ کہ وقت نے پوری طرح سید احمد شہید کا ساتھ دیا
جہاں بھی گئے کامیابی سے قدم چومے۔ عداوت کے نہیں در علم
آپ کے ہاتھ پر معین کرنے لگے۔ ہزاروں کی تعداد میں ہاتھ لگا کر
نے سید ہی جہاد میں ہی جانیں قرباں کر کے پیش کر دیں۔ مگر یہ
سب طاقبیکھی ہونے لگی کہ جس سے سکھوں کا قلع قمع کیا
سکتا تھا۔ حالات سے بٹا کھیا تو وہ خود مسلمانوں کو جس میں بیکھنے
کیئے استعجال ہو سہ لگی۔ ان لوگوں کو جنہوں نے سید صاحب سے
خلاف اقدام کیا تھا یا کرنا چاہتے تھے۔ اب ان کا روکا ضروری ہو گیا
ہو یہ اطلاع ملنے پر کہ درانیوں کا شکم (جو اس وقت پشاور اور
استغر وغیرہ کے علاقہ پر حکمران تھے) سید صاحب پر حملہ کی تیاری
میں مصروف تھا۔ سید صاحب کو اس کی مخالفت کیئے وہ کم کرنا آگرت
ہو گیا۔ چنانچہ عیہدین موضع اتمانزئی اشتر کی طرف روانہ ہوئے
اور مسلمان کے مقابلہ میں مسلمان شمشیر بکھ نظر نہ لگا۔ عیہدین
پونکہ باقاعدہ منظم تھے۔ اس وجہ سے شکست کھائی اور اس
خون منہ سے موضع اتمانزئی تھمس چار سہ کے سرد میں کی آبادی
ہوئی۔

اس جنگ کے بعد انے حقیقی مقاصد کے حصول کے لئے
سید صاحب نے تگ و دو کو در تیز کر دیا۔ اور خار سے چل کر پختیار میں
حاکمیت سونے۔ اب تجویز ہوئی کہ علاقہ بھر کے علماء و رؤسا اور

بیگم قابل اگر افراد کو مجتمع کیا جائے۔ چنانچہ ۶ فروری ۱۹۲۹ء کو
ایک اجتماع عظیم ہوا جس میں علماء اسلام نے شریعت اسلامیہ
کے احکام کے فوری قیام و حواء کا فیصلہ کیا۔ اس اجتماع میں
شہریت کرنے والے یوسف زئی رؤسا میں اشرف خان زید، خاکل
ہند اور فتح خان پختیار کے نام قابل ذکر ہیں۔ جس کے ساتھ ہی اپنی
بھاری جمعیتیں تھیں اور جو حقیقتاً اپنے اپنے علاقہ میں حکمران کسے
حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے فتح خان رئیس پختیار سے سید صاحب
کو آئے۔ اسے اس خطرہ سے سگاہ کر دیا کہ ۱۰ صد ہا برس کے مراسم
توڑ کرنے کے باعث افغانوں کے ساتھ اختلافات بھی گونہ
ہو جائیں گے۔

لیکن اس کی کوئی شدوائی نہ ہوئی اور جہاں ہمارے علم
کرم برکت وقت گرد و پیش اور کسی فیصلہ پر سنجیدگی سے غور و فکر
کئے بغیر اپنے اقتدار کے قیام و زعم علم میں فیصلہ کر دینے کے عادی
ہو چکے ہوں وہاں کسی کی کیا چل سکتی تھی اظہار اختلاف کا
جو ب کافر بنا دیے کے سوا در کامل سکت تھا۔ اس گدھی عیہد
اپنے فیصلے پر پختہ رہے۔ حکم خدا اور رسول کے نام سے ان کے فیصلے
نافذ کر دینے کا فیصلہ ہوا تو اشرف خان زید، عادی خان ہند اور
فتح خان پختیار کے ساتھ کئی دوسرے رؤسا نے ہر ام مجبوری سر تسلیم خم
کر دیا۔

عادی خان، خان ہند

جس خطرے کی طرف فتح خان رئیس پختیار اشارہ کر چکا تھا۔ وہ
کسی طرح غراہم نہ تھا۔ اس پر اگر غور و فکر کریں جاتی تو شاہ بند میں

مجاہدین کو بہت سی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی ان خونیوں میں کشمکش شروع ہو گئی۔۔۔ نہیں اپنے اپنے اقتدار کی فکر پیدا ہو گئی۔ فتح خان پختیار دراسترف خان زبیر تو سید صاحب کے ہمراہ رہے۔ لیکن خادی خان کو اپنے اقتدار میں کمی برداشت نہ ہوئی اور یہ بھی گوارہ نہ کر سکا کہ سید صاحب کی امداد و اعانت کے باوجود وہ ان کی نظروں میں ایسی وقعت نہ رکھے جو پختیار کے فتح خان کو حاصل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خادی خان اور اشرف خان کے درمیان چھٹکشی پیدا ہو گئی۔ اتفاقاً اشرف خان زبیرہ گھوڑے سے گرو کر فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد خادی خان سید کا بیٹا زادہ ۱۰۔ اس نے اپنے بھوکے بونے اقتدار کی بحالی کیلئے تنگ و دو شہر دغ کردی سکھوں نے سبب یہ حالت دیکھی تو جنرل دتورہ کی کمان میں اقدام کر دیا۔ سید صاحب نے اس مقابلے کے لئے تین سو مجاہدین پر ایک جماعت روانہ کر دی۔ سکھوں کو ان کی آمد کا علم ہوا تو لہجوں کے ڈر سے گھبرا کر بوٹ گئے۔ جو اندرونی مخالفت زور پکڑ رہی تھی۔ وہ کسی کے سنبھالے نہ سنبھل سکی۔ سید صاحب چاہتے تھے کہ محل کرام کے فوجیوں سے سب کے دلوں پر قابو پائیں۔ لیکن جو عاداتیں راسخ ہو چکی تھیں انہیں جہد بردار نہ جاسکتا تھا۔ عادت کی تشویش لگی پرستوں کا باعث بنی ان حالات کے پیش نظر اگر قابل ذکر خونیوں کو یکجا کر دیا جاتا تو صلاحیت کی کوئی صورت نکل آتی۔ خوہیں اپنے وقت کے خاطر ایک دوسرے کی راستے کو احتراماً تسلیم کر لیتے لیکن اس کی بجائے پھر عدا کرام کا اجتماع کر دیا گیا۔ صلی مقصد یہ تھا کہ خادی خان کو جو راست پر لایا جاتے اور اگر ایب نہ ہو سکے تو علماء سے ایسے شخص کے متعلق فتویٰ حاصل کر دیا جائے۔

سید صاحب اور مولوی محمد اس محل نے بڑی دودھ انگیز تقریریں کیں۔ لیکن ہارنظر میں ملے علماء کو سونپ دیا گیا۔ جنہوں نے ہذا تکلف قتلے دیدیا کہ باغیوں کی سرراقتل ہے۔ خادی خان اس نشیب و فراز سے واقف تھا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ اس کی سرراقتل کے لئے کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ سید صاحب نے اسے اپنے پاس بلا کر سمجھانا چاہا تو وہ دس کی بات کہے بغیر نہ رہ سکا کہ۔

حضرت ہم غیتوں لوگ کاروبار ریاست کا رکھتے ہیں۔ اور یہ مشورہ ملاؤں نے مل کر کیا ہے۔ یہ لوگ پہلے ہستیا اور خیرات کے کھانے والوں ہیں اس کا کاروبار ریاست میں ان کا کیا مشورہ؟

انہوں نے اس وقت سید صاحب بھی اپنے خوش جذبہ جہاد میں خادی خان کے ان الفاظ کو برداشت نہ کر سکے اور انہیں اس پر طیش لگ گیا کہ علماء کرام کی شان میں ایسے الفاظ کیوں متعال ہوئے۔ اور بس ان کے کہ خادی خان کو وہ راست پر لانے کی کوشش کیجاتی۔ جواب اسی قسم کی تہنی سے دیا کہ خادی خان چپ چاپ دیاں سے رخصت ہو گیا۔ سید صاحب نے پھر ارد گرد کے علاقوں میں دودھ اعانت کے لئے پیغام بھیجے۔ مہا پدیں جمع ہونے شروع ہوئے۔ اسی دوران میں سکھوں نے دتورہ کی تیاری میں دوبارہ پختیار کی طرف اقدام کیا اور موضع سلیم خان سے نکل کر طوطال میں جا پہنچے۔ مہا پدیں مقابلے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ پہاڑوں میں مجاہدین کو اس طرح تقسیم کر دیا گیا تھا کہ ان کی تعداد بہت دکھائی دے رہی تھی۔ دتورہ نے اسے بڑھنے کی ہمت نہ کی اور واپس بوٹ گیا۔ اور تھوڑے وقت دونوں اوقات میں سکھوں کی رویت کو زندہ رکھنے کیلئے اس راستہ کی آبادیوں کو فدیہ

آتش کرتا گیا۔

اب مجاہدین اپنے مستقبل کی فکر کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ یا تو بابر کوئی کے صاحبِ اقدام کیا جائے جو سکھوں کے تابع فرماں اور مجاہدین کے راستے میں کاٹے۔ یا بھڑا دی جان کو راستہ سے ہٹا جائے۔ اس نے کر سکی دیکھا دیکھی دوست سے جو نہیں یا قبائل شریعتِ اسلامیہ کے سامنے سرِ سلیم خم کرنے کو تیار نہ تھے بابر آخر یہ قصد ہوا کہ پیچھے خادی خان سے پیٹ لیا جائے اور اس کے بعد ہانڈہ ٹیوس کی بادی آئے۔ سید صاحب موقع ہینڈ پر پہنچا۔ دروہ داری سے حمد کرنے کی تیاری کرے گئے۔ ساز و سامان تیار کیا تاکہ شہنشاہ مار کر قلعہ رقصہ کر با جائے۔ چنانچہ شکر و نہ ہوا و صبح ایسے وقت قلعہ کے سامنے پہنچا کہ مقتبین قلعہ بے خوف و خطر دروازہ کھول کر باہر نکلے کو تھے۔ مجاہدین بند و قس داغے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ خادی خان جس نے سید صاحب کی اس علاقہ میں کندہ پر اصرار کے فرائض سرِ جام کیے تھے مارا گیا۔ اس کی لاش ورنہا کے حوالہ کر دی گئی۔ لیکس اس کے اہل و عیال کو ایک عرصہ تک اپنے ورنہا کے پاس جانے کی اجازت نہ ملی ہینڈ پر اس حملہ کی تاریخ ۸ اگست ۱۶۲۹ء بیان کی جاتی ہے۔

اس واقعہ کے بعد خادی خان کے ساتھیوں نے مدد لینے کی ٹھانی اور خادی خان کے اہل و عیال کو مدد دینے کی کوشش شروع ہوئی۔ مقرب خان رئیس زیدہ جو سید صاحب کے فدائیں میں سے تھا، اپنے بہنوئی و قریبی رشتہ دار خادی خان کے محل و عیال کی مدد کر سکا تو گاؤں چھوڑ کر کہیں جانب ہونیک جس پر سے مضبوطی رہے دیا گیا اور اس کا بھائی فتح خان رئیس زیدہ بنگلہ

یا نامزد ہوا۔ خادی خان کے بھائی محمد میر خان نے دوسرے خواہش سے اور طلب کی در بابر خسر پشاوڑ میں مار محمد خان مارگری کے پاس پہنچا اور اُسے اس بار پر رضامند کر لیا۔ یار محمد خان کے ایک معتد نے ہینڈ پر بدش کی اور وقتاً فوقتاً چھاپے مار مارا تاکہ یار محمد خان خود بھی شکرتے موضع اریانہ تھیں صدیقی میں پہنچ گیا۔ اریان سے لکل کر درنی مار پر یار محمد خان لے اپنی توپیں نصب کر لیں۔ مقام شروع ہوا۔ یار محمد خان کو شکست ہوئی اور زخمی ہو کر بھاگا تو راستہ ہی میں جان بحق ہو گیا اور مال و اسباب مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ یہ جنگ ۳۵ ستمبر ۱۶۲۹ء کو ہوئی تھی۔

سید صاحب اس کے بعد ہزارہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک جماعت کو قلعہ سہ میں پھونڈ کر باقی لشکر مجاہدین کو ساتھ سے روانہ ہوئے۔ یار محمد خان مرحوم کے بھائی سلطان محمد خان نے ہینڈ پر حملہ کرتے ہوئے اس پر قصد کر لیا۔ مقتبین قلعہ گرفتار کر لے گئے جو بعد میں قید خانہ سے بھاگ نکلے۔ سید صاحب ان حالات کو سن کر بختیار میں مقیم ہوئے اور جب کسی ہوئی کہ پشت در کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہو رہا۔ تو ہم ہر وہ کی طرف سے گئے۔ وہیں سکھوں نے نہیں پیغام دیکھ کر نئی طرف سے علاقہ یوسف زئی میں ضرورت وصول کرنے کی پیشکش کی جو انہوں نے مسترد کر دی۔

سید صاحب نے پھر یہاں سے ایک جماعت کو یوسف زئی کے میدانی علاقہ کی طرف بھیج دیا تاکہ احکام شریعت کا نفاذ کرے۔ حشر پہلے علماء کو ملتا تھا۔ جس برائ کی مذہبی کا دار و مدار تھا۔ مجاہدین نے اسے میر کا حق ظاہر کرتے ہوئے خود و مول کھنڈن شروع کر دیا۔ علماء نے پیچھے تو محنت کی مگر طاقت سے وہ کر

ہندوا ہو گئے۔ ہم دلوں میں مخالفت پہنچنے لگی۔ اسی دوران خان کلابٹ مقدمہ پورا کر آیا۔ جنگ مرنی تو خان نے شکست کھانسی اس کے ساتھ ہی مجاہدین نے قلعہ ہنڈ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ دربارہ گوردے علاقے مثلاً مرغڑ، ٹھنڈ کوئی، کڈی در پنج پیر پر بھگت انہیں اقتدار حاصل ہو گیا۔ پیر، ہمد، دینگنی غنیمت کا مستند قلنازہ رہا۔ جہاں طاقت دکھائی دیتی، قہر کو بیا جا۔ در جہاں طاقت دکھائی نہ دی لوگوں نے ادنیٰ کی سے انکار کر دیا۔ اب کسی مزید بحث و دلیل کی گنجائش نہ تھی، بلکہ فیصلہ دے دیا گیا، کہ غنیمت امیر کا حق ہے اس سے اخذ ف کھر کے متروک ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر مذکورہ جماعت کے ایک قائد قاضی سید محمد جہاں کے اس ارشاد پر کہ جو اپنی رسوم خدا، در رستوں کے خلاف باپ داد کی روایت پر چلتے ہیں وہ عمل کا فخر ہیں کسی نے کہہ دیا کہ "مُتَبِعِ الْمُحْسِنِ" میں اہل رسوم کہہ کر نہیں کہا گیا تو اس کا جواب گھونسوں سے دیا گیا، اور قائد موصوف نے اس وقت تک متحضر کو دھچکھوڑا جب تک کہ اس نے دوبارہ کلمہ پڑھ لیا یا بالفاظ دیگر اسے دوبارہ مسلمان نہ بنایا گیا۔ مسائل کو علماء کی سرکردگی میں طاقت کے زور سے منویا جاتا رہا۔ نتیجہ یہ کہ دلوں میں کدوہیں بٹھنے لگیں اور اند ہی اند مخالفت کی آگ شعلہ کی رہی، اگرچہ اس جماعت کے سامنے یکے بعد دیگرے مختلف گاوں، ظہار و فداری بھی کرتے رہے۔

الغرض مارکزیوں نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں تھیں جب سید صاحب کو علم ہو تو وہ ہزارہ سے پنجتار اور غلوا واسینہ سے جاتے ہوئے گڑھی امام دہی پہنچ گئے، اُدھر بارکزی لشکر کو پشاور سے پارسدہ ہوتے ہوئے اتمان ٹوٹی میں جا مقیم ہوا۔ دونوں طرف سے

جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ بارکزیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ ملک کے چار حکمران تھے تو سید صاحب کو غلوا، حکام شترجیت اور امدت کا دعویٰ تھا۔ بالآخر طور و اور معیار کے درمیان دونوں شکوہ میں شدید جنگ ہوئی بارکزی (سروران پشاور) نے پھر شکست کھائی

جنگ معیار یا مایہیار

معیار جسے بعض مورخوں نے مہیار بھی لکھا ہے، مردان اور طور د کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ اس جنگ میں ملکی خوانین کی بھی خاصی ٹری جماعت سید صاحب کی طاقت و نصرت کیلئے موجود تھی۔ جن خوانین کے نام روایتوں میں مل سکے ان کی تفصیل یہ ہے قاضی سید امیر صاحب عرب، سید صاحب کوٹھہ، فتح خان پنجتار، منصور خان گھڑیاء، آند خان و شکار خان، حفترئی شیوہ، اسیل علی کلارٹ، سرد خان رئیس امانڈی، رحیم خان بابا علی خیل نور علی ماموئی، رڈو، برہیم خان اسماعیلہ اکوخیں، رڈو، فتح خان زیدہ، دیل خان طزو محمد خان ہوتی اور نسیم خان لاٹھوڑ وغیرہ۔

مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ بارکزیوں کے اقتدار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے چنانچہ وہ شکریے کے پشاور کی طرف چل پڑے۔ چار سہ سے تنگی اور تہقہ رہوئے، موئے میمنی کے راستہ یگی دیندور پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی آمد کی خبر سن کر سلطان محمد خان بارکزی پشاور خان کر گیا تھا، اس جگہ کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اور سلطان بارکزی کی طرف سے رہاب فیض اللہ خان ساکن ہزرخوئی پشاور سے وکالت کرتے ہوئے صلح کیلئے سہمہ جنبانی کی اور وہ اس مقصد میں کامیاب رہا۔ سید صاحب معد اپنے رفقاء کے بطور مہمان کابل دروازہ

نوش کر گئے۔ انقادہ ملا الیہ رجحون۔

آئندہ میں یہ درج کر دینا بھی معلومات میں اضافہ کا باعث ہو گا کہ جس وقت انون صاحب سوت تحریک مجاہدین کی ان کے مذہبی عقائد کی وجہ سے مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت علاقہ صوبائی کے موضع کوٹہ کے مشہور مذہبی رہنما سید امیر صاحب، معزول اکوٹہ صاحب، اس تحریک کی حمایت میں تھے۔ اور پٹ در کے مشہور عالم دین مولوی غلام جیلانی، ملا عبد المجید، تاجی منصور اور علاقہ غیل کے پیغمبر غیاث ساکن پوسنی بھی ان کی ہمدانی کر رہے تھے۔

انگریز کا دور اور ملک افغان

اس بار کو ایک مرد فوٹو نے کیا فاش
ہر چند کہ دنا اُسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت ایک طرف حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تو انہیں کوئے
"اقبال"

افغانستان پر انگریزوں کی پلغاریں

تیسویں صدی مسیحی کے آغاز تک کابل کی ہری سلطنت کے استعمار میں افغان سرداروں کی باہمی رقابتوں اور جنگوں کے باعث ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے۔ یہ سلطنت پچھلی صدی کے وسط سے افغانستان، افغانی ترکستان، کشمیر، پنجاب، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل تھی جس کا اقتدار شاہ، رعایا

کے مامور سینے ہوئے حاکم کرتے تھے۔ یہ حاکم عام طور پر شاہی خاندان کے افراد ہوتے تھے جو سیاسی و ذاتی خود مختار اور مطلق العنان یا شاہی کی طرح حکومتی قدر قائم کرنے کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ ان کے نیچے ہر جگہ مقامی سردار اور اُمراء اپنی اپنی جاگیروں کا نظام کرتے تھے وسط ایشیا کی یہ بہادر، غیور اور جنگجو قوم افغان اپنے زمانے کی علمی اور فنی ترقیوں سے بے خبر تھی۔ ان جھگڑوں کے باعث جو تخت کابل کے دھوے داروں میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے، یہاں کی سرزمین پر ان کی انقلابی گرفت نرم پڑ گئی اور پنجاب کی ایک نوخیز بہادر اور جنگجو قوم سکھ کے قبائلی سرداروں نے طاقت پختہ شروع کر دی جنہیں احمد شاہ ابدالی کی یلغار نے کچھ عرصے کیلئے امن پسند رچنے کا سبب بنایا تھا۔ یہ سکھ بڑے نام کابل کے بادشاہ کی اطاعت کھرتے تھے۔ اس سے جاگیریں حاصل کر کے پنجاب کے اقتدار پر اپنا قدر قائم کر رہے تھے۔ ۱۸۰۲ء میں انہوں نے سکھ گردی کے ایک دور اندیش و باتر پر مبنی راجت سنگھ کو مہاراجا بنانے پنجاب کی سرزمین میں ایک سزاوارت مملکت قائم کر لی۔ جنوبی پنجاب میں دریائے ستلج تک کی سکھ جاگیر دیباں، لکھنؤ کے زیر اثر آچکی تھی۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور کشمیر کو چھوڑ کر باقی سارے ہندوستان پر انگریزی اقتدار عمل مستط ہو چکا تھا۔ اگرچہ انگریزوں نے دہلی کے مغل شہنشاہ سے تعرض نہ کیا تھا جس کی سلطنت دہلی اور اس کے لواحق و مہلات تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ مغل شہنشاہ کی حیثیت ان مابوں اور نوابوں سے بھی کم تو تھی جو انگریزی اقتدار کا جوا قدر کر کے وسیع ریاستوں پر حکمرانی کر رہے تھے۔

افغانوں کے قبائلی سرداروں کے جس جوش کے لئے ۱۸۴۷ء میں
 بمقام قندھار جمع ہو کر احمد شاہ ابدالی کو، افغانستان کا بادشاہ منتخب
 کیا تھا۔ اسی جوش کے لئے یہ فیصلہ بھی کر دیا تھا کہ وہ ان قوم کے دیگر
 طاقت ور قبیلے ہارکزی کے سردار افغانی حکومت میں وزیر بنا کر دیں گے
 ایسویں صدی مسیحی کے آغاز تک ابدالی کے وارثوں کے درمیان سخت
 کے لئے جو جھگڑے وقتاً فوقتاً کھڑے ہوتے رہتے اور جیسی جیسی باتوں
 کا باز گریم رہا۔ اس کے باعث ہارکزی خاندان احمد شاہ ابدالی کے پوتے
 نواح تبار کا محتوب بن گیا جس نے اس قبیلے کے بہت سے سرداروں
 کو قتل کر دیا۔ کچھ سردار ترکستان اور ہندوستان کی طرف بھاگ گئے
 لیکن اس واقعے کے باعث، افغانستان کا ملک خانہ جنگی اور بد امنی
 کی آماجگاہ بن گیا۔ ۱۸۶۷ء میں ہارکزی قبیلے کے سرداروں نے زوریکو
 سر زمان شاہ کے بھائی شاہ شجاع کو افغانستان سے نکال دیا اور اس
 کی جگہ اپنی قوم کے ایک سردار دوست محمد خان کو امیر بنالیا، اور
 شاہ شجاع کا بل سے بھاگ کر ہارکزیوں میں رنجیت سنگھ کے پاس آیا۔
 وہاں سے اُسے ہندوستان کے نئے حکمرانوں یعنی انگریزوں نے اپنے
 پاس لے لیا۔ مقصد یہ تھا کہ ضرورت پڑے تو انگریزی اقتدار کو وسط
 ایشیا کے ملکوں میں بڑھانے کیلئے اس مہرے کو استعمال کیا جا سکے
 اسی زمانے میں ژارڈن روس کی حکومت اپنے اقتدار کو وسط
 ایشیا کے ملکوں میں توسیع دینے کی پالیسی پر بڑی سرگرمی سے
 عمل پیرا تھا۔ ترکستان میں روس کی فارورڈ رینج تھے ٹرکھنے کی پالیسی
 بہت کامیاب ہو رہی تھی۔ انگریز تو سیح آفدر کی اس دوڑ میں روس
 پر بازی یہی سنے کے خواہش مند تھے۔ ہندوستان کی وسیع مملکت
 میں ان کی فارورڈ پالیسی بہت پیچھے آتا رہا کر چکی تھی، اس پالیسی کے

پیش نظر ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے امیر دوست محمد خان
 کے دربار میں ایک سفارت بھیجی، اس سفارت کو اپنے استعداد کے
 مقاصد کی درخ میں ڈوبنے میں ناکامی ہوئی۔ شطرنج کا مہرہ انگریزوں
 کے ہاتھ میں تھا۔ اس سے ۱۸۳۹ء میں، مہوں نے سندھ اور بلوچستان
 کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مقصد یہ ظاہر کیا
 گیا کہ انگریز تخت کا بل کے جائزہ وارث احمد شجاع کو اس کا حق
 دہانے کے آدرمند ہیں۔

افغان اس مہم کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ بات ان کے وہم و گمان
 میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ انگریز اس قسم کا کوئی قدم کریں گے۔
 سندھ کے مقامی امیروں سے جو تخت کا بل کے زیر اثر تھے۔ انگریزی
 فوجوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی۔ کونڈہ، قندھار
 قندت اور غزنی کی افغانی سپاہ بھی جو محض داخلی امن کے قیام کے
 لئے ان مقامات میں رہتی تھی، خوب لرھی۔ عام افغان یہ سمجھنے سے
 قاصر رہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انگریزی فوجیں کا بل پہنچ گئیں۔ امیر
 دوست محمد خان ترکستان کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ انگریزوں نے شجاع
 کو افغانستان کا بادشاہ بنادیا اور ان کی فوجوں نے امن قائم رکھنے اور
 شاہ شجاع کی حفاظت کرتے کے بہانے سے نہ صرف کا بل کے نزدیک
 بالاحصار میں چھاؤنی ڈال بلکہ اپنی فوجوں کو قندھار، غزنی، جلال آباد
 چاریکار، کوہ دامن، بلخ اور ہرات تک پھیلادیا اور شاہ شجاع کے
 پردے میں قندھار پر حکومت کرنے کا تجربہ کرنے لگے۔ عام افغان
 یہ سمجھنے لگے کہ انگریز شاہ شجاع کو بادشاہ بنانے کا پس چھ جائزے
 لگے۔ لیکن انہوں نے ملک کے اندر چاروں طرف اپنے پاؤں جمانے
 شروع کر دیئے۔ فوجوں کی نگاہیں کھینچنے لگیں۔ ان کی قومی حسد بیدار

ہوائی اور زمینی فوجوں نے بلا حصار کی، انگریزی چھاؤنی کے
علیٰ اثر غم کابل میں قیام کر کے شاہ قباغ کو قتل کر دیا۔ امیر بیت محمد خان
اس آٹھویں اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر چکا تھا۔ جسے وہ کھلتے
سے گئے تھے۔ امیر کے بڑے بیٹے محمد اکبر خان نے کابل پر قبضہ کر کے انگریز
سیف اور انگریزی فوج کے کمانڈر کو بلا حصار سے بلایا اور ان سے کہا
دیا کہ جلد سے جلد ملک خالی کر دو اور میرے باپ دوست محمد خان کو
واپس دے دو۔ انگریز سیف اور کمانڈر نے محمد اکبر خان سے ملک کے تختے
کے متعلق شہر طیس طے کیں۔ جو یہ تھیں کہ چند انگریز افسر بطور بیرغبن
کابل میں رکھے جائیں گے، انگریزی فوجیں افغانستان سے نکل جائیں
گی۔ افغانوں سے ہتھیارے ہیں گئے اور ان سے کسی قسم کا تقصیر
ہیں کریں گے۔ کابل کی انگریزی فوج جگہ تک پہنچنے سے پہلے
جلال آباد کا انگریز کمانڈر جنرل سیل اپنی فوجوں کو لے کر وہاں دھڑکت
ہو جائیگا۔ کابل چھاؤنی کے انگریز کمانڈر نے ان شرائط کی اطلاع جنرل
سیل کو بھیج دی لیکن جنرل سیل نے بطور خود یا ہندوستان کے اعلیٰ
حکام کی ہدایت پر جلال آباد میں ٹھہرنے اور کابل سے آنے والی
فوجوں کا انتظار کرتے کا فیصلہ کر لیا۔ جب اکبر خان کو یہ اطلاع پہنچی
کہ جلال آباد کا انگریز کمانڈر نے ہندوستان سے منحرف ہو گیا ہے
اور اس کا اندیشہ ہے کہ دونوں فوجیں مل کر کابل پر چڑھائی کریں گی۔ تو
اُس نے جگہ تک سے دو سے میں کابل سے آئیوں، انگریزی فوجوں کو
گھیر لیا۔ افغانوں نے اس جگہ غفر کا قتل عام کر لیا۔ جس کی تعداد سو
سترہ ہزار سے زائد تھی۔ صرف بریٹش نامی ایک انگریز آکٹر کو زندہ
چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ جلال آباد پہنچ کر جنرل سیل کو آگاہ کر دے کہ افغان
دودھ شکنوں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اس واقعے نے ہندوستان

کے انگریز حکام کو بہت برا اثر دیکر دیا۔ چنانچہ ۱۸۴۲ء میں انگریزی
فوجوں نے درہ خیبر اور درہ بوزان کی راہ سے افغانستان پر چڑھائی
کی۔ یہ انتقامی مہم تھی اس نے انگریزوں نے بلا دھڑک بستیوں کو
جلایا، دو کابل پہنچ کر کابل کو نذر آتش کر دیا۔ افغانوں نے اس پیغام کو
روکنے کی کوئی خاص کوشش نہ کی۔ وہ اپنی قومی عادت کے مطابق
غریب کاری لگانے کے لئے مناسب موقع کے انتظار میں رہے۔ انگریز
فوجیں کابل کو نذر آتش کرنے کے بعد جس راہ سے گئی تھیں اسی راہ سے
واپس گئیں کیونکہ اس وقت تک انگریز اچھی طرح جان چکے تھے کہ
افغانوں کے ملک میں فوجی طاقت کے بل بوتے پر حاکم بن کر ٹھہرنا
خطرے سے خالی نہیں۔ کابل میں انگریزی فوجوں کے قیام کے دوران
میں، افغانوں اور انگریزوں کے درمیان جو معاہدہ طے ہوا، اُس کی موٹی
موٹی شرطیں یہ ہیں کہ انگریز امیر دوست محمد خان کو چھوڑ دیں گے، اور
افغانوں ان انگریزوں کو باکر دیں گے جو بر غمل کے طور پر انہوں سے رک
رکھے تھے۔ ان میں ایک انگریز خاتون بیٹی سیل بھی تھی۔ جس کی
خدمات کی تعریف میں ایک انگریز مؤرخ آج تک رطب و نسوان ہے
یہ بیٹی سیل ہی کے اثر و رسوخ کا نتیجہ تھا کہ منڈکو صدر صلیح نامہ
طے ہو۔ اور انگریزی فوجیں کابل کو نذر آتش کر کے سلامتی کے ساتھ
واپس ہندوستان پہنچ گئیں۔

ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے افغانستان پر دوسری مہم
۱۸۶۶ء میں بھیجی جب کہ وہاں امیر دوست محمد خان کا بیٹا امیر شیر علی
خان فرمانروا تھا۔ اس مہم کی وجہ یہ تھی کہ امیر شیر علی خاں ترکستان
کے روسی حکمرانوں کے ساتھ سیاسی روابط قائم کرے کی طرف مائل تھا
اور یہ بات انگریزوں کو گوارہ نہ تھی جو اس وقت تک بروہ سے کسر

ورٹ جیسے تک اور کشمیر سے لیکر واس کما دی تک سارے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ جسے کا فوری بہانہ یہ تھا کہ نواحوں سے کابل میں انگریزی سفیر کو قتل کر دیا تھا۔ امیر شہر علی خان اسی سال موت ہو گیا۔ اور اس کے بیٹوں امیر محمد یعقوب خان اور سردار محمد ایوب خان سپہ سالار فوج کو لنگہزروں سے نپٹا پڑا۔ سردار محمد ایوب خان نے قندھار کے قریب میوند کے مقام پر انگریزی فوج کو شکست دی جو کوئٹہ اور چمن کی راہ سے آگے بڑھ رہی تھی لیکن درہ شہر کی راہ سے حملہ کرنے والی انگریزی فوجیں گندمک کے مقام تک بڑھ گئیں جہاں امیر محمد یعقوب خان نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ سردار محمد ایوب خان ایران چلا گیا اور چند سال کے بعد اس سے بھی انگریزوں کی مہمان نوازی قبول کر دی۔ اور دونوں بھائی ہندوستان میں رہنے لگے۔ ادھر افغانستان میں امیر شہر علی خان کے بڑے بھائی افضل خان کا بیٹا عبدالرحمن خان جو سولہ سال سے بنارس میں مقیم تھا، شمال کی طرف سے افغانستان کے افغان پر نمودار ہوا اور تخت کابل کو مای پکار ۱۸۸۰ء میں دیاں کا امیر بن گیا۔ امیر عبدالرحمن نے ہندوستان کی لنگہزری حکومت سے دوستانہ روابط قائم رکھے۔ اس امیر کے ساتھ انگریزوں نے افغانستان کی حد بندی کا معاملہ طے کیا۔ خطہ پوربند ہندوستان اور افغانستان کی نئی حد مقرر ہو۔ جس سے مطابق شمال مغربی سرحدی صوبے کے آندہ قبائل کی سرزمین اور بلوچستان کا ملک انگریزی مملکت کا جزو شمار ہونے لگا۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک امیر عبدالرحمن خان افغانوں پر سخت ماتحت سے حکومت کر رہا تھا اور برطانیہ کے سرکاری کاغذات میں اسے پرنسپلٹس یعنی نواب اور حمایت لکھا جاتا تھا۔ امیر عبدالرحمن انگریزوں سے وٹمنڈ لیتا تھا اور اس شرط کا پابند تھا کہ وہ برطانوی حکومت کی اجازت کے بغیر

کسی دوسری مملکت سے سیاسی روابط قائم کرے گا۔ گویا ۱۸۸۰ء سے انگریزوں کی ہندوستانی قلمرو کا نقشہ شمال مغرب میں دریا سندھ جیوں کے جنوبی کنارے تک پہنچ چکا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں میر عبدالرحمن خان کے جانشین امیر حبیب اللہ خان نے آکرچہ پڑیجھت ٹٹی کا تباہی لقب اختیار کر لیا لیکن افغانستان کی خارجہ پالیسی پرستہ بنی رہی۔

مکمل آزادی کی تحریکیں

افغانستان

عالم گیر جنگ کے خاتمے پر دہا بھڑکی حکومت اور زیر حمایت قوموں میں مکمل آزادی (ہستقلہ پام) کا رتبہ حاصل کرنے کے لئے تحریکیں پیدا ہوئیں۔ اس طبقے میں ہم افغان کی جدوجہد کا حال دہر لکھ آئے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان کو کسی نے پستوں کی گولی کا شہ بہا کر قتل کر دیا۔ امیر حبیب اللہ خان کو جنگ کے دوران میں جرموں اور لڑکوں نے ہندوستان پر چڑھائی کرنے کیلئے آمادہ کرنے کی بہت کوششیں کی تھیں۔ لیکن امیر حبیب اللہ خان برطانیہ کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں تخت نشین ہوتے وقت برطانوی حکومت سے اپنے کو پڑیجھت کیلئے کا حق تو منسوب کیا تھا لیکن نہیں برطانیہ کے سوا دہا کے دوسرے ملکوں سے معاہدے طے کرنے کا حق حاصل نہ تھا افغان اپنے ملکوں کی اس حیثیت پر قانع نہ تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد افغانستان کے تخت پر اس کا ایک بیٹا، مان، اللہ خان بیٹک مس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ملک کو کامل طور پر

آزاد کرانے کیلئے ہندوستان کی برطانوی حکومت کے ساتھ سنگ
چھڑ دی۔ تین چھیٹے کی جنگ کے بعد رادپنڈی کے مقام پر صلح
کی عارضی شرطیں طے ہوئیں۔ برطانوی حکومت نے افغانستان کی
مکمل آزادی تسلیم کر لی۔ اور افغانستان کو دنیا بھر کی قوموں کے ساتھ
سیاسی تعلقات قائم کرنے کا حق مل گیا۔ امان اللہ خان نے ترکی،
روس، ایران، فرانس، جرمنی، اٹلی اور بعض دوسرے ملکوں سے سیاسی
اور تجارتی معاہدے طے کر کے افغانوں کو آزاد قوموں کی صف میں
گھڑا ہونے کے قابل بنادیا۔ ۱۹۲۷ء میں امان اللہ خان نے یورپ
کے ملکوں کی سیاست شروع کی۔ مصر، اٹلی، فرانس، جرمنی، برطانیہ
روس، ترکی اور ایران کے حالات کا معائنہ کیا۔ ہر جگہ ان کی خوب
فاہرہ ملاحظہ ہوئی۔ امان اللہ خان اس سفر سے اتنے متاثر ہوئے
کہ انہوں نے واپس آکر ترکی کے مصطفیٰ کمال کی طرح اپنے ملک کی
کیفیت کو راتوں رات تبدیل کرنے کی ٹھان لی اور جوش مضبوط
ساتھ اصلاحات نافذ کرنے لگے۔ امان اللہ خان کی غیر حاضری میں افغان
کے اندر ان کے شاہی اقتدار کے خلاف کئی طرح کی سازشیں گھر
گھر گئی تھیں۔ نو جوان طبقہ آئینی حکومت قائم کرنے کے خواب
دیکھنے لگا تھا۔ ایک پارٹی جمہوریت خواہوں کی تھی۔ بعض سردار
اس قومی اضطراب کو اس خیال سے ترقی دینے لگے تھے کہ شاید اس
گروہ میں ان کو شخصی اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا۔
امان اللہ خان کے اصلاحی پروگرام سے متاثر لوگ کا قدم پندہ طبقہ
بہت براہر و نشت ہو جو بعض اصلاحات کو دین اسلام کے مسائل
کے خلاف سمجھتا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں یہ مختلف نوعیت کے مو دیکھٹ
پڑے۔ افغانوں نے امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کا علم ہند کر لیا

ہر پارٹی یہ سمجھتی تھی کہ اختلاف اور بد امنی ان کی امنگوں کو بروکے کار
رہنے پر منتج ہوگی۔ لیکن ملا دوستا اور میردوں نے اپنے اترو سے ایک جہل
لیکن بہادر باغی سپاہی جلیب اللہ خان عرف پچہ سقہ کو کابل میں
بادشاہ بنادیا۔ پچہ سقہ کوہ دامن کا رہنے والا تھا۔ اس سے بہت
شمال کے لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ امان اللہ خان نے قندھار کو
مکمل بنا کر کابل پر چڑھائی کرنے کی کوشش کی لیکن قبائلی سرداروں
اور تعلیم یافتہ نو جوانوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور
وہ اپنے ملک سے بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے اٹلی چلے گئے
انہیں شہنشاہ محمد نادر خان جو ۱۹۱۹ء میں افغانی افواج کے
سپہ سالار اور وزیر جنگ تھے اور بعد میں افغانستان کے سفیر بن کر
پیرس چلے گئے تھے۔ برطانوی حکومت سے ساز باز کر کے ہندوستان
کی راہ سے افغانستان کی سرزمین میں پہنچ چکے تھے۔ سردار محمد نادر
خان اور ان کے بھائیوں نے افغانستان کے صوبہ ہمت جنوب
سے پچہ سقہ کے خلاف مجہم جادی کی در کابل فتح کر لیا۔ کابل کے
لوگوں نے انہیں بیادشاہ بنالیا۔ لیکن سمت شمالی کے لوگوں
نے انہیں بادشاہ تسلیم کرے سے انکار کر دیا۔ محمد نادر شاہ
نے کوہ دامن کوہ کی بغاوت کو مضبوط ہاتھوں سے فرو کیا اور
افغانوں کے بعض ایسے سرداروں کو جو اپنے کو ان کا سریف
سمجھتے تھے قتل کر دیا۔ نو جوان طبقے کا خیال تھا کہ محمد نادر شاہ
پچہ سقہ کو شکست دینے کے بعد جمہوریت نہیں تو آئینی قومی حکومت
ضرور قائم کریں گے لیکن یہ بات ملک بھر میں اس وقت
نہیں نہ تھی۔ اس لئے اس طبقے کے افراد بھی بدول ہو گئے، لوہا پڑا
اور ان کے بھائیوں نے ہر قسم کی سرکشوں کو طاقت سے دبا دیا۔

اور ملک کا نظام درست کیا۔ ۱۹۳۲ء میں محمد نادر شاہ نے ایک قسم کی مجلس شورا کے طے بھی قائم کر دی، اور تخت شاہی کے اعلان و رہنمائی کے تحت سے ثابت کر دیا کہ ان کے متعلق برطانیہ کے زیر حمایت بادشاہ بننے اور افغانستان کی مکمل آزادی کو صدر پیچا نے کے متعلق جو شبہات رکھے جاتے تھے وہ صحیح نہ تھے، لیکن ان کی قاب کے خلاف بعض لوگوں کے دلوں میں شدید بغض مہر چکا تھا جس کا نتیجہ ۱۹۳۳ء میں ان کے قتل کی صورت میں برآمد ہوا۔ قاتل ایک نوجوان طالب علم تھا۔ محمد نادر شاہ قتل ہو گئے لیکن حکومتی انقلاب برپا کرنے کی سازشیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ افغانوں نے ان کی جگہ ایک کے بیٹے محمد ظاہر شاہ المتوکل علی اللہ کو بادشاہ بنا لیا۔ ۱۹۳۳ء میں افغانستان جمعیت الاقوام کارکن بن گیا۔ اور محمد ظاہر شاہ کی حکومت نے اپنے ہمسایہ ملکوں اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے طے کیے، افغان قوم اس بادشاہ کے عہد میں معتدل رفتار کے ساتھ صلاح و ترقی کے پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے لگی۔

محمد ظاہر شاہ نے تقریباً اکتالیس برس بادشاہت کی اور جولائی ۱۹۷۳ء میں اسے معزول کیا گیا۔ اور اس کا چچا زاد بھائی سردار محمد داؤد خان، افغانستان کا حکمران بنا۔

داؤد خان کو ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء میں فوجی بغاوت کے انقلابی کونسل نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اور نادر محمد توبہ کئی جو نسلا ایک افغان قبیلہ سیمان خیل سے تھے، کو صدر بنایا گیا۔ داؤد خان کے قتل کے ساتھ ہی سردار بابی پشت در کا سلسلہ ختم ہوا۔

یوسف زئی اور انگریز

انگریز نے سکھوں کی حکومت کو ختم کرتے ہوئے ۱۸۴۵ء میں پشاور اور اس کے ملحقہ علاقہ جس پر سکھ حکومت کرتے تھے قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ تھوڑے دنوں کے بعد یوسف زئی کا بہت سا میدانی علاقہ بھی انگریز کے قبضہ میں آ گیا۔ اور میجر جارج لانس جس کا ذکر سکھوں کے عہد میں کیا جا چکا ہے۔ پہلا ڈپٹی کمشنر بنا مقرر ہوا۔ انگریز لشکر کی کمان سرکون کیسل کو رہا تھا، جو بعد میں لارڈ رائے کے نام سے مشہور ہوا۔ پشاور میں انگریز کی آمد کے بعد علاقہ یوسف زئی میں ایک عرصہ تک خاموشی رہی۔

انگریز کی آمد کے پچیس سال ہی انونہ صاحب سوات نے عد سوات کے قبائل کو منظم کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اور انہوں نے پیر بابا کی اوراد سے سید اکبر شاہ کی بیعت کا اعلان کیا جس کو انویس سوات نے متفقہ طور پر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا سید اکبر شاہ کے عہد میں جاتے اس کے کہ ملت مجتمع ہوئی اشتقاقی مشائے اور مزید ملکی انتظامات کرتے۔ پچیسویں سے سب ۱۱ مسک ۱۸۵۷ء کے خدوہ جنگ آزادی کی اطلاع پشاور پہنچی تو سید اکبر رعلت فرمایا جتھے تھے۔ ان کے بعد ان کے لڑکے سید مبارک شاہ اور خود صاحب کے فرزند عبدالرحمان نے اقدار حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی اور بعد ہی مذکورہ حکومت کا حاتم ہو گیا۔ سید مبارک شاہ سوات سے نکل کر پہلے پنجاب و بعد سوات میں مقیم ہو گئے۔

انگریزوں نے یوسف زئیوں کے میدان میں جنگ و جہل کی
 بجائے تہذیبی اور دہشت سے قبضہ کرنے کی کوشش کی
 تھی۔ وہ اس میں بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی سو کہ یوسف زئی
 کے دو قبیلوں یعنی خدوخیل جس کی قیادت مقرب خان
 فتح خان پختا کر رہا تھا اور محمود زئی (ماموڑی) کی قیادت رحیم خان
 بن میر بابا علی میں ماموڑی رزڈ ساکن نواب کل، انگریز نے ماموڑی یا
 محمود زئی پر حملہ کیا۔ تجویز یہ تھی کہ ایک ہی جہت میں دونوں کے
 مخالف کا خاتمہ کر دیا جائے لیکن اقدام کے بعد پتہ چلا کہ یہ کوئی آسان
 کام نہ تھا۔ یوسف زئی کے دونوں قبیلے پوری جہت اور ہواغریز
 سے مدد اپنے رہتا، کے مقابلہ پر اتر آئے اور مات ٹوڑ، زمری، بنگرہ
 مصافات اسوٹا اور شیخ جانہ وٹارنجی میں اس شدت سے مقابلے کرتے
 رہیں کہ گریز کے اوسان خطا ہوتے اور اس کا بہت سامان جنگ
 اور گھوڑے غازیوں کے ہاتھ آئے۔ انگریز نے پھر بڑی شدت سے شیخ جانہ
 پر حملہ کیا۔ مقرب خان خود کسی ناگزیر حالات کے پیش نظر اس مقام
 میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ البتہ اس کے دو بھائی مدد خان اور خدوخیل
 لشکر لائے آئے تھے۔ ان یوسف زئیوں کو کمک بھی نہ پہنچ سکا۔
 توپ کے گولے سے مدد خان شہید ہوا اور اس کی لاش کو اس کا
 بھائی غفہ خان مدد چھینے ہوئے انگریزی گھوڑوں کے پتالے لے گیا۔
 رحیم خان کا دست راست نواب خان بن منصور ساکن نواب کل رستم
 اکروٹ کا پروردہ بھی توپ کے گولے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور
 اس شہید سے ٹکڑوں کو کس میں پیٹ کر تباہی گاؤں نواب کل
 (تھیں صدائی پہنچا کر سپرد خاک کیا گیا۔ ماموڑی کے کئی سرکردہ
 جو جنگ میں گرفتار ہوئے انگریز نے ان کو سر دست و پات سے لٹا کر

پھانسی دی جن میں صرف دو آدمیوں کے نام مل سکے ہیں۔ شاہ
 ولد پرورد اور ظریف خان دو آدمیوں ساکنان اسوٹا ماموڑی اکاخیل۔
 ماموڑی اور خدوخیل نے حالات کو سازگار نہ دیکھتے ہوئے
 مصافحہ پہاڑوں کی طرف ہٹ کر مقابلہ کیا اور انگریز نے پختا کر پر موضع
 سلیم خان کی جانب سے طوطا کی طرف پٹھانوں کی۔ مقرب خان
 لکھے میں کامیاب ہوا جبکہ رحیم خان کو نوگرام میں گرفتار کر لیا گیا۔
 اور نواب کل بمقام غنڈی جہاں انگریز کا کیمپ تھا لایا گیا اسماعیل خان
 بن عسکر خان کوخیل منڈ اور میاں عنوان، لڑین قیاس نیل میاں موضع
 اسماعیل ڈھیری رڑ نے اس کے بھائی کی سفارش کی اور اس پر دباؤ بھی
 ڈالا کہ وہ انگریز کی اطاعت قبول کر لے لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوا۔
 بھائی کے بعد جاگیرک پٹیکش کی گئی جسے اس نے ٹھکرا دیا، اور بعد
 خاموش زندگی بسر کرتے ہوئے نواب کل میں وفات پائی اور وہیں دفن
 ہوا۔

الغرض کامیابی کے بعد پھر انگریز نے نواب کل اور شیخ جانہ کے
 کے درمیان بمقام آوٹا پتہ اپنا کیمپ نصب کیا۔ وہاں پر پھانسی کا
 پتہ بست کیا اور مزید کئی سرکردہ آدمیوں کو وہاں لے جا کر پھانسی
 دی۔ پھر اس کے بعد ۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو انگریز نے پختا کر پر حملہ کیا
 نتیجہ جنگ ہوئی، اس جنگ میں قبائل کی امداد و اعانت میں ہندوستانی
 مجاہد بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ جن کی قیادت مویوہی رحمت اللہ
 کر رہے تھے۔ اور خدوخیل کی قیادت مقرب خان کا چچا زاد بھائی
 میرزا خان ساکن پٹیکش کر رہا تھا جو مانا گیا، مجاہدین کے ایک قائد
 اور ایک خدوخیل کمک کو پھانسی دی گئی۔ اور وہ گاؤں کو مذمت
 کرنے کے بعد انگریز واپس چلا گیا۔

۲۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے دوبارہ نارنجی پر حملہ کیا اور پھر پتیت
کا مظاہر کرتے ہوئے وہاں کی آبادی کو ہاتھیوں کے ذریعے مسپر
کرو دیا۔ پھر وہاں کو بارود سے اڑا دیا۔ اور پچاس مجاہدین ایک جگہ شہید ہو
اور وہیں ایک کنویں میں ڈس دیئے گئے۔ نارنجی کا ایک ملک میرٹون
کو زندہ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ جنگیں ۲ اگست ۱۸۵۷ء
تک جاری تھیں۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انگریزوں نے اس
دوران اپنا رعب و وقار قائم رکھے کیلئے پشاور میں تاجپوروں سے
حکومت کے نام پر قرض بھی مانگا اور چار لاکھ روپیہ وصول کرنے
میں کامیاب رہا۔

اکتوبر ۱۸۵۷ء میں اسسٹنٹ کمشنر مردان مشر ہورن شیخ جان
کا دورہ کر رہا تھا۔ کہ مجاہدین کے قائد مبارک خاں بں میر ہد خان شہید
خود خیل ساکن میگلانی نے اس پر حملہ کر دیا۔ کمشنر خود تو ایک نامور سپہ
گیا اور اس کے چند ساتھی مارے گئے۔ جس سے انگریزوں کو شک کرکشی کا
بہانہ مل گیا۔ اور ۲۶ اپریل ۱۸۵۸ء کو نوشہرہ کے قریب شاہکمر کا
جوتیج ہوا۔ اسی دوران ایڈمرل ڈل نا می ایک انگریز افسر کو موضع سلیم خان
دورہ کیا گیا۔ تاکہ وہ وہاں کے باشندگان کو غیر جانبدار رہنے پر آمادہ
کریں اور وہ اس مقصد میں کامیاب رہا۔ ۲۶ اپریل ۱۸۵۸ء کو
جب نوشہرہ سے لشکر موضع سلیم خان پہنچ کر پنجتار کی طرف اقدام
کرنے لگا تو نوٹین طوطی نے یہیں خوشگس آمید کہا۔ درمقرب خان
کو گزندہ کرنے کیلئے انگریزوں سے مل گئے۔ مقرب خان پنجتار سے نکل کر
چنگل پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے پنجتار کو زندہ آتش کیا اور اس
کے تعاقب میں چنگل کی رہ لی۔ چنگلانی پہنچ کر مبارک خاں کے مضبوط
قلعے کو حاص پاکر بدر آتش کیا۔ اور آبادیوں کو پیوند زمین کرتے ہوئے

واپس موضع سلیم خان کی طرف لوٹ آیا۔ وہاں سے منگل تھانہ
جہاں مجاہدین آباد تھے۔ کو برباد کرنے کی کوشش کی اور ۲۸ اپریل ۱۸۵۸ء
کو اقدام کیا طوطی کے دوسو باشندے ہندو تھیں بڑے ساتھ تھے
۳۰ اپریل کی صبح کو وہاں کی آبادی کو بارود سے اڑا کر انگریز افسر
وہاں سے واپس لوٹے۔

اس سال انگریزوں نے اپنے مل ہوئے اور طاقت پر بعض سرحدی
قبائل سے یہ قیود لے لیے کہ وہ ہندوستانی مجاہدین کو اپنے علاقوں
میں آمد ہونے کی اجازت نہ دیں گے تو مجاہدین نے ستھانہ کو خان
کو کے ملک میں آبادی قائم کی۔ اور ۱۸۶۱ء میں مجاہدین پھر اس
علاقہ میں جن سے وہ نکالے جا چکے تھے قابض ہو گئے۔ ۱۸۶۳ء
میں انگریزوں کے دو آدمی کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں قتل ہوئے
تو اسے پھر سزا دینے کا موقع ملا اور اس واردات کو سید مبارک شاہ
کی سازش قرار دیا۔ چنانچہ انگریزوں نے ہندوستانی مجاہدین کے خلاف
اقدام کا فیصلہ کیا۔ انگریز کا خیال تھا کہ انھوں صاحب سوات اور
مجاہدین میں چونکہ اعتقادی اختلافات ہیں۔ اس لئے وہ مجاہدین
کی پشت پناہی نہ کریں گے جس سے مجاہدین کو سوات اور بونیر کے
علاقوں سے امداد مل سکے گی۔ اور انھیں پھر مجاہدین کو ٹھکانے
رگان آسان ہو گا اور دوسرے قبائل پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ مجاہدین
بھی بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے یوسف زئیوں کو بھی انگریزوں کی چاب
بازیوں سے آگاہ کرنے کے لئے خطوط لکھ کر مہار کرنے کی سعی کی
ان میں ایک خط بقول مصنف "ستھانہ" انگریزوں کے ہاتھ لگا۔
حسب کی عبادت یوں بیان کی جاتی ہے:-

"یہ مذکورہ کافر اس خط لکھنے پر خاص کہ علاقہ جات چلے

یوٹر سوات وغیرہ کو لوٹ کر تباہ و برباد کرنے کے بعد اپنی مملکت سے اس کا حاق کر دیں گے۔ اس طرح ہمارا دین و دنیاوی تمام مال و متاع پامال کر دیا جائیگا۔ ان حالات میں سربمست اسلام، تحفظ نعیم اسلام دینی اور دنیاوی معاملات کے پیش نظر آپ اس موقع کو کسی طرح نظر انداز نہ کریں۔ یہ کافر حدود پر کے دھوکہ ہانڈ اور فریبی ہیں۔ ورجین طور طریقوں سے بھی ہوسکا وہ ان پہاڑیوں میں پہنچ کر افغانوں کے سامنے اعلان کریں گے کہ ان کا ان قبائل سے کوئی سروکار نہیں۔ بلکہ وہ صرف ہندوستانیوں (مجاہدین) سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اور تم کو کسی طرح کی تکلیف نہ دیں گے۔ حتیٰ کہ تمہارے سر کے ایک بال کو بھی نہ چھو جائیگا۔ بلکہ وہ ہندوستانیوں (مجاہدین) کو بلیا کر کے مارنے کے بعد فوراً واپس لوٹ جائیں گے اور اس ملک میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں گے۔ اس کے ساتھ وہ افغانوں کو مال و دولت کا لالچ بھی دیں گے۔ اب یہ کام آپ کے کرائے کے کمزور قریب میں نہ سہیں ورنہ جڑی اہمیں موقع ملا۔ وہ آپ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ مصائب گراؤں گے اور عزت و آبرو سے محروم کرتے ہوئے آپ کی تمام دولت اور مال و متاع پر قبضہ کر لے گے بعد آپ کے مذہب کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔ اس وقت سوائے غم و غم کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم اس معاملہ کی اہمیت آپ پر واضح کر رہے ہیں۔

دولوں طرف سے حکمت شروع ہوئی۔ اور ۳۰ ستمبر ۱۸۶۳ء کو

مجاہدین نے اپنے قائدین محمد عبداللہ، نور ملک عیسیٰ خان گوردن کی سرکردگی میں موضع ٹوپی تحصیل صوابی میں مقیم انگریزی فوج (گائڈ) پر حملہ کر دیا۔ انگریزی فوج کیلئے راہ فرار کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تو ایک انگریز مصدق عیسیٰ کو لکھنا پڑا کہ "یہ فساد ہم گنہگار اور شرمناک تھا۔" وہاں سے جڑ کر مجاہدین نے دیہاتے سندھ کے دائیں کنارے مورچے سمجھا لے۔ اس دوران انگریز لشکر کا اجتماع ہوتا رہا۔ و پوری واژداری سے کام لیا جانے لگا۔ کسی کو علم نہ ہونے دیا کہ تمام کس طرف ہوگا۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو جنرل پیمبر میں نے صوابی پہنچ کر کہاں پہنچے ہاتھ میں ۱۰ اکتوبر کو شہر درہ اور دن کی طرف کوچ شروع ہوا۔ ۱۵ اکتوبر کو کشتہ پشاور نے ایک مطبوعہ اعلان کے ذریعہ اطلاع دی کہ انگریز صرف ہندوستانی مجاہدین کو سزا دینا چاہتا ہے۔ افغانوں سے تفرص نہیں۔ مگر اس کا شائبہ ہوا اور یوسفزئی نے اپنے وطن عزیز کی سرزمین پر انگریز لشکر کی بغاوت کو برداشت نہ کیا۔

۱۵ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو لشکر ہرستہ نواں کلی روڈ نہ ہوا تو ۲۰ اکتوبر کو مہیبہ جا پہنچی ورنہ درہ کے آخری سرے پر کیمپ نصب کر دیا۔ ۲۱ اکتوبر کا دن منصوبہ بندی میں گزرے۔ ۲۲ اکتوبر کو گھوڑہ سواری کے دستے چھ کی طرف اقدام کرنے لگے۔ اور حیب شام کے قریب پر سوار واپس ہوئے تو یوسفزئیوں نے پیادوں سے اتر کر انہیں نہ صرف پریشان کیا بلکہ تعاقب میں انگریزی کیمپ تک جا پہنچے نصف رات گزرنے پر یوسفزئی واپس لوٹ گئے۔

دوسرے یوسفزئی قبائل بھی میدان جنگ میں کود پڑے۔ حتیٰ کہ اخوند صاحب کی سرکردگی میں مجاہدین نے ہڈ بول دیا۔ یوٹر اور

سوٹ کے علاوہ دیر اور باجوڑ سے بھی ان کی آواز پر لپک کہا گیا۔
 ہندوستانی مجاہدین اور یوسف زئی پہلو پہلو استخلاص و ملت کے لئے سینہ سپر دکھائی دے رہے تھے۔ ۲۴ اور ۲۵ اکتوبر کو
 پھر شدید جنگ ہوئی انگریز چوکیاں مضبوط و مستحکم کرنے کی فکر میں
 تھا اور ایک مضبوط چوکی کیمپ سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر
 رینگل ہلٹ کے نام سے پہاڑ پر قائم کی اور ساتھ ہی تازہ دم لشکر
 کے انتظار میں لگا رہا۔ ۲۹، ۳۰ اکتوبر کی درمیانی شب کو مجاہدین نے
 مذکورہ چوکی پر بڑی شدت سے حملہ کیا۔ انگریز کے پاؤں کھڑ گئے اور
 ان کے ۲۹ اشخاص مارے گئے۔ ۹۲ زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے
 ۳۱ اکتوبر کی صبح کو چوکی پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲ نومبر کو باجوڑ کے لشکر نے
 ایک دوسری چوکی کو یک پر حملہ کر دیا۔ رات بھر لڑائی ہوئی رہی اور
 ۱۳ نومبر کو مجاہدین نے چوکی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن انگریز نے تو یہ نہ
 سمجھا کہ اس شہرت سے حملہ کیا کہ مجاہدین اس چوکی کو خالی چھوڑ گئے
 انگریز نے تمام چھوٹی چھوٹی چوکیوں سے لشکر بلا کر تمام طاقت
 کو یک پر جمع کر دی۔ یوسف زئیوں نے بے دریغ حملے کئے اور انگریز
 لشکر کے کمانڈر پیمر لین کو زخمی کرتے ہوئے کو یک پر قبضہ کر لیا۔
 یوسف زئی حس بہت درجہ انفرادی سے لڑ رہے تھے اس کا ذکر ڈیڑھ گھنٹہ
 نے ان الفاظ میں کیا ہے :-

”ہم پرمس میں تین ہفتوں تک روزانہ حملے ہوتے رہے
 اور دشمن نہایت بہادرانہ طریقہ پر جنگ کرتا رہا۔ اس
 میں سے کوئی ہمارے توپ خانہ کے حملے میں ہرج کر رہا
 نہ تھا۔ دو دن انہوں نے کو یک کی چوکی پر قبضہ کیا جو ہمارے
 تحفظ کی کنجی تھی۔ اور جسے ہر ایک قیمت پر دوبارہ حاصل کرنا

ضروری تھا۔ دوسرے حملے میں جنرل پیمر لین نے خود لشکر
 کی قیادت کی لیکن سخت زخمی ہو کر لشکر کی قیادت چھوڑ
 دینے پر مجبور ہوا تھا

اس سلسلے میں لارڈ مڈگور مزید لکھتا ہے کہ :-
 ”یوسف زئی قبائل اکثر اوقات انگریز لشکر کے کمانڈروں
 کو آواز دیتے تھے کہ ”ہمیں تمہاری ضرورت نہیں وہ
 لال یگڑی واسے کہاں ہیں۔ اور وہ گورہ لوگ کہاں ہیں
 وہی ہمارے بہترین خشکار ہیں۔ قبائلیوں نے جلد ہی
 سکھ اور انگریزوں کو پہچان لیا جو اگرچہ جنگ نہ تھے
 لیکن ان پہاڑیوں میں بے بس نظر آنے لگے اور اپنا
 سر تک نہ چھپ سکے۔“

انگریزوں کا چکا تھا کہ فتح آسان نہیں تھی۔ جنگ نے بھی ملوں
 پکڑ چھا پکڑ اس نے فیہ کاروں اور چال بازی سے کام لیا چاہا تو شیل
 اور اس کام میں منہنوں ہو گئے۔ اختلاف کو ہوادی جانے لگی۔
 رفتہ رفتہ یوسف زئی قبائل میدان جنگ سے واپس ہونے کی فکر میں
 لگ گئے۔ جس سے لامحالہ ان کی طاقت کمزور ہونا شروع ہوئی۔
 انگریزوں کے چند خواہش کو اس پر رضا مند کرانے کی کوشش میں تھا۔
 کہ وہ انگریز لشکر کے ساتھ ہو کر دشمن ملک کو مذہم تشش کریں، اخوند
 صاحب مقدمہ پر لڑے۔ کہہ گئے کہ ان کے ساتھیوں میں کسی واقعہ پر
 چکی تھی۔ انگریز نے انہیں ہتھیار پھینک دیئے یا لوٹ جانے کا مشورہ
 دیا جو انہوں نے ٹھکر دیا اور جنگ جاری رکھنے کے فیصلے پر کاربند
 رہے۔ چنانچہ صلح کی بات یہیت ہوئی۔ اخوند صاحب جان چکے
 تھے کہ انگریز ملک کو مذہم تشش کرنے پر رضا مند ہے تو انہوں نے

سٹرٹ پیش کر دی کہ انگریز ملک کے باہر کے ایک کو مجھے کو آگ لگا
 کر واپس لوٹ جائے تو وہ بھی میدان جنگ سے اپنے ساتھیوں سمیت
 واپس چلے جائیں تھے وہ آخر دم تک مقابلہ کریں گے۔ انگریز
 نے یہ شرط مان لی جس پر چھ انگریز افسر گائڈز فوج کے کچھ سپاہی
 لے کر نوائیں بونیر کی قیادت میں موضع ملک پہنچے تو گاؤں کے باہر
 ایک جھونپڑے کو لڑاؤ کش کر کے واپس لوٹ آئے۔

۵۔ آجیلا کی سردار جیہ شول

چھ سٹے خوراک و دھواؤ لومونونہ

انگریز کی اتنی شدید جنگ لڑنے کے بعد صرف ملک کے ایک معمولی
 جھونپڑے کو لڑاؤ کش کر کے لوٹ آئے پر رضا مندی اس کی کردی پر
 پردہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ جس میں خود ایک انگریز مصنف
 ڈیویو ہنٹر کی تحریر کے مطابق چودہ انگریز افسر اور ایک ہزار سپاہی کام
 آچکے تھے۔ اور ایک دوسرے مصنف "پگٹ" نے لکھا ہے کہ:-

۶۔ افغانوں کے خلاف ۱۸۴۹ء سے ۱۸۹۰ء تک کے دہان

بیالیس مرتبہ فوج کشی کی گئی جس میں اس کے ۲۱۷۳

آدی کام آئے اور پھر اس میں ۹۰۸ صرف محرم امبیدہ میں

مارے گئے تھے۔ اور اس طرح اس اہم ترین محرم کا خاتمہ

ہوا:-

محرم اجیلہ کے بعد ہندوستانی تجاہد میں کچھ انتشار پیدا ہوا۔
 ایک حلقہ بونیر میں ہی رہا اور دوسرا علاقہ چتر زئی کو کوچ کر گیا۔
 انگریز نے بھی پولیٹیکل افسر کی وساطت سے دقل اندازی کی۔ انھوں
 صاحب سوات ادران کے مخالفین میں جنگ ہوئی۔ مخالف جماعت
 کا سربراہ مارا گیا تو خود صاحب کیسے میدان صاف تھا۔ مجاہدین کو

کو نکال، باہر کر کے ہزارہ کی طرف دھکیل دیا گیا۔

اس محرم کے بعد یوسف زئیوں کا انگریز کے ساتھ آٹھ نو سال
 تک کسی جنگ کا پتہ نہیں چلتا البتہ مختلف قبائل سے نظردی
 حیثیت میں معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ بونیر کے قبیلہ عالتہ زئی نے ضلع
 مردان کے موضع پیر سائے کو لڑاؤ کش کیا تو ان کی ناکہ بندی ہوئی
 اور جیب انہوں نے چلے ہوئے گاؤں کو تعمیر کرنے کا وعدہ کیا تو ناکہ
 بندی اٹھائی گئی۔ عجیب خان موضع چادگی جو لکھنؤ واپس رہنے کی
 ولادت میں سے تھا، کی لگیز سے لگاؤ کی صورت میں بونیر میں مقیم
 رہا۔ اس کی سرکردگی میں بونیر کے قبائل نے چند مرتبہ سدھوم پر چلے
 گئے تو اسے گرفتار کیا گیا، اور عدالت نے اسے سزائے موت دی۔

اس کے بعد بونیر کے قبائل کو مقبوضہ علاقوں میں داخلہ ممنوع
 قرار دیا گیا جس کے دوران جھڑپیں ہوتی رہیں۔ بالآخر ۱۸۸۶ء
 میں صلح ہو گئی۔ قبیلہ عالتہ زئی نے لوٹ کا مال واپس کر دیا اور
 قبائل نوادی زئی و دوست زئی نے آئندہ حملہ نہ کرنے کا وعدہ کر لیا
 لیکن اگست ۱۸۹۷ء میں یوسف زئیوں نے ملکٹ پر حملہ کر دیا تو
 بونیر والوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور ملکٹ کے (سوات) مقام پر
 انگریز سے مقابلہ ہوا۔ انگریز نے بونیر والوں کی وعدہ خلافی پر چبر
 سرٹن بلڈ کی سرکردگی میں ۱ جون ۱۹۰۸ء میں بھاری لشکر کے
 ساتھ بونیر کے سالانہ زئیوں کے علاقہ پر اقدام شروع کیا۔ وہ جنگ
 پر قبضہ کر لیں۔ دوسرا لشکر پیر سائے کے راستہ سے درہ ہبیدہ سے
 گزر کر جھل کے علاقہ دکھائی دینے لگا۔ اس دفعہ یوسف زئی کی طاقت
 کم تھی۔ پٹانچہ وادی بونیر کو روند ڈالا گیا۔ اور بارہ دن اس صکت
 عمل پر عمل ہوئے۔ بالآخر سہ دہان یوسف زئی قبائل سالانہ زئی

عائشہ زئی، نگدی زئی، دوست زئی، نوری زئی اور نسوزی نے جرمہاد
اداکر نے پورے سامندری ظاہر کی، تو ۹ جولائی ۱۸۹۸ء کو انگریز لشکر
واپس لوٹ آیا۔

پھر ۱۹۱۲ء میں دہہ امبیدہ میں دو انگریز افسروں پر کسی نے
گولی چلا دی تو انگریز نے لشکر کشی کی اور فروری ۱۹۱۳ء کی ایک
رات کو دہہ مندوی کو عبور کرنے ہوئے واپس کے موضع نو سے کٹے اور
زنگی خان کو جا بجا دیکھا اور سات ہزار روپیہ جبرمانہ لگا کر لشکر واپس
لوٹا۔

دل جنگ یورپ کے دوران علاقہ اشغر کے مشہر عالم دین
 حاجی صاحب ٹرینگڑی جون ۱۹۱۵ء میں مقبوضہ علاقہ سے نکل
کر باجوڑ جا پہنچے۔ جاتے ہی انہوں نے انگریز کیخلاف محاذ قائم کیا
اور جلد ہی ان کا لشکر پیرساٹے، مندوی اور دہہ امبیدہ میں دکھائی
دینے لگا۔ انگریز لشکر ۱۶ اگست ۱۹۱۵ء کو مستقیم جا پہنچا۔ باشندگان
بجوڑ بہادر سے لڑے لیکن کوئی اہم فیصلہ ہونے پر بغیر حاجی صاحب
ٹرینگڑی واپس لوٹ گئے۔ مہندوں کا محاذ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔
آخیر کار یوسف زئی قبائل انگریز کی شہر لٹھ، نئے پر مجبور ہو گئے
جرمہاد، اداکرنے کا اقرار ہوا۔ تو لشکر واپس لوٹ گیا اور ۱۹۱۹ء
میں ہندوستان کی تحریکات کی وجہ سے سرحدی علاقہ میں کوفے
پہن نہ ہوئی۔

حالات یونہی چلتے رہے۔ ادھر ریاست سوات کے حدود کو
دست دی جا رہی تھی اور ۱۹۲۳ء میں بعض لوہین بونیر کی مرضی
سے عبدالودود بادشاہ سوات نے اس پر سے علاقے کو اپنی ریاست
میں شامل کر لیا۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کے محکمہ سر سے نے اس

علاقہ کی دیکھ بھال کی۔ ۱۹۲۷ء میں انگریز اور بونیر کی سرحد پر نظر
ثانی ہوئی اور اس کے بعد اس علاقہ میں مشترکین تعمیر ہوئیں
علاج و معالجہ کی سہولتیں بنیں۔ تعمیر کا نظام رائج ہوا اور
بونیر و چمد کا علاقہ خطرات سے محفوظ ہو گیا۔

عمر اراخان جندولی

دادی جندوں لہذا آٹھ مہینے میں حویلی اور چار مہینے عریض ہوگی۔ جو
دریا نے چمکوڑا سے میدان تک کے علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔
۱۸۷۹ء میں عباس خان خان جندوں کی وفات پر عمر اراخان نے پیرا
اقتدار سنبھال لیا۔ یہ وہ عمر خان ہے جس کا دادا فیض طلب خان مہر
امبیدہ ۱۸۷۳ء میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ باجوڑ سے لشکر نیکر شاہ
جنگ ہوا تھا۔ ادھر انور صاحب سوات کی وفات ۱۸۷۷ء پر
ان کے بڑے لڑکے میاں عبدالرحمان نے سوات کی عثمان اقتدار ہاتھ
میں لینے کی کوشش کی عمر اراخان نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے میاں گل کو اپنا ہمراہ بنا لیا۔ اور ۱۸۸۲ء میں اداگرد کے تمام
علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ خان دیر کی نصف ریاست بھی اس کے
قبضہ میں آگئی۔ اس نے نہایت منظم طریقہ سے حکومت کا آغاز
کیا۔ اور انگریز سے اسکو طلب کرتا رہا۔ درجب اس نے بہن کے ایک
سکاپر کمپنی سے اسکو حاصل کرنے کی کوشش کی تو مسٹر جین کشنر
پشاور نے مداخلت کرتے ہوئے لکوا دیا۔

انگریز مؤرخین نے اپنی تحریروں میں عمر اراخان کو افغان نبوین
سے نام سے یاد کیا ہے۔ اس نے تحفظ ریاست سمیت دیگر انتظامات
کے ساتھ ساتھ بہترین قلعے بھی تعمیر کرائے۔ بدقسمتی سے میاں گل

کے ساتھ تعلقات خراب ہو گئے اور اس نے غار دیر سے صبح
 کھری ہوئے عمر خان کیلئے مشکلات کا پیش خیمہ تھی۔ تاہم اس نے
 ہمت نہ ہاری۔ اور ترقی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ حکومت افغانستان کو
 بھی خطہ لاحق ہو تو کابل کی طرف سے ایک مذہبی پیشو مکراتی
 ملا اس علاقہ میں آنسو دار ہوا۔ اس نے عمر خان کے خلاف
 آگ کو ہوا دی۔ اور دیر، نو، گئی، سوات، اتمان خیل اور ترکمانی
 قبائل، سالو زئی اور چھوٹا مہمند اجتہائی حیثیت میں ہفت بد
 برادر آئے۔ عمر خان نے جنگ بھی کی اور ساتھ ساتھ اسے
 تمام میں باہمی کشمکش بھی پیدا کر دی۔ محافلین منتشر ہو گئے
 انکوں نے بھی اس علاقہ سے نکل گیا اور باآئینہ ۱۹۰۰ء میں
 عمر خان اپنے قدار کے مروج تک پہنچ گیا۔ اس نے سوات
 پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ پورے دیر کے علاقہ پر اپنا قدار قائم
 کر لیا۔ حتیٰ کہ قبائل، میر محمد شریف خان کو سوات میں جا کر
 پناہ دینی پڑی۔

اس دوران پتزل کے حکمران خاندان کی آپس میں کشمکش
 ہوئی اور مہتر پتزل اور ملک کاندھون لڑ کا امیر ملک بھاگ
 کر علاقہ بندیوں میں پناہ لگے ہوئے۔ اور کچھ عرصہ قیام کرنے
 کے بعد ۱۱۹۴ھ میں واپس وطن لوٹ گیا۔ اس وقت اس کا
 بھائی نظام اس کے مہتر پتزل تھا، اس نے جا کر اسے قتل
 کر دیا۔ اور جونہی ۱۱۹۵ھ میں اپنی مہتری (بادشاہت) کا اعلان
 کر دیا۔ انگریز پہلے ہی سے اپنے دستے وہاں اپنے تحفظ کے لئے
 قائم کر چکے تھے۔ شہزادہ نے انگریز سے اپنی حکمرانی تسلیم کرنے
 کی خواہش ظاہر کی تو انگریز اس نے مرکز سے ہدایت طلب کر لی۔

اس دوران عمر خان اپنا لشکر لئے پتزل کی طرف چل پڑا۔ مہتر
 پتزل یہ سمجھ کر کہ وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے آیا ہے
 اپنا لشکر لئے مقابلہ کیلئے آیا لیکن عمر خان کے منظم لشکر کے سامنے
 ٹھہر نہ سکا اور شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ عمر خان نے دروش پر
 قبضہ کرتے ہوئے وہیں قیام کیا۔ اور پتزل پر خود قبضہ کرنے کے
 بجائے امیر ملک کے چچا شیر افضل کو مہتر بنا کر اس سے وعدہ کیا
 کہ وقت ضرورت دونوں مل کر محافض کا مقابلہ کریں گے۔

انگریز ہمیشہ سے عمر خان کے جدید طرز کی حکومت کو شک کی
 نگاہ سے دیکھتا تھا کیونکہ اسے پوری طور پر علم ہو چکا تھا کہ اس
 کا لشکر عام پٹن زئی قبائل کی طرح غیر منظم نہ تھا۔ پناہ پناہ سے
 نکلے ہوئے کہ کہیں عمر خان پتزل سے پتہ ور کی سرحد تک تمام قبائلی
 علاقہ پر اپنا تسلط نہ جمائے۔ اس نے مہتر شیر افضل کی قیادت
 تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہاں یہ بنایا کہ الفاظ غیر موزوں
 و دروغت میں استعمال کئے گئے تھے۔ ساتھ ہی عمر خان کو بھی
 تنبیہ کر دی کہ وہ واپس لوٹ جائے۔ شیر افضل نے انگریز کے
 پوکیوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک ہی جھڑپ میں چودہ نمبر سکھ و جٹ
 کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور انگریز افسروں کو قیدی بنا لیا۔
 قلعہ کے سپاہی محاصرہ میں رہے۔ اور جب ان دو انگریز
 افسروں کو عمر خان کے بھائی عبدالحمید خان کے سامنے پیش کر
 گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دھوکہ سے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔
 عبدالحمید خان نے گرفتار کرنے والوں کی مذمت کی۔ شیر افضل بھی
 عزت و احترام سے پیش آیا۔ اور باآئینہ ان کو عمر خان کے پاس
 دروش بھیج دیا گیا۔ اور دوسرے روز جب عمر خان واپس لوٹے

رہا تھا۔ تو ان افسروں نے بلو شی اس کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی اور وہ عمر خان کے قلعہ ہوا پہنچ گئے۔ راستہ میں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ اور پھر عسراخان کے پاس وہ دو ہفتے رہے۔ اس دوران بھی ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ جس کا اعتراف ان فیسوں نے خود کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عسراخان کی نیت انگریز کے حق میں خراب نہ تھی تاہم انگریز جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس کی منظم جنگی طاقت سے ہمیشہ خائف رہا اس لئے اس نے عسراخان پر لشکر کشی کا فیصلہ کیا۔

۱۹ مارچ ۱۹۵۵ء کو انگریز لشکر کا اجتماع پٹ ور میں شروع ہوا۔ بد میں نوستہرہ منتقل ہوا۔ دیکھم اپریل ۱۹۵۵ء کو جب اس لشکر نے اقدام کیا تو اس میں ایک افادہ سے کئے مطابق تین بریگیڈ جن میں نصف انگریز اور نصف دیسی فوج، گھوڑ سواروں کے دو دستے، چار پہاڑی توپ خانے اس کے ساتھ پائینر اور سپر مائز مدد تین رجمنٹیں دس دستوں کی دیکھ بھال کے لئے جن کی کمان لفٹیننٹ جنرل سربرہٹ لڈ کے دستے تھی، شامل تھے اور ساتھ پانچ دیگر برگڈینز جنسوں تھے۔ یہ عظیم ستان لشکر ان افادوں کے مدد روانہ ہو رہا تھا۔ جن کے پاس صرف شہر، تھر اور سرفی قسم کی ہندو قیس کے سوا کچھ نہ تھا۔

نوستہرہ سے لشکرے کوچ کیا۔ تو اسے سرحدی پہاڑیوں کو عبور کرنے کیلئے درہ مورہ، درہ شاہ کوٹ اور درہ مال کڈ کے تیس راہ سے دکھائی دیتے تھے، اور ان میں سرفی سرفی مورچے باندھے سپر سپر نظر آئے۔ ایک خطہ لشکر کو بائی لئی کی جانب روانہ کیا گیا۔ اس میں گھوڑ سوار تھے اور ہدایت تھی کہ وہ گرو وغبار میں

طریقہ پر آرائیں جس سے افادوں کو تمام لشکر کا گمان ہو، دوسرے خطہ لشکر کو درہ شاہ کوٹ کی جانب بھیجا گیا۔ تیسرے خطے کو پوری طاقت کے ساتھ مال کڈ پر بغار کا حکم ملا۔ اپریل کو حیونوں، وراثوں کے، جسم آگ اور خون سے کھیلنے نظر آنے لگے۔ مسلسل پانچ گھنٹے جنگ جاری رہی جس کے عواذ کی مباحی انداز ڈیڑھ میل کے قریب تھی۔

یوسف لئی قبائلی جس انداز سے مصروف جنگ ہوتے اس کا ذکر اس میں شامل ایک انگریز (ریٹیف آف چترال) یوں لکھتا ہے کہ: "دشمن کی اس حقیقی بہادری کو فیہ موش نہیں کیا جاسکتا کہ جو اس نے مسلسل پانچ گھنٹوں تک تیراں کے صیغہ نشانہ اور شاندار بہادری کے مقابل دکھائی دی وہ مزید برآں کہ اس کے اختتام پر سنگینوں کے حمل میں بھی پوری مضبوطی سے سینہ سپر رہے۔ ان کے ایک سردار نے جو سرخ و سفید رنگ کا علم اٹھائے ہوئے تھا اپنے ساتھیوں کو "سکاٹش بورڈرز" (انگریزی فوج) پر اس وقت حملہ کرنے کو ملکا دیا جبکہ وہ فوج پہاڑی کے نصف تک پہنچ چکی تھی۔ حملہ ہوا ایک ایک کر کے حملہ آور کرتے رہے تا آنکہ ان کا ایک سردار باقی رہ گیا۔ وہ بلا خوف و خطر گرتے پڑتے آگے بڑھتا رہا۔ ادھر زخمی ہو، ادھر بلا توقف پھر اٹھا، چلا، بالآخر قریب پہنچ کر گولی لگنے سے ختم ہوا۔ اس سے زیادہ بہت وحشت کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

یہی مصطفیٰ ایک اور افغان کے متعلق لکھتا ہے کہ۔
 " دشمن کا ایک ڈھونڈ بھائیوال جب اپنی جرات
 دکھانے پر مطمئن نہ ہوا تو ایک جھوٹے سے پوچھ کر
 اوپر سے اپنے ساتھیوں کو ملکا دنا شروع کیا۔ اور وہیں
 سے انہیں شاباش دیتا رہا۔ وہ دیکھے بعد دیگرے گولیوں
 سے زخمی ہوتا رہا۔ لیکن حکمران زخم کو باندھتا پھر کھڑے
 ہو کر ڈھونڈ پر ضرب لگاتا۔ بالآخر ایک گولی اس کا سینہ
 چاک کرتے لکل گئی تو وہ سر کے بل کوئی ایک سڑگر کے صدمہ
 پر چٹان سے کنا دے گر کر ختم ہو گیا لیکن اس حالت میں کہ
 بھی تک ڈھونڈ اس کے گلے میں اور ہاتھ ضرب لگانے
 کو اٹھے ہوئے تھے۔"
 (میکسٹن یگسٹر ہنٹ)

رات ہو چکی تھی جنگ بند کر دی گئی۔ وہ یوسف زئی جو وہ مورہ
 اور شاہ کوٹ میں پڑے ہوئے تھے۔ حالات سے باخبر ہو کر اس
 طرف چلے آئے اور مصطفیٰ کی بھٹ کو مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔
 چنانچہ دن پڑھے تک بریگیڈ نے سوات کی رہ لی۔ تمام کو یوسف زئیوں
 نے پھر حملہ کیا۔ اور مہموں میں بھڑپ کے بعد واپس لوٹ گئے۔
 تھانہ میں اجتماع کیا۔ ۵ اپریل کو پھر جنگ ہوئی۔ سخت مقابلہ
 کے بعد یوسف زئی دریائے سوات عبور کر گئے تو عسکر خان کا ایک
 بھائی امدادی لشکر لے پہنچ چکا تھا۔ انگریز کا بھی کچھ لشکر کسی
 کسی طریقے سے دریا کے پار پہنچ گیا۔ چکدرہ میں عسکر خان کا تعمیر کردہ
 قلعہ انگریز کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اور انگریز لشکر نے ہندو کی طرف
 اقدام شروع کیا۔

۱۰ اپریل کو دہرہ پور کے وقت دو لشکر دریا کے دونوں کناروں سے

آتے دکھائی دئے۔ شدید جنگ ہوئی انگریز لشکر کا کمانڈر بری طرح
 زخمی ہو کر حکمران تو لشکر نے واپس کیمپ جانے کا رخ کیا۔ یوسف زئی
 تباہ میں تھے اور پتھر اٹھا، اٹھا کر انگریز لشکر پر پھینکنے لگے۔
 پتھر رات ہوئی تو قلعہ واپس لوٹ گئے۔

اس جنگ و جدل میں انگریز لشکر عسکر خان کے مرکز ہرداسے کوئی
 ٹھکانہ میں تک پہنچ چکا تھا۔ دریا سے پھونڈا ہوا انگریزوں نے پل
 باندھا۔ خان دیر کو ہدایت ہوئی کہ وہ تھوڑا سا لشکر لے کر حیرال کی
 طرف چل دے اور راستہ میں یہ مشہور کرتا جائے کہ عسکر خان کو
 شکست ہو چکی ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا لوگوں میں بدلی پھیل اور
 عسکر خان کو مزید لگ نہ پہنچ سکی۔ انگریز نے عطا کے ذریعے عسکر خان
 کو دعوت دی کہ وہ اکیلے باہر نکل کر لشکر کے کمانڈر سے گفتگو کرے
 عسکر خان نے ہوا لکھتا کہ۔

" مجھے آپ سے مل کر براطینان گفتگو کر لینے میں ٹری
 مسرت ہوئی اور اس طرح تمام معاملات بہ طریق احسن
 طے کر لئے جاتے لیکن ہنستی سے میں اس وقت تین
 ہزار غازیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ جو میرے باہر نکلنے کی
 بات کو نکلنے کے بھی رد دار نہیں۔ میں یہ بھی دیکھتا
 ہوں کہ آپ بھی قابلوں کو ساتھ لے ہوئے ہیں۔ اس
 عادت میں براطینان گفتگو نہیں ہو سکتی میں تجویز کرتا
 ہوں کہ آپ اپنے قابلوں ہاتھیوں کو دور کر دیں اور میں
 اپنے ساتھیوں کو دور بجمع دوں گا۔ اس کے بعد میں اور
 آپ کھلے میدان میں مشاورت کریں گے۔"

عسکر خان کا جواب قابل قدر تھا مگر انگریز کی نیت خراب تھی۔

جنگ شروع ہوئی۔ افغانوں نے شدت سے حملہ کرتے ہوئے انگریزوں
 لشکر کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا لیکن اسی دوران ہڑید شکر معدود پٹانہ
 کے سپہنشا۔ جنگ بند ہو گئی، عمر افغان کچھ ایساں برداشت ہو کر دوس
 رات وطن غریب کو خیر باد کہتے ہوئے افغانستان چل گیا جسے ہوئی تو
 انگریز لشکر نے اقدام کیا۔ مقابلہ پر کوئی نظر نہ آیا۔ اور وہ نہایت
 فاتحانہ انداز میں منڈ، قلعہ میں جس کے دروازے کھلے تھے، داخل
 ہو گیا۔ یہ ۱۸۹۵ء کا روز بد تھا۔ ب انگریز کو مزید اقدام کی
 ضرورت نہ تھی۔ وہ عمر افغان کی طاقت کو توڑنا چاہتا تھا توڑ چکا۔
 مذکورہ جنگ کے دوران محمد شریف خان سابق خان دیر انگریز کی
 مدد کرتا رہا۔ اور جیسا کہ بیان کیا چکا ہے۔ انگریز کا پیغام سے کہ چترال
 کی طرف گامزن ہوا تھا۔ چنانچہ انگریز نے دوبارہ اسے خان دیر شیم
 کر لیا۔ اس دوران دیر اور سوات یجنسی قلم ہوئی بعد میں چترال کو
 بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ تو وہ مالکنڈ یجنسی کے نام سے موسوم
 ہوئی۔

حاجی عمر افغان جنہوں نے زبرد آزما ہونے کے بعد انگریزوں سے چترال
 پر اقتدار قائم رکھنے کی غرض سے پشاور سے پتوں تک سڑک تعمیر کی
 اور اسے محفوظ رکھے کیلئے درگئی، مالکنڈ، خارا اور چکدرہ میں حفاظت
 چوکیاں قائم کیں۔ تقریباً دو سال میں دینیوں سے گزرنے کا ہسم
 یوسف زئی، افغان مظہر زہرہ کے، اور موقع و محل کی تلاش میں
 رہے۔ انہی حالات میں ۱۸۹۷ء صوبہ خیبر کے تمام قبائلیوں میں
 بیک حبش، انگریز کے خلاف جذبات بھرتے گئے۔ دیرستان سے
 ایک چنگاری نے اڑتے ہوئے پورے صوبہ خیبر یعنی فریدی، مہمند
 اور قلعہ مالکنڈ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بالائی سوات میں بھی شعلہ

برپا ہو چکی تھی۔ نواب دیوبند، انگریز کو پام مل صاحب، دوران کے
 کی رفتار کی سسرگرمیوں کی طرف متوجہ کیا۔ جس سے عوام کے جذبات
 بھڑک اٹھے۔

۸ جولائی ۱۸۹۷ء کو منڈا کے قریب مل مستون یا مستور فقیر جس
 کا اصلی نام سعد اللہ خان ورجید اللہ اور موضع ریگا ہونو کا رہنے
 والا تھا۔ اور یوسف زئی میں زئی کے فری شاخ نوری زئی کے بالائی
 قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کے بھائی کا نام نذر دہ پھوٹا
 تھا۔ نمودار ہوا۔ جس نے عوام کو جہاد کی دعوت دی۔ انگریز کو
 علم ہوا تو اس نے مردان سے گاڑی زانی فوج حبس کر لی۔ در فیصلہ
 کیا کہ راتوں رات امان درہ بوقصر کر لیا۔ ۲۶ جولائی کو منڈ
 مستون سے منڈا کے سے تھانہ کا رخ کیا۔ اس وقت اس کے ساتھ
 صرف چند خود سال لڑکے تھا جنہوں میں جھنڈیاں اٹھانے چلے گئے
 تھے۔ لیکن راستہ میں تیس چار سو دوست زئی نوجوان ساتھ ہو گئے
 تو موصفات لڑکے، ہٹ جید، در پیہ کورونہ سے ہوتے ہوئے
 قلعہ مالکنڈ پر رات ۵ بجے حملہ آور ہوئے۔ انگریز لشکر سے سراسیمگی
 کی حالت میں سکھوں کو گئے جھونکا جو اکثر قتل ہو گئے۔ افغانوں
 نے کوارٹر گارڈ پر قبضہ کرتے ہوئے تمام اسلحہ و بارود لوٹ لیا۔

ملہ پہ سدا کی وقتہ دیرج سرتور فعتیں دے

جیلک فرنگے دستان پہ ویر دے

سرافات شکر ہ مقام فتح پور سوات چنے پیچھے چار بیٹیاں
 اور ایک بیٹی مسستی عمر افغان چار سالہ پھوڑے تھے۔ عمر افغان زہرہ
 بہت اور فتح پور میں صاحب جاندار و رہائش پذیر ہے۔ اس
 نے باب کا قریب کیا ہے۔

اور صبح تک یہ ہنگامہ آدھائی جاری رہی۔ اس حملہ میں انیس غازی شہید ہوئے اور انگریزوں سے ایک کرنل، ایک میجر، ایک کپتان اور پانچ سوائیس سپاہی مارے گئے۔ اور ایک ہزار تیسس سپاہی زخمی ہوئے۔ اسی وقت مسعود کی ہدایت پر غازیوں نے لند چکدرہ پر بھی حملہ کر دیا تھا۔ وہاں بھی سخت مقابلہ ہوا، انگریز نے مالاکٹہ فیلڈ فورس کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد مالاکٹہ اور ملحقہ چوکیوں پر قبضہ مستحکم رکھنا تھا۔

۳۱ جولائی ۱۹۰۰ء کو انگریز لشکر کا نوشہرہ جھانڈی میں اجتماع ہو۔ جنرل بلڈن بلڈن نے اس کی قیادت سنبھالی۔ اس وقت افغانوں نے قلاؤ چکدرہ پر بھی حملہ کرتے ہوئے چکدرہ کی چوکی پر قبضہ کر لیا۔ وہ انگریز افسر ۱۶ سپاہی اور ۲۲ گھوڑے مارے گئے۔ اس کی روداد یوں بین کی جاتی ہے کہ چکدرہ میں اس جھڑپ کے دوران انگریز تارہ زخمی ہوئے اور ان کی تعداد بھی پہلے کی نسبت زیادہ تھی۔ افغان پیچھے ہٹ گئے، وہ انگریز فسر تعاقب میں تھے کہ اچانک جہر زخان نامی ایک بہادر افغان جو مینگورہ (سوات) کا رہنے والا تھا۔ اور غلک تھل نور کا بیٹا تھا اور یوسف زئی کی بیٹی شاخ بابوزئی سے تعلق رکھتا تھا، کی لڑکائی سنائی دی۔ وہ اپنے ساتھیوں کی ہمت بڑھا رہا تھا۔ اور اپنا پستول ہاتھ میں لئے ان کو ٹھہرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں رسالہ کے وہ دو انگریز افسر گھوڑہ سوار مارے گئے۔ وہ کئی سپاہی بھی لقمہ اجل بنے۔ اس کا یہ جذبہ چوکی پر قبضہ کرنے میں کمزور ثابت ہوا۔ اس حملہ میں کئی غازی شہید ہوئے اور انگریز کا ایک صوبیدار ایک میجر، ایک کپتان اور ۱۱ سپاہی مارے گئے اور ۲۰ سپاہی زخمی ہوئے۔

یہ سب کچھ سید اکبر نامی خیل بابوزئی جو جہر زخان کا سب سے بڑا تھا، کی ہمت سے ہوا۔

۴ اگست کو انگریزی لشکر نے اقدام کرتے ہوئے دھان درہ پر قبضہ کرنے کے بعد چکدرہ کو بھی محاصرہ میں لے لیا۔ اور اس قبضہ پر قبضہ کا مظاہرہ ہوا کہ جو فوج اس سے تیار ہوئے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ سکھوں کو ہدایت ہوئی کہ وہ انتظام مینے کے لئے ہٹ ٹیل پر یورش کریں وہاں بھی قتل عام ہوا۔ ان جنگوں میں باشندگان سوات باجوڑ اور تھان خیالوں کے علاوہ بڑی تعداد میں مقبوضہ علاقہ کے افغان بھی شامل ہوئے۔ اپنے فغان بھائیوں کی مدد و اعانت کے لئے تپہ بانی زئی (ضلع مردان) اور تنگی (ضلع پشاور) سے بھی جتنے گئے انگریز نے کوشش انتقام میں جھوٹی چھوٹی ہادیوں کو گولہ داروں کی ہوجکی تھیں دوران کے کھن پہاڑوں میں سے گئے تھے سوار کر دیا۔ اور اس طرح پائیں سوات کے علاقہ کو بھی پامال کرتے ہوئے بڑھتے گئے۔ درہ بانی سوات پر نظر پڑی تھی۔ وہاں کے باشندگان نے شہر بھج علی طلب کیوں قبضہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کو بھی پامال کیا جائے۔ اسی مدعا کے پیش نظر ۱۴ اگست کو انہیں بلڈن کی کمان میں انگریزی لشکر نے تھان کی طرف کوچ کیا اور امداد کیسے مزید لشکر کو مردان میں مقیم کر دیا گیا۔ اسی دن انگریز لشکر نے تھان کے پر حملہ کر دیا جس میں خوب فائدہ بھی زیر استعمال تھا۔ فغان مردانہ دار مقابلہ کرتے رہے۔ درہ بانیوں طرف سے فوجاں مرتے اور کھیتے رہے۔ ۱۸ اگست کو انگریز نے جدید صفحات کے ساتھ پھر حملہ کیا۔ قدم قدم پر غازی مدافعت کرتے رہے تاہم ۵ اگست کو یہ لشکر منگورہ پہنچ گیا۔ آگے بڑھے کہ ہمت رہی تھی اور ۲۳ اگست

کو بریکوٹ میں قیام کرنے کے بعد واپس اپنے کیمپ کی راہ لی۔
 بعد ازاں انگریزوں کی پیش قدمی جنوں کی طرف ہونے لگی۔ تو
 ۴ ستمبر ۱۸۹۱ء کو گوگوسہم کے مقام پر کیمپ نصب کر دیا۔ ۱۰ ستمبر کو اس
 لشکر نے مختلف جماعتوں کی شکل میں وادی میں گھومنا شروع کیا۔
 خواہش سے انفرادی طور پر بات چیت ہوئی۔ اور بعد ازاں مہندوں کی
 گھوٹنالی کا خیال پیدا ہوا جنہاں پر نو انگلی سے راستہ اقدام کیا جاسکتا تھا
 چنانچہ لشکر کا ایک حصہ ۱۲ ستمبر کو شہموزی پہنچی تو دوسرے حصے نے
 علاقہ حار کی راہ لی۔ اول الذکر لشکر دہرائے ڈھلے کو عبور کرتے ہوئے
 علاقہ حار میں داخل ہو گیا۔ اور مقابلہ کرنے کے بجائے خان حار نے ان
 کا استقبال کیا نیز انگریزوں کو بھڑک کر یقین دلایا کہ وہ جنگ نہیں کرت
 چاہتے۔ جس پر انگریزوں کا ہنسنے نے لشکر کی آمد سے فصول کو جو نقصان
 پہنچا تھا اس کا مبادیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

اب ایک حصہ لشکر کو ڈھلے یا وادی میہوند کی طرف روانہ کیا
 گیا اور اس نے رعب ڈھلے کی خاطر وادی میں داخل ہوتے ہی
 پیچھے گاؤں کو نذر آتش کر دیا جس پر افغان جو پہلے ہی سے اپنے
 گھروں کو خالی کر چکے تھے اور تیار بیٹھے تھے، جلدی ان پر حملہ کر دیا
 انگریزوں نے یہ حملہ غیر متوقع تھا۔ متوجہ نہ سکا اور بھاگ کھڑے ہوئے
 افغان کافی دور تک تعاقب کرتے رہے۔ انگریزوں نے نو انگلی
 جاکر دم لیا۔ وہاں امداد ملی کہ مہندوں کے مشہور بزرگ بڑا ملا
 صاحب لشکر کے انگریزوں کا انتظام کر رہا ہے تو اس نے اس وقت
 مہندوں کے حملہ کو امداد میں ڈال کر پیچھے اس علاقہ کی وادادی کا
 اطمینان کر لینا چاہا۔ حار سے لشکر کی روانگی پر وہ رہبت کے قریب
 افغانوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا، نصف رات تک جنگ

میری۔ بہن انگریز ایک دسی افسر کی سپاہی اور ۹ گھوڑے درخیز
 کام تھے۔ دن نیکلے پر انگریز نے تعاقب شروع کیا مگر افغان اس
 وقت تک دور جا چکے تھے۔ راستہ میں ایک آدھ جھڑپ ہوئی اور جب
 سواروں نے گھوڑوں سے اتار کر پتھروں کی آڑ سے کوفارنگ شروع
 کی تو افغان اپنی گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلے۔ اب انگریز نے
 وہ رہبت کو عبور کرنے کا ارادہ ترک کر کے وادی میہوند کو براہ کرنے
 کا فیصلہ کیا۔ درخان حار کے محفوظ ترین قلعہ عنایت میں انگریزوں نے
 کا اجتماع ہوا تو ۱۴ ستمبر کو وادی میہوند کی راہ لی۔

رسالہ توپ خانہ اور پیادہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا
 ایک حصہ صبح ۹ بجے کے قریب وادی میہندی۔ افغان مقابلہ برائے
 اور اس شدت سے حملہ کیا کہ انگریزوں والوں کو لوٹ جانے پر مجبور ہو گیا
 افغان تعاقب کرتے رہے۔ دوسرے حصہ لشکر نے دھلے کی طرف
 اقدام کیا۔ یہاں پر بھی افغان ڈھلے رہے اور انگریز نے اسی غیرت
 و پس لڑنے میں ہی دیکھی۔ ۱۰ دھرتیرا حصہ جو شاہی تنگی کی طرف
 کوچ کر رہا تھا۔ مصیبت میں پھنس گیا۔ اور جب افغانوں نے زیادہ
 پریشانی کی تو اسے بھی واپسی کا حکم ملا۔ افغان پہاڑوں سے نیچے
 اتار آئے اور ایسی بھگدڑ مچی کہ سپاہی ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ جب
 نصف کے قریب لشکر کی مارے جا چکے۔ تو افغان اس وقت کافی
 نزدیک آچکے چنانچہ دست بہ دست جنگ شروع ہوئی۔ اور شکل باقی
 ماندہ لشکریوں نے بھاگ کر ایک ماہ میں پہاڑی اور ۱۲ بجے تک یہ
 جنگ جاری رہی اور اس کے بعد جب افغان واپس ہوئے تو ایک ٹکڑ
 انگریز سپرد کو بھی اٹھائے گئے جس کے انجام کا کچھ پتہ نہ چلا۔

انگریزوں کے دفاع پر یہ کاری ضرب تھی اس نے فوری طور پر لشکر کو

جمع کیا اور اقدام کا حکم دیدیا۔ افغان اس وقت دو جہاں چکے تھے۔
جو ٹھوڑے سے بہت رہ گئے تھے انہوں نے جنگ جاری رکھی۔ انگریز
سے مشکل دو گھنٹوں میں پہاڑی پر چڑھ کر قلعہ تنگی بہ بہاری قلعہ کی
اور اسے بموں سے گرنے کے بعد واپس لوٹ گیا۔ اس کی واپسی پر افغان
ان کے تعاقب میں رہے۔ در لہجوں نے لشکر کے ایک حشد کو اپنے
برعہ میں لے لیا۔ شام ہوئی اور انگریزی لشکر نے زمین میں پھنسے ہوئے
ساتھیں کو افغان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ افغان سائے
کی طرح ساتھ لگے رہے۔ بھاگنے والوں کی حالت قابل رحم تھی۔ راست
میں وہ حال ہو کر خود خود گرنے لگے۔ اور محفوظ کا تو حال تھا کہ وہ
اپنے اسوٹھ سے سے قبل بھی نہ رہے تھے۔ شدید بارش ہوئی اور
افغان نرسے میں پھنسے ہوئے سپاہیوں کو اپنی حالت میں پھوڑ کو
انگریز واپس چلے گئے۔

گلی صبح انگریز نے اُن گم شدہ پانچویں میں پھنسے ہوئے ساتھیوں
کی فکر کی۔ وہ اقدام کیا۔ وہ لگی ہوئی تدرستہ میں مشکوروں کے قریب
سے، زخمی سے لگا ہوا سامان ۱۰۰ درجہ و قوس پر پہنچے تو پھوڑ کو
میں سے تمام ساتھیوں کو خون میں نہ پت پایا جن میں ایک جرنیل
بھی تھا۔ اس کا نام انگریز نے صیغہ راز میں رکھ ہر طرف آدمیوں سے
اور فوجوں کی ماشیں پڑی تھیں۔ اس موقع پر ۹ انگریز ۳۰ ویسی
انسر اور ۱۳۶ سپاہی لقمہ اجل بنے۔

۱۸ ستمبر کو جدید مقام کے تحت انگریز نے پوری ایک برنگیٹ
فوج کے ساتھ مدد کی طرف اقدام شروع کیا۔ افغان بھی مقابلہ
کرتے رہے اور لشکر مسلسل آتش بازی ہوئی رہی جس سے یہی
معلوم ہوا تھا کہ کافی تعداد میں افغان مقابلہ کر رہے ہیں لیکن جب

آتش بازی بند ہوئی تو دیکھا گیا کہ صرف ایک افغان مجاہد انگریز لشکر
کو اس قدر پریشان کر رہا تھا۔

۲۰ ستمبر کو انگریز نے موضع اغلی کا رخ کیا۔ اور معمولی بھڑبھڑ
کے بعد واپس ہوا۔ اسی طرح ۲۲، ۲۳، ۲۴ ستمبر کو داغ و رنگ کی کوریج
کیا گیا۔ دیریں آٹا انگریز جنگ سے تنگ آ چکا تھا۔ اسے اپنے لشکر
کی ضروریات مہیا کرنا آسان نہیں تھا۔ چنانچہ صلح و صلحیت کے
بہانہ جنگ کو ختم کرنا چاہا۔ اور صرف اس قدر مطالبہ کیا کہ ۲۰ ستمبر کو
لشکروں کو قتل کرنے کے بعد جس قدر ہندو قیس چھین لیگی ہیں وہ
واپس کر دی جائیں اس پر ایک انگریز مسٹرفیلڈ مسٹر جرنیل پول اظہار
خیال کرتا ہے کہ۔

”یہ ہندو قیس کوئی اہمیت نہ رکھتی تھیں۔ اگر اہمیت تھی
تو ان افسروں اور سپاہیوں کی کر جو ہم کھو چکے تھے۔ یہ
بہت مناسب کفایت شعاری تھی۔ لیکن حقیقتاً شہنشاہیت
اور کفایت شعاری کا ہمیشہ سے آپس میں ٹکراؤ رہا ہے
جیسا کہ دیا تدریسی اور ذوق غرض کا۔ اسی وجہ سے ہم
بڑی رقموں کے پیچھے چھٹی رقمیں پھینکے کے پابندی پر عمل
پیر رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ تاکہ ہماری ساکھ قائم
رہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی نادیدہ قرض دہتا ہو
کو ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں سامان مہیا کرنے کے
آرڈر دینا شروع کر دیتا ہے“

۲۵ ستمبر کو دلی میونسپل کا ایک جوگہ گفتگو نے صلح کے لئے
پنڈیٹ مہنتی کی صلح نہ ہو سکی تو ۲۵ ستمبر کو انگریزی لشکر نے وادی
میونسپل میں چندر دیہا قوی کو مسما کر دیا۔ ۱۰ فٹ فوٹ کو اس کا علم چھلے

یہی ہو چکا تھا اور انہوں نے اپنے اپنے اہل و عیال کو بہاڑیوں میں سے جا کر گاؤں خالی کر دیے تھے۔ اور حتی المقدور مقبلاً نہ سکتے۔ یہ ۳۰ ستمبر کو آگرہ اور گڑھ پیرنگ ہر سال جانے لگی۔ فنان مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے۔ ڈھوں کچ رہے تھے اور وہاں تہ انداز میں جنگ لڑی جا رہی تھی۔ دو انگریز افسر مارے گئے، پانچ شدید زخمی ہوئے اور ۵۴ سپاہی ہلاک ہوئے۔

شکر کا کمانڈر پنکھوڑہ میں مقیم تھا۔ ۲۰ اکتوبر کو وہ تازہ دم فوج لے آئے۔ اس کی آمد سے قبل ۳۰ ستمبر کو پہلی بارہ بمباری ہو چکی تھی۔ پہلی بمباری کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ بمباری کے بعد جب یہ شکر واپس لوٹا تو افغان لشکر قب کر رہے تھے۔

اس کے بعد پھر کھنگوٹے صلح کا آغاز ہوا اور ۱۱ اکتوبر کو خان خاں جاد اور خان نوگئی کی قیادت میں علاقہ کے معرین بر مشتمل ایک بزرگ حمایت قلعہ سے نصف میں سے فاصلہ پر نوں کلی میں حاضر ہوا۔ اور فیصلہ ہوا کہ ایک مقررہ تعداد میں ہندو قیس واپس کرتے گئے بعد عمر اخان کے طرفداران کو اپنے علاقہ میں قیام کے اجازت نہ دیں گے۔ اس پر ۱۲ اکتوبر کو عنایت احمد کا کیمپ اٹھایا گیا۔ انگریز کے خان نوگئی کو دس ہزار روپے۔ خان خاں کو ساڑھے تین ہزار روپے اور خان جاد کو اڑھائی ہزار روپے بطور "صلہ خدمات" نام میں دیے تو شکر کی واپسی ہوئی اور ۲۰ اکتوبر کو جاد پہنچ کر اتارن خیوں سے شہر انطو صبح طلوع پائیں۔ وہاں سے مالاکوٹ جادیم بنا۔ راستہ میں مقام جادہ ایک مختصر سے شکر کو مقیم رہنے کا حکم ملا تاکہ می در تیراہ میں شہریت کے خواہشمند برید و لوٹ کو روکا جاسکے اور اس طرح انگریز کا ۱۸۹۷ کا دھشت اور بربریت کا دور ختم ہو۔

صرف یہی نہیں بلکہ تھرکھ آبادی اس دور سے چلی کر انگریز واپس جانے پر مجبور ہوا اور یوں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔

انگریزوں کے متعلق علامہ احتشام فرماتے ہیں:-

سے اسے نہ افسوس نہ فرنگی بے غصہ

فشارِ دورِ استیں اور نگر

از سریب او اگر خواہی امانت

اشرانیش را نہ جو مل خود بر آت

حکمتش ہر قوم را ہے چارہ سحر

وحدت اعزایاں حد پارہ سحر

ریاست دیر

ریاست دیر شمال مغربی سرحدی علاقہ میں واقع یوسف زئی قبیلہ کی ایک قدیم اور سیاسی حیثیت سے اہم اور مشہور ریاست تھی جس کی زیادہ تر آبادی یوسف زئی کی ذیلی قبائل ملی زئی، ادین زئی، ابان زئی اور خاوند زئی پر مشتمل تھی۔

دشوق سے ہمیں کہا جاسکتا ہے کہ اس ریاست کی ابتدا ک اور کن حالات میں ہوئی کیونکہ اس قبائل علاقہ میں عہد بہار خان کے بعد وقتاً فوقتاً صاحبان قوت اپنی پھوٹی چھوٹی ریاستیں یا حکومتیں قائم کرتے رہے جن میں ریاست دیر کو قدرت نے طویل زندگی عطا کی۔

کہا جاتا ہے کہ خون الیاس بن تور بن ابراہیم بن ہامت بن امیر پانڈہ خیل ملی زئی یوسف زئی ایک بزرگ نے اپنے زہرہ نقوی سے

اس علاقہ میں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ جو بعد میں انھوں نے صاحب دیر کے نام سے منسوب ہوئے اور جو سجدہ شیعہ کی حیثیت سے قوم کے رہنے لگی کہتے تھے۔ انہیں کی تفصیل بقول عبید اللہ کورشا، ذیل میں درج کرتا ہوں۔

انھوں نے الیاس شیخ آدم بنوری مشوانی

دیر کے، انھوں نے بابا کا نام الیاس اور والد کا نام تور ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے یہ یوسف زئی ہیں خواجہ زئی، علی زئی پاشندہ خیل ہے۔ انھوں نے الیاس اپنے وقت کے تمام مرتبہ علوم کی تحصیل کے بعد ایک افغان بزرگ شیخ آدم مشوانی کے بڑے بیٹے خواجہ محمد کے مشورہ سے ہدایت و عرفان کی تلاش میں لاہور پہنچے۔ اور وہاں شیخ آدم مشوانی کے مرید ہو گئے۔ شیخ آدم مشوانی بنوری نامی گادوں کے ایک نامور افغان بزرگ تھے۔ انہیں شاہجہان بادشاہ نے ۱۰۵۱ھ میں ملک بدر کر دیا۔ وہ وہ ملک مکرملہ چلے گئے۔ اس ہجرت میں انھوں نے الیاس یوسف زئی بھی اپنے پیروں کے ہمراہ رکھ رکھے۔ اس مہاجر سفر میں سے انہیں شیخ آدم مشوانی کی طرف سے خلافت کا خرقہ اور ارشاد کی اجازت ملی۔ ۱۰۵۳ھ حیدرآباد کے آخری دنوں میں شیخ آدم مشوانی نے دہلی مندرہ میں وفات پائی۔ انھوں نے الیاس وطن و پس آگئے۔ اور لاہور کے مقام پر عرفان کی مشعل روشن کی۔ اس علاقہ کے اکثر افغان ان کے مرید ہوئے اور مرتبہ وقت تک بنوری طریقہ پر قائم رہے اور لاہور کے مقام پر ۱۰۸۶ھ مطابق ۱۶۷۶ء ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد سے وہ مشعل جو انہوں نے روشن کی تھی ہمیں پشتونوں تک اُس

علاقے میں روشن رکھی۔ اور وہاں کے لوگ علم و عرفان حاصل کرنے کیلئے ان کے پاس جمع رہنے لگے۔ یہ گھر خون خچیل کے نام سے موسوم ہو۔ اور عورت و وقار کی خاطر اس خاندان کے ہر آدمی کے لئے خونہ زادہ بطور لقب کے مشہور ہوا۔ ریاست دیر کے حکمران خاندان کا شجرہ نسب انھوں نے الیاس سے ملتا ہے۔ انھوں نے الیاس کی اولاد میں غلام خان پہلا شخص ہے جو طاقت کا مالک ہو کر علاقہ دیر کا خان بنا اور ایک ریاست کی بنیاد ڈالی۔

شیخ آدم نسب، قضا اور قبیلہ کے لحاظ سے مشوانی ہیں، وہ مشوانی کاہن کے کوہ دمن، قندھار کے گرمسیر، فرہ کے جان محمد کے، ایمنہ کے شہین مگاؤ، کوڑے کے اسماء (سوات میں جگہ جگہ) اور پشاور میں دیر کے میدان و بھندوں اور ہزارہ کے کوہ گنگرہ سری کوٹ میں آباد ہیں۔ شیخ آدم مشوانی پنجاب میں جاندھر کے قریب پٹیاں ریاست کے بنوری گادوں کے رہنے والے تھے۔ اس وجہ سے بنوری کے نام سے موسوم ہیں۔ ان کے والد اسماعیل خان، خان جہان بوری کے مشیر خاص تھے۔ آدم خان بھی جوانی کے ابتدا میں خان جہان بوری کی فوج میں عہدیدار تھے۔ کچھ مدت بعد، قذا قوم کے ایک نامور بزرگ حاجی خضر کے ہاتھ ہرجیت کر ملے۔ اس کے بعد حاجی خضر کے پیروں میں توفیق ملی، شیخ، محمد سرہدی، سکائی سے تکیوں اور ریشہ کی اجازت حاصل کی۔ انھوں کی تعداد میں ہندوستانی قذا ان کے مرید ہوئے تو شاہجہان کو خطرہ لاحق ہوا اور ان کو ہندوستان سے ملک بدر کیا۔ وہ ملک مکرملہ چلے گئے اور مدینہ منورہ میں وفات پا کر جنت بقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔ انہوں نے کئی کتب میں تصنیف کیں۔ جن میں نکات السیر، نظم لکھنات، خلاصۃ العباد

اور تفسیر سورۃ الفاتحہ کے نام قابل ذکر ہیں۔
(ماخوذ از جملہ کابل اپریل ۱۹۱۴ء اور پھر عبدالکبیر شاہ صاحب
بکھارہ تارک مرہٹہ و حیدر علیہ الامنیہ)

الغرض احمد الیاس کی وفات پر اس کا بیٹا شد یار، پھر اسمیں گدی نشین
ہوا جو اپنے والد کے نقش قدم پر سب سے زیادہ نشینی کے ذریعہ قومی اصلاح
و ترمیم میں مصروف رہا۔ اس کی وفات پر اس کا لڑکا غلام فاتح
گدی نشین ہوا۔ جس کو حکومت کے طاہری اسباب، گھوڑا، اسلحہ
اور طے اور مال و دولت کا فی مقدار میں پیشہ تھا۔ اس نے مذہبی رہنمائی
کے ساتھ ساتھ خانی کی طرف بھی توجہ کی۔ اور یہاں متجاہد نشینی کو
حکومت میں تبدیل کر کے ریاست دیر کی بنیاد رکھ دی۔

غلام خان کے بعد اس کے بیٹے ظفر خان نے مذہبی چادر کو
امارت و حکمرانی سے مکمل طور پر جدا دیا۔ اور اپنی حکومت کو ضرور گرو
و ذبح کے قدام پر ٹھہرنے لگا تھا۔ اس کے بعد اس کا بڑا لڑکا قافا
جانشین ہوا جس نے دیر کی حکومت کو بڑی حد تک وسعت دی۔
اس وقت علاقہ کا شہر میں چار حکمران تھے جن پر قاسم خان نے حد
کر کے شکست دی اور ان کو محکوم بنا کر خراج کی دلیگی پر پتے جاں
پر چھوڑ دیا اور دیر سے ملحقہ علاقہ کافرستان کے ایک حصہ پر بھی
اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ اس کے بعد اقتدار اس کے بیٹے غفر خان کے
ہاتھ آیا۔ جس نے ریاست دیر کی حدود وسیع تر کر دیں۔ حکومت
میں ریاست کے زیر اثر حدود شمال کو حیرال، جنوب کو سواکوٹ،
مشرق کو علاقہ سوات اور مغرب کو علاقہ سمرا (افغانستان) تک
پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس کے دلی عہد رحمت خان نے
غلام خان حکومت منبھائی۔ اور اس نے اپنے عہد حکومت میں ریاست

دیر کے حدود کو بڑھاد رکھا۔ رحمت خان کی وفات پر ۱۸۸۴ء
میں اس کے بڑے محمد شریف خان نے غلام خان حکومت پر پتے لگا
میں لی۔ اس کے عہد کے دوران حاجی عسکر خان جندول سے جو شکست
ہوئی اس کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد شریف خان کی موجودگی میں ہی اس کے ترکوں میں کشاکش
شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس کی وفات پر اورنگزیب خان امیر
بادشاہ خان کو حد دینے کا حکم کیا گیا۔ اسے یہاں میں گل جان کے
ساتھ اس کا معاہدہ ہوا جس میں یہاں گل جان کو علاقہ جندول میں
مٹھ کا علاقہ دیا گیا اور جندول دیر کے علاقوں کا تعین ہو حکومت
ہند نے ۱۹۰۸ء میں بادشاہ خان کو نواب کا خطاب دیا۔ اس علاقہ
کے ساتھ ہی اس نے ہلائی سوات پر قبضہ کیا۔ بعد میں اسے سوات
محرکوں سے سابقہ پڑا۔ ۱۹۱۴ء میں ایک مذہبی پیشوا "سڈا کے ملا" نے
روٹا ہو کر باشندگان سوات جن میں قاسم خان اور حبیب خان
قشیری تھے پیش پیش تھے، کو ساتھ لے کر نواب دیر کو شکست دی۔
اور علاقہ بالائی سوات کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ نواب کے بھائی
محمد عیسیٰ خان نے یہاں گل جان کی گنجندول کی راہ لی۔ سوات اور
سوات کی چوکیوں کو منوالین لے کر آتش کر دیا۔ دوسرے خواہشات
نے بھی منوالین شروع کی لیکن اس کے بعد ۱۹۱۶ء میں علاقہ
ادین زئی اور شہر زئی پر نواب دیر قبضہ کر لے میں کامیاب ہو گیا۔
اگرچہ نیکی جین اور شہر زئی کے علاقہ میں اسے شکست کھانا
پڑی۔

بادشاہ خان کی وفات پر غلام خان حکومت اس کے بڑے لڑکے
شاہجہان خان نے منبھائی اور اپنے بھائی قاسم شریف خان کو ایک

مردہ کی رو سے چند شرط کے ساتھ علاقہ جندوں بشمول پکھار شیریں گاہ اور بٹھہ بنج میں، قندھار حاصل ہو، یہ بھی وعدہ ہوا تھا کہ اگر وہ دو سال تک نواب دیر پر اپنی وفاداری ثابت کرے گا تو اسے بادن گولہ کا علاقہ بھی دے دیا جائیگا۔ لیکن یہ اتحاد ویرانہ ثابت نہ ہوا۔

اوپر ہون ۱۹۲۱ء میں نواب دیر نے عالم نرب خان کو مذکورہ علاقوں سے ہٹے دے دیے۔ معمولی سی مخالفت کے بعد عالم نرب خان نے جہاں میں پناہ لی۔ لیکن جب ۱۹۳۱ء میں خان نے نواب دیر سے دوستی کا معاہدہ کر لیا تو عالم نرب خان کو جہاں سے نکال دیا اور وہ امان خیلوں کے پاس جا مقیم ہوا۔ اس کا ایک اور بھائی نخت جہاں نرب خان امیر خیر خان نے ابتدا ہی سے سیاست سے منکس ہو کر پیکار و کشمی اختیار کر رکھی۔ اور اب بھی وہ تیرگرہ میں آرام کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ بہت قابل، نیک و رعا آدمی ہیں اور عوام میں بہت مقبول ہیں۔

ماریچ اور اگست ۱۹۳۲ء کے دوران عالم نرب خان باجوڑ کے مشہور رہبر رہیں انگریز فیر کی معیت میں باجوڑوں کی مدد سے مسلسل حملوں پر ناکام یورش کرتا رہا۔ اگست ۱۹۳۵ء میں اس نے ایک بار پھر قسمت آزمائی کی اور باجوڑ کے سالار نربوں کا دست کرنے بے دخل کیا۔ قندھار کی طرف قبضہ بھی کر لیا مگر جدا سے وہ قندھار چھوڑنا پڑا اور مردان کے علاقہ میں جا مقیم ہو۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو مخالفین نے نوب دیر کے پڑے زیر تدبیر سے محل کو در آتش کر دیا۔ عالم نرب خان تھوڑے ہی میں نمایاں جھٹک لیتا رہا۔ مئی ۱۹۴۰ء کے انقلاب کے بعد حکمران دیر نے اسے وطن واپس لوٹ جانے کی اجازت دیدی۔

قدیم پاکستان کے بعد نوب شاہجہاں خان نے ریاست دیر کا

خان اس اسلامی سلطنت پاکستان سے کوا دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی سرحدیں محفوظ ہو گئیں اور اسے کسی بیرونی حملہ کا خطرہ نہ رہا۔ تاہم یہ ایک فوس ناک امر ہے کہ ریاست دیر اور اس کے باشندوں کو اس سے تباہ و ترقی پر گمان کرنے کی بجائے دور جہانیت کے حکم نوں کی طرح شخصی حکومت ہی قائم رکھی تھی۔ باشندگان ریاست کو علم سے بے بہرہ رکھا اور علاقہ تعلیم کی حق محنت کی پوری ریاست میں نہ کوئی مدرسہ تھا اور نہ ہسپتال۔ باشندگان ریاست کو قدیم کے رسوم کے مطابق گھریلو علاج کرواتے۔ یہی حال نہراہٹ اور تجارت کا بھی تھا۔

حکومت پاکستان کے ذمہ دار فسر وقت اس علاقہ کا چیک کر لگاتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو نوب شاہجہاں خان اس کے پیرے لڑکے شہباز، بیگم خان المعروف خان جندوں کو وزارت میں سے ہٹا دیا۔ اور حکومت نے انہیں نہ جہاں میں صرف نظر نہ رکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ اور نوب کے بڑے لڑکے شہزادہ شہزاد خان کو حکومت پاکستان سے نواب دیر تسلیم کر لیا۔ اور اسی جہاز سے اس کی دستبرد بندی ہوئی۔

نوب شہزاد خان نے عدلیہ سلطنت سنبھالنے ہی ملک کی طرف توجہ کی حکومت پاکستان کی طرف سے امداد و اعانت کی بدولت ملک کے فلاح و بہبود کے ذرائع سوچنے شروع کئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مدارس کا جزیہ ہو۔ شفا خانے کھلے، سفیری شفا خانوں نے ملک کا چکر لگانا شروع کیا۔ سڑکوں کی تعمیر کا کام شروع ہو۔ اور وہ لوگ جو حکمران کی آمد سے خوفزدہ ہو جانا کرتے تھے، آزادانہ طور پر گھومنے پھرنے لگے۔ اور آخر کار حکومت پاکستان سے یہی خان کے دورِ صدر ہیں اسے پاکستان میں ضم کر کے اس کی ریاستی حیثیت کا فائدہ کر دیا۔

ریاست سوات

زمانہ قدیم سے وادیوں کے عہد تک پھر اسیوں صدی کے وسط میں بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں علاقہ سوات پر جو کچھ گرتی رہی اس کا ذکر گذشتہ اوراق میں اپنے مناسب مقامات پر کیا جا چکا ہے۔ بہشت اس کے کہ جدید ریاست کے مختصر سے حالات قلم بند کیے جائیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پس منظر پر بھی قدرے روشنی ڈالی جائے جو اس ریاست کو جدید زندگی دہانے کا باعث بنا۔

اخوند صاحب سوات کا اصل نام عبدالغفور اور والد کا نام عبداللہ تھا۔ بچپن ہی سے حصول علم کا شوق اور رہبر و مقود سے رغبت رہی اور بعد میں وہ اخوند صاحب سوات پر کار سے جانے لگے۔ تعلیم کے علاوہ مختلف عہدہ کرام سے حاصل کر کے بعد ۱۸۴۵ء میں موضع سیدو میں سکونت اختیار کی اور ان کی تقدیر کی وجہ سے وہ سید و شریف کہلایا۔ اور بعد میں ریاست سوات کا دارالسلطنت بنا۔

سیدو میں مقیم ہو جانے کے بعد انہوں نے باشندگان وطن کے مصالح و بہبود کے طرف توجہ دی اور اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے انہیں مُتَظَلَم کرنے میں خاطر خواہ کامیاب رہے۔ ۱۸۴۹ء میں انگریز کے حملے پر پہنچتے ہی انہوں نے قوم کو آلے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے ملیقیں کی کہ وہ انفرادیت کو چھوڑ کر کسی ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کریں۔ تاکہ تحفظ ملت کا انتظام بطریق احسن ہو سکے۔ قوم کو اس پر تیار دیکھ کر انہوں نے سید علی پر بابا کی اولاد سے سید اکبر شاہ کو امارت عیسے پیش کرتے ہوئے خود اس کے ہاتھ بیعت کر لی جس پر خواہیں سوات نے بھی اسے اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ جس سے ایک ریاست کی

بنیاد پڑی موضع خالیگی اس کا دارالخلافت قرار پایا۔ اور شریعت اسلامیہ کے نام سے اس امارت نے کام شروع کیا۔ شومش قسمت کہ دس گیارہ سال بعد سید اکبر شاہ وفات پا گئے۔ اور اس کی وفات سے اس اولین امارت کا خاتمہ ہو گیا۔ انگریزوں کو اس مذکورہ امارت سے جو خطرہ پیدا ہو رہا تھا ان کا اندازہ صبر پر پٹ ایڈورڈ کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔

» اگر سوات میں شریعی حکومت اور جنگجو قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کے جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

سید اکبر شاہ کی وفات کے بعد کئی سالوں تک ملک میں کوئی نظام دکھائی نہ دیا۔ اس دوران سوات میں مقیم دو قبیلوں نیکی خیل اور شوموزی میں اختلافات پیدا ہوئے جس سے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ نواب دیر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ کر دیا۔ اور ۱۹۰۸ء میں نیکی خیل و شوموزی کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد سڈا کے ملا صاحب نے نواب دیو کی سیادت کو اس علاقے سے نکال دیا۔ سڈا کے ملا کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اخوند سالاک کی اولاد سے تھا۔ جس کا ذکر بہار خان کے دور میں کیا جا چکا ہے۔

ہاشدگان ریاست کے آکھیں کھل چکی تھیں اور انہیں اپنی تعلیم کی فکر ہوئی۔ سب کچھ سڈا کے ملا کے ایک ایک خان سے فردا فردا ملاقاتوں کے بعد ہوا۔ اور سب خواہیں کو پوشیدہ طور پر موضع سڈا کے قریب ایک رات قبرستان کے جھنگ میں جمع کیا۔ وہاں جگہ ہوا جنگ خیل، ستامی زئی، شوموزی، سہبائی اور نیکی خیل زعماء سے باہمی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے حلف اٹھایا کہ وہ اپنے علاقے سے نواب دیر کو نکالنے میں سڈا کے ملا صاحب کی امداد و اعانت کریں گے۔ نیز یہ بھی

ملے پایا کہ وہ متفقہ طور پر اپنے لئے ایک سربراہ کا انتخاب کریں۔ اس
تحریک میں ماسم خان اور اس کے بھائی حبیب خان درخشاں نے بیک وقت
در تاج محمد خان، ملا صاحب کے دست راست کی حیثیت سے کام
کرتے رہے۔ نتیجتاً ان سب اراکین برسرِ کار نے مل کر دیر کی سیاست کا
خاتمہ کر دیا۔

مڑ کے قبرستان وہ بے حد گل میں جن قابل ذکر افراد نے شہادت
کی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ماسم خان در حبیب خان ساکنان درخشاں (در بٹے خوشی خان
اور خواص خان ساکنان برہہ گل درخشاں ساکن کرے، امیر خان ساکن
چمن لہے، امیر خان ساکن برہہ لہے، مہرم خان شاپیس، عظیم خان
ساکن چالیا، سلو خان ساکن سنگ، میاں آدم خان ساکن فتح پور،
سلطان خان ساکن شیدر، محمد افضل خان ساکن روٹریاں، شمس خان
ساکن چیریاں، شریف خان ساکن برہہ تھانہ، امیر خان ساکن شکرہ
شہنشاہ خان ساکن شریڑے، نذیر خان و میر خان پسران یوسف خان
نیکس خیل اول ہیں۔

چنانچہ اراکین برسرِ کار نے بالذاتی سربراہی اور دستے سربراہان
ساکن مستحب نہ کو دعوت دیکر اقتدار سونپ دیا اور ۱۴ جنوری ۱۹۵۷ء

سے میں دم خان جس کا اصل نام حبیب خان اور والد کا نام خان بابا
شہید سے مشہور ہے وہ ایک غازی و سپہ سالار تھے جن کے سپرد بھی تھے۔
بچے وہ نور شاہ میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں سر توڑ کربتھے تھے۔
جیسے خان بابا شہید ہوئے تھے۔ میاں دم خان اور اس کے والد خان بابا درخشاں
تینوں مفتوح پور کے جنوبی حصہ کے ایک قبرستان میں ایک دوسرے کے متصل
دفن ہیں۔ میاں دم خان کی تاریخ پیدائش ۱۹۵۷ء در وفات ۱۹۵۷ء ہے۔

میں سوت کے پار شمالی علاقہ میں اس جدید حکومت کا قیام عمل
میں آیا، جس کے حقیقی بانی مولوی احمد جان امجدی کے مدد سے
ماسم خان اور اس کے بھائی حبیب خان شامی زنی تھے۔ میاں گل
عبدود و اور شیرین جان دونوں بھائیوں کو عبدود شاہ کی قیادت
پر اپنا خاندانی وقار محفوظ رکھنے میں دکھائی دے گا تو وہ متحد ہو گئے۔
عبدود شاہ اور اراکین برسرِ کار نے یہ حالت دیکھی تو مقابلہ برپا کر کے
کاٹھے اور ہوٹلی گروم میں تہہ جنگ لڑی گئی اور یہ دونوں بھائی
بڑی طرح شکست کھا کر اسے آبادی مسکن شہر کو چھوڑ کر ریاست
دیر موضع دہار میں مقیم ہو گئے۔

دیر سے سوت کے خلاف شکر کشی کی یہ دونوں بھائی
بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ در میاں گل شکر کی قیادت کرتے
ہوئے سید رنگ چاہی اداھر نواب دیر کے کچھ لشکر کے شہزادی پر
قبضہ کر کے جنگ ہوئی ابتدا میں عبدود شاہ شکست کھا کر نئی گروم
میں جا مقیم ہوا۔ لیکن اس کے بعد عبدود شاہ نے دوبارہ اقدام
کرتے ہوئے انہیں سخت شکست دی اور نکال باہر کیا۔ بعد
میں عدلی صلیح ہوئی۔ میاں گل سمیت نواب دیر کا شکر واپس
چلا گیا۔ ماسم کشمکش جاری رہی۔ میاں گل بظاہر نواب دیر کے
کے ساتھ تھا تاہم اسے اس پر داد و اعانت کا کچھ بھروسہ نہ تھا
چنانچہ اس نے رخ بدلتے ہوئے خواہن تھا نہ کے ذریعے ماسم خان
اور حبیب خان کو رضامند کرنے کی کوشش کی اور بمقام تھا نہ
عدالت خان کے حجرہ میں حوین کا ایک برگہ منعقد ہوا۔ اراکین برسرِ کار
کے قابل ذکر نام یہ ہیں۔

عبد خان ولد عنایت خان دہرم خان خواہن تھا نہ ماسم خان

درش ٹیلہ (دارسٹے) صاحب زادہ محمد ایوب ساکن تھانہ وچہ
بحث مباحثہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ بابوزئی کے عدالت پر میاں گل کت
حکومت قائم کیے اور ابابیل و موسیٰ حیل کو آزاد چھوڑ دیا جائے
اور وہ دوسرے علاقوں پر مدخلت نہ کرے۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی
ہوا کہ عبدالجبار شاہ کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے سوات کے علاقہ
میں دیہی سیادت کو ختم کرادے۔ چنانچہ میاں گل اور عبدالجبار شاہ
نے علاقہ شموڑی میں توڑنگ کے مقام پر کھدہ تمبیر کیا تو دیہی
سوات کے شکر ایک دوسرے کے مقابل دکھائی دینے لگے۔ ادھر
اندرونی کشمکش بہت وجہ شروع ہوئی کہ ایک ہی مملکت میں دو
بادشاہ نہیں سما سکتے ہیں۔ میاں گل عبدالودود کی جدوجہد کام
آئی اور اس نے مام خان و حبیب خان شامی زئی اور موسیٰ احمد خان
الحدوف شہزادے کے ملا صاحب جو دو حقیقت سوات کے بانی کسان
تھے، کو راضی کر لیا اور بمقام کل تپہ ٹیکسی خیل جو دریا کے سوات کے
دائیں کنارے واقع ہے سیوینی، شامی زئی، ٹیکسی خیل شموڑی وغیرہ
کے خواتین اور عوام کا جلتہ طلب کیا گیا اور میاں گل عبدالودود
کا نام امامت کیے پیش کیا گیا چنانچہ نو مبر شاہ میں اراکین جرگہ
نے اتفاق رائے سے میاں گل عبدالودود کو سوات کا بادشاہ منتخب
کر لیا۔ اور عبدالجبار شاہ کو معزول کر کے نہایت عزت و احترام
اور مال و دولت کے ساتھ واپس ستھانہ لوٹا دیا۔ اور بتدیس اس
مملکت کا نام حکومت خداداد یوسف زئی اور سرکاری زبان پشتو
قرہ پایا۔

میاں گل عبدالودود نے بہت مشکل وقت میں اقتدار ہاتھ میں
لیا۔ اور اپنے دور حکومت میں اسے بیرونی حملہ آوروں سے دفاع تو کیا

جنگیں لڑنا پڑیں اور اپنے تئیں سے ریاست کو کافی وسعت دی۔
حتیٰ کہ برہنہ، چلمہ، خدوشل، کوہستان اور وادی کالام کو ریاست میں
شامل کیا گیا۔ انگریزوں کے ساتھ تعلقات استوار کرتے ہوئے نوابی
سوات سے مشورہ کئے بغیر ان کے ساتھ الحاق کیا تو ۳۳ مئی ۱۹۲۹ء
کو حکومت، انگلشیہ (برطانیہ) نے ریاست سوات کو تسلیم کر لیا جس
کی دو سے مملکت کا نام ریاست سوات قرار پایا اور بادشاہ کی جگہ ولی
(Ruler) کا لقب تجویز ہوا۔ تاہم اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا
کہ اس نے صدیوں کی غیر منظم، غیر تعلیم یافتہ اور کسی کے سامنے
میر تسلیم خم نہ کرنے والی قوم کو اتحاد و تنظیم کا سبق پڑھایا اور ان
کی اپنی حکومت قائم کی ملک کو ترقی کے راستہ پر گامزن کرتے ہوئے
زندگی کی تمام سہولتیں مہیا کیں۔ اس لحاظ سے ہائے ریاست
میاں گل عبدالودود اپنے وقت کا کامیاب ترین حکمران ثابت ہو۔
تو ستمبر ۱۹۳۱ء سال کی عید میں بخوشی دست بردار ہو کر غنائی مسطت
۱۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو اپنے بڑے بیٹے عبداللہ جہاںگیر کو سونپ دی۔
جسے وہ ۱۹۳۲ء میں پناہی عہد معزز کر چکا تھا۔ اس نے ریاست
کو مزید ترقی دی۔ اس کے عہد حکومت کے دوران، صدر پاکستان
ایوب خان کی معزولی کے بعد حکومت پاکستان کے سربراہ یحییٰ خان
کے ایک فیوڈل کیمپ (جنگ ۳۸ جولائی ۱۹۶۹ء) میں ریاست سوات
کو پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔

منصور نے بنائے گئے اور پانچ سو مردانہ درجہ بنگ بڑے ہوئے اپنے
 وزیر ساتھیوں سمیت حافظ رحمت خان ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو شہید
 کر دیے گئے۔ یوسف زئی جس بہادری اور جوانمردی سے ہر دہائی ہوتے
 اس کا ذکر کرنی چاہیں ان کی نظر میں دیکھا ہے۔

۱۰ دشمنوں (یعنی یوسف زئیوں) کی اس بہادری و عزم کی
 تفصیل بیان کرنا کہیں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان میں اکثر
 ایسے لڑے تھے کہ وہ اقدام کرتے ہوئے مخالف لشکر کے
 درمیان پہنچ کر جھنڈے گاڑ دیتے تھے۔ تاکہ ان کے رفق
 کے جھنڈے بلند ہوں۔

حافظ رحمت خان کے عہد میں رزم پورہ فیض شد خان کا اور ہسوا
 مرد آباد چاند پورہ و سنبھل پر دوند سے خان کا قہر رہا۔ اس وقت
 نجیب خان المعروف نجیب، لڑوہ جس کا تعلق یوسف زئی قبیلہ کے
 ذیلی شاخ عمر جیل خانہ سے ہے، نے پہلے ہی سے اقتدار و طاقت
 حاصل کر لی تھی۔ اور اپنے نام کی نسبت سے نجیب آباد میں
 برسر اقتدار رہا۔ اس کی تفصیل بھی باب دوم میں بیان کی جا چکی ہے۔
 اور جیساکہ وائیس کے دور میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ احمد شاہ ابدالی
 کے ہندوستان پر حملہ آور ہوتے وقت اس کا ساتھ نجیب، لڑوہ دے
 چکا تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے واپس ہوتے وقت اس کو دہلی کا گورنر
 مقرر کیا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا ضابطہ خان پھر اس کے لڑکے غلام قادر
 خان، وکیلہ نے بدلتی شہرت حاصل کی۔ ضابطہ خان کے دور میں
 لڑکے بھٹیہو خان کو مد میں انگریزی حکومت نے ہانگہ خطا کی تھی جس
 طرح اس کے درویشوں محمود خان، درویش، بیڑ خان کو ڈھیلے ملتے

رہے۔ محمود خان نے ۱۷۵۷ء کے آزادی ہند میں حصہ لیا تو انگریز کے
 ہاتھوں میں لکھ جیل میں جاں بحق ہوا۔ جنرل ملٹ صاحب بھی اس خاندان
 میں مشہور اور قابل ذکر حیثیت کے مالک تھے۔ اس طرح عبد السلام خان
 نے میدانِ عسارت میں نام پیدا کیا۔ اور نسب، فاضلہ اس کی مشہور تصنیف
 ہے۔

اکرم خان و درجیم خان یوسف زئی مندر کے ذیلی شاخ عمر جیل کے
 خاندان عنایت خیل سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ۱۷۵۷ء کی جنگ کے دوران
 ہندوستان گیا۔ اور ایک ریاست میں ملازم ہو گیا۔ اور بعد میں اپنے عقل و ہمت کی
 وجہ سے وہاں کے حکمران کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تو بخشش اکرم
 خان کے نام سے وہاں کا وزیر بنا۔ اس کے تین لڑکے تھے اکبر شاہ،
 نادر شاہ اور احمد شاہ۔ اکبر شاہ اور نادر شاہ کی ولادت ہندوستان میں
 مقیم رہی، جبکہ احمد شاہ وطن اجداد آگیا تھا۔ اور اس کی دو دکانی
 عنایت خیل موضع صوابی میں مقیم ہے۔

حافظ رحمت خان کی شہادت کے بعد یوسف زئیوں کی طاقت ٹکڑے
 ٹکڑے ہو گئی تھی۔ کچھ گیاروں کی پہاڑیوں میں جا بیٹھے اور بعض
 لوگ چھوٹا کوہم خان، فتح خان و رامیر خان کی سرکردگی میں ہزاروں
 کی جنگوں میں چلے گئے تھے۔ جہاں سے انہوں نے، نگیزوں کیخلاف
 منظم جنگ کا آغاز کیا۔ نواب میر خان باٹے ریاست ٹونک کا تعلق
 یوسف زئیوں کے ذیلی قبیلہ سالار زئی میں مل جیل کے شاہ داد خیل سے
 ہے۔ محنت شاہ منٹ کے دور حکومت میں اس کا داد صاحب مشہور خان
 اپنے وطن کویر کے موضع جوڑے سے نکل کر ہندوستان وارد ہوا تھا۔ اور
 روہیہ کھڈ میں دو ستر یوسف زئیوں کے ساتھ مقیم رہا۔ اس کا لڑکا
 حیات خان، حافظ رحمت خان کا شریک کار تھا۔ و حافظ رحمت خان کی

مشہدات کے بعد اُس نے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اس کے لڑکے کا نام امیر خان تھا جس نے نہایت بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزوں کے ساتھ جنگیں لڑیں اور بالاخضر ریاست کو ان کے زیرِ اقتدار قلم کرنے میں کامیاب ہوا اور کریم خان کو ضلع سٹی میں ایک جاگیر ملی۔ یہاں سے جاوڑہ کی بنیاد پونہ غور خان جو نو بہادر خان والی ریاست گونگ کا رشتہ دار تھا، کے ہاتھوں پڑی جو انگریز اور نواب امیر خان کے معاہدہ کے تحت عمل میں آیا تھا۔

یہاں سے بنو گڑھ کی بنیاد یوسف رائے ورڈ کے ذیل تاج کو حیل کے حوالہ خان بابا کی اوراد میں سے شیر خان سے اپنی بہت طاقت اور نظریہ سے رکھی اور اپنے دو بھائیوں دیر خان اور شیر خان کو نانہ والہ کا علاقہ سونپ دیا تھا۔ بعد میں ان دونوں بھائیوں نے جائیداد تقسیم کی تو دیر خان کو مانا داد اور شیر خان کو بنو گڑھ اور گریہ راہ (سردار گڑھ) کا علاقہ ملا۔

ریاست بلا سدر کی بنیاد نواب خان نے رکھی تھی۔ جو بدستور سے مدد ورڈ کے ذیل شاخ بابا خاں سے تعلق رکھتا تھا اور ۱۸۹۰ء میں انگریزوں سے معاہدہ کرنے کے بعد اس پر تسلط رہا۔

نامور افراد میں عظیم الشان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جسے ملکر بنگ آزدی ہندو ۸۵ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نے انگریزی، فرانسیسی اور مقامی زبانوں میں مہارت حاصل کی تھی اور پاکستان و ترکی اور روس کا سفر کیا اور ان ملک سے راہ و رسم پیدا کیے۔ وہاں سے واپس ہو کر ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کیلئے سچے عمل تیار کیا جس کے مطابق یہ جنگ لڑی گئی۔ یوسف رائے کی ذیلی شاخ حریجیل مدد سے ہے جو اس وقت بھی ماہری صوفی ہیں

تاریخ ہے۔

دور خان یوسف رائے کے قبیلے علی محمد خان جس کا ذکر دور ہو چکا ہے۔ اس کے دورِ اقتدار میں موضع حریجیل تحصیل صوبائی سے مولانا شوکت علی ورموہ محمد علی جوہر کے در حیات خان ہندوستان کے تھے۔ ان کا نسب تعلق یوسف رائے کے ذیلی شاخ میر احمد خیل کے پیرا میں سے ہے۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر جو بعد میں علی برادران کے نام سے موسوم ہوئے، نے اپنی اپنی اور قابلیت سے انگریز حکمرانوں کی سیاسی میدان میں ایک پس پیداکردی تھی۔ جس کا ذکر حریجیل میں ہوتا رہا۔ اس نے یہاں اس پر مختصر بحث کی ضرورت محسوس نہیں سمجھتی۔ اور چونکہ یہ وفاق طوالت کے متمم نہیں ہو سکتے اس لئے چند ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہو گا کہ کس طرح ان مجاہدین نے پاکستان کے شمال مغرب کے سرحدی پہاڑوں سے کل کر اپنی بہت دستبرد سوانمردی اور تدبیر سے ریاستیں قائم کیں۔

بنگش ریاست، فرخ آباد

جیسا کہ یوسف زیموں سے روہیلکھنڈ میں حکومت قائم کی تو اس طرح اس کے قریب پڑوس میں بنگش بٹھانوں سے محمد شاہ پاشا کے زمانے میں فرخ آباد میں اپنی ریاست قائم کی۔ بنگش خاندان کی حکومت کا بانی محمد خان بنگش ہو۔ اس کے مالوہ اور بنڈیل کھنڈ میں بڑے ٹپے کارنا سے انجام دیے۔ محمد خان بنگش کی وفات پر اس کا بیٹا قائم خان جانشین ہو جو دودھ کے نواب صفدر جنگ منلوکت سے سیاحت کا شکار ہوا۔ صفدر جنگ نے قائم خان کو غلط رحمت خان سے

غورثیت و غیر ذہان کے خاندان آخری نئی یا ختم سے معلوم ہوئے ہیں۔ طرز فی علاقہ برطان اور مصر میں اور ساری کھڑ میں ہادیوں پھیل چکے اور برطانیہ کے معزز اشخاص رہیں۔ لطیف حال معزنی سکینہ ملک مال میر عالم خان غرضتی، نادر خان علی رتی سکینہ محمد زید۔

برستان خان و دیگر سکینہ نظور، شمر محمد خان اور شیر و خان طرز

سکینہ برطان۔

بھٹانوں کی تباری پر مشتمل علاقہ پھیل چکے ہیں ۵۵ گاؤں، برمان ہیں ۹، اور کھڑ میں ۷ گاؤں ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر دیہات ہیں

بھی حصہ اور ہیں اور سکینہ ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸ سالانہ مالیر واکریتے

ہیں۔

ان کے علاوہ علاقہ پھیل چکے ہیں مندرجہ ذیل اقلان قبائلی بھی آباد

ہیں مثلاً سید شیل، سندوری، نامورنی، پیریس، سرکی خیل، حسرانی و

جونی، بابا سار، میانہ زور، زنی، سروانی، نگورنی، شیرانی، پیر فستہ

علاقہ زنی، فرطی، نوروز خیل و غیرہ۔ ان سب قبائل کی خاصیت اور کرم سل

توگ نہیں ناموں سے دریا نے سدھ سے شمال کی طرف علاقہ پورسہ

کے سم (ضلع موزنی) ہوئے، سوات اور دیگر پانچوں میں بھی آباد ہیں۔

قبائل فرطی اور غرضتی پھیل چکے آئے سے قبل علاقہ پورسہ زنی

کے تیر درم موصوع فرطی نیز شیوا اور تیر حد شیل کے موصوع غرضتی

نور و علاقہ موزنی میں آباد ہو چکے تھے وہ گاؤں جس میں اگرچہ اسے پیر

نہیں ہیں پھر بھی اب تک انہیں کے ناموں سے موسوم ہیں۔

لے پھیل چکے ہیں موصوع غرضتی کے شیخ عورت مولیٰ انور الدین من

ہووا والدین بن سدا والدین بن شیخ موسیٰ بن انور، شہرت دقیدہ

و کا کر غرضتی خاندان ہیں۔

در تحصیل صوبی کے بالکل مقابل جنوب میں ہے۔ یہ علاقہ پیر داسی ۸۹ دیہاتوں پر مشتمل ہے اس کے نام کی نسبت کا ڈوکی سے کچھ دیہات کہا جا سکتا۔ موزنوں اپنے اپنے خیال کے مطابق ان سے کسی کے ساتھ مشورہ کر دیتے ہیں، اسبہ گزیر مالیر مالیر ۱۵۰ میں ایک انگیزہ اور کریں کر کوڈنٹ نے اس کی جو، ویر، تسبیہ بیان کی ہے وہ دلچسپ بھی ہے اور معتبر بھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ پھیل چکے علاقہ اصل میں پشتو کا لفظ "چھج" ہے۔ پورسہ رموں نے یہاں آکر، نام اس علاقہ کو دیا "چھج" پشتو میں ہاتھ کی تہی ہوئی ایک ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے "چھج" صاف کیا جاتا ہے۔ وہ اس کے کسی کنارے عملی طور پر کٹھن

کی شکل کا ہوتا ہے۔ تو ہدیہ شکی علاقہ پھیل چکے ہیں ہے۔ سد میں

یہ لفظ "چھج" سے پھیل چکے ہیں کریں کر کوڈنٹ لکھتا ہے کہ۔

"پھیل چکے علاقہ میں گجوان تباری پورسہ رتی بھٹانوں کی

ہے جو اصل دویہ کے کاشنکا دیہات۔ ختان جو پھیل چکے ہیں

ہیں پھیل چکے وادی ویرمان میں آباد ہیں۔ ان کے آباد

و اصدا نے ویرک کو یہاں سے ہاجر نکال دیا تھا اور خود

آباد ہو گئے تھے۔ ویرک کے بتایا کچھ کھانے دو یا آج

گاہوں میں سب بھی موزوں ہیں۔ یہ پھیل چکے ابھی نسل اور

بہترین قسم کے کاشنکا دیہات۔ آجس میں پشتو بولتے

ہیں اور ملک کی زبان پنجابی سے نا آشنا ہیں۔ ان کے ہنس

سے قیلے ہیں مثلاً سیکانی و مٹی، علی رتی، ویرک۔

۵۵ اسی سلسلے میں کریں کر کوڈنٹ کی مزید تحقیق و تفسیل کیے علاقہ پیر

نور، شیخ ملاحظہ رخت خانہ حصہ نور شی سرتر۔ موزن خان۔

رہیں گا ذکر احمد شاہ ابدالی اور مرہٹہ جنگ میں جو پہلا ہے، لی سربراہی سرما میں غرضی کے پاس تھی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "تولد مرتضیٰ حائقی رحمہ خانی" حواشی مرتبہ مدرسہ عالیہ۔

اور ان کے متبعین وقتاً فوقتاً دیر، سواک، بوئیر اور سہ، سہا، دہرہ بوسٹ، نئی سے نقل مکانی کر کے اپنے خاندانوں سے جدا ہو کر علاقہ پھیل چکے ہیں اگر آباد ہو گئے تھے، لیکن انیسویں کا مقام ہے۔ اگر زکریا کے اس علاقہ پر بعض ہونے سے قبل کے کھن حالات یاد آجئے، سخت جستجو کے نہیں مل سکے، لیکن جو کچھ روایتی ڈالی جاتی ہے، ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ معارف جنگ و جہل نہ تھے۔ اور بربریت کے جو مظاہر سے بوئیر، سواک اور سہ کے انداموں کے انداموں پر ملے، سکھ اور انگریز فوجیوں کی طرف سے ہونے رہے ان میں پہلا نشانہ بھی جلتے رہے۔

ضلع تارائی میں یوسف نئی اور ان کے متعلق فار

زمانہ قبل میں یوسف نئیوں نے ضلع تارائی کی موجودہ تحصیل ہری پور وایت آباد کے علاقے دونوں ونگوڈ وغیرہ سے حاصل کر کے اور سواتی پٹانوں سے کچھ تحریض کر کے۔ تو وایت آباد کا علاقہ اپنا علاقہ گوردن یا جردن کہہ دیا اور تحصیل ہری پور میں یوسف نئی مندر سے کی زلی شاہیں، اکوڑی، کنارائی اور علی زلی مقیم ہو گئے اور انہوں نے اپنے ساتھ اسی علاقے میں اپنے حمایتی افغان قبائل تحریض پائی، اکثر شہنائی اور شہنائی کو بھی آگاہ کیا۔ جن کے مختصر حالات

یہ ہے: مرہٹہ اس علاقہ پر چھڑکے، نہر، بہت سے بار۔ میں گورنر رولینڈی طے کیا میں یوں اظہار حیا کرتا ہے کہ۔

"پٹانوں کا ہندوستان دوروں پرستی کے تحصیل پڑی گھیب میں کھڑے سے شمال مغربی کونے پر تحصیل پڑی گھیب میں کھڑے سے اس پاس ہر سا غری پٹان امانت شکستہ) کہہ سکتے ہیں دوسرے تحصیل ایک علاقہ پھیل چکے ہیں یوسف نئی آباد ہیں تو بہت دور سے اس کی تحصیل صوبائی سے دی گئی ہے۔ یہاں سے اس حدوں سے علاقوں کے درمیان دریا نے سندھ کے کنارے پر کھڑے اور قلعہ شاہی "وان آباد ہیں۔ پھیلے اور برہان کے علاقے کا پٹھان آریس میں مل جیل کر ایک قبیلہ چلا آئے ہیں وہ عموماً بہت ہی عمدہ کاشتکار ہیں اور دریا کے کنارے کے پار اپنی ملازمت سے مختلف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان میں کوئی مختلف خانانہ جتنے ہیں۔ اس وقت کے مشہور خاندان تحصیل ایک میں حسب ذیل ہیں۔ یہ عالم خان کنہ خورشیدی، نصف خان کنہ ملک، ملا، امیر خان کنہ ویتہ علی کہر خان کنہ یا سین، اکبر خان کنہ برہان اور غزن خان پٹان جو اپنی وفاداری کے لئے مشہور ہے اور جس نے تقیہ پند ستارہ کے سند میں بہترین خدمات انجام دی ہیں جس کے صلہ میں تحصیل کوڑے میں انہیں ایک اچھی ملازمت ملی ہے۔"

پھر پھر کے موضع غرضی میں میرد خیل، علانیت خیل، سابل خیل، کلکوڑ، سند خیل، اسحاق نئی، سرما خیل وغیرہ آباد ہیں۔ کچھ پورہ سبک

انہیں ان اسی کے رئیس یوسف زئی نے ان کو اٹھان کے ساتھ گزرتے ہوئے دیکھا اور یوسف زئی سے پڑا رہا کہ اس نے تعجباً دیکھا کہ اٹھان پڑا رہا ہے اور یوسف زئی نے پڑا رہا کے ساتھ ساتھ پڑا رہا ہے یہ ہو کر وہ اٹھان لے کر دیا تھا۔ یعنی اٹھان کو دیکھ کر سالار کے مقتدر میں اٹھان دیکھ کر خوش و خوش ہو کر اٹھان لے کر دیا تھا۔

انہوں نے جنگ اور جنگ سالار و منصور کا مشترک دیکھا۔

تقسیم گزرتی رہی اور انہوں میں تقسیم ہوئے۔ سالار اور منصور جو

کی ذیلی شاخیں تھیں بولی ہیں۔

سالار کی شاخیں ہیں، منہ خوار تھے، تنہا تھے اور مسلمان تھے۔

اور سیدی ہیں۔

سید اور انگریز کی آمد پر قبیلہ شیر جاہ سالار۔ لیکن ۱۸۵۰ء

میں انگریزوں نے خوشی اور خوشی کے دوران میں قبیلہ کو اس بات کا

پابند کر دیا کہ وہ ہندوستانی پنجاب میں کو اپنے علاقہ میں قبیلہ کر کے

نہیں دیں گے۔ اور جب قبیلہ سالار اور کسبل کے اٹھان رہ گئے۔

اس پر رضا مدی کا نظریہ کر دیا تو انگریزوں نے قبیلہ سے شریک

میکر مسیحا شروع ہوا تو انگریزوں نے قبیلہ سے شریک

ہوئے۔ مگر یہ مسئلہ کے اختتام پر گزرتی رہ گئے۔

کشتی کی۔ اور میں پہنچ گئے۔ صلح کی گھنٹہ شروع ہوئی تو قریب مکمل ہونے کو تھی۔ مگر رات کو کنگ جہانگیر علی نے کمرے میں گھسٹ کر چلا گیا اور میں نے اٹھان کی طاقت پر شک نہ ہلائی۔

پھر انگریزوں نے مکمل کر کے اٹھان کی طاقت پر شک نہ ہلائی۔

تو شش کو دیا، بعد میں سالار اور منصور کے صلح ہوئی۔ اس کے

بیان کیے جاتے ہیں۔

گزرتی رہی۔ یہ پٹھانوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔

اس وقت تحصیل صوابی میں اور اس کے مشرقی علاقہ ریسٹ کے مشرق

پڑا رہا ہے۔ ابتدا یہ قبیلہ بھی دیکھ کر پٹھانوں کے ساتھ قندھار

اور پویشستان کے درمیانی علاقہ میں مقیم تھا۔ یوسف زئیوں کی

کابل سے آمد کے بعد عرصہ بعد یہ بھی وہاں سے یوسف زئی کے ہاں

چلے آئے۔ سید محمد شاہ اپنی تصدیق بھائی الا نسب میں لکھتا

ہے کہ۔

یہاں پہنچنے کے بعد انہوں نے تہذیب نہیں لگائی

محمذی اٹھان میں اور اٹھان زئی قبائل سے جہانے

مہاشس مانگی مگر یہ پڑا رہا۔ ہوتی تو اس قبیلہ نے دریا

سندھ کا رخ کیا۔ دریا عبور کر کے کوئے کر قبیلہ

اتھان زئی نے ان کو مہاشس مانگی لیا اور مہاشس

بازہ، کابل کیا، چینی، گابائی اور مگل چانی

مگزلف وغیرہ مال مویشی پرانے کیلے دے دیے۔ مگر

کچھ عرصہ بعد اٹھان زئیوں نے ہزارہ اور کابل کا علاقہ

ان سے واپس لے کر خود وہاں رہائش اختیار کی۔

بھائی الا نسب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب بہا کو خان

یوسف زئی نے ہزارہ پر حملہ کیا تھا تو گزرتی رہا اس کے ساتھ

میدانی علاقہ میں اپنا قہر قائم کر لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ یوسف زئیوں کے ساتھ

رہے اور ہمیشہ ان کی مدد و اعانت میں پیش پیش رہے۔

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

اور

کی دلا، ہوں گے جو یوسف زنی کے بھانجے تھے۔ اور کارگر بیویوں کی پرورش داری در زرداری کے سبب ان سے ساتھ شامل رہ چکے ہوں۔ اور پی و کارگر کا یوسف زنی کے ساتھ شامل ہونے کا سبب بھی یہی

دشمنہ داری ایک ذریعہ ہوں ہو۔

۔ بھی مہارہہ رہے کہ ابتدا میں بنی و کارگر کو شیخ علی کی تقسیم میں تہہ ہائی رنی علاقہ مردان کے موضع پر سرد میں صفحہ ملا تھا وہ کچھ حصہ موضع طلب کردہ میں بھی ملا تھا۔ جو اس وقف بھی ملاں یہ سبب کارگر کے نام سے موسوم اور آباد ہیں ضلع پڑاندہ میں ان کو ان سے مقبوضات میں دوبارہ صفحہ دیا گیا تو یہ سرد و ادارہ طلب کردہ سے ملے کچھ ٹوک بہاں پڑاندہ میں کر لاندہ ہوتے اور کچھ ٹھکانے دلاں میں موضع یہ سرد و دروند یک ٹھکانہ طلب کردہ میں موعلاں سابقہ مقیم رہا۔ جو اس تک ان کی دلاں دلاں ملائش پذیر ہیں مگر ان سب کو کارگر بولا جاتا ہے۔ بنی کا لنگ نام نہیں تو یہ سرد و اور طلب کردہ کے علاوہ یہاں اسی تہہ میں ان کو موضع کوٹ چوہو ٹوڑہ میں بھی صفحہ ملا تھا۔ ان کے تہہ ٹھکانے کا لنگ، لڑبھری کا لنگ، بابا، موضع سالم خان تھیں صوبائی اور محلی ضلع مردان میں بھی ملاں کا رجسٹر ہے آباد ہیں۔ مگر یہ ملک بنی اور کارگر کے نام سے نہیں رکھے

فرشتہ کے نام سے یاد کیا جاتے ہیں۔

موضع یہ سرد میں کارگر کے علاوہ ملا گوری، تالان جس و دلاں کے دو ٹھکانے، خاوری نہیں در شاہی نہیں بھی آباد ہیں اور ایک ایک گھرانہ مہارہہ مہارہہ اور سوانی و چیرہ فغان بھی آباد ہیں۔

رہے۔ ۶ ظہر زندگی کر لاندہ رہے تھے۔ پاکستان کے محض وجود میں آنے کے بعد انہوں نے اس سے الگائی کر دیا۔ نفوس کر گلدان کے و لوگ جریٹ آباد تحصیل میں آباد ہو گئے تھے پشتو زبان کو بھول گئے۔ جو ان کی مادری زبان تھی۔

بنی اور کارگر (فرشتہ)

یہ دونوں افغانستان شمالی دانی کے بیٹے ہیں اور دونوں کا مشترک نام دانی ہے۔ اور قلمد فرشتہ سے مشتق ہیں۔ ان کے کچھ گھر نے یوسف زموں کے ساتھ افغانستان سے آئے تھے اور ان کی پروردگی میں شامل ہوئے تھے۔ اگرچہ ان کا اثر قبیلہ اس وقت شمالی بلوچستان کے علاوہ کردہ سیمان میں آباد ہے، لوگ، یوسف زنی کی یہ تکلف و حاجت میں شریک رہے اور حسب یوسف زنی کا موجودہ تحصیل بری پور یہ نیا قلمد ہوا تو ان کو سیمان پر رہا۔ اور صوبائی کمون میں حسب مشاعرہ دیا گیا۔ جو کس وقت تک یوسف زنی کے دانی شاخ آغا زانی کے ساتھ تحصیل بری پور میں آباد ہیں۔ اور حسب تحریک مصنف تاریخ دانی بہاں و دانی صفحہ دہم صوفیہ، بہ لوگ یوسف زنی کی پرورش دلاں بھی تھے۔ وہ بول کر ان کے ہاں مسیحی سیمان پر ملک یوسف ن سرحد کن ختی کی ملتی بہاں دہو چکی تھی، حسب کہ یہ لوگ قند ہار کے علاقہ میں آئے تھے۔ مصنف سے سیمان کو بنی کے تھے پچھلے کی پانچویں پشت میں بتایا ہے۔ اور پھر سیمان کی اس سوک سے پیدا شدہ وہ بیٹے عیسیٰ اور موسیٰ کے نام نہاتے ہیں۔ اگرچہ عیسیٰ بولایا جیسا کہ دست مقام بلوچستان میں نو پھر۔ ہونے قلمد بولی ہے کہ یہ بنی لوگ بلو موضع شمالی تحصیل بری پور میں آباد ہیں۔ عیسیٰ اور موسیٰ

تھے وگرنہ کمال کو تو اپنی اُردو سے اور قریب چار سو سال تک یہاں قیام
مجبب اور پھر ان میں سے ایک بزرگ شاہ میر بابائے برٹہ خیل سے جا کر
کشتہ میر کو قید کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ محمد اکرام مصنف

”آپ کو تیرہ کہتے ہیں“

”سوات کے ایک بزرگ شاہ میر ۱۳۱۵ء میں کشتہ میر کے
منگھو دیو کے ہاں حاکم پر سے اور اپنی خدا داد و قیامت
سے بڑا آئندار حاصل کیا۔ ان کے بیٹوں کو بھی باجوے
بڑے اختیارات دیے اور خردان کو راجہ کے ایک چلین
نے پناہ کریں سلطان مقبرہ کہا، حضرت یہ جب ملک کا نظام
درہم بہم کرنے لگے تو سوات کے شاہ میر شہسوار نے
سے تخت نشین ہوئے اور سکھ و خطہ جاری کیا۔ کشتہ
میں اسلام ان کی بدولت پھیلا۔ شاہ میر نے کشتہ پر اسلام

کے سپاہی تعلقات کی بنیاد رکھی“

شاہ میر کے والد کا نام شاہ درین تھا۔ کیرتہ ہشتری میں شاہ میر

کی نسبت لکھا ہے کہ۔

”نے بادشاہ نے چنے نئیارات سمجھو دریکہ تیرے

، ستواں یکے کشتہ کے سردار بیٹے بیٹے ظالم تھے۔ ان کی
علائشہ پاسبی یہ تھی کہ وحشت کے پاس معمولی دال روٹی
سے زیادہ کچھ نہ رہنے دیا جائے۔ نئے بادشاہ کی حکومت
ہل اصولوں پر قائم تھی۔ اس نے بے جا سرکاری لگانہ
اور بیخ منصفانہ ٹیکس ہٹا دیے۔ ٹیکس وصول کر کے ظالم
طریقے کو توقف کر دیے اور سرکاری لگانہ پیدا کرنے کے بجائے
سے برطرف کیا“

میرت

ان کے کوئی خاندان یوسف زئیوں کے ساتھ بچھڑا ہوا ہے
درہن کے ساتھ آباد ہوئے درحیب یوسف زئی نے اشمخ کا سردار
گھڑہ تیروں کو دیکھ دیا اور دالہ آباد ہو گئے تو تیریں بھی تو ناز سے
منقلب ہو کر یوسف زئی کے ساتھ آ پاؤ ہو گئے۔ حیب شیخ علی نے اس وقت وہاں
اور حال قوہ کی قیادت میں ادا ضی تقسیم کی تو اس میں تیریں بھی
شامل تھیں۔ اس وقت وہ بھدر کے مشرقی حصہ میں رہے اور ان کے نام
سے تیریاں اب بھی ایک گائوں دالہ آباد ہیں۔ بوضیح نگری کے
قریب واقع ہے۔ درہن کو نکالنے کے بعد تقسیم اراضی میں ان
کو بھی حصہ کے ساتھ مل اور پادرسین منتقل ہو گئے۔ چنانچہ
موضع پادرسین قبیلہ سواتی میں تیریاں اتر کے نام سے اب بھی موجود
ہے اور وہاں ادا کا اہل خاندان بھی آباد ہے اور حیب یوسف زئی
نے آزاد پیر پورشی کی توتوں کے ساتھ نئے آبادیش، پانڈاک، ریکانہ
علاقوں میں ڈھوسے بھائے توں کی آبادیاں دیکشیں، پانڈاک، ریکانہ
اور بھادر دیو کے ناموں سے منظر عام پر آئیں۔ اور یہ طور پیر تیریں کہلاتے
اس کے علاوہ بھدر، تیریلہ میں بھی ان کی مختصر سی آبادیاں تھیں۔
لیکن اس یہ قریب کی دوسری بکر منتقل ہو گئے ہیں جسے سپہیں
زیریں کہتے ہیں۔

سواتی پٹھان اور حیب

اس قبیلہ نے سلطان محمد غوری کے لوہہ میں ان کے حکم سے
سوت اور پادرسین کی راہ لی تھی۔ اور دالہ سے قیام ہاشمدوں جو کاکم

در قوم کرمانی اندر مکرانوں میں طایفوں گفتہ ہارشد ہر کہ از
اولاد او مازور یا دافصل سید شہاراد اولاد و نامہست۔
چنانچہ میں مقدمہ در سلطنت سلطان بہلول و سلطان مکران
لودی، سلطان شیر شاہ سورنہ مکران شہرہ بودہ، بزرگان
ایشان قرار بہ بہلول سارشدہ و میں حکم نیز در می ملت
بادشاہان مکران شدہ، تاریخ ابدالہمیر جی)

افغان اکابر مشائیر

ماضیہ درجہ مکران شہزادہ زما نے میں تھون یا اخوند شہزادہ میان
ہے، ملا، خانمہ وہ پیر زادہ، انوں زادہ اور صاحبزادہ و پیر و نقاب
تھے جو پختون قوم کے اکابرین کو دیتے جاتے تھے۔ اور نقاب
ہوت بہت متبرک اور مقرب سمجھے جاتے تھے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ
پختانوں کے بڑے بڑے پھر انوں کے زاد بہویشوینیت کے
علاقہ عامتہ درس و تدریس اور نظام ریاست میں اکابر مستقل
مستون کا کام بھی دیتے تھے وہ ظاہر کی سرکاری اور منظور کم کے
حمایت نگہ رہی ہے اپنی قوم کو پانے اور ملک کی حفاظت کے
ذمہ داری سنبھالتے تھے و حکومت ان کے پیر و کار و در معتقد رہتے
تھے۔

طیس یا شہزاد یا سرس (جو تینوں ایک ہی قبیلہ کے تھے مختلف ہیں)

یہ افغان قبیلہ ہے اور اس قبیلہ کو قیس عبدالرشید کے بیٹے
شرعیون شہزادہ دین اک، دلا و بیان کیا جاتا ہے۔ اور پورسلف دینوں

زبان و پوشاک اور بودہ باکشی افغانی ہی ہے اور اس مسلط میں وہ شہزاد
ہزارہ کے و سکرانوں سے ممتاز ہیں۔ ان کے کچھ گھرانے، اسماعیلیہ
اور سادہ ٹھہر میں نور پند گھرانے علاقہ پھر چھ ہیں بھی آباد ہیں ان کی
کئی طرح سکھوں و زاس کے بعد مکرانیوں سے ان کی زمینیاں خوب
ہوئی تھیں۔ مکران کے ہیں کہ۔

مشوانیوں نے ہری سنگ کا تاکہ میں نام کر دیا تھا۔ یہ
لوگ گھوڑے بٹھان ہیں اور دریائے سندھ اور وادی پرانہ
کے درمیان گنگھو کی بہاؤوں میں رہتے ہیں۔ ان کا مرکز
کئی دیہات کا ایک بھر مٹ ہے جو سرسری کوٹ کہلاتا
ہے۔ یہ جگہ پہاڑیوں کے اندر محفوظ علاقہ میں واقع ہے
میں مشوانیوں نے پختانوں کے رہن کر کے دلچسپ
طریقے پرست پر رکھے ہیں۔ وہ قتل اور صدیاں لگایا نے

پر بھی نہیں رہے۔

مشوانی قبیلہ کے ذیلی شاخیں یہ ہیں۔ (۱) لودین (۲) منڈکانی۔
(۳) سلہانی (۴) برہمانی (۵) کزہوتی (۶) خریب (۷) ٹوکا (۸) (۹)
نن یا دافصل (۱۰) تغض۔ تغض کے چار ذیلی شاخیں ہیں جو آزاد
سنہر، موسیٰ خیل اور پورسلف خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

قومیت کے متعلق ایک اہم فیصلہ

دکراہینہ طوطہ قوم افغانیہ نوشتہ ہیں باہم راستہ
پنا پختیار و شہزادی در قوم شہزادی اندر سید لڑی اور
قوم تریبہ مذکورہ سید در قوم میانہ و کوئی در قوم پختی
اند و مشوانی و تارہی در قوم کاکورہ اند و اپنی و وردک

سبحان شاہ اور شاہ نور لا، نیشنل بزرگوارین دین کی اولاد میں۔
رواٹری ہا یورقیان، کمار یکشا اور کمبار

یہ چاروں ایک ایک انسان تمہاری ہیں اور ان کے کچھ خاندان
 ابتدا ہی میں یوسف دلی کے پاس بکر شامل ہو گئے تھے۔ وہ ملک
 گیری اور زیر پر تکلیف و راحت میں زیادہ اضافہ و پھردہ کی سے
 پیش رفتے تھے۔ ان کو کراچی دلی کے ساتھ موضع مایار میں تقسیم
 سے وقت گزرے ملا تھے اور اس وقت بھی یہی لوگ موضع مایار نزد طورہ
 میں آباد ہیں۔ اور یہاں کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی کچھ
 کچھ گھر بکھرتے رہتے ہیں۔ مثلاً کمبار کے کچھ خاندان برہم پست
 سالار دلی کے ساتھ بھی آباد ہیں۔ اور جو فی خاندان واے بھی کافی
 تعداد میں ادا دلی کے ساتھ مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں
 قبیلہ روٹری کے چند گھرانے سکڑ مایار میں کراچی دلی کے
 ساتھ بھی آباد ہیں لیکن ان کی زیادہ تعداد بکر، بحیثیت قبیلہ و بیوہ
 تقسیم شیخ علی، شہ بابائی، دلی کے مسلم موضع حلاہ اور اس کے محکمہ
 بائدہ جات میں مالکانہ حیثیت سے قاضیان اور کمار دلی کے ہیں۔
 ان میں کئی جیلی ہیں۔ مثلاً خواجہ داد شیل، قمر پشیل، طہر دلی، گوشت
 حسن، زنج و تمان دلی، مانتو شیل اور حسن شیل۔
 راجا دلی قبیلہ کے علاوہ جلالہ میں کچھ دوسرے مختلف خاندان
 خاندان بھی مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں۔ مثلاً شہمانی کے کچھ خاندان
 بہرہ دلی و خاندان و شیخ شیل، دو خاندان، مہرہ و دیشیل، کک خاندان
 مہرہ دلی، ایک خاندان، ہاکند دلی و خاندان، سہ شیل، ایک خاندان
 حوشیگی، کیم خاندان، پیر جیل اور ملا شیل، ایک ایک خاندان مہرہ د

کے ملا شہان سے بہت کرتے وقت ان کے چند خاندان جن کے
 ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے، بکے تھے۔ شیخ علی کے تقسیم
 راضی کے وقت پہلے ان کو طورہ و شادرت، پور میں آباد کیا گیا۔ تو بعد
 میں موضع ڈھور بھی سالہ دیا گیا۔ یہاں اس وقت بھی یہ لوگ
 آباد ہیں۔ اور جنہو یوسف دلی علاقہ پہنچے کھڑکی طرف بڑھے تو اس
 قبیلہ کے چند گھر ان کے ہمراہ تھے جو وہاں آباد ہو گئے۔ اس
 وقت بھی علاقہ پہنچے کے کئی دیہاتوں میں آباد نظر آتے ہیں۔
 اس کے علاوہ چند گھرانے موضع پادشیں اور موضع نہاں گھیل مہابی
 میں بھی آباد ہیں۔ مالکانہ حالت ملک مد پیلہ اس خاندان سے تعلق
 رکھتے ہیں۔

کک شہ دور بزرگ پیر دلی جس کے منالہ سے انھوں دور طورہ سے ہو
 تھے، بھی اس قبیلہ ٹریج سے تھے۔

سرکاری تاروں، مایار، اطراف

لنگ، لنگ یہ چاروں خاندان قبایلی ہیں جو تہذیب میں بچے تہذیب
 سے ان کے کچھ خاندان لنگ، بوکر یوسف دلی کے ساتھ شامل ہو
 یوسف دلی کے ساتھ ملک گری میں کار بار سے نمایاں سہا فہم دیتے
 دور یوسف دلی نے ان کو اپنے پاس رکھ کر اپنی برادری میں شامل کیا
 شیخ علی کی تقسیم میں ان کو دیوہ پھڑ کے علاقہ سیران و بہندولت
 میں، رضیات دیکر سا گیا تھا، جو بکک دکان آباد ہیں۔ اور میران
 و ہند دلی کے علاوہ وہ سب مقامات پر بھی آباد ہو چکے ہیں، کچھ
 میں بھی ان کی کچھ تاروں ہیں۔ دریا پار کے چند خاندان نوہرہ طورہ کے
 موضع تہذیب پر طورہ پھری میں بھی مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں۔ جو

طوغی یا توغی

یہ ایک افغان قبیلہ و شامل ترکمن ہے۔ ان کا علاقہ شمال میں
دشک کے شمالی سرحد پر حمات کے نام سے مشہور تھا۔ قبیلہ توغی
کا نسبت توغی کو ہے جو دلاور علیہ السلام کے ابتدائی وقت میں
حمات کے امیر تھے۔ توغی کے متعلق کتاب مقدس سمویں ۲۰ باب
میں یوں درج ہے کہ۔

”اور حس حمات کے بادشاہ توغی نے سنا کر دلاور علیہ السلام
نے ہمدردی کا سہارہ لے کر مار دیا تو توغی نے اپنے بیٹے
یوزر کو دلاور بادشاہ کے پاس بھیج کر اسے سلام کہے تو
مہاراجا دوسے۔ اس نے اس کے ہمدردی سے بے جا
کر کے سے مایا۔ کیونکہ ہمدردی توغی سے ہو کر تھا
اور یوزر عام چاند کی اسوتے اور پیش کے ظروف اپنے ساتھ
لایا اور داد دے ان کو خدا اور کچھ مخصوص کیا۔

ارغڑ یا اورغڑ

یہ ایک مشہور و تہذیبی قبیلہ ہے۔ ان کے چند خاندان افغانستان
سے پیش روئے ہیں کہ گھگر نے یوسف زئی کے ساتھ اور دلاور
پشاور کے مندرجہ بالا قبیلہ کے ساتھ ہوئے تھے۔ ان کی زیادہ آبادی گانگور
میں ہے۔ ان کی نسبت آرمینیا کے شہر اور حیدر سے بہانہ انہوں
سے پہلے پہل سہاک در وادان کے عہد میں (آتشکدے سے پہلے) کے
آتش پرستوں کی جگہ کرکھا یا تھا۔ بائبل انصاری بھی سی لپیچے
متعلق تھا۔

سربہ نسبتاً افغان ہیں لیکن ان کے علاقہ پیر افغان چنگ گھر سے
بھی میراں قابضان ہیں جس کی تفصیل یہ ہے، چار گھرانے ہاندو
دو گھرانے امان و دو گھرانے گورجروغور۔

دیر شہر پوری افغان

پوری یا پوریان قبیلہ کی نسبت شام کے شمالی علاقہ حمیر دیکام کے
طراف میں دیار کے قریب پوتا نامی گاؤں سے ہے جس کی مائش
وہاں شام میں پوتا نامی تحصیل میں تھی۔ مشرق کی طرف آئے کے بعد
وہی سکونتی نسبت سے یاد۔ دیر کا رسہ جاتے ہیں اور ہمیشہ سی
طرح روحانی یارو اشری اور کھار پاکش اور کھار بھی شام کے کوئی
مقامات کے ناموں کے نسبت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

دورگ قبیلہ

یہ افغان قبیلہ ہے دران کے کچھ خاندان یوسف زئی کے ساتھ
افغانستان سے آکر شمال ہوئے تھے۔ در ملک گجری نیز پیر ملکین
میں یوسف زئی کا ساتھ دیا تھا۔ ان کو شیخ علی کی تقسیم میں ملی لائی
کے ساتھ علاقہ میدان اور اوشیرئی درہ دیر میں اور ہاندو کے
ساتھ سوات میں۔ در دولت ملی کے ساتھ کھپانی بوئیر میں حصہ
ملے تھے جو آب تک واپس آباد ہیں۔ دورجیب یوسف زئی نے علاقہ
پھچھو پر قبضہ کیا تو اس کو اس نے علاقہ میں بھی موضع نطو
میں ساگاؤں کا شہر حلقہ ملا جو اب تک وہاں آباد ہیں۔ درباقی
دو حصوں پر سوزئی در سید خیل ٹالابوٹ اور گے جو دونوں نسبتاً
یوسف زئی ہیں۔

ان کی قوت تقسیم ہوتی پہلی گئی۔ اور انگریزوں کی "میرٹھ" کے کئی سرد کے لئے ساتھ جوئے کیس میں وہ آتش کرا، مغلوب ہو گئے۔ اٹمان خیل کے چند خاندان تیرہ لاکھ زرعی کے سواضعیات میں ٹالان، سنگٹان، چیلان مشہور کی، کھوئی اور برمول میں آباد ہیں جو جنگ کا لنگہ کے بعد بطور انعام یہاں تک مزید ستم مل گیا۔ اور کچھ گھرانے موضع گلیڈاڑہ میں بھی آباد ہیں۔

خوشی پھلان

اس قبیلے کے کچھ خاندان ابتداً محسذہریوں کے ساتھ شریک سفر رہے۔ حالانکہ ان کا پورا قبیلہ گھمور پنجاب کے علاقے میں آباد تھا۔ پھر گھمور نے حسب گھمور کے کوکھم کا علاقہ دیا تو خوشی پھلان بھی چار دھند سے دھمیل کے واسطے پر جانب شمال مغرب رہا۔ تیس برس کے جس کا نام خوشی پھلان ڈھیری پڑا۔ محسذہریوں کو اس کے بعد خوشی پھلان کا کچھ علاقہ بھی یوسف زئیوں نے دیا تو خوشی پھلان وہاں سے منتقل ہو کر خوشی پھلان سے مغرب کی جانب ایک گاؤں میں رہے جس کا نام خوشی پھلان مشہور ہو یہاں اُن کے ساتھ کچھ دوسرے قبائل بھی آکر مسفر کے علاقے میں آئے۔ شاہ شاہی گئے موضع خوشی پھلان دو حصوں پر موسوم ہے۔ برکے اور کونڈکے۔ برکے میں سکرنی، مالی خیل، شالہ خیل، نیکنی، منشی خیل، فاندنی اور درم سالی پھلان آباد ہیں۔ کونڈکے میں چنڈ خیل، گورنی، گورنیان، خلدان، کورچان اور شکہ آباد ہیں۔ یہ مذکورہ سب اٹمان قبائل میں جو اس وقت موضع خوشی پھلان میں رہتے ہیں۔

بے سود اور گور اور ملتان قبائل

تینوں لگ لگ اٹمان قبائل ہیں ان کے بھی کچھ خاندان اٹمان سے بگور یوسف زئی کے ہاں پہنچے اور ان کے معادن بنے شیخ علی کی تقسیم میں ان کو سالار زئی کے ساتھ حصص ملے تھے۔ جو اس وقت ان کے ساتھ ہوئے ہیں آباد ہیں۔

ان کے علاوہ بے سود کے چند گھرانے درگزی مشہور ہیں ان کے لئے تھے۔ جو اب بھی مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں اور بے سود کے چند گھرانے موجود موضع ڈانگ بے سود میں رہی کے قریب بھی آباد ہوئے تھے۔

اٹمان خیل

ہر ایک مشہور اٹمان قبیلہ ہے یوسف زئیوں کے کال سے نقل مکانی کے موقع پر یہ ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ اور ان کے طور پر وہاں پہنچے ہیں، بھی معتدلیتے رہے۔ کالنگ، اور شہزاد گور کے یوسف زئی دکانگ معمر ہیں، انہوں نے کارہار نے نمایاں دکھائے تھے۔ قبل اس کے یوسف زئیوں نے ان کو مالکیت کے مغرب کی طرف کا علاقہ دیا جو باہر سے جنوب کی طرف تھا رہائش پزیر دیا تھا۔ جو اس وقت یہ تان خیل کے نام مشہور ہے اس میں کھو، پہاڑ اور دیہات رنگ برنگ مشہور ہیں۔ اور یہاں پر ایک "سرخیلی" ہی موجود ہے یہاں کے آثارے مشہور ہیں، کا مزار ہے۔

انیسویں صدی کے وسط تک اٹمان خیل کی قیادت ایک طاقتور خان کے ہاتھ میں تھی۔ جو ایک مطلق اٹمان حکمران تھا۔ لیکن بعد میں

منہ زوری یا مائدوری

یہ انصافان قبیہ جیسے جو یوسف نے ان کے ساتھ چنگ کا ملک میں شامل ہوا تھا۔ اور یوسف نے ان کے ملک گیر کر دی ہیں انہوں نے ساتھ دیا تھا۔ شیخ علی کی تقسیم میں ان کو کمال آئی کے ساتھ صفد ملا تھا۔ اس وقت بھی منہ زوری مو صبح ہوئی دیکھ ہوئی میں زیادہ قہار سے وہ جگہ گھر سے شامت پر مہر و ہیں تاد ہیں۔ تو سب طرح قبیہ کیا یہ کشت بھی مو صبح طور و ماہیار میں مالکا ذہنیت سے آباد ہیں۔

منہ زور اور کشتار

و شیخ دے کہ منہ ایک نصیر تھا جو طور سینا کے مشرق میں ہوئے اور ملک کی حرکت پر واقع تھا جس سے منہ زوری انصافان کی سکونت نہایت ہے۔ داسی طرح شام میں کشت ایک شہر کا نام تھا جو صیہوں کا مرکز سی شہر تھا۔

میتہ سی اور گمرانی

یہ دونوں فصان قبائل ہیں۔ میتا ہی کے زیادہ تر لوگ موافقت تادورہ نامہ پر اور تاکسیم تہ حاضر میں آباد ہیں۔ اور گمرانی حاضر میں اور یوسف نے ان کے علاوہ محققہ زنی کے ساتھ شہر میں بھی آباد ہیں۔

لونی یا لونی

یہ ایک فصان قبیہ جسے جو یوسف نے ان کی دولت پر چنگ کا ملک میں شریک ہوا تھا۔ وہ ان کو طاعنی نہیں کیا تھا صفد ملا تھا۔ اس وقت یہ لوگ

کشتانی یا کٹانی

یہ لوگ غمرانی اور غمرانی کے بیٹے اور زہد کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ بھی چنگ کا ملک میں یوسف نے ان کے ساتھ ستالی ہوئے تھے۔ اور ملک احمد و شیخ علی کے تقسیم میں ان کو ملنے کی تہ بہ زنی کے ساتھ صفد ملا تھا اور سب بھی وہ ملنے زنی کے ساتھ علاوہ دیر میں آباد ہیں۔

غمرانی اور لودی

ان دونوں قبیلوں نے تادین بنہ میں غمرانی اور لودی کے نام سے نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔ ان کے چند گھرے بھی امدا میں یوسف نے ان کے ساتھ ہی آئے تھے۔ و شیخ علی کی تقسیم لانی میں انہیں صفد زہدی دیا جانا ہوتا ہے۔ علاوہ ان غمرانی دینی غمرانی یا غمرانی جو سب ایک ہی قبیلہ کے مختلف نام ہیں) کے انور تہ زہد کے مو صبح شہر و اور غمرانی اور زہدی تحصیل صوفی میں آباد و حصہ حب ہلاک ہیں۔ مستہر و حاضر دینی یہ طیب ہیں کا ذکر انور زہد سے کیا ہے اور اس کے حق لغیر میں سے تھا۔ بھی اس قبیلہ غمرانی سے تھا۔ لودی غمرانی مو صبح غمرانی میں آباد ہے۔ جس سے نواب صاحب وہ عبد القیوم خان تعلق رکھتے ہیں۔

علاوہ۔ دینی پھر نے چھوٹے مختلف قبائل کو بھی یوسف نے ان کے اپنے ساتھ جہاں لایا وہ جسے آباد کیا و شیخ غمرانی کے طور پر ہ کو دین بھی دی۔ تاکہ وہ اپنی زبان کی گزر سکیں۔ و اس وقت ملک وہ مختلف مقامات پر ان کے ہمارہ آباد نظر آتے ہیں۔

گٹ

[illegible]

۱۴) مورا ضلع انتھکے ۵ دکنیاکے دوپتہ ولہ پر سر پیں اول دنیا کلام
میر خان دھانسہ، خوش، اکیم، سپران مہنڈان خان ولہ بابو خان ولہ
پورول خان ولہ نور محمد خان قوم دیکانک غنات آباد درقا جھان
پیں۔

(۳) مرا شصت پنجہزار اہل پارسی کے ہلالی علاقہ پر پتہ لکھا ہوا ہے

[illegible]

منہ کشید اور ایسا کی دکان کو بھی سے مشہور ہو گیا۔

اور پھر اس کتاب کے حصہ ۲۲ء حصہ ۳ پر درج ہے کہ

”بہلول خیلوں خنان گلیانی مالکان شہدہ ہیں“

مذکورہ بیان شہدہ کے بندہ بدست میں بہلول خیل کے اربابین

سنگڑ کی زبان پر درج ہوا ہے، وہ زیادہ مستحکم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ موضع پٹاریہ کے بہلول ذلی خیل ہیں نہ گلیانی

بلکہ وہ خیل کے نامی گرامی ملک بہلول بن صدر بن عیسیٰ اسحاق رخی

خیل کی اولاد ہیں۔

تہہ ۱۰۱۰ پٹاریہ میں برہمہد کے آنے کے وجوہات یہ ہیں

کرشنہ ۲ میں قہید وسف زنی برسر کرگی ملک کا نو خان اور

مغلی حکمران کمر با نشاہ کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی۔ اکبر خود

قہد ملک میں مقیم تھا۔ اور کابل و بہار وستان سے چندہ فوج بلا کر

علاقہ پیرسلف زنی پر حملہ آور ہو۔ جس کے نتیجے میں اکبر کی مکی فوج جو

پٹاریہ یا باون ہزار میں کھائی گئی ہے۔ راجہ سی بی سمیت پیرسلف زنی

سے پٹاریہ میں مارے گئے۔ اس جنگ میں لٹاؤں کے اکثر

نہاں شامل ہوئے تھے قصور شاہ برہمہد پیرسلف زنیوں کی امداد فر

ماعت میں پیش پیش تھے جو اس وقت پٹاریہ اور دور شہر کے

درمیان حارب تہہ طاہد کے نام سے یاد ہوتا ہے، اس قسم تھے۔

اکبر بادشاہ نے صدر میں انتظام لینے اور کابل کا راستہ صاف کرنے

کی خاطر برہمہدوں پر حملہ کیا، اور ایسے محاذ پر برہمہد کو جلا وطنی

پر مجبور کر دیا جو کہ اس وقت سوائے علاقہ پیرسلف زنی کے اور

کوئی مقام مسلمانوں کے اثر سے محفوظ نہیں تھا۔ ایک طرف دریا

کابل حد فاصل تھا تو دوسری طرف دریا کے ساتھ۔ چنانچہ پیرسلف

زنی نے بہمد قہد کے ان خانانوں کو جو برہمہد بولا جاتا ہے۔

ہیں۔

(۸) موصاف کتوزنی و صدر گڑھوی اور نورنگی میں قوم پیرسلف

زنی کے چند خاندان یعنی بہار خان بن ماموں خان بن عثمان کے پرستے

سرور اٹلی نور وریلی کی اولاد کہا جاتی اور کتوزنی میں ان کے ساتھ

ایسیاں خنان قہد بھی دیتا ہے۔ کتوزنی یا کتوزنی نام بھی پیرسلف

زنی ہی ہے۔ ابتدا میں چیم پیرسلف زنی دوتاہ میں کہا تھے تو یہاں

ملک کرد کا نامورائی قہد رہتا تھا۔

(۹) موصاف جٹ و گڑھوی محلگرمی اولاد و مستیان قسمری،

سما میں در کا نور پور۔ قابضان قوم اولان کے آباد ہیں۔

(۱۰) گڑھوی شریف خان میں مسہری شریف خان قوم محلی کی اولاد اور

گڑھوی ناظر میں ناظر خان قوم محلی کی اولاد کہا جاتا ہے۔

(۱۱) موضع گڑھوی مہاراجن میں مستیان خان محسمہ و گڑھو

قوم سہیہ کی اولاد کہا جاتا ہے۔

(۱۲) موضع ماموں میں اولاد صاحب محل، صدر و کتوزنی قوم پٹاریہ

در موضع کتوزنی میں بسیب افغان ملا نہیں اور موضع حاجی زنی در

باسین خان کتوزنی کی اولاد کہا جاتا ہے۔

(۱۳) موضع پٹاریہ میں دلا و مجید افغان قوم صوفی اور موضع پٹ

میں اولاد و بخت، پارافغان قوم شمشیری، در موضع گڑھوی جادہ بان میں

اولاد فاضل خنان قوم شمشیری آباد ہیں

(۱۴) پٹاریہ میں برہمہد آباد ہیں، اور ان کے علاوہ شہدہ میں بہلول

نہی آباد ہیں جو ملک خیل کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ بہلول خیل کے متعلق

تاریخ بیتا اور میں مسئلہ پیرسلف زنی کے ہے۔

”وہ خاندان افغانان قوم گلیانی ہے۔ تاک بہلول خیل شہدہ میں“

شوکرانیوں نے خان کو سنے پر ماہ دینے کی درخواست کی تو ان کو باجوڑ میں مقیم ہونے کی اجازت ملی۔ یہ سلف زمینوں کے ساتھ ان کے تعلقات بتادی سے جو شے گورنر سے ویرہاں لے کر آپس میں ایسے نگہوں میں لگے کہ دونوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ شوکرانیوں دو مسطور میں منقسم ہیں یعنی ایک کے دو بیٹے تھے ایک موسیٰ دومرا شعیب۔

موسیٰ کی اولاد نہ (۱) محمد ورد (دوسرے نام ورد) (۲) اسماعیل جس کی ولادہ اسماعیل زئی سے ہوا ہوتے ہیں۔ اسماعیل زئی کی چار اولادت شامیں ہیں۔ ورد کے ماموں، نون، اکا، درکھڑ۔ (۳) حسن (۴) عیسیٰ والیسوری (۵)۔ دوسرے جس کے بیٹے خواجے، معیورف اور ایساں ہیں۔ (۶) ہارون۔ (۷) سورا۔

باجوڑ میں مقیم ہونے وقت اسماعیل زئی کے پند گھوڑے جو شوکرانیوں کے تھے، چترال آمد پر نشان کی طرف اور نون پنجاب کی طرف چلے گئے تھے اور شکرانی جو بونے ماموں کی ایک شاخ ہے اس کے کرت رنگ پنجاب میں جاندھڑا لا اور شوکرانیوں نے چالہ اور سیالکوٹ کی طرف گئے۔ وہاں مقیم ہوئے۔ دیسوزئی کی ذیقت شامیں یہ ہیں۔ مسیت نہیں، علی بی خیل، موسیٰ خیل، شامی خیل، مہر سے زئی، اور سین زئی۔ اور ان میں شاخ مسیت نہیں۔ علوانی بندولی متعلق تھا۔ اور ایسوری کی ڈلی شاخ موسیٰ خیل سے میاں عصر صاحب چنگی متعلق ہیں۔

شعیب کی اولاد۔ یہ انخاستان میں ہیں وہ لگے تھے۔

عہدہ شادی کے بعد کے مطابق چترال کی آبادی ایک لاکھ اسی تھوڑا تھی جس میں پنجوٹوں تو شوکرانی آبادی قریب ۹ فیصد ہے۔

پہلے دو آبر میں چچا کا سارا اور زبانی کا مشن پڑھائی علاقہ دے کر پناہ دی۔ آبر زئی کے پڑوسی علاقہ میں جو زبانی خاندان آباد تھے وہ قبیلہ آبر زئی کے لائے سوا میں موضع پر پاؤں ملنے کے اور پچھا کو جو قبیلہ یوسف زئی کی ذیلی شاخ ہے۔ پانی بروری کے علاقہ کو جھڑ پوئی وغیرہ میں۔ پچھ کر وہاں آباد کئے گئے۔ اسی مذکورہ پچھا و قبیلے کے سبب اس بچے کا نام ابھی تک انہیں کے نام ہے مشہور ہے۔ پچھا و قبیلہ منڈی یوسف زئی کو اس مقام پر پچھا جو شے بغرض حفاظت دو آبر، غوریا خیل سے بعد جنگ شیخ پور آباد کیا تھا۔ اور اسی طرح قبیلہ یوسف زئی کے پچھ و زمانہ موافقت کو زئی، سدر پور بھی میں آباد ہوئے۔ اور قبیلہ ابانی مشن کے موضع ساڈی میں آباد ہوئے۔ یہاں سے کچھ گھڑا بھی آکر

وہاں مقیم ہیں۔

قبیلہ گلیانی صاحب علاقہ دو آبر یوسف زئی میں مقیم ہو رہے تھے نو برس وقت ملک حوزہ مغل نہیں۔ ملک میر سے لاند زئی اور ملک یحییٰ میر زئی اس قبیلہ کے قادیان تھے۔ اس وقت بھی چڑے ہا اثر رنگ س قبیلہ میں موجود ہیں۔ علاقہ حوزہ شجرہ نسب صد ۱۸۵۲

شوکرانی باجوڑ کا طری

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت ملک احمد یوسف زئیوں کو دیکھ دھانستان سے نکلے تو ترکاری لہان میں مقیم رہے۔ جوہاں ان کی بیٹی راجست تھی۔ کچھ عرصہ بعد حکومت منڈی کابل سے ان کی کشمکش ہوئی تو وہاں سے نکل جانے پر مجبور ہوئے۔ اس وقت یوسف زئی وہاں مقیم و سواست و زیر وہ باجوڑ پورے بھلی ہو چکے تھے

موجود ہیں مونس کی 'ولا' دوسے مامونہ کے نام سے علاؤ باجوڑیوں
موجود ہے جو کہ ن سات ذیلی شاخوں پر منقسم ہیں۔ ٹرورڈی ہنگوئی
آریارہ فی، سالانہ فی، ہیم کارڈی، حضور فی اور ہول فی۔

سالار بن ہوست مامونہ (جس کی اولاد سالانہ فی سے مشہور ہیں،
کے دو بیٹے سیدین اور ایک ہیں۔ ان میں ایک سالار مرئی کی ولا
بارہ ہے ہیں۔ انوں ملک شہو جس کی ولا و شہو ہیں سے یا دوہو ہیں)
کے دو بیٹے ملک سمرانی اور ملک مدہ تھے۔ دوہیم ہڑہیم خیمہ
سویہ ہلاا ہیں جس کی ذیلی شاخیں سرگودھن، صاف جیل، وگی خیل،
اور چندین ہیں ہیں۔ چوتھ اہم بیوڑ ہیں۔ چوتھ محمود ہیں۔ ششم
فتح خان ہیں۔ ہفتم چھوڑ ہیں۔ ہشتم توڑ ہیں۔ نہویں کا خیل۔
دہشتم مگنہ خیل۔ یازدہم شکرے۔ دواہر دستہ تارن۔

سیدین ہوں سالار کی ولا دچھ ہیں۔ لا میر خان ہیں (۱۰) تلمیخ

(۱۱) علی خیل (۱۲) کوئی خیل (۱۳) سہیل خیل (۱۴) کھدیاں۔

سگی ذی پنجاب وادے سی ہوسے مامونہ کے ٹوک ہیں ہنگوئی
کی ولا و پانچ ذیلی شاخوں پر مشتمل ہیں۔ مسوڑ خیل، اسٹف خیل، خیمہ
سہیل خیل، مد پادین خیل، اور اس وقت بھی ہنگوئی ہاڑ میں رہتے
ہوں سے یاد کیے اور موجود ہیں۔

قید تارکاری کی ہاڑوں سے جانشین مغرب، علاؤ لمخان افسانہ

ہیں مشہور تھے۔ غارنگاہ اپنی ماست تھی۔ جو مغل کھران کے ہاتھ
برباد ہو گئی۔ اور ان لوگوں نے خان کو کے تہہ میں علاؤ یوسف ازلی
تہ ہاڑ میں شکر شاہ حاصل کی۔ اور یوسف ڈیہوں نے ہاڑ میں کافی
علاقہ اپنی نوکشی سے ان کو ملا۔ کے طور پر جو کہ کیا تھا۔ تاریخ کے اس
شکر شاہ میں وادی مجددوں کے ہجرتی سر سے پرورد مارہ، مامونہ کے

اور بھی تک وہیں مقیم ہیں اور لمخان میں سرہ قلعہ اور علاؤ سر
مدہ دیڑ سرخ مدہ و ننگر مارہ کے مختلف مقامات میں آباد ہیں۔
جو کہ تارکاریوں کا شجرہ نسب آج تک کوئی مؤرخ بھی مرتب
نہیں کر سکا تھا جس سے میری مانتائی ہوئی۔ لہذا مجھے 'سے تر
سرے میں کافی شک و دو اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان
علاقوں میں مجھے کرنی دہانا پڑا جہاں یہ قبیلہ آباد ہیں۔ پینا پچ
یکہ وہاں سے موتر تر اشداد کی مدد سے اور کچھ تارکخ ابڑہیم
بانی کے قلمی سجد سے ہو مجھے پینر کیا ان کے شجرہ نسب مرتب کیے
جو نے ولی نسوں اور پڑھنے والوں کیلئے ضرور دلچسپی کا باعث
ہوں گے۔

قید تارکی یا تارکاری پنجاب میں

یہ تاریخ کی بڑی سترم نظری ہے کہ جس قید کر سابق مخدوم پنجاب
کی حکومت نے لائے ہیں جہاں پینہ قرار دیا تھا۔ سترم کے بعد
اسی قید کے افراد سی سترم میں پنجاب پر گورنر جنرل سپریم کورٹ
کا چیف جسٹس اور مرکزی و صوبائی حکومتوں کی وزارت قانون کے
ملک رہے ہیں۔ یہ سے خیال میں یہ تاریخ کے صفحات پر عجائبات
حاصل ہیں سے شمار کیا جائیگا۔

معلوم ہے کہ ایک قوم جو فنان قید ترکھانی، ترکھانی اور
ترکھانی، یہ سب ایک ہی قبیلہ کے مختلف نام ہیں۔ جو قبیلے سے
در قید یوسف ذی وگھانی کی ہاڑی سے تعلق رکھتی ہے۔

ماتر کارکیوں کے شجرہ نسب کیلئے مسئلہ ہو تو تاریخ حافظہ حتمی
مرتہ روشن خان اشاعت علیہ السلام۔

کا بھائی مشہور تھو۔ درغور پادشہ کی جنگ میں وہ دوسرے گھوڑ
سواروں سمیت یوسف زمروں کی مدد کیے بہت کم شخص تھو، خان جو
کے پاس گیا تھا اور اس نے جنگ میں بہت اضافہ اوردیادہ کی کا
مظاہرہ کیا تھا۔ خان جو کھان بخشی سے ترکاریوں کی خلاص اوردیادہ
کی دست تحریف کی ہے۔

محمد زنی

محمد زنی قبیلہ پشتون کے تہ تحصیل جاردہ میں آباد ہیں۔ ان کے
اپنے قبیلہ کے علاوہ دیگر کچھ دوسرے خاندان بھی ان سے ساتھ کثرت
پدر ہیں۔ اور ان کو بھی زنی کے ذریعہ مارکار حقوق حاصل ہیں۔

محمد زنی

محمد زنی قبیلہ پشتون کے تہ تحصیل جاردہ میں آباد ہیں۔ ان کے
اپنے قبیلہ کے علاوہ دیگر کچھ دوسرے خاندان بھی ان سے ساتھ کثرت
پدر ہیں۔ اور ان کو بھی زنی کے ذریعہ مارکار حقوق حاصل ہیں۔

محمد زنی قبیلہ پشتون کے تہ تحصیل جاردہ میں آباد ہیں۔ ان کے
اپنے قبیلہ کے علاوہ دیگر کچھ دوسرے خاندان بھی ان سے ساتھ کثرت
پدر ہیں۔ اور ان کو بھی زنی کے ذریعہ مارکار حقوق حاصل ہیں۔

بنو کی شاد سے پر واقع ایک پہاڑی شیبی، وہ کلاہ میں قبیلہ ناموہ کی
ذیلی شاخ کی زنی کے ملک ہاڑتھے۔ اور سوسے مقام کی نسبت سے
یہ ملک کلاہ کے نام سے بھی موسوم ہوئے تھے۔ اور ہاڑتھے کل
کو پیشا در میں بھی کہتے ہیں۔ دریاں بھی کلاہ یا کلال کی زنی کے
نام سے مشہور ہیں۔ یہاں پہاڑی کلاہ ایک قصبہ تھا جو کلاہ کی کلاہ
تھا۔ واضح رہے کہ کلاہ ایک سرائیلی نام ہے جس کا ذکر کتاب مقدس
میں، پہلی طوروں کو چھوڑنے کے بارے میں ہوا ہے۔

تو زنی حافظ رحمت خانی میں رکھا ہے۔ کہ جب قبیلہ یوسف
زنی پر سکروگی ملک، محمد ہاڑتھے میں دلاک سے نہ رہتا تھا اور وہ
اور یوسف زنی کا سخت مقابلہ تھا تو ملک سوغانی بن شہر کا
جورکس وقت قبیلہ کا ایک نامور سردار تھا، اپنا لشکر لیکر ملتان کے
یوسف زنیوں کی امداد کے لئے پہنچا اور پیپر سردار دلاک کو سمجھنے
کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ سمجھ سکا۔ بالآخر غریب جنگ دیر
قویپ تھا کہ یوسف زنی شکست کھاتے لیکن ملک سوغانی بن شہر
نے اپنے لشکر کو ملکانا جس کے نتیجے میں پیپر کو پاندہ ترکلافت
کی زنی نے تورا سے مارا اور برطان ترکلافت کی زنی نے پیپر کے بھائی
دیان شاہ کی گردن ملادی اور سوتوں سے ایک ہلکا خنجر پر کہ دلاک
قوم کے دونوں سردار پیپر ورجسان شاہ کی زنیوں کے ہاتھوں
مارے گئے۔ وہ دلاک کا شکرت شکست کھا کر جھانگنے پر مجبور ہوا۔
درساہ علاقہ ہاڑتھے یوسف زنی کے قبیلہ میں دے کر ملتان و پس
چلے گئے۔ وہ ہاڑتھے وقت یوسف زنی ملکوں کو کہہ سکے کہ یہ ملک
ہاڑتھے کہہ رہے تھے فتح کیا۔ اس پر یہاں طیفان سے رتوہ ہم اپنے
دین واپس جا رہے ہیں۔ ملک سوغانی کی وفات کے بعد سردار قبیلہ اس

امٹان محبہ دہری نہی۔ اس کے علاوہ بھی تہ حند میں لکھی جگہ یہ لوگ نابھان و مالکان نہی۔ ماضی قریب میں اس خاندان سے دو بہم شہدائیں میاں محمد شاہ درمیاں عجبہ نہ شاہ گزر سے ہیں۔ موضع دہاڑی میں قصبہ بدیر صفائی کی کی ڈوبی شاخ دہانڈی کے کچھ خاندان ابھی تک مالکان و قابضان ہیں۔ جو کہ دہاڑہ قیدہ سے اس گاؤں کے مالکان کی حیثیت سے سکونت پذیر ہے۔ یہی۔ اس گاؤں کا نام بھی انہیں کے قلمدہ ہاڑی کے سہب موضع دہاڑی مشہور ہے۔

قیدہ محمد دہری قصبہ شہر میں مقیم بہرہ ہاڑی تھا تو اس وقت ملک خضر خان در ملک بیگی طاقی اور میر پانہہ طاقی اس قیدہ کے قادیان تھے اور بہت بھندار، ٹھکان، دہ تالان کس پرانہ تھے۔ بزرگ خان حافظ دھت دہاڑی میں ان کا ذکر پکا ہے۔ قیدہ محمد دہری کا شجرہ نسب شامل کیا جاتا ہے تاکہ قادیان کو شناخت میں آسانی ہو اور وہ متعارف ہو سکیں شجرہ نسب

پہر اسٹیشن

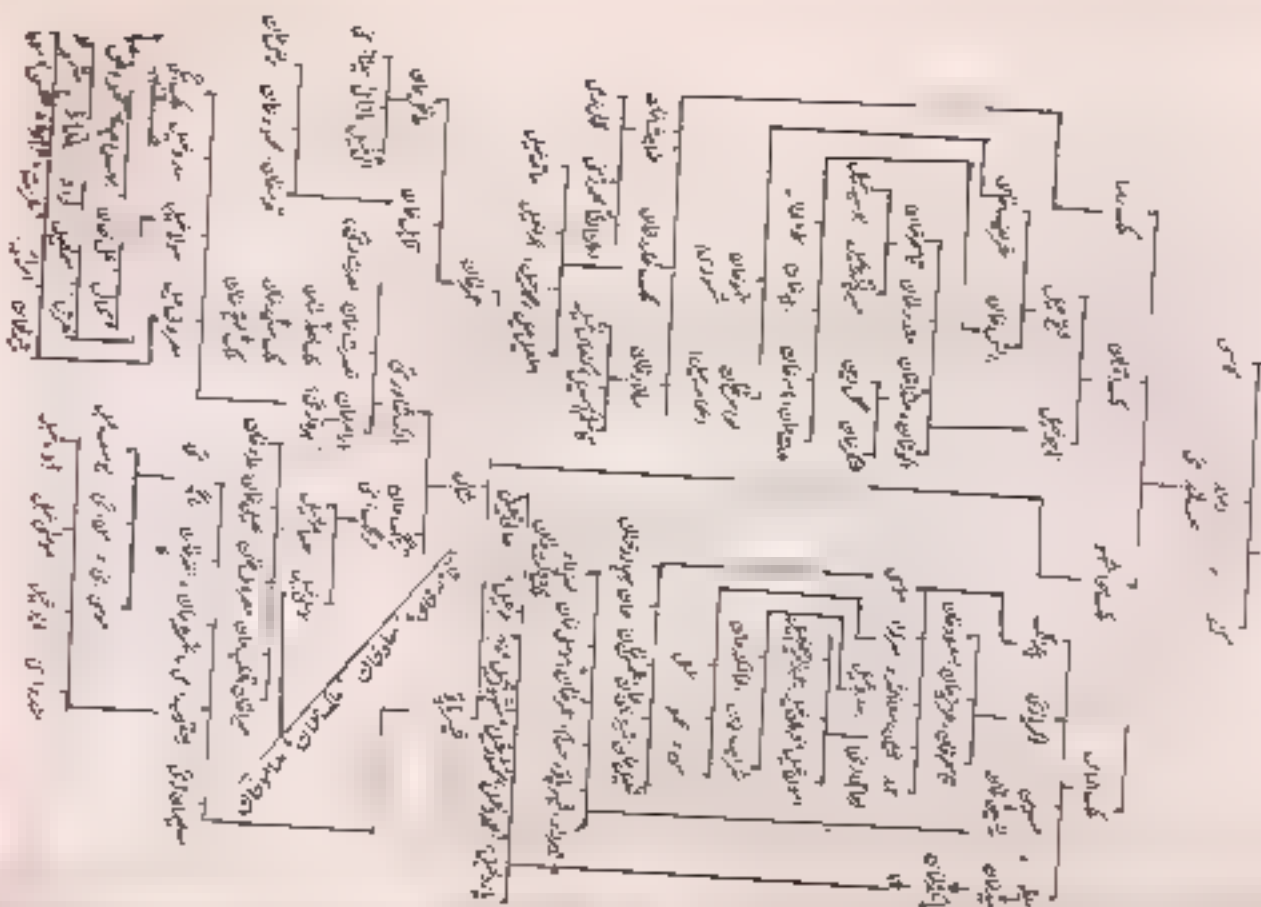
استو کا ماضی پٹھانوں کیلئے شاندار رہا ہے۔ اس سردری میں پوٹا لائی کی کوئی تحریر کات عمل میں نہیں۔ شمال کے طور پر۔

۱۔ خاندان خورتوی سے جب خورتوی کے با حقوں ٹنکست کھائے تو شہبہ بھوین محسنہ خورتوی افغان نے پہلی فرصت میں یہ طے کیا کہ خاندان کو یہاں آباد کیا جائے۔ چنانچہ یہاں کے ہندو ہادی کو پنجاب کی طرف دریائے سرحد کے پار مایکا حکم دیا۔ دیہاتان پر پٹھانوں کو لاکر آباد کیا۔ محاورہ رہے کہ ڈیوں قبل سو ہاڑی اور کابج تک ہندو آباد تھے۔ اور ان کے شمال محبہ میں ترک آباد تھے۔ پٹھانوں کا

اولاد دین محسنہ قوم افغان اور ٹالگی فلاح قوم تار میں اولاد افضل خان پورسہ دہری اور ڈالگی فیض نہ میں اولاد اعظم خان قوم شہان علی شیل ورسپاہی ہیں اولاد شہاب الدین قوم اولاد سکونت پذیر اور قابضان ہیں۔ اور اس سیرت موضع طوطے میں اولاد محبت خان افغان دہانی اولاد دہلی محسنہ شجرہ قابضان و سکونت پذیر ہیں۔ وہ موضع گستی قاضی لہور۔ قادور افغان پورسہ دہری کو ماحبہ میں مہاشاہ محمد شاہ دہلی ملا تھا۔ موضع دو سہرہ پر اولاد درست محمد خان خٹک اور شجرہ کے پر اولاد محمد عظیم خان افغان پولی دہری دہانی اور موضع کورگر میں میاں قوم لہان پولی دہری آباد ہیں اور موضع ٹھٹھہ پر اولاد نصرت یا نصرت قوم اولاد اور موضع ابابکر پر اولاد میر احمد خان خٹک اور موضع قاجانان ہیں اور موضع چستلی ماکڑی پر اولاد میر خان خٹک اور موضع درگی پر اولاد جہانگیر و ستارہ شیر گل، شہینو، زہد احمد و بیجو قوم افغان بے سود و لہری، خٹک اور اولاد آباد ہیں۔ اور موضع تولدہ کے پر خولاد بریش قوم افغان گورنی سکونت پذیر ہیں۔ موضع نودہ پر اولاد امیر خان افغان محسنہ دہری مالکہ خور و کچھ حصہ قاضی میں کی ملکیت ہے۔ اور موضع چتر پر اولاد محمد الحق خان قوم۔ افغان دہانی سکونت پذیر ہیں۔ اور موضع دولت پور پر اولاد خان سلطان گورانی اور موضع چیک کا کاشیل پر اولاد فیض بہا کا کاشیل اور موضع چیتہ پر اولاد موسوم قوم لہان آباد ہیں۔ موضع گڑھی بہا دہاڑہ آباد پر اولاد منظر خان قادیانی اور موضع کنگ قلعہ پر اولاد سر صاحب قوم سکندر اور یکس تہاڑی پر اولاد کلا خان قوم آفسر دہری آباد ہیں۔ موضع قاضی خیل پر خانان قاضی تحصیل خور آباد اس جو تسلط

جوزہ نسب قبیلہ محمندی

۳۸۳



۳۸۴

علاقہ قندھار۔ زردبہ و پراست۔ نور و پلچرو اپنی غزنی ہاکیاں اور پشاور کے جلوس میں تھا اس شعلی سے کھڑکوری کو ہندوستان پہنچے کہ صورت میں ملار اور پشاور سانی مل سکتا تھا۔ دوئم پشاور کو پشاور پہنچنے ایک وسیع علاقہ مل گیا اور محمد ثوری قندھار کو ہندوستان پہنچ کر نے میں کافی سہولت ہوئی۔

(۱۲) ہائیزہ نصاریٰ پیر دشمن نے بھی ابتدائی وقت میں یہاں سے اپنی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ اندیمیاں ہی ان کے ساتھ مخالفت بیستہ دعوہ دور پیر پیر بابا کے مناظرے ہوئے تھے ہائیزہ کی یہ تحریک مغلی حکومت کیلئے انتظام کو بہتر کرکے اور ایک مرکز پر جمع کر کے کی تھی۔ اس سید احمد شہید بریلوی اور اسماعیل شہید نے یہاں سے بھی سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر کے نوشہرہ و پلچرو کی جنگ میں شرکت کی۔

۱۳) اصفان پیر۔ دودھ تل خدمت گار تحریک جو گنگیر کے خلاف جنگ اورادی کے مارے میں تھی۔ اسی علاقہ سے شروع ہوئی، اسلامی مدرسوں کی تحریک اور پنجابیوں کے دینے گھر پر فحشے اور دیگر بڑے کے خلاف فحشہ کی ہوا کی کمی و گلب و دہ کا آغاز بھی یہیں سے ہوا تھا وہ یہیں سے حاجی صاحب ترنگانی سے بھی انگریز کینڈا ف اعلان جہاد کیا وہ سی خوش کہنے وہ جہاد کر کے ہندوؤں کے ہاں گئے۔ ان کا یہ فضل واحد احمد والد کا نام فاضل محمد تھا۔ ولادت ۱۲۰۶ھ اور وفات ۱۲۵۶ھ پیر پیر ۱۲ سال۔

۱۴) سوخت بھی اس علاقہ میں کافی پھیل چکا تھا جو ملکی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ خدا کرے کہ ان کے ہاتھوں ملک و ملت کی ترقی حاصل ہو جائے۔ ان کی آہستہ آہستہ

انتساب القوس فافغفہ — جد اعلیٰ
فیس عید الشہید کا بیچہ نسبت

از تهنید الخا لیسون تهنید شیر غان علیہ جو ملا اوسان

[illegible]

مردم خان



بھی قائم رکھو۔ خیاضی اور خوش اخلاقی کا یہ عالم کہ اگر کسی اور سرے جیسے نے مدد مانگی تو قی میں وہیں سب کچھ قربان کر دیا جیسا کہ کبھی نہ کرے اگر دشمن سے پناہ مانگی۔ تو اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر امداد پر آمادہ ہو گئے اور اپنے ہاں ان کو پناہ دی اور ان کی مہمانی روزی میں طرح کی کرتے کی حفاظت کیے انہیں کوئی جگہ نہیں ملتا پھر یہی۔ جیب بھی کوئی نہ سہا قید کسی طاقت و حکومت کا نشانہ بنا اور وہ نقل مکانی پر مجبور ہوا تو یوسف نے قید پر نے است اپنے ہاں بیکہ دی۔ مثال کے طور پر یہ ہے کہ گیارہ سو سال پہلے دی۔ پھر محمد مدنی اور نورنگی و بیہوشی ترکاتی جیب اس طرف آئے۔ پھر پورے قوائمیں لڑی جگہ رہائش کیلئے پیش کی جیبہ رشید قید کو کہہ کے زیر خطاب کو نقل مکانی پر انہوں نے جی جگہ رہائش کیلئے دی۔ یہ دیگر کوئی چھوٹے چھوٹے تمباکی کو کر نہایت حقت و دست بردار کے ساتھ بسایا اور عدا کو اب شک میں بیٹاں کہا چکا ہے کہ پہلے ہاں شک کو پناہ دے کر خوشحال نکالے تری قید اور نقل کا نشانہ ہے اور ان کی حفاظت کی خاطر ہے ، پناہ دیا یاں دیں اور پھر خوشحال نکال دیں و خوشست مراد کے ہاں بچوں اور ان کے ساتھ ایک دوسرے فائدہ کو منہ کے پڑے سے حفاظت نکال کر اپنے ہاں پناہ دینا ضرورت کہہ رہے اور کہے جی تو آسان ہے مگر عدا ایسا کرنا بہت سہی، رکھا ہے اور سبک اس کا ہمارے جس پر ہم یوسف نے کو کر سکتے تھے کسی تہذیب و فساد کی مقام ہے کہ تنی شاندار دولت کا متعلق تھا کلیم بھی اپنی حق با حقیقت ہے ہمیشہ مورخین کی قویہ کا حقائق مانا ہے۔

مکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ نے ہمیشہ ان پر رہا، ان کی اور ہر کسی کے جی میں آیا کمال عظمت میں رکھ دیا۔ یوسف نے انہوں کے کارناموں اور

یوسف نے قوم کی عزت نشاہ

باب (۱۱)

یوسف نے قوم کو علم و ادب

قید یوسف نے قوم کو اتنا ہی سے علم و ادب میں نمایاں مقام حاصل دیا ہے۔ اور ان میں بہترین مشائخ، علماء، فاضل، شعور اور دباہر پیدا ہوئے۔ پہلی اسلام اور شاعت دین میں انہیں فوقیت حاصل رہی، بلکہ وہ دوسرے قوموں میں بھی جیب کوئی قابل ہستی نظر آتی تو بے نہیں نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ اسے پاس لاکر مقیم کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس قید یوسف نے ان میں نہ علما و تہذیب کی کبھی کی محسوس ہوئی، اور نہ علما، جدید کی بہترین قسم کے لوگ اس عدا میں رہنے عدا قوں سے اگر اپنی قیادت کے لئے جاتے رہے۔

یوسف نے قوم کے ترکات و مسکات پر ایک نئی نظر

یوسف نے انہوں کے حالات پر ایک نئی نظر ڈالتے ہوئے کہیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ وہ لو، ملے ہی یہ قید کشمکش میں جیت رہا۔ یہ وہی عدا قوں سے یہ کسی وقت بھی اسلام کے نہیں رہتے اور انہیں نہ گزشتہ تاریخ صدیوں سے یہ اپنی آزادی کے تحفظ کیلئے نہ لاکر رہتے۔ انہوں سے بے نیکیں بھی توئی اور خدو ان کے لئے فلسفہ و فسق کو

فتوحات کو اپنا دل ہر کر کے قلم بند کیا اور تعجب ہے کہ اس سرف کس
سے توجہ نہ کی اور ہر پڑھنے دے کی نظر میں یوسف رس کا وقار کم
ہوا چلا گیا عائد ہو کہ یوسف رس ہی تھے جو اپنے سرحدی علاقہ سے
بے سرو سامان ہندوستان گئے اور وہاں پر اپنی حکومتیں قائم کیں

یوسف زلیٰ کی تقسیم اراضی کا بہترین کارنامہ اپنی ممالک آپ اپنے
بلکہ میں تو بول سکتے ہیں حق جو نب ہوں کہ شیخ علی نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرتے ہوئے تقسیم اراضی
کا آغاز کیا تھا اور بعد میں یوسف زلیٰ قدیمہ وقتاً فوقتاً دوسرے پریشان
حال قبائل کو اپنے ساتھ لے کر کرتا رہا جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے بدینہ ہجرت کرنے سے وہاں کے باشندگان نے کیا تھا۔ یہی
حالت میں یوسف زلیٰ کو اگر انصاف ایک جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یوسف زلیٰ قبیلہ کو
سنگ و چر سے نئی فرصت ہی نہ مل سکی کہ وہ کسی وقت اپنی اقتدار
و تحسینی حالت پر یہ طبعاً غور کر سکتے اور جو بندہ تو قیادت اس سے
وابستہ کی جا سکتی تھیں وہ پوری نہ ہو سکیں۔ تاہم ان کا یہ سبب
شعور بہت محدود رہا جس کا اعتراف وقتاً فوقتاً باہر کے بعض
مؤرخین کر چکے ہیں ان کی ذمہ داری، خوشنودی، غلطی کردہ،
مہربان نوازی، بہمت و جرات، ہمدردی، خود دہری، غیر سہولوں کے
ساتھ اچھا سلوک، در مظلوم کی حمایت، یہ ایسے کارنامے ہیں جن
کو ضبط و تحریر میں لانا کوزہ میں دریا سمونے کے مترادف ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ یوسف زلیٰ قبیلہ کی اپنی کوئی شے
تاریخ باقی نہیں رہی تھی تبس سے اصل واقعات پر روشنی پڑتی
اور موجودہ نسل اس سے کہ حلقہ روشناس ہو سکتی بلکہ یہ حقیقت ہے

کہ نئی رہائشی کے اس دور یا الفاظ دیگر اس ترقی پذیر دور میں جب
ان کے آباؤ اجداد کے کارنامے اس کے سامنے اصل روپ میں پیش
کئے جاتے ہیں تو وہ نہیں ٹھک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہوتے
کسی نامعلوم چیز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جیسے کہ ابن خلدون اپنے
مقدمہ میں ایک دیکھنے والے "قفقہ ایک وزیر کا" لکھتا ہے کہ۔

"اس کا قفقہ یوں ہے کہ ایک وزیر پر جب بادشاہ کا عتاب
ہو، تو اس کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ وہ وزیر کئی برسوں
تک وہاں رہا۔ اس کا ایک بڑا کاہن ہوا۔ اس نے بھی
وہاں اس باپ سے ساتھ پرورش پائی۔ جب اس نے ہوش
سنبھالا تو ایک روز باپ سے پوچھنے لگا کہ یہ کونشت
جو ہم کھ رہے ہیں، کس چیز کا ہے؟ باپ نے کہا بکھرے
کا۔ بیٹا بول کر کیسے ہوتا ہے؟ باپ نے اس کا پوتا
علیہ بنایا کہ۔ بڑے کے لئے کہا ابا جان! وہ چوہے کے مانند
ہوتا ہے۔ باپ نے کہا کہ سبحان اللہ کہاں بکھرے کا پوتا؟
اسی طرح گائے، درمچیں کے گوشت کے بارے میں
گفتگو چلی۔ جب اس کی یہ تھی کہ وزیر کے بڑے کے
چند خدہ ہیں زندگی گوارے کے سبب سوئے ہوئے کے
اور لائی جانور دیکھا ہی نہ تھا اس لئے وہ ہر جانور کو
چوہے کی نسل سے جانتا تھا۔"

مساکین یوسف زلیٰ بمطابق شجرہ ہائے نسب

انسان قوم کی نئی زندگی کا آغاز اس وقت سے ہوا جب منی
اسرائیل سے جلا وطن قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہیں اسلام نے

ان میں نئی روح ڈالی اور انہیں مندر بنونے کا سبق سکھایا پنا پنچ
 انہوں نے اپنی منقہ قوم کو اکٹھا کیا اور جیسا کہ وہ زیادہ مشہور اور
 بڑے شہر و پور کی صورت میں چار مرتبہ شام و عراقی - یہ جدا وطن سکے
 گئے تھے۔ اسی نسبت سے انہوں نے اپنے تعارف کے لئے ان کے
 جاگزیپ بنائے۔ اور ان کے یہ نام مقرر کئے۔ مشرہ منی، بلٹی، غریبی
 اور کربانی ان گزیدہ ہیں وہ قبائل شان سکے گئے۔ جن میں نسبتی یا
 عدائی قربت موجود تھی۔ اس تعارف کی خاطر انہوں نے ایک قومی
 پیسوا نیس عداۃ رشید جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، کو پنا صورت اعلیٰ
 و اعزازی باپ، متفقہ طور پر مقرر کیا۔ اور ہمیں سے اقدان قوم
 کا ایک نیا شجرہ سب مرتب ہوا۔ جن سے بعد میں سے شمار قبیلے
 نے کتاب طہ میں ہیں۔ تعین چونکہ خشی یا خاشی قبائل خصوصاً
 قسد یوسف بنی سے ہے۔ اور یہ مشرانی کی ایک ذیلی شاخ ہے۔
 ہمدوم نے خشی مائل کے شجرہ ہاسے نسب مرتب کر کے شامل کئے
 ہیں۔

لیکن جب مشرہ بنی لغات قبائل ہیں۔ عربی، شہابی، شہرہ بنی،
 میاد، بریس، بائرج، ارٹریا، اورٹور، رکند، رعد، کاسی اور کد کے
 اولاد میں صرف خود بائرج اور خشی قبائل شامل ہیں اور خشی قبائل
 میں یوسف بنی، نگدانی، وکدانی اور محسدانی شامل ہیں۔

خشی قبائل کے شجرہ ہاسے نسب کو شامل کرنے کے بعد
 ہم ان کی موجودہ دانش گاہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ درخت طہ پر یہ
 بتا ہے کہ کو خشی کوہ سکے کہ ان کی ذیلی شاخیں اس وقت کہتے
 کہیں یہ مفہم میں۔ معلوم ہے کہ ان ذیلی شاخیں کے معنی واد کے
 ہیں جو ذیلی حادان کیسے استعین ہوتا ہے۔ متار کے طوہر پر ملی لڑی

در اہنیل، علی اور اہا صورت اعلیٰ کے نام ہیں اور ان کے جو خاندان
 بنے وہ ملی لڑی اور اہنیل پیکار سے جانے سکے۔ یعنی ملی اور اما کی
 اولاد۔ یہ نشانہ اس سے ضروری سمجھی گئی تاکہ ہر پڑھنے والا آسانی
 سمجھ سکے۔ خشی قبائل کے یہی شاخوں یعنی نگدانی، وکدانی، وکدانی اور
 محسدانی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اب چونکہ شاخ قبیلہ یوسف بنی
 نکات ارف پیش خدمت ہے۔

قبیلہ یوسف بنی - واضح رہے کہ مد سے بن خشی یا
 خاشی (خشی) کے دو بیٹے مستہیان یوسف اور عمر سکے۔ یوسف بڑا
 اور عمر چھوٹا تھا۔ عمر کے وفات پانی تو اس کا ایک ہی شہر خواہر بیت
 مندر رہ گیا جس کی تربیت و پرورش اس کے چچا یوسف نے بہت اعلیٰ
 طریقے پر کی۔ اور بالغ ہونے پر اس کے ساتھ اپنی بیٹی بیہ دی۔
 یوسف اپنے بھتیجے اور داماد مندر کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ چاہتا
 تھا۔ بلکہ یوسف نے مندر کے باپ کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور
 رسم ملک کی مطابق مندر اپنے چچا کا والد کی طرح احترام کرتا رہا۔ ان
 وجوہات کی بنا پر مندر کی اولاد ہمیں اس کے چچا یوسف ہی کے نام
 سے مشہور ہوئی۔ اور اقدان قوم کا یہ ایک دستور بھی رہا ہے
 کہ بڑے بھائی کے نام سے چھوٹے بھائی کی اولاد موسوم ہو جاتی تھی
 جس کی کئی مثالیں تہذیب یوسف بنی میں موجود ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یوسف کو اپنے بھائی عمر کے
 اگوتے لڑکے مندر سے بچہ پیدا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے آج
 تک یوسف اور مندر میں کسی قسم کا کوئی خرق محسوس نہیں ہوتا
 اور ہر کوئی انہیں ایک ہی تصور کرتا ہے۔ جو کہ حقیقت پر مبنی ہے
 یوسف کے پانچ بیٹے مستہیان، اکو، موسیٰ، عیسے، بنی، وراؤنی

سنتے ، اور یوسف کی بیٹی سے مندر کے چار بیٹے مسیحیان منور ہوئے ،
خضر اور محمود عرف ماموتھے ۔ اور ان سب کی اولاد یوسف زئی کہلاتے
البتہ آپس میں شناخت کیلئے صرف یوسف اور مندر کے جدا جدا ناموں
سے بھی گاہے گاہے یاد رکھنے پڑتے ہیں لیکن ان کا مشترک اور بھائی
نام یوسف زئی ہے اب میں مذکورہ بالا مورثیان یوسف زئی کو اس
مسموع یا ماموتک ہیں ، کا خضر تعارف اور ان کی اولاد کے مساکن
پر کھنڈہ یعنی ذاتا ہوں ۔ ان کے بھائی ہی شجرہ ہائے نسب مکمل طور پر
ذیلی شاخوں تک کتاب ہذا میں درج کرتا ہوں ۔

۱۱) اکو بن یوسف

اس کی اولاد اکوزئی سے مشہور ہے ۔ جو تھوہ میں دوسری بولاری
میں زیادہ ہیں ۔ ملک اکو کی دو بیویاں مستامہ گوہرہ اور مستامہ رانی
تھیں مستامہ رانی کی اولاد رانی سے مشہور ہوئی جس کا ذکر
بعد میں اپنی جگہ پر آئے گا ۔ مستامہ گوہرہ سے ملک اکو کے چار بیٹے تھے
ہارید ، سوہرہ ، اب اور خارک ۔

یاف زئی ۔ ہارید کی اولاد ہائی زئی سے مشہور ہیں جن کے
بہن بیٹوں سہیل ، سیمان اور بابو (بابو زئی) کے نام سے ایک ایک
شعبہ بھی یاد کیے جاتے ہیں ۔ سہیل بن ہارید کی اولاد سولہ زئی سے مشہور
ہیں ۔ اور سہیل کے دو بیٹے ابابا اور عریض تھے ۔ بیٹے بیٹے ہاکی ادا
ہاکیل اور چھوٹے بیٹے عریض کی اولاد عریض زئی سے مشہور ہیں ۔

ہاشمیل ۔ ہاکی پانچ بیٹے تھے ۔ شاہ بیگ ، شہان ، شرف
فاس اور سماعیل ۔ شاہ بیگ کے دو بیٹے تھے ۔ ایک کا نام شرف
اور دوسرے کا نام شہان ۔ شرف کے نہیں بیٹے تھے ۔ اول ملک متہ دوم

ملک چناحن کی اولاد ملنگر خیل سے مشہور ہیں ۔ اور سوئم ملک پاپاچر
کی اولاد پاپاخیل سے مشہور ہیں ۔ خانان شاہ بیگ کے چار بیٹے تھے ۔
ابن ہارید ، جس کی اولاد ہاری خیل سے مشہور ہیں ، کے دو بیٹے ملک
حمزہ اور اسماعیل ہیں ۔ ملک حمزہ کے چار بیٹے جلال ، منصور ، جمال اور
قتیل ہیں ۔ درجلاس بن ملک حمزہ کے دو بیٹے عزیز جان اور شہنشاہ
تھے ۔ درجلاس بن ملک حمزہ کا ایک بیٹا سردار خان تھا ۔ اسماعیل بن ہارید
کے بہن بیٹے ہاشمیل ، شامت خیل اور کٹور خیل ہیں ۔ اولم علی جس کی
اولاد علی خیل سے مشہور ہیں ۔ سوئم کٹور جس کی اولاد کٹور خیل سے
مشہور ہیں ۔ چہارم سیم جس کی اولاد سیم خیل میں جو ناگوال سے
مشہور ہیں ۔ سیم خیل پہلے تقسیم کے مطابق موضع ناگوال میں مانگا
اور رہائش پذیر تھے ۔ بعد میں یہ لوگ موضع ناگوال سے اپنے بھائیوں
کے ہاں موضع تھانہ منتقل ہوئے اور ملنگر خیل و پاپاخیل اور شرف
کو موضع ناگوال کو موضع تھانہ کی جائیداد کے حصے میں دیدیا ۔ اس
وجہ سے سیم خیل کو ناگوال یعنی ناگوال واسے سے شہرت ہوئی ۔ شرف
کی اولاد یعنی ملنگر خیل و پاپاخیل موضع پٹوٹی سوات میں آباد ہیں ۔
اور موضع ناگوال بھی ان کی ملکیت ہے اور ملک متہ کی اولاد موضع
متہ پتہ ہائی زئی موضع مردان میں آباد ہے ۔ موضع متہ ۔ ملک متہ ہی کے
نام سے موسوم ہے ۔ و طبع ہو کہ موضع متہ کی کل زمین سترے میں سے
دو سترے چارہود شرف اور حنا کی اولاد کی ملکیت تھی ، لیکن حنا کی
اولاد نے چار سترے ونام جلال قوم تھان خیل کو بطور صدہا متہ
نام میں دیا تھا ۔ ہذا موضع متہ کے تیسرے حصہ رقبہ پر شہد اولاد متہ
بن شرف بن شاہ بیگ پاپاخیل یوسف زئی مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں
اور حنا کیل کے تیسرے حصہ پر اولاد جلال و تھان خیل قریض ہیں ۔ اور

نیر سے حضرت پر مغزی خیل سکونت پذیر ہیں۔

خانگی اولاد خان خیل سے مشہور ہیں۔ اور ان کا مکس مایع
تھانہ سوات ہے۔ صرف تھانہ خان کی اولاد پکیتہ میں مغزی خیل کے
ساتھ آباد ہے۔ معلوم رہے کہ ابخیل کی جائیداد میں شاہ بیگ کی
ول کا پانچواں حصہ تھا۔ اس سے کہ ابخیل پانچ بھائی تھے۔ مگر بڑے
بھائی ہونے اور خانی کے سبب دوسرے بھائیوں نے خوشی سے شاہ
بیگ کو ایک حصہ زیادہ یعنی دو حصے دیے تھے جو اس وقت تک ان کی
ملکیت ہے۔ اس کی ایک اور اہم وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں باہر سے تمام
قبیلہ یوسف زئی کے ملک در لوگ تھانہ آکر پناہ جیتے تھے اور ان کو
بسانا اس بڑے گھر سے کام تھا۔ شاہ بیگ کی ولاد میں ملک متہ
اور ملک حمزہ بڑے نامور گزرے ہیں۔ ملک متہ مصری خان کا وزیر
بھی رہا تھا۔ معلوم رہے کہ تھانہ کے عقد ہائے جات بھی ہانا خیل
علاقہ کی مقبوضہ ملکیت ہے۔ جیسے گرت کوٹھے، جلاد، ایٹ گلرام،
کھٹہ، غتہ، گنیا، نل، بازدرہ، شیر فانی، زور منڈی، پلٹی، موڑ
اجی پہاڑ کے مغزی اور چلوہی اطراف۔

ان مالکان کے ساتھ مواضع زور منڈی، پلٹی میں لودختہ
خاری خیل، شانی، تومانی (تورائی) سکونت پذیر ہیں۔ یہ چاروں
اعان قبائل شیخ علی کے ذریعے ملک احمد کی دعوت پر افغانستان
سے آکر یوسف زئی کی حمایت اور دراک کے خلاف جنگ کا لشکر
میں شامل ہوئے تھے۔

اس کے دو سگ بیٹے شخی جس کی اولاد شخی خیل سے مشہور ہے
موضع شینگرد دار ساسم گاؤں اور کچھ گھرانے گمروٹی میں آباد ہیں۔ اب
سے سترے بیٹے شخی کی ولاد جو شتر خیل سے مشہور ہیں اور ان کی

دینی شافعی میہ خیل، رمان خیل، اکاخیل، خان خیل اور شیخ علی جس کی
ولاد مد خیل سے موسوم ہے۔ یہ سب موضع بریکوٹ سوات میں آباد
ہیں۔ اس کے علاوہ ہائے جات لمبی گروم، مات، میر، بھی ان کی ملکیت ہے
البتہ خان خیل اور زمان خیل کے چند گھرانے موضع گمروٹی میں بھی
آباد ہیں۔ ان میں شیخ علی اب خیل نامور شخص گمراہ ہے۔

ابا کے چوتھے بیٹے خاص (جس کی ولاد خاصی خیل سے مشہور
ہیں) کے چار بیٹے سلطان خیل، حقداد خیل، ترخان خیل اور سر محمد خیل
ہیں۔ وہ سب موضع غائبگی سوات میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ موضع
نواگٹی، ملوکو درہ کے بھی مالکان ہیں۔

ابا کے پانچویں بیٹے سہا خیل (جس کی ولاد اسماعیل خیل سے
مشہور ہے) کے چار بیٹے ستون خیل، بسے خیل، علی خانی خیل، و شیر خان
خیل ہیں جو سب موضع مانیار علاقہ سوات میں آباد ہیں۔

خزئی خیل، ۱۔ خزئی کی ولاد مغزی خیل سے مشہور ہے۔ اس کے
تین بیٹے اوس ہارک جس کی اولاد بارہ خیل سے مشہور ہیں۔ دوسم
تھانہ جس کی اولاد بقرن خیل سے مشہور ہیں۔ اور سوم حمزہ ہیں۔ باگ
یعنی بارہ خیل کے چار بیٹے اول ادوالی جس کی اولاد ادوالی خیل سے
مشہور ہے۔ دویم مہر علی جس کی ولاد مہر خیل سے مشہور ہے
سویں خیل چار شاخوں پانی خیل، بیگ خیل، اصغر خیل، در پانی خیل پر
مستقر ہیں۔ اور ان میں بابی خیل کی اولاد بھائی خیل، علی بخش خیل
اور گار خیل ہیں۔ اور پانی خیل کی ولاد غورہ خیل اور اضاحیل ہیں۔

سوم شاجو (جس کی اولاد شاجو خیل سے مشہور ہے) کی ولاد مہردی
خیل، کاسی خیل، مید خیل اور ایٹ خیل ہیں، چہارم نیاز (جس کی
اولاد از خیل سے مشہور ہے) کی اولاد کاکاخیل، اول خیل اور بابا خیل

ہیں۔ ہارک کے بھائی نعمان کے تین بیٹے، دول رستم (جس کی اولاد رستم خیل سے مشہور ہے)۔

رستم خیل پر ہیں۔ کاسی خیل، ملک خیل، بن خیل، مائی خیل، ظریف خیل، اکبر خیل، جس کی اولاد ولد خیل، ور دوری خیل ہیں اور بھائی خاں۔

دوئم، اسماعیل جس کی اولاد اسماعیل خیل سے مشہور ہے۔ سیکنڈ خیل جس کی اولاد جلال خیل سے مشہور ہے۔

اسماعیل خیل دو سو سیڑھی ذیل نام سے یاد نہیں ہوتے۔ جلال خیل کی اولاد دو ذیلی شاخوں دلتہ خیل، ور دوری خیل سے مشہور ہیں۔ دلتہ خیل کی دو شاخیں فادی خیل، ور 'مٹی' خیل ہیں۔ ور دوری خیل کی دو شاخیں بھنگوڑک خیل اور بھٹی خیل ہیں۔

ہارک ور مقام دونوں بھائیوں کی اولاد غری خیل سے مشہور ہیں۔ ور یہ سب لوگ موہنات تخواڑہ خیل، ہانڈی، گانگڑ، ٹاٹ، سٹ سکڑ، اوپل، چایار، بھنگوڑی، ماروٹے، سنگر، تاپسین، فقیر، چنگوڑی، چٹنی، بابو، مشکو سی، جانو، سنگر، ماروٹنگ، چکسرا، دتہ، سینکڑی کے موہنات بتام، بوٹیاں، شنگ، لاکو، دندنی علاقہ مشرقی سوڈان میں آباد ہیں۔

ہارک اور نعمان کے تیسرے بھائی احمد کے دو بیٹے تھے۔ اول جھکی دوئم قلندر۔

جھکی خیل، جھکی (جن کی اولاد جھکی خیل سے مشہور ہے) کے چار بیٹے عیسے خیل، مندر خیل، بشری خیل، اور عبدالرحمن خیل ہیں۔ یہ سب لوگ موہنات شینڈر، مان پٹی، نو سے سکے، فتح پور، حیرے، بوڑی، مچی، اسال، کوٹنی، پیا، بارم سی، جوختی، سینی، حیر آباد، میانام، مینی، دھار، بادگین، ور شنگوڑ پار علاقہ تانا، کا، دلاں (شاپور)۔

کارشٹ، داموڑی، مٹ پانڈی، اجیر، ولندر، ور دوری خیل میں آباد ہیں اس کے علاوہ علاقہ عورند میں بھی غری خیل اور جھکی خیل اپنے حمایتی لوگوں کے ساتھ مشترکہ طور پر آباد ہیں۔ موہنات غورند یہ ہیں۔ سیلاؤنڈی، پپوری، کسور، شمانو سکے، موٹو ماہا، کوز سکے، بوکوٹکے، بارکوٹ۔ لائی یا لونی کورونڈ۔

ور جھکی خیل کی ذیل شاخ بشری خیل موضع مدین، او مدین کے شمال مشرقی پہاڑوں میں آباد ہے۔ اور مدین میں ان کے ساتھ غول دروڑ کی اولاد بطور سیری خواہان وراثت پذیر ہیں۔ اور مدین کے ہاتھ دیار معرب کو شاہ گرام میں سے سہان اور تیرات میں مختلف قسم کے لوگ ان کے ہمسایہ طور سیری خواہان آباد ہیں۔

جھکی کے بھائی قلندر کے دو بیٹے تھے۔ اول فانی جس کی اولاد فانی خیل سے مشہور ہے۔ دوئم جان بابا جس کے تین بیٹے تھے۔ اول امیر خان، دوئم سلیم خان، سوئم خواجہ جس کی اولاد خواجہ خیل سے مشہور ہے۔ خواجہ خیل جھکی خیل کے ساتھ سوڈان میں مشترکہ طور پر آباد ہیں۔ ور جھکی خیل ہی سے یاد کیے جاتے ہیں۔ فانی کا ایک بیٹا معروف تھا۔ معروف کے دو بیٹے اور ہاتھ جس کی اولاد ہاتھ خیل سے مشہور ہیں۔ دوئم پیر د جس کی اولاد پیر د خیل سے مشہور ہے۔ امیر خان خیل، سلیم خان خیل، ہاتھ خیل اور پیر د خیل، امیر خیل موضع شہوڑی تپہ پائی دنی ضلع مردان میں سے مالکانہ حیثیت سے آباد ہیں۔ اور ان کے عزیز بھائی فانی بن رستم بن نعمان غری خیل کی اولاد ہیں سے کچھ موضع مٹہ میں اور بعض موضع کاننگ میں سکونت پذیر ہیں اور ان کے ہاں غریختی اور پیرس

کے چند گھر نے بھی ہیں۔

سیمان رسوں، جو سہیل کا بھائی، اور بارید کا بیٹا ہے۔ اس کا ایک بیٹا یسکو تھا جس کے تین بیٹے تھے۔ تو متوڑے جس کی اور متوڑی رتی سے مشہور ہے۔ دو کم ہالی اور سوئم موسیٰ۔ متوڑی زنی متوڑی کے دو بیٹے اراخیل اور بہوں خیل ہیں۔

۱۔ مانی بن متوڑے جس کی اولاد رانخیں سے مشہور ہیں کی اولاد مکاخیل، در سے خیل اور وی خیل ہیں۔ مکاخیل مانی کی دو لڑکے مکاخیل سے یاد ہوتی ہے (راحت خیل، بابا جیس ورسن خیل ہیں۔ در سے خان بن مانی کی اولاد (جو در سے خیل سے مشہور ہے) مشوڑی خیل، حیدر خیل، ابرہیم خیل اور دولت خیل ہیں اور ولی بن مانی کی اولاد الیاس خیل، اسکندر خیل اور رضا خیل ہیں۔

۲۔ بہوں بن متوڑے جس کی اولاد بہوں خیل سے مشہور ہے، کے دو بیٹے کچھ اور خادی ہیں جن کی اولاد علی ترتیب کچھ خیل اور خادی خیل سے مشہور ہیں، سیم بن بہوں کی اولاد پیری خیل وغیرہ ہیں اور خادی بن بہوں کی اولاد مٹی خیل، کل خیل اور عزیز کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ مٹی بن خادی کی اولاد صبا خیل، سلطان خیل اور نظر خیل ہیں۔ اور کل بن خادی کی اولاد شریف خیل اور لدا خیل ہیں۔ ہقام چاد باغ، پاد علی اسعدت پریس، بابا کی قبر ہے جس نے نہایت بہادری اور دلیری سے مغل بادشاہ اکبر سے

سنہ ۱۵۵۵ء میں کوثر اور باجوڑ میں جنگیں لڑی تھیں۔ تال، مامی، ہدیوم،

متوڑی زنی، موضع ت گلی، باغ، چاد باغ، کوثر، عالم گنج، مادی، سہ آباد، سیرا، تہی، گرم میں آباد ہیں۔ پانی لادہ ہے۔

موسیٰ خیل، موسیٰ کی اولاد موسیٰ خیل سے مشہور ہیں۔

موسیٰ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک مردانی دو مہری خاتون۔ در کی اولاد درد خنی خیل اور خاتون کی اولاد خاتون خیل سے مشہور ہیں درد خنی کے چار بیٹے میر فتح خان، جس کی اولاد فتح خان خیل سے مشہور ہے) سے خیل، خندہ خیل، نورانیہ (جس کی اولاد بنی خیل سے مشہور ہے۔ لوگ موضع بوہرہ، سدھوت ہیں۔ رپاشش پذیر ہیں اور ہاتھ جات نری، شتر، شاہ شتر، جرباڈی، ہوشکے، بک، عمرتی، مشر، ڈوڈ، در بند، بانگر، جہانگیر اور کاندہا میں بھی یہ لوگ قابض ہیں۔ خاتون کے تین بیٹے ہیں۔ اول بارہ خان، جس کی اولاد بارہ خان خیل سے مشہور ہیں، بارہ خان کے بیٹے ظریف خان، محمد خان ورسین ہیں۔ ظریف خان کی اولاد ظریف خیل سے یاد کیے جاتے ہیں۔ دو کم دولت (جس کی اولاد دولت خیل سے مشہور ہے)۔ دولت کے دو بیٹے ہیں۔ مانا اور پانا۔ مانا کی اولاد مانا خیل سے اور پانا کی اولاد دولت خیل سے مشہور ہے۔ مانا میں ملک الو بن مانا بہت مشہور گزور ہے۔ سوئم وی (جس کی اولاد وی خیل سے مشہور ہے) یہ لوگ موضع کوٹھ، نوپکے، سدھوت میں آباد ہیں اور ہاتھ جات سورہ نامی پہاڑ کے شمال مشرقی جانب در موصلیات پورا، سدھوت، کس، سندھو کا، دو کس، الہنگ، ہڈا کے اور چوڑی خلی کے بھی مانک و ق بعض ہیں۔ موٹی، نود بھی وہ اس کی اولاد ہیں میر فتح خان، مامی، اور ظریف خان نامور شخص گزور سے ہیں۔

سابو ذنی۔ بابو بن بابو کی اولاد کو بابو ذنی کہتے ہیں۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ نروہ اول سے تین بیٹے باخیں، برت خیل، ویدی خیل ہیں۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ وہ معدود جس کی اولاد دولت خیل

سے مشہور ہیں۔ جو کہ وہ یہ ہیں۔ جگایان اور پٹانیہ مت
دوئم گند سے بابا (جس کی اول دیر خیل سے مت پر ہیں) سوئم، رید
رجس کی اول، رید میں سے مشہور ہے، رید خیل سے دیر تانیہ
میر خیل، دوست خیل اور عثمان خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ
موضعات، لوگرام، کبیر، کاٹھیلی، درختہ رید میں آباد ہیں۔

ہوت کے میں بہتے، دادی خیل، قاضی محمد اور رنکا خیل میں
دادی خیل کی دینی ت خیل، نویدر خیل، گلی خیل، اور براہیم خیل میں
اور زنگی کی اول، زوجہ ڈل سے ناصریل، زورہ خیل اور میر صادق
اور روجہ دوم سے میر خان خیل، خواجہ خیل اور نجات دوم جس کے
دو بیٹے سید جان اور اوداں ہیں۔ جن میں دادی خیل اور رنکا خیل
مواضعات اور ڈی گرام، گوگدرہ، تھیرو ڈاک اور پچی گرام میں
آباد ہیں۔ اور اوداں قاضی محمد ضلع مردان کے مواضعات بانوئی
کاٹنگ ڈھیری کپانی اور چوڑی میں رہائش کے ساتھ مشترک طور
پر آباد ہیں۔

ہالی کی دو موبیاں تھیں۔ زوجہ اول سے ایک بیٹا علی خان
جس کی اوداں علی خان خیل سے مشہور ہے۔
علی خان کی اوداں ہے۔ زوجہ ڈل سے جام خیل اور رنگ
تھیں، زوجہ دوم سے گربان خیل، زوجہ سوم سے موسیٰ خیل اور
میر میں، زوجہ چہارم سے عثمان خیل۔

زوجہ دوم سے دو بیٹے علی و فتح خان ہیں۔ علی و
خیل و فتح خان تھیں سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ مینگورہ و یگلے
منگورہ اور کوکارلی علاقہ سوات میں آباد ہیں۔

بابو کی زوجہ دوم سے دو بیٹے کا اور معروف تھے جن کی اول

اکا خیل، در معروف خیل سے مشہور ہیں۔

اکاک وادیہ ہے۔ جہو خیل، سقدا خیل، کٹہ خیل، نیر، محمد میں
اور دیندر خیل، در معروف کی وادیہ ہیں۔ میر خان خیل، بوستان خیل اور
مزید خیل۔

اور یہ لوگ مینگورہ جام میں، رنگورم، منگلور پار، سنگوٹہ، در یگور
ڈھیری میں آباد ہیں۔ بانوئی کے سکیتی بانوہ بات یہ ہیں۔ سید و میر و
کلگرام، کوکڑی، ٹودہ، سپل ماٹنی، شیر تریپ اور سلام چور وغیرہ۔
ان کے مشترک سب قبیلے علاقہ پورن میں مواضعات کوٹک، ابوح،
پس گلٹی، سندوئی، چانگم و سفید میں بھی آباد ہیں۔ اور بابورٹ
کے ساتھ درنگ، دیگان، کوکول، سوتیا گڈین جو ان کے محاسن
امان کمال ہیں، بھی رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ خود در ویرہ ک و
(انوں خیل) کے کچھ گھر سنے بھی، بابوئی کے پاس رہتے ہیں۔

شیخ علی کی تہر بلوگرام، در قسم کے در میان واقع ہے۔ اور
ملکہ سوات جو ملک احمد کی بہن تھی موضع منگلور میں دفن ہے اور
اور دونوں مقام تہر بابوئی میں واقع ہیں۔

اخون صاحب سوات بھی انہیں کے ہاں موضع صیدو میں قیام
پذیر ہوئے تھے اور صیدو میں وفات پائی اور وہیں ان کا مزار ہے۔ یہ
موضع کلامی کوپورن میں نہیں ہے خود سوات کو بطور یہی ہے۔
دیا تھا۔ اب بھی اشودہ سالاک اور اس کے بھائی پیر سہاق کی ونا
یہاں آباد ہے۔ مذکورہ مسکن اور مقبوضات کے علاوہ قند، بابوئی
کے رہائش و درخت خیل کے کئی حاذق مواضعات کاٹنگ، بابوئی
پسر پور ڈھیری کپانی وغیرہ تہر بانوئی ضلع مردان میں آباد
حیثیت سے آباد ہیں۔

دا صبح پر ہے جب موضع غازی بہا نام پر وہاں
ملک غازی بہا ولد شیخ ہنس لٹا قیدہ شہزادی بن خواجہ رتی بن
اکوڑی یوسف رتی، ماسکانہ حشمت میں تھا وہی سے آہو ہے اور
یہ گادوں ملک غازی سے نام سی سے غازی بہا مشہور ہے۔
واقع ہو کہ اگر یہ موضع شہزادی میں قیدہ شہزادی کے کوٹ سے
باقی نہیں لیکن وہاں سا کی بہی، ہاسس پر وہی نام چھوڑا ہے۔
اب یہاں غازی عین آباد ہیں، قیدہ شہزاد کا یہاں سا تپہ میں صرف
ملک غازی خان شہزادی کی اور موسو ہے۔ باقی قیدہ شہزادی
دورا سے سوت کے تھان علاقہ میں اس وقت مکان در مکان
پائے ہیں۔

داؤد خان باقی حکمران روہیہ کا قیدہ نام سی سے متعلق
تھا، پیر مد سے بہا اور ملازم بن ڈانگی ان میں نامور اشخاص گورہ سے
ہیں۔ ملازم کی والدہ لکھنوی کے نام سے مشہور ہے اور
کی قبر موضع کوٹھہ سوت میں موسیٰ عین کے ایک محلہ میں واقع ہے۔
پیر مد سے کی نہ جہد سے سوب معرب دی کے پار ایک قبرستان
میں واقع اور مشہور ہیں اور ڈانگی، بخت اس کی راسد سے جاتے
ہیں۔ پیر صبح بن ڈانگی شمس کی در موضع داؤد گرم میں پیر
سے مشہور ہیں، بھی مشہور در قاب ذکر اشخاص میں سے گورہ
ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آدم و حوا کی سے تعلقات مشہور ہے
وقت پیر صبح موجود ہے، پیر صبح کی قبر موضع طور کے مغرب
جانب خاد بہا کی قبرستان میں موجود ہے۔ اور سی طرح آدم و حوا کی
کی مری بھی پیر صبح کے قریب نوشہرہ کے مشرقی علاقہ میں واقع
ہیں۔ ان کے زمانہ میں قیدہ یوسف کے لوگ نیچے میدان عسارت

یعنی سند میں دریا سے سندھ اور نوشہرہ ملک اور ملتان سوت، وغیرہ
دیگرہ میں آباد تھے۔

سے پیر صبح بہا وادی پیر دؤ

د عیشا قوہ مسکیر دؤ

نیلہ باقی ڈی، واقع ہو کہ قبائل سویلری یعنی بائیں وغیرہ
جیل اور متوری رتی موسیٰ عین اور باوڑی کے سب کا منتہی نام
باقی رتی ہے۔ ان کے کچھ لوگ تپہ بانی رتی ضلع مردان میں مواصلات
ڈھیری، لکپانی، باہری، شہزادی، اور کالنگک میں عینیت
مالکان تپہ بانی ہیں۔ معلوم رہے کہ تپہ بانی رتی ضلع مردان میں
ایک وسیع علاقہ ہے۔ دریا سار تپہ قیدہ باقی رتی کی ملکیت تھی جس
میں مشہور گار پیر مد، جلد، پانٹی، ٹنگر، موتہ، چوڑ، مہیسا، ڈانگی
نیم گورہ، قلعہ گورہ، ہاتھیاں، پیرنے، سارہ گرام، دولہا، کالو، متہ
غازی بہا، موٹھے، کوسکے، جنگی ڈھیر، ڈھیری، بیکیا رتی، جمال گورہ
سادو ڈھیر، آہو، سی، کوٹ، گورہ، پیر چوڑ، کھوسے، پیر
میں خاد سنگا، پیر، خری، اور کالنگک وغیرہ ہیں۔ اور مواضع
میں خان، سنگا، پیر، کھوسے اور پیرمول میں آمان عین کے کئی
خاندانوں کو بہت سی سے اس تپہ میں قیدہ باقی رتی نے آباد کیا تھا
جس کی شاخیں عرفان عین، پانڈہ عین، عین عین، پیرم خیل، پیرم خیل،
برقی عین، دام و خیل، طور رتی اور پیر رتی سے یاد کیے جاتے
ہیں۔ جو اس وقت تک یہاں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ قیدہ باقی
رتی نے بدش دیگر مواضع میں جلا وطن بدی خیل کو آباد کیا
جو اس وقت تک وہ یہاں آباد ہیں۔ لیکن اب اکثر یہ لوگ اپنے اپنے
عین نہیں جانتے، سب کچھ بھول چکے ہیں، بلکہ تری اور بلاق تک

بھی نہیں جانتے، صرف اتنا کہ وہ سنے آپ کو شک ہی سمجھتے ہیں۔
و ضلع ہو کر دوئم جگہ تری شکوں کا جن کو یوسف زئی نے موضع اکوڑہ
سے خوتیں خان کی درخواست پر لاکر شکریا میں انھوں سے
موقوف کیا تھا۔ بعد میں وہ لوگ خوشیوں میں اس کے ہندوستان میں
اور گلزیب کی نظر بندی سے رانی اور اپنے وطن واپس ہونے پر
پنی خوشی کے ساتھ پہاڑ کا پس چلے گئے تھے یہ حدیث تپہ ہائی زئی
کے نام سے، بھی ملک موسوم ہے۔

و ضلع رہے کہ مواضع سرحدی و بویں و رکی و شہانی
اور یاخیل، رتری و رتری خیل، اور بوی و بوی خیل و بویں آباد ہیں۔
و یہ سب، فخریہ ہیں جو ملک احمد کی دعوت پر افغانستان سے آکر
یوسف زئی کی حمایت اور دلا کر کے خدا کا ملک میں شامل
ہوئے تھے۔

اور میاں گان جو میاں شریف قوم گوجر کشان خیل جو ایک
نامور بزرگ تھا، اکی اور وہ ہیں۔ یہ فائدان موضع الود بندہ میں آباد
ہیں۔

پیدوان :- یہ سیدان بن شمس، القبرینہ قندہاری کی دلا ہیں۔
موضع نو کے علاقہ ان کا بڑا حلقہ اشتر ہیں آباد ہے۔ یہ فائدان
و سے بیزان، و بیک بیزان سے یاد کیے جاتے ہیں۔ سیدانی یا صاحب
تاج خان کا بیٹا تھا جو علاقہ ویرامیل میں آباد ہوئے تھے
اور وہاں ان کو تقسیم میں حصہ منظور سیری ملی تھی۔

موضع تارہ گورم میں شہر بنی، عیسیٰ خیل، ناکا خیل آباد ہیں۔
جو علی ترتیب عری خیل، چٹکی خیل، بابور زئی، یوسف زئی ہیں۔

ایک گزارش

مردان کے تپہ ہائی زئی میں قبیلہ بانی زئی کے رہنے والوں سے
استدعا ہے کہ وہ اپنے طرف میں یوسف زئی اکابرین کی قبریں جو بہت
خستہ حالت میں موجود ہیں، ان پر توجہ کریں۔ وہ دی، اس کے محتاج ہیں۔
جن کا تعارف یہ ہیں۔

(۱) ملک سر ہال بن عیسیٰ، دین زئی موضع سنگا و میں مدفون ہے

(۲) ملک سر ہال بن موسیٰ، لیکہ خیل موضع شہر خانی میں مدفون ہے۔

(۳) ملک ہارون بن موسیٰ، بانی زئی موضع خیل کی قبر موضع کلیانی

سٹیٹس سے کلیانی ندی کے پار مشرق میں راستے کے کنارے

ایک قبرستان میں واقع ہے۔ اور بارہ خان سے محض ہزار

اب ان کی ریاست بارہ خانو ہا کے نام سے مشہور ہے۔

و تینوں صاحبان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس کتاب میں بھی

ہوچر ایک شخص اپنے اپنے وقت میں سرور بانی یوسف زئی تھے، خداوند

کیونکہ ان کی محفوظ فرماتے آئیں۔

بقول سعدی کہ :-

سے ساہب مزید بگڑا کہ گڑا، و زکریا سوئے تربت پدر

تا بچائی پر چہ کردی خیر، و تا ہماں ختم، و دی المیرت

خواجہ زئی، خواجہ بن کو رحبس کی اور خواجہ زئی سے

مشہور ہے، کے چھ بیٹے تھے جو یہ ہیں۔ علی زئی، سہر بخشی، شامی زئی

لیکھی خیل، شہر زئی اور علاؤ الدین رحبس کی اور الفل زئی یا دین زئی

سے مشہور ہیں۔

مسلی زئی :- علی بن خواجہ کے چار بیٹے ملک پانندہ و نصرت ہیں

سلطان اور اس ہیں۔ جن کی اوراد بالترتیب پانندہ خیل، نصرت دین خیل سلطان خیل در و س خیل سے مشہور ہیں۔ ملک پانندہ کے چار بیٹے مبارک، موشی، بازید اور عزیز ہیں۔ مبارک کی اوراد مبارک خیل در موشی کی اوراد پاست خیل اور بازید کی اوراد بازید خیل اور عزیز کی اوراد عزیز خیل سے مشہور ہیں۔ اور پانچویں وصال بیتا کریم در بن ملک گدو ہے۔ جس کی دراد گدو کے خیل سے یاد ہونے لگی۔

مبارک بن پانندہ کے چار بیٹے تھے۔ کریم خیل، جہان خیل، جس خیل، یاز خیل، مدخیل (جو ستین مری سے مشہور ہیں) در سیخ خیل موشی بن پانندہ کا ایک بیٹا ہمت تھا در ہمت کے چار بیٹے یہ ہیں۔ ابو جہیم خیل، خواجہ اس خیل، میر و س خیل اور شاہ اس خیل۔ ابو جہیم ہمت خیل کا ایک بیٹا تھا اور تور کا بیٹا جون الیاس باٹی رہا ست پر جو شیخ آدم موشی کا معتمد خاص تھا۔ راجہ بونی میں دفن ہے۔

بازید بن پانندہ کی دراد، جو بازید خیل سے مشہور ہیں۔ یہ ہیں۔ کئی خیل، ولی، درخیل، درال سف خیل۔

پانندہ خیل، سنگرم سے لیکر سو غلہ مذکور آباد ہیں۔ جن کے مشہور گاؤں جٹ سنگرم، سنگرم، سند، کوٹ، تلنگاہ، واڑی، بانڈی، پیر، تورنگ، شیریں گل، کارہ اور بیگ دہ ہیں۔ اور مرکزی مقام دیو سے۔ پانندہ خیل کے ساتھ ان کا وصال بھی کریم داد بن ملک گدو اور موڑی منڈر کی اوراد بھی منڈ بند در اسپار درہ گلگٹ، جٹی، ہارٹ در منڈری میں آباد ہیں جو کریم خیل کے نام سے مشہور ہیں۔ ملک گدو بتدائیں اپنے قبیلہ ماموڑی کے ساتھ دو تہریس رہت تھا۔ وہ گاؤں گدوڑی یا گدوڑی اسی کے نام سے موسوم ہے۔

اسے پانندہ بابا کی لڑکی بی بی ہوتی تھی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا ایک بی لڑکا کریم در اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر والدہ سمیت اپنے ماموں کے گھر چلا گیا۔ ماموں نے اس کو جٹا بند درہ رہائش کے لئے دیدیا، در وہ وہاں آباد ہوئے۔ کریم داد کی قبر تیرگرہ سے شمال مشرق کی جانب چند میل کے فاصلے پر ہے ملک گدو بن منڈر قبیلہ ماموڑی کا سربراہ۔ در ملک احمد کا دست راست تھا۔ باجوڑ کی جنگوں میں اس نے عظیم خدمات انجام دیئے تھے۔

کریم در کے چار بیٹے نادری، دی، شمشون خیل در علی خیل۔ دی در فوت ہوا۔ در نادری کے تین بیٹے جو عسکر خیل، مٹی خیل اور ایسف خیل کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ علی خیل کے ذیلی شاخیں اند نور خیل اور میر سمر خیل ہیں اور ایسف خیل کے پانچ خیل، علی خیل در ایوب خیل ہیں۔ در ایوب خیل کے گدوڑ خیل اور درال خیل ہیں۔

نصرت دین خیل۔ نصرت دین بن علی (جس کی اوراد گدو ندت دین خیل کہتے ہیں) کے چار بیٹے، قو، متی، دوئم فتح، سوئم، لی چہادیم، جو جن کی اولاد علی، لڑکیب متی خیل (متی بنی)، فتح خان خیل، رانی خیل، در ہو خیل، رہوٹی، سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ تیرگرہ سے کچھ آگے مقدم انشائی سنگٹ سے شروع ہو کر رباط سنگ دینا کے گرد آباد ہیں جن میں گدوڑ، کالڈاک، وانی اور وڈراں۔ دوئم گدوڑ، جہا میری، شرم مر، مینے اور سوچا دوسے وغیرہ نام کے مواضع ہیں۔ اس میں مرکزی گاؤں رباط ہے۔

سلطان خیل۔ سلطان بن علی رحیم کی اوراد سلطان خیل سے مشہور ہے اس کے دو بیٹے ابیکر، در و فلک ہیں، ابیکر کے دو بیٹے ہیں۔ اڈی سید احمد جو برکوتی سے مشہور ہے۔ اور ان کی اولاد معصم

خیل و شاہی خیل، برہم خیل اور رحیم خیل ہیں۔ دوم خواجہ خضر جو کورٹونی سے مشہور ہے۔ اور تین کی اور چورائیں اور برہم خیل ہیں۔ دلکک کے دو بیٹے، یلیاس اور ابان خیل ہیں۔ الیاس بن دلکک کی اور دونوں خیل، بکال خیل، بانی خیل، تشاد خیل اور حسن خیل ہیں۔ اور ابان بن دلکک کی اولاد حسن خیل، جانا خیل اور تانہ خیل ہیں۔

یہ لوگ جنوب میں نام میر خٹوہ اور ۲۰ روٹا کڑیہ سے شمال کی طرف جیکٹ خیمہ اور شکلی کے سر کے تک، اور فاوڈ سے ٹورنگ کے قریب تک آباد ہیں۔ ان کا مذہب گادس فاوڈ ہے۔ سلطان خیل جس سے میاں لودین ملا روت بن حسین بن چور بن خواجہ خضر بن بابکر سلطان خیل جو چورنی مشہور و بزرگ شخص گور سے ہیں اور ان کی اولاد خون زدہ گان سے مشہور ہیں۔

اوسا خیل، دہ بن علی رحیم کی اولاد اوسا خیل سے مشہور ہیں، کا ایک بیٹا موتی تھا، موتی کے دو بیٹے تھے، اول شیخ عثمان جس کی اور د شیخ خیل سے مشہور ہے۔ وہم ملک نور جس کی اور دلور خیل سے مشہور ہے۔ شیخ عثمان کے پانچ بیٹے تھے۔ اس شیخ جو جس کی اور جہو خیل سے مشہور ہیں۔ وہم نور، جہو جس کی اور د خدر خیل سے مشہور ہے۔ سوم اولہ کی، چہ نام علی خیل، پنجسم شیخ محمد ہے ہیں۔ دین شیخ عثمان کے دو بیٹے سید حمد و چوہڑے جہو بیٹ نامور تھے۔

ملک نور کے چار بیٹے تھے رحیم کی اور نور خیل سے مشہور ہیں اور سرد رہا جو دہ تھے۔ دوم حسن، سوم ابرہیم، چہ نام عمر جس کی اور علی و ترتیب حسن خیل، ابرہیم خیل اور عمر خیل سے مشہور ہیں۔

سب اوسا خیل تیرگرہ سے شروع ہو کر کامروانی تک اور وہاں سے تدراس کاٹنگ تک مغرب میں سو گیاٹ کمانہ تک جن کے گادس کہناٹا بلام بٹ، جیمہ و بارون، جسنواز، سدو، شکوہ لی، گورہ اور علاقہ تعاش کے مواضع، ملک ورہ، گت، باجوڑ، پکو سرائے، اناس پہ گورٹی، ہانڈہ، گتیک، اجور و کما گورہ ہیں۔ ان میں شیخ عثمان اور اس کا بیٹا شیخ جہو مشہور تھے جس گورہ سے ہیں۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یہ تھے۔ خواجہ خضر اور ان کی بھی تباہ کر اشیاء میں تھے شیخ جہو کا مور تیرگرہ میں سرک کے معرزی بجانب و قح ہے۔ شیخ عثمان کاہل میں مرزا علی بیگ کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ اور وہاں ان کا مزار ہے یہ معلوم رہے کہ عدلہ میدان اور درہ بندوں بھی تیس ملی تھی کے حصہ داری میں تھا۔ جس میں انہوں نے اپنی کے علاوہ پے حمایتی ترکانی اور دیگر اعدائے قبائل سرکائی، تان، ماہار، اطرافی، مشوئی، وردگ اور رود باری وغیرہ کو بھی بسائے تھے۔ ان علاقوں کے مرکزی مقامات علی گندہ اور برہا ہیں۔ منڈہ جندول کا صدر مقام ہے جہاں پر نواب پیر کاٹنہ ایک افسر کی حیثیت سے رہتا تھا۔

سہو بجینی۔ سہو بجینی بن خواجہ کے دو بیٹے جو خیل کہلاتے ہیں اور سیت خیل اور خسر ہے ہیں۔ سونا کے تین بیٹے نظر خیل، دلی خیل اور مدد خیل ہیں۔ رنگی خیل کی دینی شاخیں سراہی خیل ہیں اور سارو خیل کی لڑی شاخ رجو خیل ہیں۔ سیت یا صحبت کے تین بیٹے سہو خیل سیت خیل اور تنو خیل ہیں۔ یہ سب لوگ مواضع شکرورد، تیر پل پیرکے، گوارہ، جودہ، شادنگوٹی، ارکوٹ، بہا کند، گوارہ باندی اور روئیل سے گارگٹ تک جن میں مواضع رانی، سچ ستر، میاں کے، میرہ، دینی، روئی گار، کونہ شور، لاشور، ڈاگلی، چنگلہ لئی

نئی کوٹ گروہری، نکتہ، پوچار، پشتوڑی، بہا اور سرہانہ میں آباد ہیں۔ قصبہ سموری جو کامی یا کالسی کی ایک شاخ ہے، کے کچھ گھر نے بھی جوہندا میں یوسف زئی کے پاس آئے تھے۔ تقسیم میں نظریں کے ساتھ صفہ ہاتھ وہ نظریں کے ساتھ بقام جبرہ اور شیرپلم وغیرہ میں آباد ہیں۔ اور ان کی عزیزداری کے چند اور خاندان جو یوسف زئی کے ساتھ تھے، ان کو موضع مسائے میں (جونا و گرنی کے قریب) جامب جنوب مغرب، اور کیور پہاڑ کے مشرق میں واقع ہے۔ ابتدا ہی سے یوسف زئی لے آباد کئے تھے۔ وہ شنواری لوگ اب تک مسائے میں سکونت رکھتے ہیں۔

شامی زئی - شامی بن خوجہ کی والد شامی زئی کے مشہور ہے۔ شامی کے تین بیٹے تھے، انوں ملا خیل جس کی والد ملا خیل سے مشہور ہے۔

ملا خیل کی اولاد یہ ہیں: قاسم خیل، میر خیل، میر عزیز خیل، بابا خیل، سیف خیل اور گلی خیل۔ اور قاسم ملا خیل کی اولاد دلاور خیل، رسول خیل اور علی خیل ہیں۔ اور سیف بن ملا خیل کی اولاد سارو خیل اور میاں خان خیل ہیں۔ اور گلی خیل کی اولاد دلو خیل اور سیف بن ملا خیل ہیں۔ دوم حسن جس کی والد حسن خیل ہیں۔ اور حسن خیل کے ذیلی تین ہیں: پاسدہ خیل، بایہ خیل اور نقرہ دین خیل۔ اور سوم محمد جس کی والد محمد خیل سے مشہور ہیں۔ محمد خیل کے دو بیٹے نصرت خیل اور میر و جیل ہیں۔ نصرت خیل کی اولاد ملا خیل، میر و جیل اور اکا خیل ہیں۔ اور میر و جیل کی اولاد خمار خیل، ٹیک نام خیل اور ہنگی خیل ہیں۔ یہ قبیلہ سہ بھٹی کے شمال کی جانب ایک ندی کے پانچ دو رنگ آباد ہیں، جس کے مشہور مواضعات یہ

ہیں۔ ان میں ملا خیل کے مواضعات، غل، برتھہ، سم بٹ، مٹا لگا، ککوڑ، سوڑی، مٹ پانڑی، توڑکے، ترے، شوخ درہ، پیریاں، گرنی، ورمیں پوڑی وغیرہ۔ اور حسن خیل کوڑہ، ہارہ خیل، برہ نامہ خیل، ہاروڑی گرام، سمبٹ اور بیدرد وغیرہ میں آباد ہیں۔ اور محمد خیل مواضعات برہ، دریش خیل، تشارے، ہارہ خیل، کھلا کوٹ، ہارے، دو شا گرام، دارمی، نوخار، سکر، مڈی، اور گرنی وغیرہ میں آباد ہیں۔ ان کا مرکزی مقام موضع مٹ ہے۔ ان میں ملا خیل اور اس کے بہت دیر بعد، سم ندی، درجیب خان، قادیان، شمس گمرے ہیں۔

نیکسی خیل - نیکسی بن خوجہ کی والد نیکسی خیل سے مشہور ہے۔ اس کے چار بیٹے، نیکسی، سینہ، موہی اور مٹا خیل ہیں۔

ابا بن نیکسی (جس کی والد ابا خیل سے مشہور ہیں) کے تینوں بیٹوں کی والد علی، تربیل، رینا خیل، صاحب خیل اور مٹ خیل سے مشہور ہیں۔ موسیٰ ابن نیکسی کا ایک بیٹا سرابہا تھا اور سرابہا کا ایک بیٹا سمٹ تھا۔ اور عائشہ خیل کی اولاد ڈبر خیل، خدی خیل اور داد خیل ہیں۔ یہ لوگ توتا نو ہانڈی، چوڑو ڈھیری (شاہ ڈھیری)، میم گونٹی، کنہارنی، شمال، دریاں، میر، گکوچ، سرسٹری، موہی، چندا خورہ، رکب، سم دیوٹی، مودیوٹی، کالاسکے، نصرت، مام ڈھیری، عسم جہ، علی گرام، نلنڈ، تفرہ، برہ ہانڈی، سکورہ ہانڈی، غورہ، طوطکے، سٹی، سیکھے، منی، ٹوڈہ ہار، ڈاکسی، گارو، خوں سکے، ڈیسے، جیسے ڈھیری، ورفار، کاجو وغیرہ علاقہ سوت میں آباد ہیں۔

نیکسی خیل میں شیخ سینا اور سرابہا بن موسیٰ بڑے نامور و مشہور شخصات گزرے ہیں۔ ملک سرابہا بن موسیٰ و خان گجو کا

وزیر اعظم تھا۔ درہنگ غوریائیں میں شریک تھا۔
شموزئی۔ شہر بن خواجہ کی اوداد شہزادی سے مشہور ہے
اس کے چار بیٹے، اسماعیل خیل، وڈی خیل، علی خان خیل اور عمر زئی
ہیں۔

اسی خیل بن شہر کی اوداد ہائی خیل، تابہ خیل، مریم خیل، بی بی خیل
اور یعقوب خیل ہیں۔ اور یعقوب کے دو بیٹے برہ خیل اور تتر خیل
ہیں۔

وڈی بن شہر کی وڈی ہار خیل، عزیز خیل، سید خیل اور
بنگ کے ناموں سے مشہور ہیں۔

علی خان بن شہر جس کی اوداد علی خان خیل سے یاد ہوتی ہے
کے پانچ بیٹے مولیٰ، عیسیٰ، ہندال اور کامران تھے۔

عمر بن شہر (جس کی اوداد عمر زئی سے مشہور ہیں) کے کچھ
بیٹے تھے جس کی اوداد علی، ترتیب اکا خیل، سلطان خیل، میر، حمد
خیل، بہرام خیل، بابا خیل اور اودیا خیل کے ناموں سے یاد ہوتے
ہیں۔

یہ لوگ مواضعات چنگی، تیرنگ، کٹر علی، حنزلہ، چلیو، گم کوٹ
ذرا خیل، نیمو گروم، رنگید، ملک آباد وغیرہ میں آباد ہیں۔ علی خان
بن شہر اور اس کا بیٹا ہندن، ان مشہور اور قابل ذکر اشخاص میں سے
تھے۔

ادین زئی۔ علاؤ الدین بن خواجہ کی اوداد اندیل زئی یا ادین
زئی سے مشہور ہے۔ اس کے تین بیٹے عیسیٰ، دیکھے، اتما زئی
اور بابو خیل ہیں۔

یمیل کے تین بیٹے سید ہال، سیمیں اور محمود ہیں۔ سربراہ بن

یہیں کے بیٹے ملک باڈ کے نام سے یاد ہیں۔ کہیں کے بیٹے احمد کے
نام سے حمد خیل، اور محمود کے بیٹے محمد کے نام سے محمد خیل یاد
کیے جاتے ہیں۔

تمان زئی کے دو ذیلی شاخ مرغان خیل اور شہر خیل ہیں۔
مرغان کی ریٹی شاخیں عمر خیل، پیر خیل، اور چٹہ خیل ہیں۔ اور
شہر خیل کی اولاد صر خیل، بہرام خیل، زور دست خیل اور بوہو خیل
ہیں۔

بابو جس کی اوداد بابو خیل سے مشہور ہے، اس کے چھ بیٹے میر حسن
خیل، فاضل خیل، امداد خیل، پاپا خیل، رکیم خیل اور سہیل خیل
ہیں۔

یہ بھی درج رہے کہ بھیجی کے تینوں بیٹے سربراہ، کہیں اور
محمود کے بعد دیگرے سربراہ قبیلہ تھے۔ ادین زئی مواضعات
نمازہ گروم، کیتارنی، خان پور، ٹیکس، رام پور، شو، اوچ، چکدرہ
وغیرہ سوات کے علاقہ میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ مواضعات
علی مس، سرسہ، مارو، گنگے، دربارہ، تندو ڈاک، جھنگی، سہتر
بابو یعنی گکوٹی گروم کے بھی قابض و مالک ہیں۔ یہ تپہ بہ سب
درہ میں شامل تھا۔

جارتی۔ بابا بن اکو جس کی اوداد کو ابانڈی کہتے ہیں۔ اس
کے چار بیٹے فتح خیل، بیاس زئی، تھانہ اور کامل (کہیں خیل)
ہیں۔ جو کو باڈون، برماڈون، ٹرنگول اور تحصیل اشتر کے موضع
ابانڈی میں آباد ہیں۔

اول فتح (جس کی اوداد فتح خیل سے مشہور ہیں) کے تین بیٹے
سرم خیل، خواجہ خیل اور بابا خیل ہیں۔ ابتدا میں فتح خیل، اشتر

سے موضع امائی زئی سے معرب کی طرف پہاڑی علاقہ گنداب میں آباد تھے۔ جس وقت یوسف زئی نے معربوں کو اکبر سے پناہ دی تو ان لوگوں نے جرگہ کے فیصلہ کے مطابق وہ علاقہ معربوں کو چھوڑ کر یہ اپنی برادری کے لوگوں میں س زئی اور کھیل جیل کے پاس آکر آباد ہو گئے۔

تمھانے کی اور دسویں موضع اباز کی استغفر میں آباد تھے۔ وہیں رہ گئے۔

یاس بن اباجس کی اولاد یاس زئی سے مشہور ہے، اسکے دو بیٹے شادان اور عثمان ہیں۔ عثمان کا بیٹا کریم داد تھا اور شادان کا بیٹا محمد تھا۔ یہ دونوں نامور تثنیٰ ص تھے، فتح سوات میں انہوں نے کارہائے مدیہ سر انجام دیے۔

کاس بن اباجس کی اولاد کچیں خیل سے مشہور ہیں، اسکے چار بیٹے الائی خیل، سوگی خیل، ادیا خیل اور انگور خیل ہیں۔ بر بادوان کے قتلماں میں قریب ہی نوڈو ڈھیرنی کے نام ایک بڑا تاریخی ٹیلہ ہے۔ جس کا ذکر نوارسرخ حافظہ رحمت خانی سے کیا ہے۔ یہ حسین وردگلش مقام ہے (میں سبب اس ٹیلہ پر چڑھ کر تو قدرتی طور پر مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ اور اسلئے کو جی نہیں چاہتا تھا، قبیلہ وادی میں محمد بن شادان اور کریم داد الیاس زئی اور میر مستم بن عمر بن سید بن تمھانے نامور دشمنی من گھر سے ہیں، یہ علاقہ مٹ حید کے نام قابل دیا ہے شمال کی طرف واقع ہے اور ریاست دیر میں شامل تھا۔

خادک زئی، خادک بن کو جس کی اولاد کو خادک زئی کہتے ہیں۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔

اوں مدوس کے بیٹے عسند کے نام سے اس کی اولاد کو محمد خیل بھی کہتے ہیں۔

دوم اکاجس کی اولاد کو کاجیں کہتے ہیں۔ اور اس کے بیٹے احمد کے نام سے محمد خیل بھی پکارے جاتے ہیں۔

سوم محسن جس کی اولاد کو محسن خیل کہتے ہیں۔ محسن خیل میں دو دیہی تہ خیل ہیں۔ تھریل اور خان کوری۔

چہارم ابراہیم جس کی اولاد کو ابراہیم خیل اور ملک کوری بھی کہتے ہیں۔

پنجم حزرہ بابا جس کی اولاد کو پسنرد سی کہتے ہیں۔ یہ سیہ خادک زئی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی گاؤں میں رہتے جس کا نام انہی کی نسبت خادک زئی ہی ہے اور ایک مدیہ اس گاؤں کے بیچ میں سے گزرتی ہے جس نے گاؤں کو دو حصوں یعنی کودگلے اور بدگلے میں تقسیم کیا ہے۔ یہاں وسایل مل زئی کے چند گھرانے بھی ان کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ یہ تپہ بھی ریاست دیر میں شامل تھا۔

رافی زئی، یہ اکو کی دوسری زوہر کی اولاد ہے۔ جس کا نام رافی تھا۔ رافی سے اکو کے تین بیٹے عا، اتمان اور عیم تھے۔ ان کی اولاد رافی زئی سے مشہور ہیں۔

نخاں، اکو کے دو بیٹے سلطان عا، خیل اور عثمان خیل ہیں۔ سلطان عا خیل موصلات معکین، توتکان اور میخ بند میں آباد ہیں عثمان خیل ڈھیرنی اور بولگرم میں آباد ہیں۔

سلطان خاں مٹی (جس کی اولاد سلطان خاں سے مشہور ہے) کے پانچ بیٹے مروتا خیل، مہار خیل، مری خیل، دادی خیل،

اور اسماعیل خیل ہیں۔ مرد بن سلطان خاکی اور دسید خیل، خواجہ خیل اور سبکی مردن کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ امیر خان بن سلطان خاکی، ولد ذی خان کور، خور خیل، درویشی خیل، اکرم خیل اور بہار خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔ کھری بن سلطان خاکی ولد ایسٹ خیل، چاچ خیل اور ہار خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اسماعیل کی اور دسید خیل، چار سردہ اور احمد خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

عثمان بن عفا (جس کی اور عثمان میں سے مشہور ہیں) کے تین بیٹے، اور لڑا خیل، دوم عزیز جس کی، ولد عزیز جس سے مشہور ہیں اور سوم دائرہ عثمان ہیں۔ لڑا خیل کی، ولد عثمان خیل، عدیت خیل، ہا خیل، ور ہوبو جس کے ناموں سے مشہور ہیں۔ عزیز (جس کی، ولد عزیز جس سے مشہور ہے) کے بیٹے یونس خیل، عیسیٰ خیل، خلیل، میر، خیل، سمیرا جس اور دروی خیل کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ دائرہ عثمان کی، ولد داکر خیل، عثمان خیل، اسماعیل اور علی شیر خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

امین بن اکو، جس کی، ولد امان نئی سے مشہور ہے، کے پانچ بیٹے ملا حسین، امیر داد، محمد، مددے، جس کی، اور دہا خیل، اجمی خیل اور نظری خیل ہیں۔ اور ہاریم (جس کی، ولد ہاریم خیل سے مشہور ہے) ہیں۔ ملا حسین کی، ولد عمر خیل، علی خیل اور کوثر ہیں جو بین خیل سے مشہور ہیں۔ اور اکثر اتمان نئی لوگ موضع ہٹ خیل میں آباد ہیں۔ ملا حسین، ولد اس کا بیٹا کوثر نامور اشخاص میں سے گزرے ہیں۔

صمیم اکو کے تین بیٹے علی خیل، بہرام خیل اور خواجہ خیل

ہیں۔ علی خیل کے ذیل تین ہیں۔ اوی خیل، علی خیل، عبدل خیل شہاب خیل اور میر خان خیل۔ علی خیل مواعیات اوند ڈھنڈ درویشی میں ہیں۔ بہرام خاکی اور عیسیٰ خیل، سیدان خیل، ملا جانا درویشی میں ہیں۔ عیسیٰ بن بہرام کے تین بیٹے تھے جو عرفی ہیں۔ نور محمد، علی اور یعقوب جس کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ ملا جانا بن بہرام کے دو بیٹے تھے جو عفا خیل، ور مددے جس کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اور علی بن بہرام کی، ولد ہارم خیل، پائینہ خیل، جس میں درویشی خیل کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ بہرام خیل موضع جری میں اور خواجہ خیل کچھ موضع امان درویشی اور کچھ اوند ڈھنڈ درویشی میں آباد ہیں۔ علی خیل میں ملک کے بن، الف طان بن وراہیم بن عبد الغزیز (جس کی اور اس کی نسبت سے ری خیل مشہور ہیں، اور ملک شیر دل اور سوزہ خیل میں شیخ رنگی مشہور اشخاص گزرے ہیں۔

راں رنی کے جن سکوس دیہاتوں کا ذکر ہو۔ یہ کورسوت اور مالاکند کے جاہب شہس کو ہے۔ ان کی ملکیت میں مالاکند بھی شامل ہے۔ اور اس کے علاوہ تیرہ سم بری رنی بھی ہیں۔ ان کی ملکیت تیرہ ہے۔ جو مالاکند سے جنوب میں تیرہ گزہ کے قریب ملک وسیع علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ مشہور گاؤں دتیر، دوہدی، درگی، خرگئی، موسیٰ مینہ، عثمانی خیل، گروہی، کوٹ، ٹوٹی، جید، سرینہ، خان گروہی، کچے، کوپر، سفی کوٹ وغیرہ ہیں۔ یہاں لوگ خود بوجہ باراف سے علاقہ ہونے کے نہیں رہتے تھے بلکہ اس علاقہ میں انہوں نے اپنے حقیقی لوگوں کو پس یا تھا اور انہوں نے تیرہ ہا سے مارکار حقوق حاصل کرتے تھے لیکن انگریز کی آمد پر اور عرصہ دراز گزرنے کے سبب یہاں تابعدار لوگ رہ گئے اور مارکاران یعنی سفار رنی

یہاں بہت سی کم رہ گئے جو نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور اس وقت بھی یہ تپہ زانی زنی کے نام سے موسوم ہے۔

(۲) موسیٰ بن یوسف

موسیٰ کا ایک بیٹا الیاس اور اس کے چار بیٹے ہیں۔ اولاد سالہ دوم می سوم نسو چہا تم تا یہ جس کی اولاد اُس کے بیٹے گدائی کے نام سے مشہور ہے۔

سالہ دزنی ۱۔ سالہ بن الیاس (جس کی اولاد سالہ زنی سے مشہور ہے) کے تین بیٹے یوب خیل، مانی زنی اور ملی خیل ہیں۔ یوب بن سالہ کی اولاد برہان خیل، خواجہ علی، دہالی خیل، علی شیر خیل، موسیٰ خیل، فتح خان خیل (دڑ قلمی) اور ملک دین کے ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ برہان بن یوب کے دو بیٹے شیخ عثمان (جس کو دورہ شیخ خیل ہیں) اور دوسرا کینو ہے جو ملہ ابراہیم کا باپ تھا۔ شیخ عثمان کے تین بیٹے اول عید و جس کی اولاد عید و خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ دوسرا یوب (جس کی اولاد در سے خان خیل، قاسم خیل، محمود خیل، درخانہ خیل سے مشہور ہیں۔ تیسرا مستوی جس کی اولاد حق خیل، کریم، و خیل، ابو خیل، یارہ خیل ہیں اور ان کیساتھ ہونیس و ملی شامل ہے۔ علی شیر بن یوب کی اولاد سین خیل، سعید خیل اور ناس کے شامل حصہ، ہونیکل کہار و رہے سودا افغانی ہیں۔

ملی بن سالہ کی اولاد جہاں خیل، ہوتی خیل، سکرہ خیل اور سردار خیل کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔

مانی زنی کا لگ خیل نہیں۔ یہ لوگ یوب خیل اور ملی خیل کے ہاں مشرک طور پر رہتے ہیں۔

دوسرا زنی قبیلہ موافقات جوڑہ پام پوندر بازار کے سکندر گلی، لان سیر، گور سے کاکٹ گلہ، پوڑی، بیگنا ٹوٹی اور کھوٹے میں آباد ہیں ان کے ساتھ حمایتی فغان قبائل، بتہ، علی سے رہتے ہیں۔ جوہر ہونیں بے سود، کہار اور لغانی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں اور ان میں کرم علی ملک ہو کے، علی، صفر، المعروف مصری خان، شیخ کہو اور ملا ابراہیم الیاس بنی (جس کا ملہ موضع چینیہ کے قبرستان میں ہے) اور شیخ کبیر کا مزار سوت میں دریا کے شمال کی طرف موضع کوٹلی کے دستے پر پہاڑ کے دامن میں واقع ہے) اور نواب امیر خان دینی ٹونک مشہور اور نامور شہنشاہی گور سے ہیں۔ میر خان کا شجرہ نسب یوں ہے۔ نواب امیر خان بن حیات خان بن طاح خان بن کالی خان بن بیو خان بن مولہ خان بن سید ملی خان بن فتح خان بن خندان بن خان بن لہ دار خان (جس کے نام سے اللہ داد خیل مشہور ہے) بن ملی سالہ زنی۔

عائشہ زنی، مہی کی نہ وجہ عائشہ کے نام سے اس کی اولاد عائشہ زنی سے یاد کی جاتی ہے۔ اور ان کے چار بیٹے ہیں جن کے نام یانیں، حدین خیل، موساڑہ خیل اور خاک زنی ہیں۔ یانیں کی اول کوٹول، ملہ خیل، موسیٰ خیل، بہر اور اسد خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

حدین کی اولاد استا خیل، پور خوند، دہا کور، سکر گین مل و منحل برہ خان کے ناموں سے مشہور ہیں۔ موساڑہ کی اولاد جانچے کالی، کوٹھہ، سر بانڈے اور شین گت کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔

خاک کی اولاد ہا خیل، مری خیل، سین خیل، قاسم خیل اور جنوگا

نیل کے ، موی سے مشہور ہیں ، تور در سک ، ایسی ، انشا پور جوئر میں آباد ہیں ۔

فسوزنی ، نسوین الیاس انیس کی ولادت سورنی سے مشہور ہیں ، کے دبیٹے مخوزنی در پچاؤ ہیں ۔

مخوزنی کے تین بیٹے تہل خیل ، علی خیل اور ہانیل ہیں ۔ قابل کے بیٹے اسماعیل خیل و موسی خیل ہیں ۔ اور اہا کے برہان نیل و تان خیل ہیں ۔ یہ مواضعات پانڈ وریا ، پنور ، شکوہ لئی ، کوک پڈ ، برہو کاٹھ سے مرگب رنی ، سنگرلی ، گہت درہوگا وغیرہ میں آباد ہیں ۔ ورنہ کامرکی گاؤں چوگا ہے ۔

پنچپو کے چھ بیٹے علی خوازہ خیل ، کاشیل ، ملک دین خیل ، میردس خیل ، حسین خیل و حسن خیل ہیں ۔

علی خوازہ کی واد نصر دین خیل ، گوردی جیل و در قطنیل کے ناموں سے مشہور ہیں ۔ ملک دس بن پنچپو کی واد طوہی خیل ، ناصر خیل اور یوب خیل (مورے) کے ناموں سے مشہور ہیں ۔ یہ لوگ مواضعات ڈگر ، بنگڑا ، چوگا ، گوکند ورنہ وغیرہ میں آباد ہیں ۔ حسن جیل اصل میں چوگا کے حسن خیل کی اوداد میں سے ہے ۔ موضع چوگا میں حسن خان اپنے قبیلے کا ایک معزز ملک تھا لیکن پنچپاؤ کی واد کے ساتھ سرحدی ملے ورنہ آباد ہونے کی وجہ سے اسی کی واد تصور کیا گیا ۔ ورنہ اس وقت بھی یہی خاندان قبیلہ پنچپاؤ میں معزز و درہا تھا ہے ۔

گندانی زئی ، صاحب بن الیاس کا ایک بیٹا گدانی تھا جس کی واد گدانی زئی سے مشہور ہیں ۔ اس کے پانچ بیٹے حسن ، بہرام علی شیر ، حسین و ابراہیم تھے ۔ جن کی اوداد با ترتیب حسن خیل ، بہرام خیل و شیر خیل و حسین خیل سے مشہور ہیں ۔ پہلے چادوں کی واد مواضعات

پانچ ، پانی ، کالا حید ، سدھان دس ، غازی خاٹے ، بلو خان ، مھٹی ، ملک پور ، دوکڑہ ، نور پور علاقہ جوئر میں آباد ہیں ۔ پرنایا کا مزار بھی اسی جگہ پر ہے ۔

گدانی کا پانچواں بیٹا براہیم کی واد صلیع بنوں میں آباد ہے ۔ جس کا مرکز ہی مقام موضع غور پور الہ ہے ۔ ابراہیم کابل میں اپنے قبیلہ یوسف زئی سے جد ہو کر کورمہ میں قیام پذیر ہوا تھا ۔ بعد میں اس کی واد بنوں میں منتقل ہوں ۔ براہیم کا صرف ایک بیٹا حسن خان تھا ۔ جس کی واد حسن خیل سے مشہور ہے ۔ حسن خان کے دو بیٹے عمر خان و درہو خان تھے ۔ عمر خان کے چار بیٹے کرک خان ، خشک خان ، ترخان اور نوردر خان تھے ۔ عمر خان کی اوداد عمر خیل کے نام سے ورنہ مل خان کی واد اس کے والد کے نام پر حسن خیل سے مشہور ہیں ۔ عمر خان (عمر خیل) کی اوداد میں مغل خان بن طفر خان بن ترخان بن عمر بن حسن ایک شخص گزر رہا ہے ۔ اور اس کے نام پر اس کی واد و مغل جیل سے مشہور ہیں ۔ یہ واد قیام سے ضلع بنوں میں ادبی گھر ۔ چلا کر چلا ہے ۔ ان میں جعفر خان (بن سینی خان بن مغل خان) نامی بھی ایک مشہور شخص گزر رہا ہے ۔ جس کے ایک علیقت مسجد بنوں شہر میں بنوئی تھی ورنہ مسجد جعفر خان کے نام سے بانک یا دیکھائی ہے (اس خاندان کا شجرہ نسب ضلع بنوں کے سرکاری کاغذات مل میں دریز اس خاندان والوں سے بنوں و غور پور میں ملاقات اور گفتگو کر کے تصدیق کر چکا ہوں ۔ ورنہ اسی کے ساتھ میں شیر علی خان ورنہ میردس خان سدرنی عدت میر کلا و علی موضع حسنی عدتہ سورنی ضلع بنوں کا مشہور ہوں جس کے والد سے مجھے کافی معلومات حاصل ہوئیں ۔

(۳) عیسیٰ بن یوسف

عیسیٰ زئی - عیسیٰ کی ولاد عیسیٰ زئی یا عیسوزئی کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کے تین بیٹے اکا، حسن، وریعقوب ہیں۔ اکا زئی کا بن عیسیٰ جس کی اولاد اکا زئی سے مشہور ہے، کے چار بیٹے برت خیل، عزیز خیل، تاسون خیل و پانڈہ خیل ہیں۔ برت کی اولاد یہ ہیں۔ خندان عیسیٰ، بیبا خیل اور جب خیل۔ عزیز کی اولاد یہ ہیں۔ دسوں خیل، حسین خیل اور دریائیں۔ تاسون کی اولاد یہ ہیں۔ غازی خیل، مہند زئی اور اکو زئی۔ پانڈہ خیل یہ ہیں۔ جوگ خیل، عدس خیل اور اول خیل۔ حسن زئی - حسن بن عیسیٰ (جس کی اولاد حسن زئی سے مشہور ہے) کے تین بیٹے ڈر، بدو جس کی اولاد مندو خیل کے نام سے مشہور ہیں۔ دوم کا، جس کی اولاد کلا خیل کے نام سے مشہور ہیں۔ سوم کا کا خیل۔

مندو خیل یہ ہیں۔ برت خیل، کرگیز خیل اور دوا خیل۔ کلا خیل کی دو شاخیں یہ ہیں۔ نصرت خیل اور خوار کے بابا جس کے تین بیٹوں کی اولاد مامو خیل، موسیٰ خیل اور نانوی خیل سے مشہور ہیں۔

کا کا خیل یہ ہیں۔ اکا خیل، میر محمد خیل، یار و خیل اور کوٹوال۔ مندو اخیل - یعقوب بن عیسیٰ کا ایک بیٹا مد ہے (جس کی اولاد مندو خیل کے نام سے مشہور ہے) کے پانچ بیٹے حسن خیل، یار و خیل، یار و خیل، اور پو سعید خیل ہیں۔

حسن بن مداک - ولاد سلطان خیل، سید علی خیل اور پان خیل کے ناموں

سے یاد ہوتے ہیں۔ اور کلا خیل واصل بھی ان کے ساتھ حصہ داری میں شامل ہیں۔

یازد بن مند کی ولاد پاپو خیل، بلان خیل اور غنڈا خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

یازد بن مند کی اولاد ٹول خیل اور اطراف خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔

یہ سب لوگ اُس علاقہ میں آباد ہیں جو قوم ڈوما سے حاصل کیا گیا تھا۔ وہ علاقہ اب ان کے پنے، موم سے یاد کئے جاتے ہیں۔ جیسے تپہ حسن زئی، تپہ اکا زئی، اور تپہ ملا خیل۔ ان کی حشر مشرق میں آگرہ و ورتینوال سے ملتی ہے اور جنوب میں کوہ مہا بٹر کا علاقہ ہے۔ ان کے شہر میں تپہ چتر زئی جو علی زئی کی ذیلی شاخ ہے، بھی سکونت پذیر ہیں۔ اور یہ لوگ دریائے سندھ کے آسپار مشرق کی طرف بڑھتے چلے گئے ہیں۔ اکا زئی، حسن زئی اور بدو خیل کے اپنا ایک ایک تقسیم ہے۔

لیکن ان کا مشترک نام عیسیٰ زئی ہے اور یہ ایک ہمیشہ سے تازہ رہے ہیں اور ان کی آپس میں ملحد م راکھن جگہ اور سربراہ کے شکل میں چند برس قبل تک قائم تھا۔ جب سے یہ لوگ یہاں آباد ہوئے تو ان کا پہلا سربراہ بالاتفاق ملک شہید بن گنگیا بن کا بن کا حسن رہے ہوسف زئی تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مقام خان، پھر اس کا بیٹا ہوشاہ اس کے بعد اس کا بیٹا علی خان سربراہ منتخب ہو۔

علی خان کے سات بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: حسن علی خاں، نجیب خان، درد خان، قیصر علی خان، حمید علی خان، حسین خان اور فیروز خان جس کا بیٹا خدام محمد خان تھا۔

علی خان فوت ہو تو اس کے ہمد اس کا بیٹا حسن علی اور اس

اولاد میں ذیلی شاخیں چغوزئی، دولت زئی اور نوری زئی پر مشتمل ہیں۔
 چغوزئی :- چغزین علی کے دو بیٹے اور مخدوم جس کی اولاد اس کے
 بیٹے اسماعیل کے نام پر اسماعیلی خیل سے مشہور ہیں۔ دوم فیروز سے
 جس کی اولاد اس کے بیٹے بھائی کے نام پر بھائی خیل سے مشہور ہیں
 نجد کا بیٹا اسماعیل کے چار بیٹے اول علی خورہ (جس کی اولاد سی خیل
 اور نصرت خیل سے مشہور ہیں)

دفعہ رہے کہ سی خیل کی دو ذیلی شاخیں دعوت خیل اور عزیز خیل
 ہیں۔ اور اسی طرح نصرت خیل کی دو ذیلی شاخیں سقمان خیل اور بڑھ خیل
 ہیں۔ جو سب کا سب علی خورہ بن اسماعیل چغوزئی کی اولاد ہیں۔
 دوم مہلوں جس کی اولاد جمال خیل، شہید خیل، اگر خیل اور خدیری
 خیل ہیں۔ سوم قد سے نہیں اور چہارم مکی خیل ہیں۔
 مکی خیل یہ ہیں، آزاد خیل، جاہت خیل، حمام خیل اور مکی شیر
 خیل۔

فیروز کے کا بیٹا بھائی کے چار بیٹے جون خیل، مری خیل، شفا
 خیل اور سندھ خیل ہیں۔ پنج بیگ شاہ کابل کے دو ان محمود، مدگیں
 چغوزئی بن ہیں نامور شخص گزر ہے۔

مساکن چغوزئی :- چغوزئی کی حدود دیوانہ بابا سے کچھ
 سے جو ہنیر کا مشرقی حصہ ہے اسے شروع ہو کر مشرق کی طرف
 آہا میں سے پارتک چلا گیا ہے۔ ان میں مشہور سواصات، بدال
 گاونو، بوڑئی، پٹارہ، ہام، بھیر، شمنار، ٹانگوڑہ، گیت، مودو،
 ٹوپل، سرقلہ، میرنگی، ہٹے خانے، فودوئی، شنگڑہ، چلندرئی،
 ہائی ردا، تیواج، کس، کوٹ، عاج کند، پانڈیر، بھیم پور، کوہی،
 شیر علی، ڈیٹی، مارگر، تیتالان، پشور، مٹی خیل اور ریاب وغیرہ

ہیں۔ ان کے ساتھ ایک اور حدیتی نغان قبیلہ عزیز دانی جو تقریباً
 اڑھائی ہزار گھرانوں پر مشتمل ہے، ایک الگ علاقہ میں آباد ہیں۔
 ان کا گاؤں برتوئی ہے۔ ان کے ساتھ شہار کی جانب دریا کے کنارے
 خود قبیلہ چغوزئی مو صنعات کابل گرواس، جودہا، بہارہ، دنگو، رنج
 بنٹو، دیل، گماچ، در نصف کوٹکی میں بھی آباد ہیں۔
 دولت زئی :- دولت بن علی جس کی اولاد دولت زئی سے مشہور
 ہے۔ اس کے سین بیٹے مٹھ سے زئی، ہرکانی اور اسماعیل زئی
 ہیں۔

مٹھی زئی کی دو ذیلی شاخیں یہ ہیں، شرف ندین جس کے بیٹے
 شیرپائی کے نام سے اور دوم فخر الدین جس کے بیٹے پوپل کے نام سے
 ہیں۔ شرف پائے کی اولاد کابل خیل اور صغریٰ خیل
 ہیں۔ دوم کابل خیل کی اولاد غری خیل اور چنگا خیل سے موسوم ہیں۔ اور
 صغریٰ خیل کی اور د مٹی خیل اور کابل خیل ہیں۔ مٹی خیل کے چار بیٹوں
 سی اولاد سلطان محمد خیل، احمد خیل، گدا خیل اور مٹی خیل ہیں۔
 پل خیل یہ ہیں، دلگ، مخدوم اور مٹھ و در جو داد سے
 مشہور تھا، دود مرا تھا، در محدود کا بیٹا سیم خان تھا، دلگ کی
 اولاد سید خیل، جو کا خیل، موسیٰ خیل اور صورت خیل ہیں۔

برکانی کی ذیلی شاخیں مانا خیل، موسیٰ خیل اور بہا سیم خیل ہیں
 مانا خیل برکانی کی اولاد یہ ہیں، ہمزہ خیل، بختورہ کور، غیبی خیل،
 نندو خیل، رجو خیل، عباس خیل اور جان شاہ خیل اور پائی خیل۔
 ہرا سیم خیل یہ ہیں، دولت خیل، یارو خیل، یسوی خیل، سالو خیل اور
 معروف خیل۔

اسماعیلی زئی کی ذیلی شاخیں مانا خیل، دراکا خیل ہیں۔ ابابن اسماعیل

کی دل و دہری نہیں، عباس میں اور اہل نہیں سے مشہور ہیں۔ اور اکا
ہیں اس میں کی اور دہریہ نہیں، میرا نہیں، سلطان نہیں، درود سوسل،
در سوسل میں کے نامور سے مشہور ہیں، منہ سے زنی کلپانی اور کلپانی
میں آباد ہیں۔ برکاری مواضعات منگونی و رہا چکے میں آباد ہیں۔
ساحل زنی مواضعات امنور اور شہاں ہانڈی حدقہ ہونیر میں آباد
ہیں۔ ان میں در سے، سلیم خان، سیدہ جوکا، ملک باہا اور کاکو
مشہور اشخاص گزرے ہیں۔ ملک باہا کی قبر موضع کلپانی کے اندر
ہے۔ موضع کلپانی میں دنڈ باہا اور دنڈ باہا مشہور ہیں
حسن کی دہریہ کے ملک باہا کے سرقہ کو حافظہ نفع شیر پے
جو ملک باہا کا قاضی تھا، کے حوالہ گردیا تھا، در نصف ملک
باہا کے پاس رہا تھا۔ ملک متہ بن شرف بن شاہ بیگ اب خلیل
سویزی ہائی زنی در ملک کاکو دولت زنی ملی زنی کی قبریں بھی
یہاں ہیں۔ جو کافی مشہور ہیں یہ دونوں یوسف زنی کے نامور اشخاص
تھے۔

نودی زنی در نور سے بن علی (جس کی اولاد نودی زنی سے مشہور
ہیں) کے بیٹے علی شیر، در یوسف سے ہیں۔ علی شیر (جس کی اولاد
علی شیر نہیں سے مشہور ہے) کے چار بیٹے برت خیل، باکری خیل، کنڑ
خیل اور لہاری نہیں ہیں۔

برت خیل کی ذیلی دو شاخیں ملائیں اور اللہ دہری۔ اللہ دہری
کے دو بیٹے پائندہ خان اور غازی خان تھے۔ جس کی اولاد پائندہ خیل
سے یاد ہوتے ہیں اور لہاری خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ برت خیل
مواضعات ملا یوسف، نو کے کھلے ہانڈہ در کچھ امبید علاقہ چسہ
ہونیر میں آباد ہیں۔

باکری خیل کی دو ذیلی شاخیں ہیں، برت خیل و لہاری خیل۔ یہ ہوا قدرت
نودی زنی، در کچھ امبید میں آباد ہیں۔
کسر میں یہ ہیں میرا نہیں، سیات خان کور، قندہ خیل و فتح خان
خیل، خواجہ نہیں، برہ خان خیل، صبا خیل، حات کوری، در رسول خیل،
کنڑ خیل، مواضعات چنڈہ وغیرہ میں آباد ہیں۔

خمار (جس کی اولاد خمار خیل سے مشہور ہے) کے بیٹے حلا
کے چار بیٹے حمزہ خان، زوجہ خان، اور اسماعیل خان، خوش نشان
میر خان، زوجہ دوم سے ہیں۔ در دہریہ خان، ملندی در ایک گھرانہ
پا مینوہ میں آباد ہے۔ اسماعیل خان کی اولاد ریگا میں در خوش
خان کی اولاد برکھلے اور میر خان کی اولاد چنڈہ میں آباد ہیں۔

ابا زنی بن نودی زنی، اب جس کی اولاد خیل، خوارہ خیل
، شوخیں، عیسیٰ خیل در معروف ہیں۔ جو سب ہانڈہ سے مشہور
ہیں در ریگا ہونیر میں آباد ہیں۔

ایسوسی زنی، در یوسف سے جس کی اولاد، یوسفی زنی سے
مشہور ہے، کے دو بیٹے پچپڈ در میرک ہیں۔ پچپڈ کا ایک بیٹا
مرگٹ، مرگٹ ہے جس کی اولاد مرگٹ خیل سے مشہور ہے۔

مرگٹ کے پانچ بیٹوں کی اولاد یہ ہیں۔ حق خیل، میرد سس خیل
اسما خیل خیل، برت خیل در اندر خان خیل۔ یہ لوگ مواضعات کسٹریہ،
ملہ یوسف، نو کے کھلے میں آباد ہیں۔ مرگٹ کے ایک پوتے لالہ بن
اندر خان کی اولاد، مہبہ اور کشکونی میں آباد ہے۔ جو کاکو خیل کے نام
سے مشہور ہے۔

میرک کے دو بیٹے میر اور میر علی ہیں۔ میر کی اولاد کو میر و نہیں
کہتے ہیں۔ میر کے دو بیٹوں کی اولاد خست خیل در عیسیٰ خیل کے

لوہوں سے یاد ہوتے ہیں۔

میر دسکے بیٹے حسن خیل کی اولاد یہ ہے ہانا خیل حبیب خیل مہار
خیل۔ لادیں خیل اور سلطان خیل۔ اور میر دسکے دو ستر بیٹے حبیبی کی اولاد
خانی خیل، محمد خیل، سرد خیل، صفیر خیل اور مندر خیل امروہ، بیکہ۔ اور
یہ لوگ موضع قاضی، درجینہ موثر میں آباد ہیں۔ پیر علی کی اولاد کسو
بیر خیل کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ ابانڈی کے ساتھ موضع ریگا میں آباد
ہیں۔ ان میں ہامور اور قابل ذکر اسماعیل بن مرگت، میر و میر علی تھے
سعدانہ معروف سر قوہ نظر ابانڈی قنبد سے ملتی رکھتے تھے۔ برت
خیل میں غازی بنان یوسف زئی کے سربراہ مملکت گذرے ہیں۔ غازی
نے گاؤں انہی کے نام پر موسوم ہے، معظم خان نور جی زئی
سکندر ریگا کا نام بھی قبول ذکر اشخاص میں شمار ہوتا ہے۔

(۵) اوریا بن یوسف

اس کی اولاد کو بادی خیل کہتے ہیں۔ اور یہ بعد دیں اس قدر کم
ہیں کہ نہ ہوسکے بن برا اور یہ لوگ موضع خدات منانگے نزد شنگڑ میں
کچھ گھرنے وہ موضع پینے اور دیوں کے گرد و نواح میں چسہ
گھر نے آباد ہیں۔

(۶) منوبن مندر یا مندر

اس کے دو بیٹے عثمان و عثمان ہیں۔ عثمان کے دو بیٹے کس
ور مان ہیں۔

کمال زئی، کمال بن عثمان بن منور جس کی وہ کمال زئی سے
مشہور ہے) کا ایک بیٹا حنایت ہے۔ جس کی تیس بیویاں تھیں۔

دو جہ اول مشہور۔ فی جس کی اولاد مشہور زئی سے مشہور ہے۔ اور
دوم مشہور زئی جس کی اولاد کترین زئی سے مشہور ہے۔ اور سوم
اکا بن کی اولاد انہیں سے مشہور ہے۔ حنایت کے مشہور زئی سے
چار بیٹے ابان خیل، موسیٰ خیل اور منیر جس کی اولاد منی خیل سے
مشہور ہے۔ یہ سب طور و دریا و غیرہ میں آباد ہیں۔

ابا کے دو بیٹے دل آمو جس کی اولاد آمو خیل سے یاد ہوتے ہیں۔
دوئم حدیق جس کی اولاد حدیق خیل سے مشہور ہے۔

عمایت کے کترین زئی سے تین بیٹے مفرد، قاسم و رسم ہیں۔
حن کی اولاد ترتیب مفرد، خیل، قاسم خیل اور ستم خیل سے مشہور ہے۔

مفرد خیل یہ ہیں بہرہ خاں ہیں۔ ریگا خیل، بیکہ خیل، سرد خیل نور
اللہ واپن مفرد کے بنان بیٹے ہیں۔ ان میں ہم خان جس کی اولاد
خیل سے مشہور ہیں۔ دوئم تتر خان جس کی اولاد مرچا خیل اور
بورا خیل ہیں۔ سوم محمد خان اس کے چار بیٹے تھے اور غازی خان
(جس کا بیٹا شہباز خان تھا پھر اس کے چار بیٹے جلد خان، ہنس خان
بلند خان در سو تھے جس کی اولاد مشہور زئی ہیں سے مشہور ہیں) تھے۔ دوئم
اجڑ خیل، سوم زنگی خیل، چہارم شیخ علی ہیں۔

قاسم کے بیٹے طریر خان کے نام سے طریری خیل اور پھر اس کے دو
بیٹے فرما خیل اور علی خیل سے مشہور ہیں۔

رستم کے چار بیٹے غنہ خان (جس کی اولاد دہمور خیل اور موسیٰ
جس، مہا کی سکر سے اور وائل ہیں

ان سب کے وار ہوتی، مردان میں آباد ہے۔ ان کے علاوہ موضع
ہیار میں کت میریس و بولمان، کپار و داتری اور ہوتی میں مشہور کی اولاد
شامت پور اور طور و میں کمار یا کشہ و درندہ وری جو حمایتی و خان قبیل ہیں

بھی رہتے ہیں۔ موضع مایہ میں کائیں کے علاوہ کماں زنی کے سدھیں خیل
کراچیل، سمونخیں، مہا خانی، صید خانی خیل بھی آباد ہیں۔ کمال زنی موضع
مہا چاند میں بھی آباد ہیں۔

کماں زنی کے ساتھ پیر خیل، رچوہرن سے مشہور ہیں۔ جو پیر
ناجروں پر سفارشی کی واد ہیں، میں سے مردن میں مستیاں عالم شاہ
محمد گل، سکور، پرستہ کی واد و ساڈر سیری کی حیثیت سے آباد ہیں
اور ان کے چند گھر نے گورنر گز بھی میں بھی آباد ہیں۔

دھان زنی، مان بن عثمان بن منوہس کی واد امان زنی سے
مشہور ہے، کی واد میں بھی ہیں، زوج آوں سے دو بیٹے دوست، حسام
ہیں۔ دونوں بھائیوں کی واد و دھان زنی سے مشہور ہیں۔

دوست زنی دوست کے بیٹے ہیں۔ ذی حسن جس کے بھی
تیں بیٹے ہیں۔ پہلا اسماعیل جس کی واد اسماعیل خیل سے مشہور ہے
اور اسماعیل کے بڑے کفور خان کی واد کھوڑیل سے یاد جوئے ہیں
جو گڑھی کپورہ و موضع گلپڑہ میں آباد ہیں۔ اور دوسرے نرس
کی واد و ثبت خیل سے مشہور ہے۔ اور تیسرے صاحب جس کی واد سے خیل
سے یاد مونی سے قاضی رہے کہ قاضی خیل پشاور بھی اسی خانہ
سے ہے۔

وہ مبارک بن دوست جس کی واد میں راجیل سے مشہور ہے
نور نصرون بن دوست ہے۔

دوست کے بھائی حسام کا ایک بیٹا مازید تھا جس کے در بیٹے
نعمان، مہ جمال، بابکر اور سید۔

سیماں، مازہ کے بیٹے نور محمد معروف حسن بن واد
میں واد مازہ میں نور محمد بنی احمد تھا۔ در سید کے بیٹے

ذل جلد اور دوسرے نیک نام تھے۔

مہارو کی واد پیر خیل سے درمیان جس کی واد جمال خیل سے اور
ور سید کی واد سید خیل سے مشہور ہیں۔ اور مہارو بن عتب
کی واد و دوم سے اسماعیل، سخی واد و دوم میں۔ ان تینوں وادوں
کی واد دھان سے بھائی اسماعیل کے نام اسماعیل بن سے مشہور ہے

اسماعیل زنی، اسماعیل کے چھ بیٹے ہیں۔ اور عظیم احسن کی
اولاد حری خیل سے مشہور ہیں، دوم سکندر احسن کی واد و اس خیل،
دوڑر و دوڑر کے بیٹے بھائی خیل اور دھان میں سوم اسماعیل، چہارم بھائی
پنجم یعقوب (جس کی واد ادری زنی اور اسحق ہے، اسحق کی واد دینقو
خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ ستتم مہارو میں ہیں

اسحاق بھادر، اسماعیل کی واد اسماعیل زنی سے یاد ہوتی ہے۔
اور دریم بھادر اسماعیل کی واد اسماعیل زنی سے یاد ہوتی ہے۔

امان زنی تھسری مشہور ہے کہ طور پر رہتے ہیں واد کے مرکز میں
گاؤں گڑھی مان زنی واد شہباز گڑھی ہیں۔ گڑھی مان زنی ابستہ
دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ کا نام گڑھی دوست زنی اور دوسرے
کا گڑھی اسماعیل زنی ہے۔ ابستہ میں مان زنی کے کچھ خاندان مسکی پو
اور گنگوٹی چاند میں بھی آباد تھے۔ بعد میں وہ گڑھی کے فتح ندرہ عسکر
مہارو کے شاہ مشرق کی جانب چلے گئے واد مان بھار ہو گئے۔ یہ
علاقہ سورے اور پشاور مان زنی سے مشہور ہے اس میں گڑھی
شیر گڑھ، شیر گڑھ، ندکا، چروڑی، منڈا، کوٹری، کانی ڈاڑ، میگڑ
کچہ، نازہ، ورنی رہ و جہر مشہور گاؤں ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع مردن
میں موصات گنگت، گیدڑ کھنڈر، گجرات، نختی، جو گڑھی،
چم ڈھیر، برنگ، باروہ چاگلی، ندی، ہاریکاب، ندھت، کھنڈر

چراگاہ دیوڑھی جیس، ہنڈہ کوٹ، نواں کلی پیر، کپڑا، گلاباڑہ،
دوسری، مچی، جس، تاجہ کوٹریاں، سرخ، علی، لڈ سے، رستم و
نامہ دیرہ، جس آباد ہیں، میں مشہور خاندان قاضی جلال پتہ اور بھی
دوست رہی کے سے خیل تارخ سے متعلق ہیں، مد میر، میر جوں، میر دین
میر، مو، مہری، خان، مینوں ملک، کھور خان، اور صاحب خان بھی مامور تھے
گورہ کے ہیں۔

نماں رہی کے ساتھ بوقی، جس بھی، دہریں، جن کو تقسیم شیخ علی
میں ماں زنی کے، ساتھ حصہ ملاتے۔ یہاں کی دوش میں معنی شمس جیس
ورجیس جیس ہیں۔ رنگ مواضع تگمیت، کٹہر، چک تاجہ، مچی اور گورہ
سماعیل رہی ہیں ماسکاد چیت سے آباد ہیں۔

اتمان زنی، اتمان بن منو کے چار بیٹے، روید، دل سے اکا، کت
ور علی (جس کی دورہ اتمان زنی سے مشہور ہے) اور زردچ دوم سے دورہ
(جس کی دورہ دورہ زنی سے مشہور ہے)۔

اکا زنی، اکا بن اتمان (جس کی دورہ اکا زنی سے مشہور ہے) کے
میں بیٹے مستمیان سارنگ، محمود و چارہ دورہ ہیں۔ سارنگ کی دو دہاڑ
خالہ دورہ ہیں جس کو سارہ خیل کہتے ہیں۔ محمود کے بیٹے، بریم کی اولاد کو
بریم زنی کہتے ہیں۔ بریم زنی کی اولاد اڑ بریم، فیک، خورہ، دورہ خضر
خان ہیں۔ دورہ خان اڑ بریم کی دورہ بھی چارہ دورہ ہیں جو خیل
مہر خیل، سہیل خیل، دورہ دلاک ہیں۔

خضر خان جس ہیں، مصوری، کپڑہ، شہ و حیل، پٹی نہیں، مہری
جس، دوسری خیل، نشا دم خیل۔

چارہ دورہ کے ہیں، بیٹے پیرک زنی، صاحبی جیس دورہ پادہ خیل ہیں۔

پیرک زنی، پیرک بن چارہ دورہ (جس کی دورہ پیرک زنی سے مشہور
ہے) کے چار بیٹے، پیر، مانی، مہار کے، شیخ علی، رب اور سید ہیں۔

پیر بن پیرک کے چار بیٹے، حبیب، قافل، جوڑا اور فقیر ہیں۔
شیخ علی بن پیرک کے چار بیٹے، نیک نام، جانبہ (جس کی اولاد
خیل سے مشہور ہے، مزید اور جہا نگیر (جس کی اولاد نظر خیل، خد داد
ہرو اور نورو ہیں)۔

صاحبی بن چارہ دورہ (جس کی دورہ صاحبی خیل سے مشہور ہے) کے
تین بیٹے، محمود، مندو اور سندو ہیں۔ محمود کے دو بیٹے، بیت خان
اور جان خان ہیں۔ اور مندو کا ایک بیٹا جنو اور جلو کے دو بیٹے، خد
اور چندو ہیں۔ اور سندو کا ایک بیٹا سلطان ہے۔ دورہ پادہ دورہ
چارہ دورہ کی دورہ اس کے نام پادہ خیل سے یاد ہوتی ہے۔

نوجہ تقسیم، راضی شیخ علی، پیرک کا بیٹا ہے۔ حبیب خان شیخ علی کا
بھتیجا جو بہاگو خان کا وزیر تھا، اسی قبیلے سے متعلق ہے۔ کازنی موضع
مینی، سام، کچھ چوٹی، درکوں، تورہ، دورہ، دورہ خیل اور جھنڈہ ہیں اور کچھ
ہزردہ میں بھی آباد ہیں۔

سے کو قہر تخت توپچی بازار دے

مینی دیکھ د، کازنی اور سیدو

شیخ علی کا عودہ موضع ہو گورہ دورہ قہر کے درمیان سوت
ہیں پرانے راستے پر واقع ہے جو کچھ پختہ سڑک سے شہان کو ایک
دورہ تک پر ہے۔

سکت زنی، کتا بن اتمان (جس کی دورہ کتا زنی سے مشہور ہے)
کے دو بیٹے، ہیکر و سرہ دورہ ہیں۔

ہیکر (جس کی دورہ ہیکر خیل سے مشہور ہے) کے چار بیٹے، روں

موسیٰ (جس کی اولاد موسیٰ خیل سے مشہور ہے)، دوم محمد خاں، سوم
خدا مہاں و چہارم، خون کسید ہے۔

سہ سدرہ کے دو بیٹے سنا خیل اور بارہ خیل ہیں۔ ناک اکثریت کوٹہ
بعض ٹپوں اور دیہ پانہ ہزار میں بھی آباد ہیں۔ ان میں موسیٰ بن بانکسر
ملک محمد کے پیشتر تھے۔ اور دولت میں موضع تھانہ کے مغرب میں جتہ
کے مقام پر دفن ہیں۔ موسیٰ بن پاکر کے پانچ بیٹے ہیں جو سونخیں، بارہ
خیل، ابوخیل، پٹاخیل اور لہ خیل سے مشہور ہیں۔ درخدا مہاں کے تین
بیٹے ہیں جو خیر و خیل، مرید خیل اور خواجی خیل سے مشہور ہیں۔

عسلی زئی، علی بن اتمان (جس کی اولاد علی زئی سے مشہور
ہے، کے چار بیٹے پنجپو، بوبانخیل، وسم عیل خیل اور سمو خیل یا شہر کے
خیل ہیں۔

پنجپو کے دو بیٹے پانندہ اور عسر ہیں۔ بوبانخیل کے دو بیٹے ابراہیم
جیل و رنگی خیل ہیں۔

ابراہیم بن بوبا (جس کی اولاد ابراہیم خیل سے مشہور ہے) کے
دو بیٹے مشہور ہیں اور سیدھاں تھے۔ مشہور کے تین بیٹے شاہ بیگ
وہ و دروہم بیگ تھے۔ شاہ بیگ کا ایک بیٹا خوشحال تھا، جس
کی نسبت سے اس کی اولاد خوشحالی خاں مشہور ہوئے ہیں۔

سید خاں بن ابراہیم کا ایک بیٹا ایوب خاں تھا۔ ایوب خاں کے
تین بیٹے سدا خاں، سرد خاں اور سیم خاں تھے۔ سید خاں کی نسبت
سے اس کی اولاد کو سید خاں کہتے ہیں۔ سنا خیل علی کے چار بیٹے سید
خیل، پانندہ خیل، رنگی خیل اور پیر خیل ہیں۔

سید خاں (جس کی اولاد سید خیل سے مشہور ہے) کے تین بیٹے
جوگی، موہی، اور دریا خاں ہیں۔ جوگی کا بیٹا ویدیں اور وین کا بیٹا

طاہر خاں، ب۔ طاہر خیل کا جد علی ہے۔ طاہر خیل طاہر خاں کے ہیں
اور ب۔ طاہر خاں، متعلیٰ خاں و رشتہ خاں کی اولاد ہیں۔

سمو خیل علی زئی کے دو بیٹے بسو خیل و رعلی خیل ہیں ان سے
سے بے شمار لٹا خیل اور خاندان ہیں ہیں جو خیر و پانکے نسب ہیں لٹا
تھے ہیں۔ علی زئی کی اکثریت موضع کوٹہ، کچھ ٹپوں اور مواضعات حضور
برہان اور باقی ہزارہ میں نیز ٹیکسٹ کتب آباد ہیں۔ در موضع بوق میں صرف
دھت خاں علی زئی کی اولاد لکان آباد ہیں۔

سدرہ زئی، سدرہ بن اتمان (جس کی اولاد سدرہ زئی سے مشہور
ہے) کی دو بیٹیاں بلور زئی و دروہ زئی ہیں۔

جسوزئی، جوسرہ کے دو بیٹے بابا اور شہر ہیں کی اولاد ابانخیل اور
عسر خیل سے یاد کیے جاتے ہیں۔ پیر لوگ تحصیل سوہی میں آباد ہیں۔

ابانخیل، ابان بن سدرہ (جس کی اولاد ابانخیل سے مشہور ہے) کے
دو بیٹے نصرت اور دولت ہیں۔ نصرت کے پانچ بیٹے وسمی خاں، سیفو
درپتی، محمد علی اور عبداللہ تھے۔

روحمی بن نصرت کے سات بیٹے ہیں۔ اول تاجو جس کی اولاد ناہو
جیل سے مشہور ہے، ویرب، ککڑیا، پنجپاؤ، طاہر، بارہ اور ہڑہ
و جس کی اولاد ہڑہ خیل سے مشہور ہے، سیفو بن نصرت کے پانچ بیٹے یہ
ہیں۔ بابو، حذرہ منصور، خاں، اسونخیں، درپتی بن نصرت کی اولاد

حسین خیل، مکا خیل، درچنگر خیل ہیں۔ اور تاجو کے پانچ بیٹے یہ ہیں
آدر خاں، جانیہار (جس کے دو بیٹے میر جانی شاہ، اور خوجہد ہیں) سید و خاں
دورال، اور تودہ بارہ خاں ہیں۔

دولت کے چھ بیٹے سہ سدرہ، سکور، ابراہیم، عسلی، ویدیاں، وسم
اور محمد سیم تھے۔

سرسرہ بن دوست کی اور چار بیٹوں پر مشتعل ہیں۔ عزیز خیل
اور خیل پنج پاؤ اور (دین خیل)۔

کونابہر سیم بن دوست کی ولادہ ملگا اور پاس ابرہیم ہیں۔
موقی بن دوست کے تین بیٹے ہیں سرور موقی، بوڑھی خیل، پانڈو خیل
دینا بن دوست کے چار بیٹے ہیں۔ آرد خان، جی خان، رن دو لہ کی
اولاد رحمت خیل سے مشہور ہیں۔ برو خان در شریف خان۔
تھاسم بن دوست کے چار بیٹے ہیں۔ سونا خان، جس خان، میا خان
در ماسم خان۔

محمد نسیم بن دوست کا ایک بیٹا مدح ہے (جس کی ولادہ مدح خیل سے
مشہور ہے) مدح کے چار بیٹے ہیں، رنا، نور محمد، آصف اور وزیر۔
طاسب کی اولاد آپس میں نصرت اور دوست سے یاد کیے جاتے
ہیں۔ وہ ان کی اولاد میں اصناف پر خیر کھڑے، شاہ منصور، زید،
کھنڈا، انبوا، جٹہ، سہر مستقی، این، ذکر یا، شیخ، سہ، بیکا، در
صالح میں آباد ہیں۔ انہیں کے نام جو خیل شاخ ہیں میر جان تہ اور س
کا بیٹا، بختہ، ملک ٹولید اور اس کا بیٹا ملک بن خان ورنیز پور سے
سیف بن نصرت نامور شخص گزرے ہیں۔ بلرحیل میں لطاف خان
عبد خان پس منضابطہ خان بلرخیل در خادی حال در محمد میر خان پسران
محمد اللہ خان بن عبد خان بن ضابطہ خان، شرف خان بن لطاف خان
اور اس کے تینوں بیٹے مقرب خان، فتح خان اور رسا خان یکے بعد
دیگر سے بھی تی بن ذکر شخص گزرے ہیں۔ جو ہر ایک اپنے وقت کا
حکمران تصور ہوتا تھا۔

عسکری خیل۔ عمر بن سدر (جس کی اولاد عمر خیل سے مشہور ہیں)
کے تین بیٹے محمد خان، مسی خان اور سہو خیل ہیں۔

محمد بن عسکر کی اولاد ایک نام خیل، بوخان خیل، خاندل خیل
اور یہ محمد احمس کی ولادہ میں خیل سے مشہور ہے
ایک نام خیل یہ ہیں اسید خان، عمر (جس کی ولادہ در خیل سے
یاد ہوتے ہیں) بابو احمس کی ولادہ در خیل سے مشہور ہے۔
بوخان خیل یہ ہیں نوئیہ خیل، کریم و خیل اور میا خان خیل۔
خان خیل یہ ہیں۔ خداداد بوچا خیل، انون، اسید خان، ضابطہ خان
بہر م اور قرے۔ کبیر محمد (جس کی اولاد میر خیل سے مشہور ہے)
کے بیٹے مصری خیل در خوشی ہیں۔

مسی خان بن عسکر جس کی ولادہ مسی خیل سے مشہور ہے) کے
پانچ بیٹے ہیں۔ انہیں مانگیر (جس کے تین بیٹے گرم خیل، نظر خیل اور
شہک (جس کی ولادہ شہ خیل کے نام سے یاد ہوتے ہیں)۔ شہک
کے دو بیٹے ترکبار اور سکندر تھے۔ دوام شیرد دھس کے دو بیٹے
مراد خان و دوست خان ہیں۔ مراد خان کی اولاد شیرد خیل اور
کی اور دکر و شیرد خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ سوم رجب، جہانم گنگا
پنجم حدس جس کی ولادہ طلوس خانی کے نام سے یاد ہوتے ہیں۔
بسو بن عسکر (جس کی ولادہ بسو خیل سے مشہور ہیں) کے پانچ
بیٹے ہیں بھوک موقی خیل، سونا خیل، مسی خیل، دربو خیل اور مرید خیل
کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔

ن سب کی اولاد مو ضعات درہ، کانا، صوابی اور شیرتی میں
آباد ہیں۔ ان میں میر احمد خان و محمد خان (جس کی ولادہ میر خیل سے مشہور
ہیں) ملک احمد کا مشیر تھے۔ اور ملک ترکیب یا ترک بن شہک بن
جہانگیر جو مہری خان کا مشیر تھے، نامور شخص تھے، نجیب الدولہ
کاتھن بھی اسی قبیلے سے تھا۔ دیو رام جس کا اصل نام جان خان

س مداخلت تھی بہت بڑے عالم درت سے تھے۔ ان کا شخص حال تھا۔ ان کا تعلق بھی غمخیز میں شیر و خیل سے ہے۔ ان کی زیارت کلیہ نژادی اور مشرقی (بونیس) کے درمیان ایک اور نئی جگہ پر واقع ہے۔ اور بہت مشہور ہے ان کا ایک قول ہے۔

”چند صدیوں نہ کہ جہاں دیوانہ صاحب نے آکر۔“

اس کا یہ شعر افغان قوم میں ایک بیش بہا صہب مثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

دروزیؔ۔ درو اور سرد کے بیٹے بہڑ، میر احمد اور خدو ہیں جو بڑے وقت میں دروزی سے یاد ہوئے تھے یہ لوگ تحصیل صوابی اور حدو میں آباد ہیں جو سرداؤ نہیں، بہڑاؤ ہیں سرداؤ جس کی اولاد بہڑ و خیل سے مشہور ہے۔ ان کے بیٹے ملک قزو، الکی و علی ہیں۔ ملک قزو (جس کی اولاد قزو خیل سے مشہور ہے) کے چھ بیٹے ہوں خیل گل خیل، میرداد خیل، بومی خیل، خان گجو اسیرہ ممکت (جس کی اولاد خان خیل سے یاد ہوئے ہے) و مراد خیل ہیں۔ الکی و علی سے۔

گل محمد خان قزو (جس کی اولاد گل خیل سے مشہور ہے) کے تین بیٹے کشتو خیل، دم خیل و پانڈو خیل ہیں۔

بومی قزو (جس کی اولاد بومی خیل سے مشہور ہے) کے پانچ بیٹے ہیں محمد بیگ، مراد بیگ، محمد عبدالغنی، مصطفیٰ خان و احمد خان، محمد خان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حبیب خان تھا۔ حبیب خان کے دو بیٹے دیوان خان و محمد خان تھے۔

۱۔ اس کی اولاد علی خیل سے مشہور ہے، کے تین بیٹے دیوان خان، گجو خیل اور نبی خیل ہیں۔ اور یہ وہ خیل موانعات کلہا، متارا، یوسفی، حشرار و رخصت سیم خان و رکدن ہیں مکان دروادی ہیں۔

ملک قزو، الکی خان گجو، سس خیل اور مزید کا ذکر تو شیخ حافظ رحمت خانی میں تفصیل سے آچکا ہے۔ خان گجو کی تہ صوابی، ررٹا کی تہ درو، ایک پراڈی کے جنوں قاضی میں واقع ہے۔ بہڑ خیل کے ساتھ بطور ہمسایہ باگڑ قوم بھی رہتی ہے۔ موضع کدان میں ایک بزرگ سرد عبد حق بن بومی کی زیارت ہے جو بہڑاؤ خیل سے متعلق ہے۔ درو خیل اس کی محض اولاد خیل سے یاد کئے جاتے ہیں

میں احمد خیل ۱۔ میر محمد خیل ۲۔ کی اور دم خیل ۳۔

سے مشہور ہیں کے پانچ بیٹے ہوں، کا، ش خان درو، ان

۱۔ میں میر خان کی اولاد باہو خیل سے مشہور ہے) کے چار بیٹے ہیں جو، ش خان، علی خان، بہڑ خیل، اور نوٹنگ خیل سے مشہور ہیں چھوٹے کا ایک بیٹا ش خان تھا۔ جو تینہ سہ خیل کا مصنف ہے۔

خان بن میر محمد (جس کی اولاد خان سے مشہور ہے) کے آٹھ بیٹے ہیں۔ اس کی اولاد باہر تین، بہڑ خیل، حسین خیل، صدیق خیل، درزاگ، درو خیل، خان خیل اور موسیٰ خیل سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اکا بن میر محمد جس کی اولاد اکا خیل سے مشہور ہے) کے پانچ بیٹے ہیں جو باہر تین، ہادی خیل، شہزاد، خان خیل، درو خیل اور سدر میں سے مشہور ہیں۔

سلطو خیل میں دو ویل شافیل اسر خیل اور سار خیل ہیں۔

شاہ خان بن میر محمد کی اولاد شاہ خان خیل سے مشہور ہے۔

یادہ خان بن میر احمد (جس کی اولاد یادہ خیل سے مشہور ہے) کے تین

بیٹے ملک خدیوہ، مرزا و قندور ہیں۔ ملک خدیوہ کے دو بیٹے خدیوہ و
 (جس کی دلاور خدیوہ خیل سے مشہور ہیں) کے چار بیٹے ہیں جو خیل
 میں، حبیب خیل، سکندر خیل، و محمد خان اس، حمد خان کے دلاور
 خیل سے یاد کئے جاتے ہیں، حمد خان کے بیٹے، شہزادہ
 حاکم، و مرصاحب زادہ تھے۔

غلامیہ خاں (جس کی دلاور خیل سے یاد کرتے ہیں) کے چار
 بیٹے ہیں جو، خیل، محمدی خیل، سرگند خیل، و رنگ خیل سے مشہور
 ہیں۔

امیر و خان پور کے بیٹے عسکر خان، کرم خان، ملا علی
 خیل کی دلاور خیل سے یاد کیے جاتے ہیں۔

میر محمد خیل، مرزا، مکتوی گکا، اور نصف سلیم خان میں
 آباد ہیں۔ ملک پور، خیل، و سکاٹا، خویہ، و خان گکو کے یکے بعد دیگرے
 وزیر رہے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر دتھوکت علی بھی اسی پور خان
 کی اولاد سے تھے۔ ان کے دو حیات خان بن محمد خان، و خیل
 مرزا سے روہنگا خیل، سندھستان، کے دلاور مقام ہوئے۔

خدیوہ خیل، و خدیوہ (جس کی دلاور خیل سے مشہور
 ہیں) کے پچھ بیٹے نام خیل، قاسم خیل، خواجہ دیس خیل، مولوی خیل
 عثمان خیل، و سب خیل ہیں۔ سب میں سرگین لال خیل مشہور و خاص
 ہیں۔ تھہ، جس کا ذکر تواریک حاکم، و حیات خانی میں ہو چکا ہے۔

ہام بن خدیوہ (جس کی دلاور ہام خیل سے مشہور ہے) کے پانچ
 بیٹے جو، مد خیل، بسف خیل، کیل خیل، یونس خیل، و مد خیل
 سے مشہور ہیں۔

ہام بن (جس کی اولاد خیل سے مشہور ہے) کے چار بیٹے جو
 خدیوہ، سلیمان خیل، یونس خیل، و مد خیل سے مشہور ہیں۔
 حاتم بن (جس کی دلاور خیل سے مشہور ہے) کے چار بیٹے
 جو، گنگ خیل، و دت خیل، سلطان خیل، و عسکر خیل سے مشہور ہیں
 یونس بن (جس کی اولاد یونس خیل سے مشہور ہے) کے چار
 بیٹے جو، سکی خیل، یوسف خیل، عبد و یا، و خیل، و ہارید خیل ہیں۔

نور بن (جس کی دلاور خیل سے مشہور ہے) کے بیٹے
 بیٹے ہیں جو، کاندہ خیل، سب خیل، و مد خیل سے مشہور ہیں۔

قاسم بن خدیوہ (جس کی دلاور خیل سے مشہور ہے) کے
 دو بیٹے تروہی خیل، و عسکر خان ہیں۔ تروہی خیل کے دو بیٹے
 شامیہ منصور خیل، اور سید خان خیل ہیں۔ و عسکر خان بن قاسم کے
 بیٹے ہیں جو، میر خیل، بانو خیل، و قاسم خیل سے مشہور ہیں۔

موسیٰ بن خدیوہ (جس کی دلاور موسیٰ خیل سے مشہور ہے) کے
 دو بیٹے سرگند اور شہزادہ ہیں۔

سب بن خدیوہ (جس کی اولاد سب خیل سے مشہور ہے) کے بیٹے
 بیٹے ہیں۔ جو، کور خیل، و تری خیل، و تیسر سرگین تھہ، و لادہ
 وہ دو تپ کی جنگ میں مر تھہ۔

عثمان بن خدیوہ (جس کی دلاور عثمان خیل سے مشہور ہیں) کا ایک
 بیٹا، مومن تھہ۔ مومن کے دو بیٹے، دل بہا کو خان، و سر بردہ یوسف
 تری، و دو سید خان، جو انک کے پرن کے اوپر جنگ میں قتل
 ہو تھہ۔ جس کی اولاد نہیں۔ و بہا کو خان کے بیٹے، و سب
 قول سے بن خان، اور حیات خان، و روجہ دوم سے ساقی خان تھے۔

بہاں خان کے دو بیٹے، حمد خان، و محمد صلاح تھے۔ احمد خان کا ایک

بیٹا خان زراف، در محمد صلاح کا بیٹا ایمل خان تھا۔ ان کی در موضع
مشرقی، چند دیکر میں آباد ہیں۔

زین خان بن بہا کو خان کا ایک بیٹا محبت خان تھا۔ در محبت خان
کے چار بیٹے رحمت خان، افضل خان، بلند خان، و ماں شاہ تھے۔
رحمت خان کے دو بیٹے نامور خان، در رحمت خان تھے۔
ایک بیٹا فیض اللہ خان تھا۔ در نامور خان کے
انور شاہ، اکبر خان، دیل خان، در سر فرزانہاں تھے جس کی دو دو مویشیاں
کتورائی و صدر گر تھے، دو آپ تحصیل چار سندہ میں آباد ہیں در سر فرزانہاں کا
ایک بیٹا سردار خان تھا،

عف خان بن نامور کے دو بیٹے فتح خان اور نامور خان تھے، ان کے
ن محبت خان کے دو بیٹے مسلم خان اور اکرم خان تھے اس میں
بیٹا اکبر خان تھا در اکرم خان کے دو بیٹے یا مدہ خان اور شہرہ خان
تھے۔ بیٹا خان کا ایک بیٹا حسن خان اور اس کے بیٹے شہزادہ محمد خان اور سرخان تھے۔
حیات خان بن بہا کو خان کا ایک بیٹا بہا در خان تھا، در بہا خان
کے دو بیٹے عظمت خان و رشادہ خان تھے (تحصیلی تھیمہ نسب
تورخ و رحمت خان، شہت سوم میں ملاحظہ فرمائیے)

مشہور قادیان پر سب زنی بہا کو خان سی قبیلے خدو جیل سردو زنی
مند کے ذیلی شراح عثمان بنیں سے متعلق ہیں اور ان کا قلم علاقہ چھند
میں موضع کنکو سے کے جنوب مغرب قبرستان میں واقع اور مشہور
ہے۔ اور ان میں ملک بام (جس کی اولاد بام خیل سے مشہور ہے)
ایک ٹرا بزرگ تھا۔ اس کا مزرہ سوت ہارا میں مڑ کے مشرق ایک
قبرستان میں ہے۔

قبیلہ خدو خیل مواعضات ہا جا در بام خیل میں اور بقایا لگے

علو خان، نگر غشتی، خلی کے جینگلی، سوادی، سر پیٹ، در گلی، و کارڈ
پنجشادہ نوگرام پیکر سے، جنگلہ، چیم خدو خیل میں قایم در ان ہیں
اس کے علاوہ ان کے کچھ گھر نے علاقہ چند کے خانان ڈھیری، مھرانی،
اور کوڑکے، برکے میں بھی آباد ہیں۔ ان میں مشہور اتنی میں جو اپنے
علاقہ میں ہر ایک اپنے اپنے دولت میں حکمران کا درجہ رکھتا تھا بالترتیب
یہ ہیں زین خاندان بہا کو خان پھر اس کا بیٹا محبت خان، اس کا بیٹا رحمت خان
اس کا بیٹا نامور خان، اس کا بیٹا افضل خان پھر فتح خان اور فرخ خان کا بیٹا
بیٹا مقرب خان تھا جس پر اس خاندان کا سلسلہ امارت ختم ہوا
میں سے نامور خان کا بیٹا رحمت خان علوم و ادبی و عمرتی میں ماہر اور
کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ وہ ایک بڑے عام گور ہے۔ زینی مسائل پر
اس کے ہاتھ لکھا ہو ایک قلمی نسخہ میری نظر سے گزر رہا ہے جو دیکھنے
سے لعلی رکھتا ہے۔ میرزا خان بن اندر خان و بن نامور خان، وراس کا
بیٹا مہار خان کا نام بھی قابل ذکر ہے۔

خدو خیل نے مشہور طور پر اپنے حمایتی توغی انڈل قبیلہ کو جنگلہ
میں آباد کیا تھا۔ یہ لوگ امون ساراک کے ساتھ آئے تھے اور قسند
پامپنی اور سکی، فدان حمایتی قاسم جیل کے ساتھ جتے ہیں اور
یہاں کے علاقہ سرک وغیرہ کے کچھ خاندان چھچھ اور دیر میں آباد ہیں
مقرب خان بن فتح خان کی قبر موضع ہاج کے قبرستان میں ہے۔

زین خان اور حیات خان پیران بہا کو خان کی قبریں موضع پنجتار
تیرہ دہ خیل کے قبرستان میں ہیں۔ اور ان کی مدہ کی گھر بھی ان دونوں
کے ساتھ منسلک واقع ہے۔ میرزا خان کی اولاد سڈ گلی میں اور رحمت
خان کی وراوہ برکے چیم میں اور سردار خان بن سر فرزانہاں بن نامور خان
کی اولاد کتورائی دوا۔ یہ آباد ہیں۔ اور اپنے آپ کو سردار خیل کہتے ہیں۔

(۴) نذر بنی ہندو یا ہندو نذر بنی

(جس کی وردہ نذر بنی سے مشہور ہیں)

نذر بنی کے چار بیٹے تھے، ملک قاسم، اکبر، اور خوارزمی۔
صافی ذوق، مانسہ بن نذر بنی (جس کی اولاد مالی نذر بنی سے مشہور ہیں)
کے دو بیٹے ہارچہ اور ہسٹوں ہیں۔

ہارچہ بن مانسہ (جس کی اولاد ہارچہ کے نام سے مشہور ہیں) کے سات
بیٹے تھے: برہم، سرگت، سیدہ بن خیل، خدیش، ایدیش، حمد خیل، اور
نہم مالوی۔ برہم بن مانسہ کی اولاد شام خیل، دعوت خیل، ثبت خیل
موسیٰ خیل، خدیش، ایک اور کوناٹ تھے۔ سرگت بن ہارچہ کے دو بیٹے
زی خیل و رضی خیل ہیں۔

ہسٹوں بن مانسہ کی اولاد مبارک خیل، صدیق خیل، ورنکی خیل، اور
اندہ خیل ہیں۔

مبارک بن ہسٹوں کی وردہ علی خیل، برہن خیل، حبابی (جو بابی خیل
سے یاد ہوتے ہیں)، اور عبدالحق ہیں۔

عبدالحق بن مبارک کے پانچ بیٹے ہیں: میر خیل، تہا، ورنکی، نیر
خیل، ہات خیل، ورنکی۔

علی خان بن مبارک کی وردہ ہے: جن خیل، عظمت خیل، ملک
کاموچان (جس کی اولاد کاموچان کے یاد ہوئی ہے)، جہم خیل، کوئی بیگہ
دلی بیگہ بن علی خان کا ایک بیٹا جس کا وردہ جہم کے بیٹے ہیں۔
دورن خیل، قسطنطین خیل، سیدی خیل اور مردان ہیں۔

صدیق بن ہسٹوں کی اولاد ہمزہ خیل، سلطان خیل، اور جہم خیل ہیں۔
ہمزہ بن صدیق کے تین بیٹے ہوئے: ہوک، پاپا، ورنکی ہیں۔ سو نام صدیق

کے دو بیٹے خلیہ رخان و رحیم خان ہیں۔ خلیہ رخان کی وردہ ہرجونا
خیل اور رحیم خان کی اولاد کو زبون خیل سے یاد کیے جاتے ہیں۔
نرنگی بن ہسٹوں کے تین بیٹے مسلمان، دریا حسن، اور حبیب ہیں۔
اندہ بن ہسٹوں کے تین بیٹے مسلمان، سرو، سہ دست، اور
اختر ہیں۔

دریا لوگ مواضعات ڈگش، ترک، ٹیکسی، اندہ خاندی، دینہ اور ہرجونا
میں مشہور طور پر یاد ہیں۔ اس کے علاوہ کوگا عداقہ چھ ہیں: آباد
ہیں۔ ان میں مشہور قسطنطین میں سے ملک کا لوطان کا نام قابل ذکر ہے۔
ملک کا لوطان سے بڑھ مملکت کی قبر تہاندی، ورنکی نذر بنی کی سرحد پر کالوہ
میں موجود ہے۔ دوم ہارچان، افغان، نیر بنی، نذر بنی، نذر بنی کی قبر نذر بنی
نذر بنی، ہسٹوں بن ہارچہ کے نذر بنی کے قریب موجود ہے اور جس کی اولاد آج کل
منگورہ میں آباد ہے۔ ہارچان کا تعلق مانسہ بن نذر بنی سے ہے۔
کی دلی تہا عظمت خیل سے ہے۔ اس کی اولاد نیر بنی سے مشہور ہے۔
اس کی دہشت موضع کوگا عداقہ چھ میں تھی جب سے کسی دج سے
نذر بنی کے زمانے میں ہجرت کر کے موضع زیدہ تحصیل صداری میں رہائش
پذیر ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد سوات جا کر موضع کس چورہ تہا نیر بنی خیل میں
شادی کی۔ اس کا ایک بیٹا زمان شاہ تھا جس کے چھ بیٹے تھے۔
ن سب کی وردہ منگورہ میں مقیم ہے جن کا ذیلی شجر سب شامل ہے
جاتا ہے۔

اور بیٹا چلیں کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔
 ملک سلطان شاہ کا بیٹا تھا تو یوسف زئی ملک احمد بھی اس قبیلے کے
 متعلق تھا۔ ملک سیدان شاہ (جو سیدان شاہ کے نام سے مشہور ہیں)
 کے بیٹے طاووس خان و شاہ منصور کا ذکر تو راجح حافظ رحمت خانی میں
 کیا گیا ہے۔ جو جرے نامور شخص منگور سے ہیں۔ اور اس قبیلہ میں
 سب کا بڑا معروف بھی بہادر شخص گزرا ہے، اور نیز غازی خان بھی تھا
 مشہور ملک زئی جو جنگ شیخ تیمور میں مر تھا، بہت نامور شخص تھا۔
 اس کے نام سے بہت سی کوٹ موسوم ہے۔ جو پارسین کے قریب
 جنوب مشرق میں واقع ہے اور یہاں اس کا قلعہ و رہائش گاہ ہے۔
 لوگ موضع ستیا پورین، چتر سہی، شیردرہ تحصیل صدی میں مشہور کوٹوں
 پر آباد ہیں۔ اور کچھ گھرانے موضع کوگاچہ میں بھی آباد ہیں۔ انہوں
 نے موضع سوڈھیہ و دقپس قوم میانہ افغان کو بطور سیری دیا
 تھا۔ اور زئی کوٹ میں بھی اپنے حمایتی آباد کئے تھے۔

ملک احمد کے چاہ بیٹے ہیں شہداد، میرد، دہ کریم و داد اسامیل۔
 ملک احمد کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں کچھ اختلافات پیدا
 ہوئے اور وہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ ان کی داد کے بن داد
 گروہوں کو فاضلین اور زیدہ حیل کے ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں
 حالانکہ شجرہ نسب میں دونوں ناموں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تحقیقاً
 کرنے پر یہ حقیقت سامنے آئی کہ موضع پارسین میں ملک زئی کے
 ایک گروہ کا جو کہ کندہ کریم و دیشی و سیدان شاہ کے درمیان سے
 پتھروں کے درمیان احاطہ میں ہوا کرتا تھا۔ یہ پتھر بھی ایک موضع میں

ہے ندی خانی کی ولاد موضع کوگا میں آباد ہیں۔ درخان کو
 سے یاد کیے جاتے ہیں۔

اور ملک زئی کا دوسرا گروہ پتھری نام کے نزدیک چاہ جنوب مغرب
 جس میں کندی پٹوئیں بھی تھیں۔ ہاں یہ سب گروہ کیا کرتا تھا اس مقدم کو
 اس وقت زیدہ ڈھیری کہا جاتا تھا۔ اس مناسبت سے پہلے گروہ کا نام
 خاترہ اور دوسرے کا زیدہ ہوا۔ وہ دن و گروہوں کو خاترہ خیل اور
 کے نام دیے گئے۔ واضح رہے کہ انگریزوں کے آنے سے کچھ قبل درہیم
 انگریز کے وقت میں ملک زئی کا ملک دہستہ خوزدہ تھا۔

گوٹھیں اور اکوہن رازہ (جس کی اولاد اکوئیں سے مشہور ہے)
 کے دو بیٹے بائی اور منا تھے۔ بائی کی واد بائی حیل سے اور منا کی اولاد
 منا خیل سے مشہور ہیں۔

بائی کی ایک بیٹی سماعیل سے درہم حیل کے چھ بیٹے
 تیار ہوئے، انکو جس کوئی نہیں کہتے ہیں نورالدین، مغد و ذہیل، پتھر
 ورا سے ہیں۔ انکو بھی سماعیل کا بیٹا سماعیل کہا جاتا تھا۔ درہم حیل
 کا ایک بیٹا نور خان تھا، جس کی اولاد نور خان سے مشہور ہیں۔
 منابہن اکوہن جس کی واد منا خیل سے یاد ہوتے ہیں (اس کے چاہ
 بیٹوں کی اولاد بالترتیب ملک دین خیل، موئیں، بکا خیل و درہم خیل کے
 ناموں سے مشہور ہیں۔

یہ لوگ اسماعیلیہ، دھوبیان، سترہ چیلہ، ہارہ گئے، دوست، میران
 و چیلہ گھرانے کوگا قلعہ میں آباد ہیں۔ کوئیں میں بہرہیم خان
 و درہم خان بائی سکھوں کے خلاف جنگ میں متعدد آدمیوں کے بھائی
 تھے۔ کبھی ان کے شہید ہوئے تھے۔ یہ مقام اسماعیل کے قبائل کی جانب سے
 اس کے بھائی اسماعیل خان نے سکھوں اور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔
 جس کے بعد اس میں لگن پڑنے سے حال رازہ کا خطاب دیا تھا۔ اس کے
 مرنے کے بعد خاندانی خاندان کا رازہ کا خطاب بنایا تھا۔ لیکن جو انگریزوں کا

و در بھی س قبیلے اکو خیل کے بیانی کے والد سے تعلق رکھتے ہیں
خواجہ بن دژڑ۔ اس کے تین بیٹے دریا، میرک اور دی ہیں
جن کی اولاد بالترتیب اور بن خیل، میرک خیل، درولی خیل سے یاد ہوتے
ہیں۔ ان خان جبرگر کے قیوں کے مطابق کسی جرم کے تحت اُسے تیر
روز کی تقسیم میں حقت داری سے محروم کرویا گیا تھا۔ چونکہ اکو کو اس سے
پیاد و محبت تھا۔ اس سے اکو نے اُسے اپنے حقت میں سے کچھ حصہ
دیا۔ اور وہ اُن کے ساتھ موضع سماعید وغیرہ میں رہائش پذیر ہوئے

(۸) خضر بن مہر

خضر۔ (جس کی اولاد کو خضر زئی کہتے ہیں) کے چار بیٹے
شموزی، یوسف خیل، حمزوی و درگانی خیل ہیں۔
شمز بن خضر (جس کی اولاد کو شموزی کہتے ہیں) کے تین بیٹوں کے
اولاد بالترتیب یاد ہیں۔ مانا خیل و حمد خیل کے ناموں سے مشہور ہیں۔
یادہ بن شمس کے چار بیٹوں کی اولاد ابراہیم پورہ خیل، غلام خیل، اڈلک
کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ یادہ بن شمس کی اولاد چورہ خیل، غلام خیل
سید خیل اور یادہ خیل ہیں۔ حمد بن شمس (جس کی اولاد احمد خیل ہیں)
کے تین بیٹے در عسکری (جس کی اولاد کو عسکری کہتے ہیں) دوم سردی
(جس کی اولاد کو سعدی خیل ہے) اور سوم نجابت جس کی اولاد کو نجابت خیل
کہتے ہیں۔

یوسف بن خضر (جس کی اولاد کو یوسف خیل کہتے ہیں) کے چار بیٹے ہیں۔
شیخ فیاض جس کی اولاد شیخان سے یاد ہوتی ہے۔ حمد جس کی اولاد
احمد خیل سے مشہور ہے۔ سیدی جس کی اولاد کو سیدی خیل کہتے ہیں۔
اور موچی جس کی اولاد کو موچی خیل کہتے ہیں جو اس وقت نہ ہونے کے برابر

ہیں۔

گدائی بن خضر جس کی اولاد کو گدائی کے خیل کہتے ہیں۔
عسکری بن خضر (جس کی اولاد کو عسکری کہتے ہیں) کے چار بیٹوں
کی اولاد بالترتیب، مٹانی خیل، مانا خیل اور لودا خیل کے ناموں سے یاد
ہوتے ہیں۔

مانا بن عسکری کے بیٹے انون بالول، شیخ حق اور شمشاد ہیں۔ انون
بالول کے تین بیٹے ٹڈ، کھیل اور کلو ہیں۔ در شمشاد کا ایک بیٹا ابن بکیم
پھر سید حمد جس کے دو بیٹے تاج عسکری اور زوتہ ہیں۔ تاج عسکری و زوتہ
تاج محل اور زوتہ کے بیٹے ہیبت کے نام سے یاد ہوتے ہیں
شیخ حق بن، زوتہ کے زلی تین شاہیں رسو خیل، وروگ اور عثمان
خیل ہیں۔

مٹانی بن عسکری (جس کی اولاد مٹانی خیل سے مشہور ہے) کے تین
بیٹے، حمد، عینی، اکو جس کی اولاد بالترتیب احمد خیل، عینی خیل اور
اکو خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ حمد بن مٹانی کے دو بیٹے رحیم داد اور آذر
خیل ہیں۔ اور عینی خیل میں بھی دو گھرانے رحیم اور سیدی کے نام سے
ہیں۔ واضح رہے کہ رحیم داد بن احمد کی اولاد احمد خیل سے مشہور ہیں۔

مانا بن عسکری (جس کی اولاد مانا خیل سے یاد ہوتے ہیں) کی اولاد
سید بن عیسیٰ، فاطمہ خیل، سروال خیل و معروف خیل ہیں۔
لود بن عسکری (جس کی اولاد لودا خیل سے مشہور ہیں) کے تین بیٹے
تارہ خیل، میرا خیل و عینی خیل ہیں۔

یہ سب لوگ موضع تالوچان، شیرہ ٹوڑہ، مانا خیل اور مشیدہ
میں آباد ہیں۔ اور خلیل سب سے بڑے نصف تالوچان کے مالک
بھی ہیں۔ موضع خیل میں ان کے بار قبیلہ کٹر آباد ہے۔ اس گاؤں

میں ان کو حصہ دیا تھا۔ حمزہؑ بھر بھی ان کی ملکیت تھی۔ جسے انہوں نے بطور صدقات انعام میں شہسواروں کو دیا تھا۔ یہ زمین میاں نے درنگریب مثل کے علاقہ سنگر کوٹ کے جنگلوں میں کاربانے نمایاں انعام دیے تھے۔ یہ قبیلہ ضیعی خزان اور چند گھرانے اور ان قوم کے بھی ان کے پاس شیوہ میں آباد ہیں اور ان کو تقسیم میں حصہ ملا تھا شیرہ غوثہ میں خضر زئی کے علاوہ ملک محمد اور اجمی باہ کی اور جو خون زرگان کہلاتے ہیں، بھی آباد ہیں۔ یہ سداغون اور اتسان میں کناری کی بارہ خیل سے ہیں۔ ملک محمد شیرہ غوثہ میں دراجی باہ ترکئی : ان مدوں ہیں۔ بدستور ہا باہ سے مشہور ہے۔ خون زرخان رزڑ تھا۔ دلوک کے چند گھرانے کالوچان میں اور تھہ بند میں بھی چار معان خانہ ان کے پاس آباد ہیں۔ یعنی نویر داں جو نوری رنی ہیں کو گادالے جو مانی زئی رزڑ ہیں۔ انھوں نے دکان جو مکہ میل خضر زئی کی اولاد سے در دنگر اک، مس پر وہ قابض ہے۔

وضع سوک خضر زئی کے علاوہ جیسوں میاں اور ان کے ساتھیوں کو قبیلہ مانی زئی نے موضع غداماں، قبیلہ مانی زئی نے موضع جہاں دتاچہ، قبیلہ غلام خیل نے موضع نوگرام، قبیلہ کسان زئی نے موضع محب مانڈہ اور اکویشیل قبیلہ نے موضع نذر مانڈہ بطور صدقات انعام میں دیے تھے۔ خضر بن منڈہ کی اولاد میں مشہور اشخاص جیسیم د ولد احمد بن مسان شیخ فیض جس کی اولاد موضع شیوہ میں شیخان کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ شہسواروں کے عمر خان بن احمد جس کی اولاد موضع شیوہ میں عمر زئی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ نذر اور مشکاہ جنہوں نے سید احمد شاہ کے ساتھ تھریک میں شہسوار کی تھی۔ سب کا بل دنگر اشخاص گور سے ہیں۔ خضر زئی موضع اگاری چاند پور

بھی مانڈا سیتھیت سے آباد ہیں اور ان میں سے عمر زئی شاخ کے چند گھرانے چھپچھ میں بھی آباد ہیں۔

(۹) محمود بن منڈہ

محمود با مومن منڈہ جس کی اولاد مانڈہ کی سے مشہور ہیں۔ کے میں بیٹے اکا، بدما اور بدین معروف خانے، کے ناموں سے ان کی ورادہ با ترتیب کاخیل، بوہاخیل اور عافی خیل سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کاخیل، اکا بن محمود کے تین بیٹے ایک خیل منترک اور دو خیل ہیں۔ اور اور منترک کے علاوہ باقی دونوں خیل موضع سوک میں رہتے ہیں۔ موضع کانگو ڈھیر بھی ان کی ملکیت تھی مگر انہوں نے چھاگیر خان بڑ خیل ساکن زیدہ کو انعام میں دیا تھا جس پر اس کی اولاد آباد ہیں۔ روایت ہے کہ وہ خیل زیادہ تعداد میں دیا گیا تھا پانچ سو گھرانے تھے۔ وضع کانگو ڈھیر کے ایک خیل شاخ کالی خیل ہے۔ منترک بن اکا کا ایک بیٹا کدو تھا جو مانڈہ کی قبیلے کا سربراہ تھا در کدو کے نام کی نسبت سے موضع کدو زئی یا کتو زئی موسوم ہوا ہے بتانی دور میں اس مقام پر دو آب ہیں مانڈہ کی آباد تھے۔

بوہاخیل : بوہا بن محمود کے چار بیٹے احمد خیل، علی شیر خیل، قرہ خیل اور نکو خیل ہیں۔ بوہاخیل موضع شیخ مانڈہ و اگاری ہیں آباد ہیں۔ احمد خیل کی ذیلی شاخیں یہ ہیں دو خیل، سستاخیل اور پانڈہ خیل۔ علی شیر خیل کی ذیلی شاخیں یہ ہیں سیف ایدیں خیل، شاہی خیل اور اسماعیل خیل۔

قرہ خیل کی ذیلی شاخیں یہ ہیں محمدی خیل، ساندی خیل اور سلطان خیل ہیں۔

مکتبہ کی ذیلی شاخیں ہیں، مہرسم خیل اور عیسی خیل۔
ماموزئی یو یا خیل کے ایک نامور شخصیت اسو یا باجی

ان کا نام حمید اللہ اور والد کا نام شرف شاہ بن قطب شاہ بن مسعود شاہ ہے۔ ان کا شمار نامور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ تعلیم کے درجہ سے فارغ ہو کر انہوں نے ساری زندگی تبلیغ اور اصلاح میں گزاری اور سلسلہ میں بمقام اسو یا وفات پائی اور وہیں ان کی قبرت ہے۔ ان کی تقدس کی وجہ سے اسو یا شریف کہا جاتا ہے۔ وہ نسلاً انسان اور قبیلہ ماموزئی کے ذریعہ شاخ یو یا خیل میں ملے می شیر خیل سے متعلق ہے۔ جدی گاؤں بمطابق تقسیم شیخ علی موضع شیخ جہاد تھا۔ ان کا جد محمد مسعود شاہ بڑا عام فاضل شخص تھا۔ جس کو موضع سو یا کے لوگوں نے مجبور کر کے اپنے پاس رہائش فرمایا تھا۔ وہ کی گزیر اوقات کیٹے ان ضیات وغیرہ بھی وقف کر دی تھی۔ سکناں سو یا ان کے عزیز در یعنی اکائیں ماموزئی تھے جس کے سبب وہ وہاں منتقل ہو جانے پر مستحق سکونت پر رہنے ہو چکے تھے۔

مسعود شاہ کے تین بیٹے تھے وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلے۔ ان کا بڑا بیٹا قطب شاہ تھا۔ جس کا پوتا حمید اللہ المعروف سو یا باجی ہے۔ جن کی اولاد یاچرگان سے یاد کیے جاتے ہیں۔ وہ وہ عبدالغفور انور سوت کے معتقد اور شیخ محمد شعیب تور ٹھیکر کا مرید تھا۔

مسعود شاہ کا دوسرا بیٹا مہدی شاہ وہ تیسرا محسن شاہ تھا۔ مہدی شاہ کا پہلا بیٹا قاضی صلی اللہ تھا۔ جس نے تعلیم کے علاج مختلف علماء کرام سے حاصل کرنے کے بعد موضع پر مہدی میں سکونت اختیار کی۔ بعد میں اس کا ایک بیٹا حافظ عبدالجلیل موضع، سو یا میں

جا کر آباد ہوا اور اس کی اولاد حافظان قرآن سے مشہور ہے۔ اور قاضی صلی اللہ کا دوسرا بیٹا قاضی عبدالجلیل موضع پر مہدی میں رہا ہے۔ جس کی اولاد قاضیان پر مہدی سے یاد کیے جاتے ہیں جس میں قاضی حبیب الحق صاحب ہو کر ایک مختص قومی کارکن ہے۔ بقید حیات ہے۔ محسن شاہ بن مسعود شاہ کے دو بیٹے محمد شعیب اور نور اللہ تھے جو موضع اسو یا میں آباد تھے۔ ان میں بڑے بڑے علمی اور قاضیان ہیں اس وقت بھی یہ پورا خاندان علمی گھرانہ ہے۔

خانی خیل۔ بدین المعروف خانی بن مسعود یا ماموزئی کی اولاد خانی خیل سے مشہور ہے) کے پانچ بیٹے ہیں۔
 زور اول سے جان محمد، زور دوم سے سائے سید، زور سوم سے نور اور زور چہارم سے دو بیٹے سید وڑو کے اور نو بچے ہیں۔

جان محمد بدین المعروف خانی (جس کی اولاد جان محمد خیل سے مشہور تھی) کے تین بیٹے ہیں، زور اول سے سرگن اور زور دوم سے خمدی اور شمشاد جس کی اولاد بالترتیب خمدی خیل و شمشاد خیل کے نام سے یاد ہوتے ہیں و شمشاد خیل کی ایک ذیلی شاخ شاہ نور خیل بھی ہے جو نارنجی میں آباد ہے۔

سرگن بن جان محمد کے چار بیٹے ہیں جو کہ زور اول سے ہیں بیٹے بابا علی (جس کی اولاد بابا علی خیل سے مشہور ہیں) حمید راجس کی اولاد اس کے بیٹے سید خان کے نام سے سید خانی سے یاد ہوتے ہیں) اور سار خان ہیں۔ و زور دوم سے سرگن ہے۔

کرم بن سرگن کے تین بیٹے مست، موزہ خان و رحمن علی ہیں مست کے بیٹے کا پو کے نام سے اس کی در و در کا پو میں بکھتے ہیں۔

درجہ حسن علی کے بیٹے بہادر کے نام سے اس کی اور دو کو بہادر خیل کہتے ہیں۔ اور دو موزہ خانی بن کر ہم نام نہی میں ہونے کے نام سے یاد ہوتے ہیں۔

نور دین خاں نے (جس کی موراد نور دین خیل سے مشہور ہیں) کے تین بیٹوں کی اولاد بالترتیب بہت تھیں، پہلے تھیں اور پھر خیل کے ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔

سید خان، اور سار خان کی اولاد کا فہرست مال میں گندی بابا علی خیل کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں، سار خان کی اولاد نہتہ کور سے رہی، اور موضع اگرانی میں مشہور ہے۔ کورم کی دو پہلے وقتوں میں کورم کور سے یاد کیے جاتے تھے، مگر اب بس کی دور اس کے پوتوں (یعنی کاجو اور بہار) کے ناموں سے کاجو میں اور بہار میں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ خانی خیل نراں کلی اور نارنجی میں آباد ہیں اور موزہ خیل کے طور پر چند خاندان موضع اگانی چھ میں بھی رہا کرتے ہیں۔ موزہ خیل سے رہتے ہیں۔ موزہ خیل کے تینوں ذیلی شاخوں سے چند گھرانے موضع شینگانی عدتہ چھ میں بھی آباد ہوئے تھے۔ موضع منصب درخانی خیل کی ملکیت تھی جسے انہوں نے دواد میں ان کے داد کو بطور صلہ خدمات انعام میں دیا تھا۔ جو اور گزیر سے ملنے کے خلاف جنگ لگ کر کوٹ میں جویر سے آکر شامل ہوئے تھے نصف موضع مان کوٹ موزہ خیل کی مشترکہ ملکیت تھی، اسی طرح وہ بھی سید حسین میں کو انہوں نے بطور صلہ خدمات انعام میں دیا تھا۔ موزہ خیل میں مشہور و نامور اشخاص ملک کدو، کانپل، بابا علی، وہ ملک کاجو خانی خیل، ظریف اکا خیل، اور خان بوبائیل اور حرم خان

خانی خیل گزر سے ہیں۔ رحیم خان کے متعلق کتاب حیات خانی میں صفحہ ۶۴ پر درج ہے کہ۔

رحیم خان راستہ گزری ہے

اور اسی طرح نوین حدود نے اس کو دانشمند و زور سے یاد کیا کرتے۔ یہ تھا شجرہ نسب خانی خیل موزہ خیل مندر یوسف زلی کا ذکر۔
راقم الحروف روشن خان کا نسب تعقی بھی اسی قبیلہ موزہ خیل سے ہے۔ لہذا سب سے کہ اس مقام پر میں پتا شجرہ نسب بھی درج کر دوں جو ذیل میں ہے۔

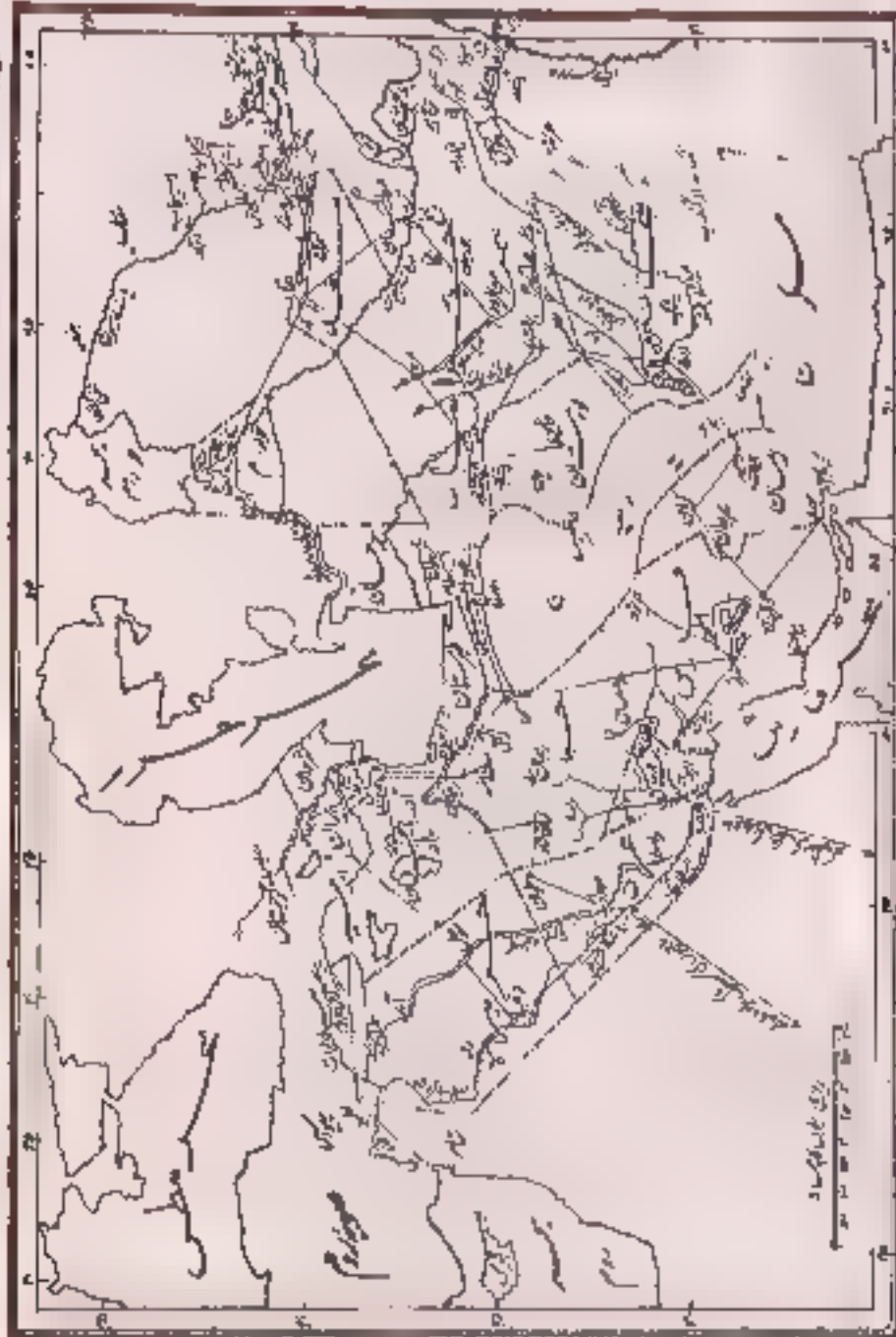
درویش خانی بن محمد خان خانی بن غلام محمد خان بہار
نواب خان بن منصور بن اعظم بابا بن محمد نور بن بلال بن جد بن
ابدال بن کمال بن بابا علی بن سرگن بن جانی محمد بن بدین معروف خانے
(حسن کی اولاد خانی خیل سے مشہور ہے) بن محمود معروف موزہ خیل
کی اولاد موزہ خیل سے یاد ہوتے ہیں۔ بن مندر یوسف زلی بن مسر
بن مندے خیل یا خیل بن کندن خیل بن مڑہ بن جس کا عزا دی
باب قیس عبدالرشید بن عیص ہے۔ جو حضرت یعقوب بن سنان
بن برہم علیہم السلام کی نسل سے تھا۔
عفی عنہ کہ انم اعراب میں رتہ کی تائید پتا ہے

پتہ گزری

جیسا کہ ہم نے یوسف اور مندر کے سلسلہ میں بھی ذکر کیا ہے کہ انہاں قوم میں یہ ایک رسم تھی کہ چھوٹے بھائی یا بھائیوں کی وود بڑے بھائی یا چچی کے نام سے یاد ہوتی رہی۔ بعینہ اس رسم کے مطابق زور میں موزہ خیل اور خضر خیل کی اولاد بھی بڑے بھائی زور

کے نام سے موسوم ہوئی۔ چنانچہ انگریزوں کے بندوبست، اراضی متہ
۱۸۵۱ء میں تپہ رزڑ کے جنگ کے ایک فیصلہ صوبائی تحصیل کے محافظ
خانہ میں محفوظ ہے۔ جس کی نقل ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ بیان میں
اس تپہ کو تپہ سے بھائی رزڑ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس سے
اس کے ستھ اور تقسیم اراضی اور خانگی روادری کا بھی صحیح پتہ چلتا ہے
چنانچہ وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ۔

” درمیان ہم مالکان تپہ کے ذیل تپہ جات مندرجہ ماتحت
برہمانی زئی، ملک زئی، اکوئیں، شہر زئی، محمود زئی، قلعہ
خدا تقسیم ہو چکے ہیں۔ وہ کسی ہو رہی ہے۔ وہ کسی ہونے کی یہ ہے
کہ رزڑ، شہر، محمود، ہر سہ برادریاں یعنی مورثیاں تھے۔
تپہ کو سندھ وراثت کی دو سے تینوں بھائی بربر کے حصہ والہ
اور مستحق تھے۔ لیکن رزڑ کی وفات تک من باریا بھائی تھے۔
بعد فوتہ کی رزڑ کے شہر و محمود نے ہر دو مستیان مانے
ملک تقسیم۔ دراکو پیر رزڑ کے حسب رضا مندی پانچ
جگہ پر حصہ مساوی تقسیم کریں۔ نواز سے ولد رزڑ کو تقسیم
میں حصہ نہیں ملے تھا۔ اکوئیں اپنی خوشی سے اس کو
اپنے حصہ میں شریک کر رہا تھا۔“



لیٹی شمسو کے وطن سے پانچ بیٹے تھے۔ شیخ عمر، نور الدین، خیر الدین، کمال الدین اور جلال الدین۔ باپ کے مرنے کے بعد شیخ عمر اس کا جانشین ہوا۔

قبیلہ ارطریا برکی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس وقت ان کے تہا اور اجداد بخت نصر کے ہاتھوں شام سے جلا وطن ہوئے تو آرمینیا میں آباد ہو گئے۔ اور شہر کا نام برکی رکھا۔ یہ لوگ شام جو اس وقت ترکوں کے قبضہ میں ہے، کے برکی نامی شہر سے آئے تھے۔ اور برکی برفی کے جڑا علی کا نام تھا جو ایک اسرائیلی پیغمبر گزرے ہیں۔ ششکزیہ آرمینیا میں جب جلا وطن اسرائیلی عیسائیوں نے سپہاک اور دایان کی سرکردگی میں ایرانی جو سی پیشی حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی اور آرمینیا کے وراثت و ملکات سے تاراج کیا۔ اور قبضہ کر لیا تو ان عیسائیوں نے انہوں نے وہاں کے تیش کدوں کی لنگ بھگنی جس میں پہلی برکت قبیلہ نے کی۔ اس وقت سے وہ ارطریا یعنی لنگ بھگنی سے مشہور ہوئے۔ اور وہ شہر اوجید کے نام سے مشہور ہوا اس کے مشرقی جانب ایک جھیل ہے جسے تحصیل ارمیہ کہتے ہیں یہ بھی ان کے نام سے مشہور ہوا۔ کافی عرصہ بعد یہ لوگ وہاں سے بھی اپنے عزیز دوست سمیت ملک بدر کئے گئے اور وہ برکی دریا کے کناروں کے باغی علاقہ کے کنارے آباد ہو گئے۔ اس جگہ کا نام برکی مشہور ہوا اس وقت پرشہر روس کے قبضہ میں ہے۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ پراگ اور موجوہ افغانستان کے درمیان دشت بلخ کے مشرقی پہاڑوں پر آباد نظر آئے اور پھر شیخ حمید کے زمانہ میں غزنی کے اردگرد آباد ہو گئے۔ اس وقت بھی ان کے کچھ لوگ وہاں آباد ہیں۔ شہاب الدین محمد غوری کے زمانہ میں یہ لوگ کانیگرم آئے اور اب تک وہاں آباد ہیں۔

قبیلہ ارطریا برکی کے ذیلی شاخوں میں ایک شاخ انصار کی ہے۔ آرمینیا کا پہلا بادشاہ سپہاک وہ ہے جس کی نسل سے غوری خاندان پیدا ہوا ہے جس طرح پندرہ خزانہ مطبوعہ کابل نے غوریوں کے جلا علی کا نام سپہاک رکھا ہے۔ اس کا ذکر ہم اپنی کتاب خواہشی بر تہذیب حافظ رحمت غانی میں کر چکے ہیں۔

بایزید انصاری کی پیشکش جلاذہر میں لکھی ہے۔ اس کی مدد کا نام منہ بخت حاجی ابو بکر قوم سے، نقاشان تہجس۔ والد قاضی عبد اللہ جلاذہر میں ابراہیم بودی کے قاضی تھے۔ جب ابراہیم بودی نے باہر سے شکست کھائی تو ان دنوں سراسیمہ ہوئے۔ کچھ ہمسایہ کی جانب بھاگ گئے، دیکھ اپنے آبائی وطن واپس آئے ان میں قاضی عبد اللہ بھی اپنے آبائی وطن چلے آئے۔

بایزید جو بعد میں پیر روشن اور محققین کے زبانی پیر تارک کہلاتے ہیں۔ اسی قبیلہ ارطریا کے ذیلی شاخ انصار سے متعلق تھے۔ جو اسی قبیلہ انصار کی نسبت سے وہ بایزید انصاری سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیع جن کے کتب خانہ میں حاتمہ اور مقصود مؤرخین بیان کی جاتی ہیں۔ بایزید کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”پتہ خاندان کے ناسا عد عادت کے باوجود جب کبھی سے

موقع ملتا وہ تعلیم کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ لیکن وہی علوم

حاصل کرنا جن کا تعلق عادت اللہ سے ہوتا۔ اس کی تمام تر

توجہ دینی علموں اور مذہبی فرائض کی تفصیلات معلوم کرنے

پر مرکوز رہی اور اس نے بڑی پابندی سے سر انجام دیا۔

بہنیا یا (دعوائیہ یوسفی)

سید علی المعروف بہ پیر بابا صاحب پونیر

پیر بابا کا نام سید علی اور والد کا نام قمر علی ۔ قوم کے ترمذی سید، وہ
اسلام دینہ کے پیر تھے ۔ وہ ایک مشہور پیشوا اگر سے ہیں ۔ سچا شہید
کئی لوگ ان کی زیارت پر نئی تہ پر پڑتے کہتے جاتے ہیں ۔ اُن کا خجوا نسب
بقوں خواہ درویشہ یوں ہے ۔ شہر علی بن سدا حمد بوسلف بن احمد بن
بخش بن سید نعیم بن احمد بن علی بن محمد شوق بن سید شہ بوقرب
سید حامد بن سید محمود بن شوق بن عثمان بن جعفر بن محمد بن مسلم
بن شاہناہ بن سید محمد بن گنج علی بن سید میر بن عبد الرحیم بن
سید محمود بن محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی نقی ۔ امام موسیٰ
رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن علی بن
ابن امام علی اصغر بن امام حسین بن ابی بنی فی ثلثہ نہرا منکوحہ حضرت علی
کریم الدین دجینہ ۔

خون درون و بی تصبیقت تذکرہ دیوار و لاشعرا میں لکھتے ہیں کہ
 یہ یا محدث گھر سے کا بھا بھا تھا۔ ان کے ورہستہ
 کا متعلق سدا طین محید سے تھا۔ اُس نے دنیاوی منصب
 اختیار کیا مگر کہ وہ میر مظہر بہادر کے خطاب سے نوازا گیا
 دیارِ شیر بابا کے امام مسیحیہ موسیٰ عبد غفور ایسی تصنیف تالیف
 طیبہ سر بابا میں لکھتے ہیں کہ -

۲۰۔ اپنے لڑکی سیدہ علی کو جو اس کے فوجی میسر
تھے، دی تھی جس کے بطن سے پیر بابا پیدا ہوئے اس
محافظ سے وہ ہمارے تو سیدہ اور پندرہویں کے مہاراجے
وہ تھے۔ پیر بابا کی پیدائش ۱۰۸۰ھ بمقام ثمرہ دروغا ت

۵۹۹۱ ہے۔ مزار شریف عقدہ ہوئیر کے موضع پاپا کے
شمار میں ہے۔ انہوں نے ہوئیر کے یوسف زئی گھرانے میں
نشہ دی کی۔ اس کے دولہے کے پرہیز ہوئے۔ ایک کا نام
سید حبیب اور دوسرے کا نام مصطفیٰ تھے۔ سید حبیب پریاں
کے ساتھ مغرب کی طرف دفن ہیں۔ شاکی کوئی اولاد نہیں
سید مصطفیٰ کوئیڑ میں دفن ہیں۔ ان کے تین بیٹے سید حسن
قاسم، ورعید تھے۔ ان سے پریاں کی دو دو کا سلسلہ شروع
ہو۔ پریاں کے یہاں آنے کی وجہ تھی کہ جب جیو کو شکست ہوئی
تو سر ہار گیا۔ جو تھے ہوئے عقدہ مشاور آگئے

یہاں تعظیم کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ ہر عہدے میں جاکر لوگوں کو جمع کیا اور مسجدوں میں تدیس کا کام شروع کیا۔ پھر دیکھا۔ یہاں پیر بابا کی معیت میں بہت سے علماء دیں شامل ہو گئے۔ ان میں ایک مولانا دروہ صاحب بھی تھے جو پیر بابا کے راز دار بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد یعنی اکبر بادشاہ کے زمانے میں پیر بابا بنویر میں تشریف لائے۔ یہاں کے لوگ بہت بڑی جہات میں بند تھے اور ایک بہت بڑا منافق بنویر روشن کے نام سے مشہور تھا۔

اسلام کے نام پر بے اسلامی پھیل رہا تھا، درباری گروہوں میں لوگوں کو ڈر دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر جب اس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ یہ روشنی نہیں چھینے، بلکہ تاریکی چھینے ہے۔ چنانچہ ابھی تک پیر و دشمن کو بیزاریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر تاریک کے ساتھ بہت مقابلے ہوئے کیونکہ پیر تاریک کا لوگوں پر بہت اثر چوکیا تھا، درمیان میں

کو بغیر سخت متعین کے نہیں دور کیا جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ پیر بابا کو پیر بابا کے ساتھ باقاعدہ ہنگ کرتی پڑی جس میں پیر بابا کو شکست ہوئی تب جا کر وہ ترمذانی ہوا۔

اخون درویش کا نسب و احوال (ماخوذ از مخزن قدکروہ)

اخون درویش ملازنگی پاپی کا فساد پیر بابا کا خلیفہ اور لسن ترک تھا۔ پیدائش ۵۴۰ھ مطابق ۱۱۴۶ء اور وفات ۶۴۸ھ مطابق ۱۲۵۸ء ہے۔ پشاور میں ۱۰۸ سال کی عمر میں وفات پا کر شہر کے قریب ہنزہ خونی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ ان کا مکمل شجرہ نسب یہ ہے:

اخون درویش بن گدائی بن سعدی بن درغان بن حمد بن متی بن بیرون بن جنتی۔

درغان ننگر پار میں پاپی کے ساتھ رہا کشنیر تھا۔ جہاں ان کا بیٹا سعدی بن ہوا اور ۵۸۱ھ مطابق ۱۱۸۴ء میں جب یوسف زئی مرزا بلجیگ سے خط ہو کر ننگر پار آئے تو وہ ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ دران کے ہمراہ خیبر کے راستے پشاور آیا سعدی کی محبت میں پاپی کے کسی ورہوگ بھی اس سفر میں شامل ہو کر آئے تھے جو یوسف زئیوں کے ہر تکلیف و راحت میں ان کے ساتھ رہے۔ جب سوت ہونے وغیرہ فتح ہوئے اور شیخ علی سے راضیات کست تقسیم کی تو سعدی کو بھی ان کی خدمات کے سلسلے میں بطور مدد ملی (۱۳) آدمیوں کا حصہ ملا و درہ حصہ ان کو قبیلہ مل روئی کے ذیلی شاخ منڈی زئی کے ساتھ دیا گیا۔

پاپی بغیر افغان درویش کے تعقد کرتے۔ اور موضع پاپی علاقہ

ننگر پار میں سکونت کی نسبت سے پاپی مشہور ہوئے۔ قوم پاپی میں اخون درویش کے معاون مشہور اشخاص یہ ہیں: حاجی محمد معروف ملازنگی، ملا سحر، ملا صرا احمد۔ یہ صاحبان اخون درویش کے استاد ہیں تھے۔ سعدی نے اپنے بیٹے گدائی کی شادی پاپی خاندان میں کر دی تھی جو اخون درویش کی والدہ تھی۔ جس کا نام مسقاۃ قراری قوم پاپی در شجرہ نسب یوں ہے: مسقاۃ قراری بنت نازو بن کلان بن پانیوں بابون سلطان گدائی بن سلطان خور، جہ بن سلطان تومن بن سلطان بہرام بن سلطان کھجاس (یا کھی سن) بن سلطان ہندو بن سلطان بوسس بن سلطان احمد سلطان احمد سلطان شمس کی والدہ ہیں سے ہے و سلطان شمس سلطان سکندر یونانی کا بیٹا تھا۔

خون درویش اپنی تصنیف تذکرہ میں ایسی ماہریت اور نسب کے بارے میں خود لکھتا ہے کہ:-

”ہیون بن جنتی امان سے ننگر پار کے درہ مہمند میں آیا۔ اور وہاں اپنی اہلیاں کے ساتھ رہا کشن اختیار کی۔ درس کا سلسلہ نسب قوم ترک سے ملتا ہے۔ اور اس کی قربت مادی سلاطین بلخ سے تھا۔ اس وجہ سے سلاطین بلخ نے اس کی حمایت کی۔ درہ مردم مہمند کو حقیر و ذلیل بنایا اور ان کی ریاست و مملکت اس کو تفویض کیا۔ جیسا کہ مہمند غصب اور غصب سے مشہور ہیں۔ وہ لوگ اپنے قبیلے سے ننگر پار کو دو ستر مقامات میں منتشر ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ پھر اپنے ہم قوم مہمند میں واپس آکر شامل ہوئے۔ اس تذکرہ کا قلمدان ہے کہ ہیون سفید ریش کشیف الخیہ و کثیر مان اور سلفی تھا جب اس نے مردم مہمند میں سکونت اختیار کی

جانب ہندوؤں نے یہ فتنہ غزوہ باندہ میں کفر ہم - و تبرع
اور یہ عقیدہ ہاں مستحکم نگہ دہندہ وجہاں سے تادم ہوسوز و کفر
ایں مردم شک سے درندہ معلوم است کہ بواسطہ تنگ در
کفر ایشان چہل پیر کا فرگردند از عقل ناقص خود پیر سے گفتہ
انکہ تمام خود تصنف نہ کردہ بل بعضے از مدد از فی شاہ عمر
مصدق سے تالیف نمودہ بعضے میں معون جمع کردہ قطعہ
از فی نام دوم ملا عمر سوم مدعی :-
اس کا مفہوم یہ ہے کہ -

پیر تارک سے ایک معنی ہے ایک کتاب تصنیف کی جس سے بعض مجھے
عربی زبان میں ہیں لیکن وہ بھی علمی کے سبب سے ترکیب
در تہذیب میں نہیں - در بعض قریبی زبان میں در بعض پست
زبان میں اور بعض ہندی زبان میں - لیکن ہر طرح سے تحریر
کے یہ مجھے اتنے ناموزوں اور ناموفق ہیں کہ ہن علم اس
سے نفرت کرتے تھے اور پیر تارک نے اس کتاب کا نام پیر میا
رکھا تھا - چونکہ یہ پوری کتاب علمی و کفر اور فتنہ و فساد سے
بھری ہوئی ہے اس لئے میں نے اس کا نام ستر البیان رکھا
در اگر اس کتاب کو آخر بیان نام دیا جاوے تو بھی زیادہ مناسب
ہوگا - اور پیر تارک نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ کتاب میر سے مدد
کے موافق اشد تہا کے طرف سے محمد بن زکریا ہو ہے -
معوذ باللہ من کفر ہم - اور اس کے مریدوں در چاہتے ہوں
کے عقیدے سے اس کتاب پر غلو سے مستحکم ہیں اور چاہتے
نہاں بھی ن لوگوں کے کفر میں شک و شبہ کرتے ہیں حالانکہ

ان کے کفر میں شک و شبہ کرنے سے وہ جاہل لوگ بھی
کاظم ہو گئے پیر تارک نے اپنی ناقص عقل سے یہ کتاب
عالمی پھر بھی اس لئے پور کتاب نہیں تھی بلکہ بعض حصے اس
کتاب کے مدد از فی شاہ عمر صد سے تالیف کیے ، مدد از فی کی
تعارف یہ ہے کہ یہ تین بھائی تھے - در افغانوں کے قبیلہ
خوشکی سے تھے ، ایک کا نام از فی دوسرے کا ملا عمر اور
تیسرے کا ملا علی تھا :-

در وضع رہتہ کہ بعض مؤرخین یا پیر تارک سے در اس کے مخالفین انھوں
در دہرہ در پیر بابا کے خدشات کو سیاسی سمجھتے ہیں کہ مذہبی - مثال
کے طور پر چند ایک کے نیماں اس بارے میں پیش کیے جاتے ہیں -
پیر تارک "مصلحت" "دیخت و نستان" "مصلحت" "مطبوعہ کابل" "مصلحت"
میں ۱۰ پر لکھتا ہے کہ :-

"مید ملی" "پیر بابا" اور "خون درویش" اور "کچھ مزید یاد میں" "مید ملی"
روحان لوگ پیر بابا (عبد قیوسف تری میں) موجود تھے -
جن کے پاس اپنی افرادی قوت کے علاوہ مغلیہ دربار کے
طاقت اور مدد بھی موجود تھی - حالات ایسے تھے کہ پیر بابا
"پیر بابا" مغلوں کے ساتھ برسرِ پیکار رہا ، اور چاہتا تھا
کہ ان کا قتل اور افغانوں کے سردوں سے ختم کروے - پس
پیر بابا خالی مجبور تھا کہ ، فتنوں کو روحانی طاقت سے جمع
کر کے اپنے سیاسی مسئلہ کو مذہبی رنگ دے تاکہ وہ اسے
جدی اور باآسانی قبول کر سکیں -

یہی مصنف آگے چل کر حلیہ پر یوں لکھتا ہے کہ :-
"معدوں کی طرف سے مید علی تہذیبی رہا" اور انھوں سے

اس کا بڑا حق ملک اخون درویش صاحب تھا۔ وہ ہائیزید کی کسی
دوسری تصنیف کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ خیر البیان کا ذکر شدہ دوسرے ساتھ
کوتا ہے اور اس تصنیف کی وجہ سے ہی اسے پڑنام کرنے کی کوشش
کرتا ہے۔ اخون درویش صاحب کہتے ہیں کہ:-

”اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے کچھ کلام
عربی زبان میں جمع کئے ہیں، بلکہ اس کی ترکیب و ترتیب
پر وہ نہیں سمجھتا۔ کچھ فارسی میں کچھ پشتو میں اور کچھ ہندی میں
جمع کئے ہیں۔ ان تمام کلمات کی کچھ نگاہ نہیں ہے اور آپس
میں اس قدر متضاد ہیں کہ علماء اس سے نفرت کرتے ہیں۔
اس سے اس کتاب کا نام خیر البیان رکھا ہے۔ چونکہ کفر بے باقی
خود ساختہ جھوٹ و فساد ہے پھر ہوا ہے اس لئے میں
نے اس کا نام شر البیان رکھا ہے بلکہ خیر البیان کہا جائے تو
بھی مناسب ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ میرے مدعا کے
موفق خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوا ہے۔ تاکہ کفر سے
اہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں :-

پھر آگے بول دے جہے کہ:-

”اس قسم کی مخالفت اپنے وقت میں ایسے لوگوں نے بھی
کی تھی۔ جنہوں نے اس کی شکایت مرزا حکیم (ابن ہمایون) کو
کی تھی ورنہ ان کے کہنے پر اس کے دربار میں کابل طلب کیا گیا
وہاں قاضی خان نے جو موالات اس پر کیے تھے ان میں سے ایک
یہ تھا کہ:-

قاضی خان:- لوگ کہتے ہیں کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم پر وحی نازل
ہوئی ہے اور ایک کتاب نازل ہوئی ہے جس کے چالیس سہارے

ہیں؟

ہائیزید:- مدعیان جو کچھ کہتے ہیں سب غلط ہے۔ میں نے یہ کہا ہے
کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے دوسرے ہمام کے ذریعہ کتاب کا نزول
کیا ہے جس کا نام خیر البیان ہے۔ اس میں چالیس بیانات
ہیں۔ مگر عوام ان اس وحی و ہمام میں فرق نہیں سمجھتے اس
لئے وحی کا نام دیتے ہیں۔ حاسد لوگ حسد کی وجہ سے بات
کو بد کر ہمام کو وحی کہتے ہیں۔

پھر آگے ص ۷۷ پر بول دے کہ:-

قاضی خان:- اسے شیخ ۱ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنے نہیں بھدی
سمجھتے ہیں یہ سچ ہے یا جھوٹ؟

ہائیزید:- جھوٹ ہو سکتے ہیں۔ میں کوتاہیوں کہ میں بادی یعص
براہ دکھانے والا ہوں۔ رسول اللہ کا راستہ دکھانا ہوں۔
اور رسول اللہ کے حکم پر لوگوں کو درس دیتا ہوں۔ عربوں کو
توحید کے راستہ کی ہدایت کرتا ہوں اور گمراہی، ناسمجھی اور
شک سے نکلانے کو صبح کرتا ہوں۔ حاسد لوگ حسد کی وجہ سے
مجھے بادی کی جگہ مرہدی بولتے ہیں اور دلی کی جگہ مجھے بنی
بولتے ہیں۔ یہ طنز و القاب ہیں۔

قاضی خان:- یہ بھی سنے میں آتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ پر
وحی نازل ہوئی ہے؟

ہائیزید:- غلط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر الہام ہوتا ہے اور غیب
سے آواز سناتا ہوں۔

قاضی خان:- دوسرا ہمام دھڑلے آواز اور شیطانی آواز میں
آپ فرق کس طرح کرتے ہیں؟

بایزید - بہام دوسو سہ صدائی آوارہ دانشپندان آواز ہیں تیر
 ایت - حدیث اور بزرگوں کے اقوال کے ذریعہ کرتا ہوں۔ ہر
 نہ اور بہام جو اس سے موافقت رکھتا ہو وہ نہ کی طرف سے
 سمجھتا ہوں اور اسے بہام میں شمار کرتا ہوں جو آیت
 در حدیث سے موافق نہ ہو اسے دوسو سہ دانشپندان اور
 سمجھتا ہوں اور اسے اعوذ باللہ پڑھ کر رو کر دیتا ہوں۔

قاضی جان - تو گناہ کتنے ہیں آپ کا دعویٰ ہے کہ مجھ پر وحی کے طور
 پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے جس کے چالیس پارے ہیں۔
 بایزید - مذہب کا جو کچھ کہتے ہیں سب غلط ہے اس سے کہیں نے
 کہ ہے کہ تہ تک نے بہام کے طور پر میرے دل پر ایک
 - اب نازل فرمائی ہے اس کا نام تیر بیہان ہے اس میں چالیس
 بیاب ہیں جس طرح غوث اعظم شیخ عبد اللہ درویشی پر بہام
 - حدود پر غوثی نازل ہوئی تھی۔ مگر عوام الناس وحی اور
 بہام کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اس سے اسے وحی
 سمجھتے ہیں۔ حاسہ لوگ حسد کی وجہ سے غلط دیتے ہیں اور بہام
 کی بات سے اسے وحی سمجھتے ہیں۔

بقول احمد درویش

"بایزید کے ان جوابات سے قاضی صاحب اور اس کے ساتھی
 صراحتاً دربارہ اس کی گئی ہو گئی اور بایزید کو رخصت
 کیا گیا۔ اگرچہ اخوان درویشہ وغیرہ ہر دم کے حق میں فیصد
 دینے پر تھے مگر یہیں تکے جیسا کہ ان کی تشریح سے ظاہر ہے۔
 انصافاً ہم ان کے ساتھ عدل نہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کی تشریح سے ظاہر ہے۔
 میں بہام کے متعلق یوں تشہیر کرتے ہیں۔

"انقاء الخبیر فی قلب مؤمن بدو کسب"
 اند کی طرف سے مؤمن کے دل میں نیکی کے کسی کام کو ڈنا بغیر
 محدث و مشقت کے

یعنی جس کسی نیک آدمی پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جائے اور
 اس سے کوئی کام ایسا ہوتا ہے تو اس کے دل میں تھا ہوتا ہے جس
 کا دوسرا نام بہام ہے۔

عہد حاتمگیر کے ایک مشہور عیسائی و امیر شیخ فرید بھکاری اپنی کتاب
 "ذخیرۃ الخواہین" میں جو ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ھ میں لکھی گئی تھی بایزید اور
 اس کے خلفاء کے سلسلہ میں ظہور کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"بایزید نے افغانوں میں پیچ کر اس جگہ کے اکثر فرقوں
 کو پناہ مرید بنایا اور جس سے اس کی شکل دیکھ کر گویا
 ہو گیا۔ اس سے پشتون زبان میں خیر البیان کے نام سے ایک
 کتاب بھی تصنیف کی۔ اسے اس لوگوں میں شریک یا مسند

وحشت موجود ہے۔ اس کتاب سے اس میں دراصل دوسری
 قاطع درویشی سے منسلق قرآنی اور عادیث و بزرگان سلف
 کی نادانیوں سے کام لیا ہے۔ اور حقیقتاً یہ کتاب ایسی نادر

ہے کہ اگر اس پر کوئی شخص انصاف کی نظر سے غور کرے
 تو اس سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ وہ خود اس پر نظر ڈالتا
 اسے یہ مطلع ہو کہ یہاں تک پہنچ دیتا تھا۔ صاف دل سے
 ہاتھ لگا کر اس کے کشف و کرمات سے اس کے
 گمراہ دیدہ ہوئے اور تمام حیات عبادت حق اور ترویج سلف
 نبوی پر توجہ کرتے رہے۔ امر یا معروف اور نہی سے ملکار
 کر کرتے تھے اور ان لوگوں (یعنی افغانوں) کو جو قہر شہر سے

باہر نکھے۔ اُس نے دین نبوی پر قائم رکھا۔ در کثرتوں کو واپس
مٹ کر دیا۔ اُس کے سلسلہ کی برکت اس وقت تک باقی ہے۔
اُس نے داعی اجل کو میک کہا تو اپنے پیچھے خلفائے موعود
پھوٹ گیا کہ ان میں ہر ایک اسلام کا ستون ہے اور اس
وقت تک اُن سے ایک دنیا ہدایت حاصل کر رہی ہے۔

(بکھویر سہلی)

خون در دینہ بھی بایزید کی طرح اہم کا قائل تھا۔ مدح و تحسین
اُن در دینہ کی تصنیف حضرت مہدی علیہ السلام کی پیشاور پرنیورستی
مقدمہ میں دربر عنون خون در دینہ

۱۔ "شیخ گدائی (درد خون در دینہ) نے خود تکبیر حاصل نہیں
کی تھی اس کے سبب سے علماء میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔
ابن ابی عمیر کے ہندوگوں میں سے تھا۔ علمائے کرام
سے محبت تھی اور ہمیشہ اُن کیسے اپن دسترخوان کھلا رکھتا
تھا۔ اُن خون در دینہ نے اُسے اُس کی وفات کے بعد ایک
دن خوب ہنس دیکھا کہ چوتھے آسمان پر دشمنوں کے
ساتھ پھرتا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ سے خدا، وہ تو
دشمن نہیں تھا اُن کے ساتھ کیسے شاہنشاہ ہوا۔ ایک آواز آئی
کہ اے دشمن تو نہیں تھا لیکن اُن کا دوست تھا۔"

(بکھویر سہلی)

(۲) نبی کریم (والدہ خون در دینہ) بہت پاکہ من خاتون تھی۔ نبی
زندگی میں کبھی اس نے تہجد کی نماز قضا نہیں کی تھی۔ خون در دینہ سے
لکھا ہے کہ:

"ایک دن صبح جب میں نے اُس کے چہرہ پر نظر ڈالا تو اُس

کی دائیں آنکھ بالکل سبز تھی۔ میں نے پوچھا کہ، می یہ کیا ہے؟
اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میرا وہ لہجہ کھیر جیز تھا جب
سے میں نے نماز پڑھنی شروع کی ہے تو تہجد کی نماز کے
ساتھ اُن کی رات کو تمہاری بڑی میری گود میں تھی۔ جب
صبح اُٹھی تو وہ رونے لگی۔ میں آہستہ آہستہ اُسے چپ کر دیتی
رہی، وہ میری آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ اس حال میں میں نے
ایک انگلی دیکھی آدمی کوئی نظر آیا۔ وہ انگلی تھی اور میری
آنکھ میں گھس گئی۔ عجب سے آواز آئی اٹھو اٹھو اٹھو اٹھو
ہندو کر رہی ہو تمہاری زندگی کے چار سال باقی رہ گئے ہیں۔
در چار سال بعد جب وہ فوت ہوئی تو اُس کی وہ آنکھ بدلتی
سبز تھی۔" (بکھویر سہلی)

خون در دینہ کی تصنیف "حضرت مہدی علیہ السلام کی پیشاور پرنیورستی
مقدمہ کے آخر میں یہ مقدمہ اُن کا خیل لکھتے ہیں کہ:

"خون در دینہ صاحب کی آخری عمر نے طے کے لئے
بہرگوں کی طرح مشاہدہ جوں در استعراق میں گزری ہے
وہ اکثر اپنے تئیں اور اپنے ماحول سے بے خبر رہتا تھا۔
"جہاں دلہا میں لکھا ہے کہ ایک روز اُن خون در دینہ صاحب
کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس نے ایک عورت کے
سر پر گھڑ دیکھا، اُسے آواز دی کہ بیٹی یہ پانی دے دو
مجھے پیاس لگی ہوئی ہے۔ اُس عورت نے جیسا کہ بات
نہ کی اور گھر کے کوس کے سامنے رکھ دیا۔ خون صاحب
نے گھر سے پرستہ رکھ دیا اور جب سارے گھر پر یہاں تو منہ
کے دانق سے اُسے یہ احساس ہوا کہ گھر سے میں باقی نہیں

بلکہ میں تھا جو وہ سب پل گیا تھا۔

افضل خان ٹونک اپنی تصنیف تاریخ مرصع میں لکھتا ہے کہ :
 "جب ایک شخص صاحب کا ہاتھ کھانے سے نہ روک دیا جاتا
 وہ کھاتے ہی رہتے۔ اس کے صاحبزادے کی یہ عادت
 معلوم تھی۔ لیکن نوپا مہمان خان (مغل صوبیدار) کو یہ خبر
 سے رشتہ درپیش ایک رات خود صاحب کو کھانے سے روک دیا
 تھا۔ یہ حادثہ معلوم نہ تھی۔ اس لئے خود صاحب غمگین
 زیادہ کھا گئے اور بدبھلی کی وجہ سے صبح کو وفات پا گئے۔
 عید اکبر خان اکبر محمد زنی اشغری اپنی تصنیف "روح بہان و مغنوتہ" لکھتا
 ہے کہ :-

"قصہ نظر تعجب اور لہجہ اگر اس وقت کے وقت
 اور تاریخی حرات پر مقرر اسے تو اس نتیجہ میں پہنچتا ہے کہ خود
 صاحب و مشائخ مغل حکومت کے خلاف کئے وہ کثیر صل نسب
 سے نشان تھے۔ وہ غیر خاندان عس و در مشائخ کے نظیر
 میں اچھے مسلمان نہیں تھے اس لئے کہ بادشاہان وقت
 کے مخالف تھے۔ تمام خاندان عس و در مشائخ بلکہ سب
 خاندان مغلوں کے خلاف تھے وہ پر رو خاندان کے حامی اور
 مرید تھے۔ خون در ویزہ بھی اپنی نسل ایک ترک شاہت
 کرتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ سرے جد اعلیٰ کے ساتھ، حاکم
 لئے بہت برا سلوک کیا تھا اور اس کی بے عزتی کی تھی اور
 شیخ کے ایک نے ان خاندانوں سے اس نا بردار کیا تھا۔ اس
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانوں کے خلاف انھوں در ویزہ کے
 وہ میں یہ ذاتی ہڈیاں کا رفرما تھا۔ اور اس کے نقم مینے

میں تمام عمر کوٹوں رہا۔ وہ افغانوں کے ہر قول و فعل کا مخالف
 رہا۔ سو اے نسل کے کہ وہ بھی اس سے متعلق تھا اگر افغان
 قوم اپنی اس سر زمین پہلے تا نامہ نفس کے بارے میں بھی اس نے
 تعصب اور بعد اسے کام لے کر افغانوں کے کسی قیدیوں کو
 داغدار اور حرام زادہ وغیرہ نہایت سکرانے کی کوشش کی حتی
 کہ افغانوں میں سکوتی بھی اس کے کفر والی دے سے بچ نہیں
 سکا۔

انھوں در ویزہ خشکی قید کے جد علی شیعہ یا شیعہ اور اس کے
 ذیل شاخ ترکھانی کے متعلق تذکرہ میں یوں ظہر خیال کرتا ہے کہ :-
 "شیعہ و خشکی کی بیوی کا نام مرہان تھا۔ جس کے بطن
 سے مندرے (یوسف زئی) و مکہ (گلگیاٹی) پیدا ہوئے۔ مندرے
 مرہان کی ایک بہن تھی جس کا نام بسو تھا جو بے دین و در
 بددیانت تھی۔ وہ شیعہ کے گھر آئی در اسے خود بنانے کے
 ارادے سے گھر میں بیٹھ گئی جیسا کہ افغانوں کا دستور ہے
 کہ جو عورت ان کے گھر آئے اسے وہ اپنے قلع میں سے تے
 ہیں خواہ ہکر ہو یا منکوہ۔ اگرچہ یہ معاہدہ قس و قدر تک
 چرچا جاسے۔ یہ ان کی جہالت اور قدرت کی دلیل ہے۔ کہ
 ایسی عورت کو وہ واپس نہیں جانے دیتے بلکہ مرد کے تمام
 قدرت و اس کا فرد رویش میں اس کے حامی بن جاتے ہیں
 غرضیکہ اس عورت مندرے کو تھپنے نے نا جائز طور پر اپنے
 قبضہ میں رکھا اور اس طرح وہ کفر تک گھر تکب ہو۔ اس
 عورت کے بطن سے ترک پیدا ہوا جس سے ترکھانی نسل پیدا
 ہوئی۔ یہ ترکھانی یا ترکھانی ان وقت بھی پر تار ایک کے سمت

حالی ہیں و حسب حوام نور ہیں

مذکورہ مرجان و ہستہ جنہیں خون در پردہ ایک دوسری کی لگی ہیں
ہوتا ہے، کی تہہ پید میں صر صاحب چکنی طوط الا نعت نے نہایت
مہذب طریقے سے کی ہے وہ اپنی تصنیف "غصہ کبہ فی اقل الخب" ^۱
بشرح نظم میں بغیر نام بیہ ہوئے، خون در پردہ کو مخالب کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ:

"تمہیں چاہیے تھا کہ مرجان، در ہستہ کے مقابلہ میں بہتان
تراشی اور افتراء سے کام نہ لیتے اور نہ اس قدر ہنگامی کرتے۔
کیونکہ آپ جیسے مقتدا سے اس قدر در و غلو کی توقع کرنا بعید
ار قباس ہے اور، ایسی در و غلوئی و غلط بیانی سے انسان
دنیا میں سوار و ذیل ہوتا ہے اگر بسو مرجان کی بہن تھی تو
یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ مرجان کی فوجیگی کے بعد اس
کی بہن بسو سے نکاح جائز تھا اور بقول آپ کے اگر بسو
نے مرجان کی زندگی ہی میں نکاح کیا تو میں تاریخ کسے
روشنی میں اس کی اصلیت کو آپ پر واضح کر دینا مناسب
سمجھتا ہوں اور وہ ان دونوں کے شجرہ ہائے نسب سے
نہ ہر جہے جو اس طرح ہے۔"

مرجان کی و مدہ کا نام سلطانہ، مرجان بنت جلال بن
جمال بن کمال بن خاویہ بن زکریا بن سہل زکریا بن قبیہ بن
سوک و ملکہ کا نام مہرہ، بسو بنت حاتم و بن جلال بن
برائہ بن حسین بن حسین بن قبیہ بن

میں صر صاحب کے یہ آخری دو اشعار بطور نمونہ پیش کیے
جائے ہیں۔

۱۔ فستردہ چہ فی شوک پہ نسب وافی
مہدہ فستردہ چہ فی شوک پہ نسب وافی
شوگ چہ مقتدا، وی ہندہ و فی دروغ
د دروغ کہ پیوہ شہ پہ عالم کب دی ناریخ

زمیان عمر

مرفورہ خاں عقاب اپنی تصنیف "پیر سبک" ص ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ:
"آپ (یعنی خوں در پردہ) نے اپنے عصم کے بیروں مثلاً
ہائیرہ عرف پیر روشن جنہیں انوں صاحب پیر نارنگ کہتے ہیں
کے نام شروع عقاب و اور سموات کے خلاف تصانیف
اور مباحثے کی ایک قاعدہ مہم چلا رکھی تھی جس کی وجہ سے
کئی لوگ اسے اپنے عہد کا مجتہد سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ پیر
روشن اپنی سلطنت کے قیام کے رسم میں پستونوں کو منسوب
کے اقتدار سے بھی سچا رہا تھا۔ اور منوں لہجوں سے پیر نارنگ
رہتا تھا، اس لئے بعض لوگ خوں در پردہ صاحب سے بدظن
ہیں کہ پیر روشن کی مخالفت سے وہ منوں اقتدار کو برقرار رکھنے
میں مدد نہایت ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی ترک اور
منوں ہاؤس ہوں کے قریب در تھے۔"

دہ پیر آگے ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ:

"خود صاحب کی تصانیف میں باوجود ان کے بیخ المتنا
ہونے کے بہت سی باتیں قابل گرفت ہیں۔ مثلاً حضرت
کی تخصیص کے بغیر یہ لکھنا، اگر کسی مرد نے اپنی شوکی کا
نکاح بلا استفسار لگا دیا، اور کہا کہ خدا اور رہن اور
خوشگوار ہیں تو وہ کافر ہو گیا۔"

پھر آگے لکھتے ہیں کہ۔

۱۰ انورند درویش صاحب کا علم عمیق نہ تھا۔ مسائل فقہ میں وہ غافل (غیر شہماں غافل) سے بھی شکست کھا گیا تھا!

بایزید کی تصنیف "صراط التوحید"

۱۱۹۲ھ میں صلابہ سرحد کے اندر تیار قدیم اور نایاب کتب کی ایک زرخیز ترتیب دی گئی۔ مختلف صدقوں سے نادرات جمع کئے گئے۔ ان میں احاج فضل حمدانی ناظم مدرّجہ رفیع و سلام پشاور نے اپنے کتب خانہ سے چند مخطوطات بھی نمائش کیئے عسیت کیے تھے۔ ان میں ناظم عارف کی نظر ایک ایسی کتاب پر پڑی جس کی قدر و قیمت کچھ ناہان علم تاریخ ہی جانتے سکتے ہیں۔ اس کتاب کا نام توحیدوں سے لیا جاتا رہا لیکن اس کی شکل دیکھنا کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ یہ بایزید کی مشہور تصنیف "صراط التوحید" ہے اس میں بایزید نے اپنے عقائد کو بالوضاحت پیش کرنے کے ساتھ اس کی نقوش وقت کے حکمرانوں، ائمہ اور برّوں کو بطور دعوت تبلیغ روانہ کی تھیں۔ عہد شکوہ ناظم عارف بکھر پشاور نے عشقہ میں درجہ امتاعت سرحدیث در کے توسط سے اس نایاب کتاب کو شائع کر دیا تھا۔ درجہ فاضل محمد دہس نے اس کا تدارف لکھا ہے۔ صراط التوحید کے مظهر عام پر آج اس کے بعد بایزید کے عقائد سے وہ تمام پر دے اٹھ جاتے ہیں کہ جو مین اس پر اسے رہے، چنانچہ حافظ محمد دیرس اس کے تدارف میں لکھتے ہیں کہ۔

"یہ کتاب اس لحاظ سے بہت قیمتی ہے کہ اس سے بایزید کے حالات و خیالات دونوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اپنی زندگی کے جستہ جستہ واقعات

لکھتے ہیں۔ صاحب علم آتش حق، تماش فرزند دیا طفت نشا، لہر دروغ، رزیا اور ہجرات کا ذکر کیا ہے۔ پھر صل کتب میں "اسلامیات" کے بنیادی مسائل کی تبلیغ کی ہے۔ اور اپنی وسعت کے مطابق مسند وحدت الوجود کو لوگوں کے ارباب سے قریب تر کرنے کی کوشش کی ہے۔"

عبدالشکور مہتمم گورنمنٹ عجائب گھر پشاور دہا چہ صراط توحید میں لکھتے ہیں کہ۔

"بیسویں صدی کے کتر محققین و روشنی خیاں محکرمین کا انبیا ہے کہ بایزید اندری در حقیقت ایک صحیح متبع رہنما دسیاں و نا اور یہ تھا حضرت احون درویش نے مدہسی صاحب وافی حد و درسیاسی اختلافات کی بنا پر نہیں سمجھ کر درویشی ٹھہریا۔"

دکھار اندر مین پوسٹی پر سفری پٹھان طبع چہارم مسئلہ (۱۱۹۲ھ)

اندریش پوسٹی نے اپنی تصنیف "یوسف زئی" قحان اور یوسف زئی

پٹھان" میں ایک مضمون کے شکل میں یوں لکھا ہے کہ۔

بایزید یا بیرویشی۔ بایزید کا خاندان کانیکرام (دریش)

سے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا والد شیخ عبد اللہ گھوڑوں

کی تجارت کے سلسلے میں فغانستان سے ہندوستان آیا

وہ جہاں صریں مقیم ہو گیا۔ اس جگہ سلسلہ میں بایزید نے

جنم لیا۔ بایزید قابل توشیہ در علم و ادب سے خاصیت

وچس رکھتا تھا۔ اسے مختلف منابع کے علم کی صحبتوں

میں سمجھنے کا اتفاق ہو۔ وہ فطرتاً معن حکومت کے خلاف تھا

وہ تاحسہ ایک تحریک کا اہوا کیا جو روشنائی کے نام سے

سے یاد کی جاتی ہے جو بایزید پر روشنی پکارتا رہا۔ جیسے
مخالفین نے بعد میں اپنی تاریخ ۱۱۰۰ کے نام سے یاد کیا۔ پشتو
تحریر کو حقیقتاً اسی کی وجہ سے ترقی ہوئی۔ خود وہ عربی، فارسی
پشتو اور ہندوستانی زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ اور انہی زبانوں
میں اس نے تصانیف کیں۔ چنانچہ ایک کتاب مقصود المؤمنین
عربی زبان میں تھی تو خیر الدین فارسی، عربی، پشتو، اردو چار
زبانوں میں منظر عام پر آئی۔ کہا جاتا ہے کہ حالہ نامی کتاب
میں اس نے سب سے عادت کے ساتھ رموز قرآن شریف پر
ایسی بحث کی تھی کہ اس کے مخالفین بھی حیران و پریشان تھے
بایزید کی مشہور تصنیف صراط مستقیم ہے۔ دو پریر بحث
میں طبیعت وغیرہ کا تو کوئی خاص انتظام تھا نہیں، اس
وجہ سے بعض نسخے تقسیم کئے جاتے تھے۔ بایزید کے مخالفین
سے کتابوں کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا، اور آج ان
میں سے کوئی ایک بھی دکھائی نہیں دیتی، اور اگر حسن اتفاق
سے کسی ذہنی جگہ ان کے کچھ ادراک ہوں بھی تو وہ ابھی
"تک منظر عام پر نہیں آئے۔"

بایزید نے اپنی تحریک کو بڑی بہت، استقلال اور مصیبت سے پردہ
تھا۔ فن مناظرہ میں تو اس کا کوئی مخالف اسے شکست نہ دے سکا
حتیٰ کہ انھوں نے دروزہ جیسا شدید ترین مخالف بھی لکھا ہے کہ
"اے اے اس کے عقیدے، استدلال کے سامنے بے بس تھے۔ ہمیں
"عقل و عقل دلائل سے اس نے ترجیح کر دیا تھا۔"
فناں کے مختلف عقائد میں تحریک و دشمنائی کی ہمہ گیر مقبولیت
سے صاف ظاہر ہے کہ مذہب کے نام پر بایزید نے پختہ نوب کو

کوسے کی کوشش کی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ تباہی اور عداوت کی تمام اصطلاحات
کو عوام و خواص نے ایک نظم نظر انداز کر دیا۔ سب ہی پختہ کی حیثیت
سے اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ اطاعت میر کا صمیم نقشہ نگاہوں کے
سامنے تھا۔ اس سے گوشہ نشینی یا دنیا سے قطع تعلقی کی کوئی تعلیم نہ
دی تھی بلکہ ہر دکن تحریک مرد محبہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے مقلوں سے
نکری تو ان کے چھٹکے چھڑا دیئے اور اس کی یہ تحریک علیٰ قہر یوسف زئی سے
کچھ عرصہ تک نام کام ہو جاوے کے بعد بھی ایک زندہ تحریک کی حیثیت
سے دکھائی دیتی ہے۔ اس کی اولاد بھی اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے
مقلوں سے معروف ہو گئی۔

بایزید کو یوسف زئی، محمد زئی، آفریدی، واکر زئی، سنگت، حسین،
مہمند، مشنوری، واکر زئی، مختصر یہ کہ تمام فطن قبائل میں ہر دلعزیزی
حاصل ہوئی اور اس نے اپنی طاقت و ثروت حاصل کر لی کہ ہر طرف اس
کے منظم لشکر دکھائی دینے لگے۔ وہ مرنے مارنے کو بہت تیار نظر
آتے۔ اس کی مددائی جنگیں گورنر کابل سے لڑی گئیں، اور باختر
شکوہار کے قریب بارو کے مقام پر محسن خان محل جہیز کے ہاتھوں
شکست کھائی تو اس کے بعد بیہ ہونے کو مقام کلیانی علاقہ یوسف زئی
میں ششدر کے لگ بھگ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

بایزید سے عوام کی عقیدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ
مرنے کے بعد اس کے مرنے کے محل کی تلاش کو ایک مہینہ میں ساتھ لے
پہنچے۔ جسے گویا اس کا اقدس مزار مقدس کے کدھوں پر سوار کیا۔
بات آخر یہ کہ میں جب بایزید کا لڑکا شیخ عمر کو قتل ہو کر قتل ہو اور
یہ ثبوت مخالفین کے ہاتھ لگا تو انھوں نے دروزہ کے حکم سے اس کو
جلا کر اس کی ماکھ دریائے سندھ میں ڈال دی گئی تھی۔ لیکن دریش کے حکم

جسے کا حکم یا فتویٰ محل نظر ہے کیونکہ شریعت مددگار کی روشنی میں اس کا جو رد کھائی نہیں دیتا
آگے لکھا ہے کہ۔

”تحریک روشنائی کا انجام“

تحریک روشنائی اور اس دور کے حادثہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً یہ ایک سیاسی تحریک تھی جو مذہب کے نام پر شروع ہوئی اور اس ایک تحریک پر یک منحصر ہوتے ہوئے بعد میں ہر تحریک مذہب ہی کے نام سے چلائی جاتی رہی۔ مثلاً تحریک مہا پرین، تحریک مخالفت رومنٹ ایکٹ، تحریک بھرت، تحریک غلامت، تحریک آزادی وطن خدا کے مذہب کا رد و نام میں کوئی ایک بھی تو ایسی نہ تھی۔ چھوٹے مذہبی رنگ نہ دیا گیا ہو، مختصر یہ کہ اس تحریک کا مذہب نام لے کر لے کر مذہبی رنگ دیا ضرور دیتا وقت سے تھا۔ بے پردہ سنے اس سے فی البدیہہ اٹھایا اور پھر ان کو بحیثیت قوم منظم کرنے میں قابل ذکر حد تک کامیاب رہا۔

بانیہ خود لندین ٹیٹل ٹرس سے تعلق رکھتا تھا اور اسے عام طور پر ”بانیہ نصاریٰ“ لکھا جاتا ہے۔ درمیان لفظ نصاریٰ کے مذہب سے نہیں پتہ چلتا کہ جاتا ہے اور ان کا تعلق نصاریٰ کے مذہب سے ہے یا نہیں۔ لیکن بعض لکھنے والوں کا خیال ہے کہ بانیہ نے جو سنہ تو قید ارطرس سے تعلق رکھتا تھا یہ نام کے ساتھ انصار کے اضافہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے قریب مدبر شریف کی وجہ سے اہمیت حاصل کرنے کی کوشش

کی تھی۔ تحریک روشنائی ابتداً مذہب کے نام سے شروع ہوئی تھی اور یہاں پہلے مذہب کی حیثیت پر شریعت پروردگار کی تھی۔ اسے مغلوں کی شخصی حکومت ناقابل برداشت تھی۔ وہ اپنی قوم کو روم، لٹن اور حکمران دیکھنے کا متمنی تھا اور مصر اس کی پہلی نو ہشش رہی ہوگی کہ پٹھان جو ابتداً آزاد زندگی بسر کر رہے تھے۔ کسی کا حقوق فردی ریب گھلوانہ کریں مثل حکمران کسی ایسی تحریک کو برداشت نہ کر سکتے تھے خصوصاً اس حالت میں کہ خود مسلمان ہندوستان میں پٹھان اپنی ہستی منور ہے تھے۔ شریعت و سوری کے ہاتھوں تنگ آکر ہی وہ ملک بدر ہو چکا تھا۔ پھر یہ نظر غور کیجئے کہ ان کوئی ملک اپنی سلطنت اور اپنے اقتدار کو اس قسم کی تحریک کے جسم و کرم پر نہ چھوڑ سکتا تھا۔ مغلوں نے اس کا سبب ضرور ہی خیال کیا ورنہ یہی حقیقت ہے ان کیسے بے کار نہ ضروری تھا۔ اب مشکل یہ درپیش تھی کہ یوسف زئی عہدہ دار سے طاعت پر آمادہ نہ کئے جاسکے تھے اور جب بانیہ نے ان سے اتر و سرحد پیدا کر لیا تو اس قبیلہ کی طاعت اور مغلوں کی مخالفت کو اور بھی تقویت ملی۔ اس حالت میں مغلوں نے یہی حربہ استعمال کیا کہ مذہبی تحریک کو مذہب ہی کے نام سے روکا جائے کیونکہ عہدہ دار ہی میں اکثر مخالفین کو مذہب ہی کے نام سے پکڑ لیا گیا اور تھیں یہ روشنائی کے بعد تحریک مہا پرین اور تحریک آزادی وطن کو بھی باثریب سرور جاپنا اور انگریزوں کے مذہبی نمونوں کی آڑ لیکر ہی پکڑنے کیلئے تنگ و دو کی گئی۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداً اس تحریک کی مخالفت بعض

مخلص ملے اسنے جذبہ خدمت اسلام سے ہی کی ہدیہ کی۔ اس سے
 سے حکام نہیں کہ منہوں نے اس مخالفت کو ہوا دی۔ دیر
 کی سب سے ہوتی ہوئی۔ سیم و زر کی بادشاہی میں لڑائی کی حالت
 رہی۔ نتیجہ یہ کہ ہر گھر میں نفرت مونسے لگی۔ چند تباہیوں یا علی
 کی قیادت میں اس محرمیک کو کفر فریاد کا جامہ پہن دیا گیا
 اس کے دور رس نتائج کی طرف کسی نے ٹکونہ کی اور مذہب
 کے نام پر آنکھیں بند کیے۔ اس کوئی محرمیک کو پکھلنے کے لئے
 بگ دو دستہ شروع ہوئی جو حقیقتاً انہیں منظم کر کے ایک
 شیخ پر کھڑ کرنا چاہتی تھی۔ مذہب کے نام پر ایسی جنگ
 آئی ہوئی کہ عوام نے اسے موافق و مخالف میں تقسیم
 کر کے، اور طرفین خدمت اسلام کے نام سے ہی ایک
 دوسرے کے خلاف تیرد آراء نظر آئے۔

محترم کہ محبت و امن ظہر میں روشنائیوں کو شکست نہ
 دی جاسکی اور ان کے پیچھے کوہ دلائل دہر ہیں کے ساتھ
 ٹھہرنا مشکل ہو گیا تو مخالف پڑ بگڑہ کو وسعت دینے کے
 ساتھ اس کا استعمال بھی شروع ہوا۔ اب مسلمان کے
 ہاتھوں مسلمان قتل ہونے لگا۔ اور دونوں پر مقتولین
 کو شہداء کے تقدس ناموں سے پکار رہے۔ بیکہ یہ ہوا
 کہ مخالفین کا بیڑا بھاری رہا۔ روشن خیول کے پاؤں اکھڑ
 گئے تو وہ اس علاقہ سے نکل کر آفریدیوں میں چلے گئے جہاں
 اسے ہمہ گیر حمایت حاصل ہوئی اور آفریدی، وگور، وگور، وگور
 خیل، اور گورنی اور ہنگش وغیرہ سب ہی ان کی پشت پناہی
 کر رہے تھے۔

باغیہ کی وفات پر قیادت شیخ عمر کے ہاتھ آئی۔ باغیہ کی فوج
 مکمل جانتے پر منہ مقاصد کی پیروی ہوئے لگی۔ اب بعض
 یوسف ریوں میں بھی منہوں کی حمایت کے جذبات پمد ہوئے
 وہ اگرچہ عام طور وہ منہوں کے طرف ورنہ تھے تاہم ان کی
 حرکات و ران کا عمل منہوں کے لئے مفید ثابت ہونے لگا
 ان حالات میں بھی باغیہ کے بڑے شیخ عمر و اس کے بھائی
 اسے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چٹان کی طرح اس
 محرمیک کی حمایت میں کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے اتحاد
 مدت کی محرمیک کی پیروی میں کوئی کسر باقی رہے نہ دی۔
 لیکن اب علاقہ یوسف زئی میں ہی مدت اس قدر شدت اختیار
 کر چکی تھی کہ ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ انہوں
 نے اس جنگ وہ میں متعدد جنگیں لڑیں اور مقامی روایات
 سے یہ چلتا ہے کہ آخری قابل ذکر معرکہ ایسی حالت میں ہوا
 جبکہ باجاء یعنی اور کوٹ کے درمیان دو شتاہوں کا کیمپ رہا
 یہ وہاں زئی متہذ کی سرکردگی میں مصعب تھے تو میضین نے
 انہوں کو دیر کی قیادت میں موضع جھٹلا، بوتہ، مینی اور گور
 میں لڑے ڈاسے پڑے تھے۔ یہاں امیر نامی پیراڑی پرکالی
 عرصہ تک شدید جنگیں لڑی گئیں جس میں روشن خیول کو شکست
 ہوئی تو وہ بہتر روخان دیر موضع باڑہ چلے گئے۔ اس جنگ
 روشنائیوں کی طاقت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے
 کہ مذکورہ جنگوں میں اپنے مرے واسے ساتھیوں کی وہ نہ
 اہمیانان تجزیہ و تکفین بھی کرتے رہے اور ان کا ایک بڑا مقبرہ
 اس وقت تک موضع باجاء کے مشرق وریضی کے قریب مصعب

میں دکھائی دے رہا ہے۔

مصلوب ہوتا ہے کہ موقع ہارے ہو تو پنی سے مشرق میں کوئی دو میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ آخری جنگ لڑی گئی۔ وہ یہی فیصلہ کن جنگ تھی جس نے اس علاقہ سے تحریک و دشمنی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا تھا۔ بائزید کے چاٹل کے اس جنگ میں شریک بنائے جاتے ہیں۔ اس جنگ میں تین وہ تیر حصہ قیدی ہوئے۔ رلی کی دیلی تاج امانیل سویرنی نے یہاں کی قیادت ملک حمزہ خان کر رہے تھے۔ جب روٹنا یوں کر ٹکسٹ ہوئی تو بائزید کے لڑے لڑے شیعہ کو قتل کر کے اس کی لاش کو جوں دیا گیا۔ وہ تیر بیڑن ایک ساتھ تھی سمیت دریائے سندھ میں کود کر ترمید کے راستہ پر رہ چاہے لیکن ان کا شاہ عہد بہرہ تھا۔ یہ دونوں ولزاکوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تیسرے مورایون نے بھاگ کر خطر کی راہ لی تو وہ مخالفین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ پھر تھو لہو عمر جلال پانی امحرفہ جلد جنگ میں لڑی ہوئے کے بعد دیانے سندھ میں کود گیا تھا لیکن ایک میل دھانے کے بعد یہ پور کے پاس مخالفین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اس کی عمر اس وقت ۱۰۰ چودہ برس بیان کی گئی ہے۔ وہ عاک خیال یہی ہے کہ وہ نوجوان و عرصہ بھروسہ سے مخالفین کے ہاتھوں قتل ہوئے جو و قیدی کی حیثیت سے اس کو عظم کے ساتھ پیش کر دیا گیا۔

بائزید کی لاش کو ایک تابوت میں اس کے لڑکے مورایون بائزید و بیہ ساتھ سے پھرتے تھے۔ اس جنگ میں وہ بھی مخالفین کے ہاتھ لگا۔ اور بائزید کے عہد ان کی عورتیں بھی قیدی

کی حقیقت میں نظر آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ خون درونہ کی حدیت سے اس لاش کو اندر آتش کرے ہر سے کہ دریا کے سندھ میں پھینک دی گئی اور بائزید کی اہلیہ ایک ڈوم اور بیہوش کے حوالہ کر دی گئی تھی۔

جذائے گمر تہرہ ہونے پر خور یوسف زینوں کے ہاتھوں اکبر کے سامنے پیش کئے جانے، ذرا خون درونہ کے اس موقع پر بائزید کے لاش کو اندر تش کرنے کے حکم پر غور کرنے سے پتہ چل سکتا ہے کہ اس وقت ہو کا روح کس طرف تھی اور مثل کس حد تک پٹھانوں میں مدد کے نام پر مخالفت پیدا کرے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ یہی موقع تھا کہ اکبر نے دریا کے سندھ کے کنارے مشہور قلعہ کی تعمیر شروع کر دی۔ جو مشہور میں سرحدی استحکام کی شکل میں دکھائی دینے لگا۔ جس کے بعد اکبر نے یوسف زینوں کو پکھنے کیے مار مار کر کس کی بس کا ذکر ہی ورتی کسی دوسری جگہ درج ہے۔

عہد سلطنت میں اکبر عظم کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو یہ کو مخالفت قیدی اسے زندگی بخش چکا تھا۔ اس نے بھی اس کی نوعمری اور خوبصورتی کی وجہ سے اسے معاف کر دیا، اپنے پاس مقیم رکھا اور اس طرح اسے اسے رام کو پیا لیکن عہد اپنے باب کا سامعہ وار دہرکتا تھا۔ وہ شامی دربار کی زندگی حقیقت نظر بند تھی رشتہ کر سکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عہد ہی دربار اکبر نے بھاگ کر آکر مدیوں کے پاس عہد تھی۔ جہاں اسے قیدی دادرئی

مہمند صہب، وکرکری، در سنگش نے ہنگاموں پر بیٹھایا
اکم عظیم کے حکم سے جب ان سنگھ کاں پہنچے تو مدد سے
مت و ہر حمد کرتے ہوئے وہاں کے گورنر کو قتل کر دیا۔ خود
ان سنگھ نے جب اس کے خلاف اقدام کیا تو علی مسجد میں
محسور ہو کر بمشکل تمام ایک سے مدد پہنچنے پر دلاں سے
نکل کر پشاور پہنچی۔ محقق یہ ہے کہ عداوت دوسرا لڑی سے
نکل کر عدالت سے تفریق چور میں مقیم ہو جانے کے بعد اپنی
زندگی میں اکم عظیم کو تمام نہ پہنچے دیا۔

اکم عظیم مسلسل اس تحریک کو مٹانے اور اس کو
سکوت رکھنے کیلئے قدامت کرتا رہا۔ قتل و خونریزی میں
کوئی کسر باقی رہنے نہ دی گئی بلکہ شہر میں بہ تعداد
کثیر روشتہ دار مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔ ان کے اس موقع پر
بھی مغل شکر عداوت کو گرفتار کر کے اس کا سر ہار کر چہ
اس کے اہل خاندان اور اس کی اہلیہ گرفتار کر لی گئیں۔ اس
شکست عظیم کے بعد بھی اس نے ہمت نہ ہاری وہ مسلسل
اپنے مزاحمت کی تکمیل کیلئے مصروف عمل رہا حتیٰ کہ شہر
میں اس سے عمرانی برقعہ کر دیا۔ اس شکر میں تو وہ اندھا دیکھ
رہا تھا۔ لیکن چانک ایک اتفاق چل جانے والوں نے
اس کی زندگی کا فائدہ کر دیا تو تحریک روشتہ دار کی قیادت
اس کے بھتیجے احمد دس شیخ عمر کے ہاتھ لگی۔

احمد دس شیخ کسی طرح اپنے باپ اور دادا سے عظیم
و رادہ میں پسندیدہ ثابت نہ ہوا۔ اس کی اہلیہ جلالہ کی دختر
تھی جسے اپنے باپ کی وراثت میں خوبصورتی و سببیت

ہجرات اور بہادری سب کچھ مل چکا تھا۔ اس بہادر خاتون
"بی بی الہی" نے اپنے خاوند کے ساتھ مل کر شکر جمع
کیا اور اپنی طاقت جمع کر لی کہ جہاں ان کے گورنر کا بن خمد بیگ
مقابلہ کی ہجرات نہ کر سکا۔ بالآخر شہر میں مغلوں کا
شکر عظیم اس طاقت کو ختم کرنے کیلئے تیرہ کی طرف لگا۔
مغل کمانڈر میرٹ خان مع کثیر ساتھیوں کو قتل ہوا۔ بہادر
احمد و اس کی بہادر بیوی الہی کے ہاتھ یہاں شکر
جاری رہی۔ کوئی چھ سال بعد کوٹ کے جنوب کی طرف
احمد و پہاڑیوں کے ایک مورچہ سے دوسری طرف جاتے
ہوئے مارا گیا تو اس کا سراور اس کی آنکھ ٹھکی گئی۔
میں اس وقت جہاں ان کے پیش کی گئی۔ جبکہ وہ کابل کے
روادہ ہو رہا تھا۔

خاوند کے قتل ہو جانے پر بھی بی بی الہی مغل
پر دہلی رہی اور اپنے بیٹے عبدالقادر کو ساتھ لے کر اپنے
سہیلیں کیلئے مصروف عمل نظر آئی۔ تھوڑے عرصہ بعد
جہاں ان کی وفات پا گیا تو وہ جہاں کے عہد سلطنت میں مطلقاً
نے بڑی شدت سے روشتہ داروں پر حملہ کر دیا لیکن بی بی الہی
اور عبدالقادر کی قیادت میں اس بہادری سے جنگ لڑی گئی
کہ میدان روشتہ داروں کے ہاتھ رہا۔ عہد سلطنت میں پھر
حالات نے کچھ سا بدلتا دکھایا کہ خود قزاقوں میں رقابت
پیدا کر دی گئی۔ بی بی الہی جو شکر کے فائدہ پر تری تھی
اس خوف سے کہ کہیں امدادی قبائل وقت پر مغلوں کی
حمایت شکر شروع نہ کریں۔ اپنا مشکر سے واپس تیرہ کی طرف

جن دی۔ یہ حالات کو اپنے موافق نہ دیکھ کر اس نے نفی
کمانڈر کے مشورہ کو قبول کر کے ہلوائے اپنے آپ کو بعد
عہد نقاد اور اپنے بھائی رنجیدہ مان کے اس کے حق نہ کر دیا
شد بچہ بننے بڑی عزت و احترام سے باریاب کیا۔ اللہ بعد
میں دکن میں انہیں مقیم کر کے کورونہ کر دیا تھا۔ عبدالقادر
تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنی طبعی موت مر گیا۔ شاہجہان نے
دشنامیوں کو عزت و احترام سے رکھا بعد میں قید مان
فرخ آباد کی طرف جا مقیم ہوا۔ درشتہ میں اس نے وہیں
فرشتہ میں کو بیٹا کیا۔

اس طرح اس منظم تحریک کا خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ
اس کے بعد بھی آئندہ بڑے اور کمزور نے ایک عرصہ تک
اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ آٹھ لاکھ روپے
کے آمد ریسرور۔ مونسرہ کر قیدی کے ملک یوسف کا نام
آج بھی قیدی گیتوں درتوروں میں سنا جاتا ہے۔ تحصیل
صوابی میں جس درہ علاقہ حٹک میں چوڑے کے قریب
جدار سرور تک کی دو مشہور پٹیاں ہیں جدیدہ اور کابہ
نہی روشہ ہوں کی یادگار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بارید نے اس تحریک کے ذریعہ
بیٹوں کو اپنے وطن کے تحفظ کیلئے متحد و متفق کرنے کی
سچی کوشش کی تھی اسے اس میں بڑی عذرا کامیابی ہوئی۔ اور
اگر خود اصف ہوں میں مذہب کے نام پر اختلافات پیدا نہ کر کے
جاسے یا وقت کے قائلین و عمدا موقع کی ہوسیت و نزاکت
کے پیش نظر جنگ دہوں و اختلافات کو ہوا دینے اور

مغفوں کی حمایت یا مخالفت کی شدت میں ایک دوسرے
کا گدہ کاٹنے سے سخر کر کے تو مارلی مڑتھا کرتا مرغ پند کے
اور اسی ان عبادتوں سے کیلئے مختلف رکھائی دیتے جو اس وقت
نظر آ رہے ہیں۔ یہاں ہمہ آج کوئی موافق یا مخالف اس سے
کار نہیں کر سکتا کہ پٹھانوں میں اتحاد اور حکمرانی کا جذبہ
بھرنے میں اس تحریک نے عیاں کام کیا اور سہی جذبہ کا
شر یا شیخ احمد شاہ پری کی بادشاہت کے قیام میں نمودار ہوا
نہت ہوا جسے ایک مخالف انگیزہ بھی ہوں تسلیم کرتا ہے کہ
”بارید و دشنامی پٹانہ نام چھوڑ گیا۔ در اگرچہ قبائلی
مخالفت کا طوفان علاقہ یوسف زئی میں اس کے خلاف چل
رہا تھا۔ پھر بھی اس کے بیٹوں اور چوڑوں نے بہادرانہ
مضبوط قبائلی حمایت جمع کر لی تھی جس سے سادہ ساں تک
ان کے جذبہ آزادی کو زندہ رکھا اور جس نے اکبر اور جہانگیر
کے اس علاقہ پر کنٹرول کر کے تمام اردووں کو ناکام بنا
دیا تھا“

اور پھر تاریخ ہند کا مصنف مسٹر ونڈسٹ سمجھتا ہے کہ
”اس وقت حرقہ دارانہ جذبات ابھارے گئے تو
بعد میں ان کے مذہبی رنگ کا تاہم پڑھا ضروری تھا۔ پھر
بھی وہی قبائلیوں کے شدید جذبہ آزادی کو قائم رکھنے کا
باعث رہا۔ اور انہی کی وجہ سے فساد قبیلے بڑی حد تک
اپنی آزادی کو اس وقت قائم رکھے ہوئے ہیں“

حاصل مصالحہ

مولوی خالص احمد مرحوم یوسف زئی (ہوٹلی زئی) میں دولت رانی کی
قوی شاخ شیر پاسے منڈی زئی سے نسلی تعلق رکھتے ہیں اور ان کا
خاندان بونیر کے موضع کھپانی میں کئی پشتوں سے قاضی گھرا رہا
ہے۔ گایان ہے کہ :-

”انہوں درویش کی تصانیف سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اور
ان کے ساتھی یا تو عظیم حقیقت سے محروم تھے یا پرتو ایک کی
دشمنی کے سبب پختون قوم کو بدنام کرنے کی سعی میں مد
سے تجاوز کر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے بعض مقامات
پر قرآنی تعبیرات کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور ملک طاعت و
حضرت داؤد کو بھی بے دماغ پھولا حتیٰ کہ وہ حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف ذکر سکا۔ ملاحظہ ہوا انہوں درویش
کی تصنیف مذکورہ اہل اسلام میں اسوال و جواب
اعمال ” کہاں سے فرزند ارجمند ” کہ انہوں نے ذہن بہتر
یعقوب اند ۔ ۔ ملک طاعت نے حضرت داؤد کو جاہلیت
کے قتل کرنے کے بارے میں ہدایت کی تو حضرت داؤد نے
طاہر سے کہا کہ اگر میں طاہر کو قتل کر دوں تو تم مجھے
اس کے قتل کے عوض کیا دو گے ؟ طاہر نے جواب میں
کہا کہ میں تم کو اپنی باوجود اس سے نصف ملک دوں گا اور اپنی
بیٹی بھی تم کو نکاح میں دوں گا۔ حضرت داؤد نے جب
جاہلیت کو قتل کر دیا تو طاہر نے اپنی بیٹی کو حضرت داؤد
کے نکاح میں دیدی لیکن نصف ملک اپنی باوجود ہی میں سے

دینے کا وعدہ پورا نہ کیا اور بے وفائی کی۔ اس وجہ سے داؤد
میں دشمنی پیدا ہوئی۔ طاہر نے حضرت داؤد کے قتل کا
ارادہ کیا۔ طاہر کی بیٹی نے جو داؤد کی روتھی۔ حضرت
داؤد کو مطلع کر دیا۔ رات کو داؤد نے پانی سے بھری ہوئی
ایک مشک اپنی چادر پانی پر رکھ کر اسے چادر سے چھپا دیا تاکہ
معلوم ہو کہ داؤد اپنی چادر پانی پر سوئے ہوئے ہیں۔
رات کو داؤد قتل طاہر نے آکر ملوار کا پاتھ مارا۔ مشک کے
دھوکے سے ہو گئے۔ اور پانی بہہ گیا جیسا کہ بدن سے خون
رکتا ہے۔ مردم فد میں اسی طاہر کی نس سے ہیں۔
ور طاہر کی طرح ہمیشہ وعدہ خلاف اور بیوفار ہے ہیں۔
اس کے برعکس قرآن کی سورۃ بقرہ بار دوم میں ملک
طاہر کے بارے میں یوں درج ہے کہ :-

وَمَا كُنَّا بِمُعَاقِبِيهِمْ لَئِنِ اسْتَفْتٰهُمْ فِيْ شَيْءٍ لَّيَقُوْا

فِي النِّسْبِ وَالْحِسْرِ

یعنی اپنے ہی کے ذریعہ بنی اسرائیل کو منی طلب کر کے اللہ فرماتے
ہیں کہ تم سب میں سے طاہر کو پسند کر کے برگزیدہ و شرف
جنا کر۔ رات ہی کیسے نامزد کیا اور وہ علم و تقابلیت اور جسم میں
میں تم سب سے اچھا سمجھو اور مدح و مودوں سے
بے غور فرمائیں کہ جس شخص کو خدا نے پسند اور نامزد
کیا ہو تو اس سے اس قسم کی ناہمیا حرکت کیسے صورت ہو سکتی
ہے۔ یہی حقیقت ان یہودیوں کی من گھڑت کہانی ہے جو
ملک طاہر کو نہیں پسند کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت
داؤد کے متعلق مذکورہ غلط بیانی ایک نبی کی تو ہیں ہے۔ یہ

ہات نشان نبوت کے خلعت ہے کہ ایک ہی خدا کے راستے میں جہاد کو دنیا کے لالچ و رکس عوض کی خاطر کرتا ہو۔ اللہ کے پر نبی نے جس کا پیغمبر کو کیا تو سب تھے ہی یہ بھی کہا کہ میں تم سے اس کام کے بدلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ میرے عوض درابہر خد کے پاس ہے۔ (انما انجو حجت الا علی الذلہ بحضرت داؤد) حبیب پیغمبر اور ایک کافر بادشاہ جالوت کے قتل و جہاد فی سبیل اللہ کے عوض دنیاوی پادشاہت میں شہرت یا نصف ملک اور عورت کو لٹوں کرے۔ نعوذ باللہ

یہ راہ کرلو میری بہتر گستان است

خون دروینہ آگے اسی مضمون میں لکھتا ہے کہ ۱۱ "حضرت رسول اللہ نے اسلام کے متبع مختلف بادشاہوں اور قبیلوں کو دعوت نامے بھیجے تھے۔ آپ کی خدمت میں مختلف ولود آئے تھے۔ ان میں ایک ولود افتخاروں کا بھی تھا جو ۱۰ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ سب ایمانی تھے اور جب یہ اپنے وطن واپس گئے تو ان کے اثر سے تمام لوگ ایمان لائے یہاں سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کو ان کی صدق پسندی کی اطلاع ہوئی تو حضرت نے انہیں اپنا نشان پرو کیا۔ قحطان خدمت اقدس میں حاضر ہو کر محاربوں میں شریک ہوتے رہے اور جہاد میں خوب حصہ لیا۔ ایک دن حضرت کی بہان مبارک سے ملکا کہ روز کیا مرت سب قحطان دوزخ میں جائیں گے۔ جب حضرت کی یہ حدیث انہوں نے سنی تو سخت پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہاں سے دور نکل جا میں کسی نے قحطان کی سریرشانی کی خبر حضرت

کو پہنچی حضرت نے انہیں منی طلب کر کے فرمایا کہ میں نے یہ بات تمہارے متعلق نہیں کہی ہے بلکہ جماعت اور بد شہما یعنی تمہاری دود کے متعلق کہی ہے۔ وہ تم سے بد میں ہوں گے۔ کیونکہ وہ جہاد میں حصہ لیں گے۔ اور اس نے کہ وہ بادشاہ کی فرمانبرداری سے انکاری ہوں گے۔ یعنی بادشاہ سے سرکشی ہوں گے اور اس کا حکم نہیں مانیں گے نا محمد بن خود مددہ لگائیں کہ حضور اکرم سے ایک مرتبہ افتخاروں کو تود و زخی کہ ورجب وہ حضرت کے سامنے آئے تو حضرت نے اپنے کپے سے ہتھکڑی ہونے۔ کہا حضرت ان سے ڈرنے یا جھوٹ بولتے تھے۔ نعوذ باللہ! پرگڑھیں۔ دوسری بات یہ کہ دنیاوی کی پیدا ہونے دی اور دوزخوں میں اس کے حیات میں ایک ہر رساں بد مفرد کے دور میں ہوگی۔ پھر کسی گناہ کے کرے کے کیسے کیسے دوزخ کا حکم صادر فرمایا۔ کیا اس خطر سے کہ پتہ نظر کہ وہ بادشاہ سے نافرمان ہوں گے۔ اور کیا حضرت رسول اللہ بادشاہوں کے ملے بند گاہن خدا کو علام اور با بدار بنانے کیسے مبعوث ہوئے تھے؟ یا وہ رحمۃ اللہ علیہ بن کر آئے تھے۔ اور پھر دوزخ کا حکم اس قوم کیسے جو مجاہدوں کی اور دہو اور ان میں ہنزدوں، ماکھول کی تعداد میں علماء، مشائخ و اویہ اللہ اور بزرگان دین پیدا ہوں اور تسامحت دین سدوم اور جہاد فی سبیل اللہ میں جہاد کو نشان رہے ہوں و بادشاہان بھی اس قسم کے کہ وہ صرف طور سے خدا کے مہمانی ہوں یا وہ ہمایوں اور اس کے بیٹوں مرزا حکیم دانی کمال و شہنشاہ کاکر

جیسے ہوں جن کے کردار کسی سے برتر ہے۔

حوں درویش کے بتناق بیان سے کہ قنن و لا دہتر
یعقوب اور بنی اسد میں اور نیز یہ کہ قنن بطور وفد جا کر
مسلمان ہوئے، ہم اتفاق کرے ہیں۔ لیکن حسب کی طرف
یہ روایت منسوب کرنا کہ لغات دودھی ہیں، حضرت نبی کریم
عید مضوۃ والتسلیمات پر سر ہوتا ہے۔ یہی کوئی صحیح
حدیث تو کیا کوئی روایت دوسرے موقوف نہیں۔ مخرج حدیث
کی کوشش اور تصدیق و التصدیق پر بہت ہی طرزی صرف
اس غرض سے ہے کہ منقل با وشد چوں کیلئے مذہب کی آڑ میں
راہ ہموار کی دے۔ اور یہ مقصد شاید اُس کے خیال میں تب
پورا ہو جاتا کہ وہ حضرت پرافتر اور جھوٹ ہاندھے اور شاید
اُسے اس مشہور حدیث کے متعلق غیاں رہا ہو کہ اگر کسی
نے قصہ حضرت پیر جھوٹ ورافتر باندھا تو اُس نے اپنے
سے دور رخ میں جگہ حسریں۔ تنبیہ حوں صاحب دور رخ سے
اس بے خوف تھا کہ اُس کے زعم میں بہت دور رخ کا
غلبہ اُس کے پاس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی اس کا
کوئی ہم خیال فوت ہو تو اُس نے کہ بہت صحت صدر اور بدتر
کے بے کہا کہ بہ دور رخ رسید، گویا کہ وہ میت کے ساتھ
حاکم حنت یا دور رخ میں سے داخل کر کے واپس آیا ہو۔

من کذب علی اثبت ذلک مقصدہ من انذار

انہوں درویش صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ۔

”جب کبھی حکام اسلام کو ان پر دسترس حاصل ہو تو وہ ان
پٹھانوں کے مردوں کو قتل کریں، ان کی مستورات کو لوٹ لیں

جائیں اور ان کے مال کو مٹاں کھڑکھ میں
مردوں کو قتل دیا جائے تاکہ کون نہیں مسلمان نہ ہو
سے

ایک دربارت قابل عو ہے۔ وہ یہ کہ قنن دربارت
کرتا ہے کہ جو کوئی شخص سے آپ کو مؤمن کہے وہ تم پر سزا
کے ترمیم اس شخص کو یہ مت کہو کہ ”سنت اوم“ یہ بھی
تم مؤمن ہیں مگر لیکن حد کے اس حکم و ہدایت کے باوجود
حوں درویش سے صحت سے مسلمان لوگوں کو طعوب در کالہ
کے نام سے یاد رکھ سے حالانکہ وہ لوگ اپنے آپ کو مومن
کہتے تھے۔ اگر مقرر میں کہے کہ وہ جھوٹ سے اپنے آپ کو
مومن ظاہم کرتا ہے تو کیا معنی ہے، یہ کامیاب کیا تھا
”ہذا شفقت لہ“ تعجب یہ کہ حوں درویش دربارت
سے سامعی شمس میں وقفوں کے ساتھ مغل حکمرانوں سے
دو قدم آگے تھے۔ اگر مغل حکمرانوں نے کبھی سر دے میں
کوئی ایسی کی تو ان سامان نے بدشاہوں سے مانگی تھی
کہ ابتدا دربار کالہ میں حسب امر یہ کوہ میں راجہ کے
کابل کے قیام میں اس کی مجلس میں اس کے پاس پوچھ پچھا
درمیانہ کے ساتھ مغل حکیم بادشاہ کابل کے حکم سے پیش
کیا گیا تو حوں سے مباحثہ کیا اور اُس سے حوں نے
حد فیصد اس کے حق میں دیکھ کر دیا کیا گیا تو انہیں درویش
نے اس فیصلہ پر ناہنگی ظاہر کی اور کہا کہ اسوں نے قتل
کرتے کا حکم کیوں صادر نہیں کیا۔ اسے طرح اکبر بادشاہ سے
نا مانگی کا سبب بھی صرف یہ تھا کہ اس نے جلا کو قتل نہ کیا

اور اسے رمدہ چھوڑ دیا۔

۵۰ یتیم میسر کہ سلطان ستم بد دور
رند شکر پاشا ہزار مرغ - سیخ

خلاصہ یہ کہ تیہیں پر واضح کرتا ہوں کہ میں بائرنڈ کا مرید
سرگز نہیں ہوں اور نہ مجھے اس سے کچھ غرض ہے کہ وہ میر
روشنی تھے یا یہ تاریک۔ وہ مجھے اس کی صفائی مقصود ہے
بلکہ انہوں نے اس بات کی ہے کہ خون درویدہ و عہد کے سیاسی
اختلافات کے سبب سے اسے انہوں نے کلمہ چپ کا رنگ دیا تھا
ہزاروں کی تعداد میں قید یوسف رلی کے سادہ لوح اور بے
لوت لوگ نہ چار طوط پر قتل سونے میں اختلافات پیدا
کر دیے گئے۔ درپس میں لڑوایا، حتیٰ کہ وہ اسے کوزہ
کے گئے کہ جس بادشاہ کے راستہ ہموار ہو رہا تھا اور
اس کے گئے کے وہ منتظر تھے وہ آپس میں در یوسف رلی
کے رنگ پر مشغول رہا اور جگہ جگہ بناسے اور قتل
ویرت کر کے علاقے کو تباہ و برباد کیا اور گدہ گدہ مینہ
ناسے وریسا کوئی شخص رمدہ در درگیر سے نہ بچ سکا جس
سے کبر بادشاہ کو بنے زعم میں خلعہ ماحق ہو۔ قلعہ لنگ
وہی نہوشہرہ در قلعہ پشاد و دیگرہ افغان قیدیوں سے ہم
دیے گئے۔ امد تباہ کر ڈالا بھوک سے لوگ چھڑا اور گھاس
کھانے لگے۔ بچوں کو بھوک اور اس کی سبب مسموم دموں
میں بیچے گئے۔ غرض اتنی تباہی ہوئی کہ کھنے سے جی بگھرتا
ہے۔ یہ بڑی دیروں کا ذکر حزن درویدہ نے خود بھی کیا ہے
یہ سب کچھ صرف اس ہرم میں ہوا کہ انہوں نے مغل بادشاہوں

کے دشمن بائرنڈ کو اپنے ہاں مقیم کر کے دوست بنالیا تھا۔
اور خود اس کے حامی بن گئے تھے۔

العرصہ یہ سب کچھ حوالے سے بعد قید یوسف رلی کو
ہمکش آیا اور سخت پشیمان ہو گئے۔ حد کے حضور میں دعائیں
مانگیں و دے، عاجزی و توبہ کی توبہ شکل توبہ منظور ہونے
کے بعد حد کے فضل و کرم سے وہ درویدہ منظم ہو کر اکبر پاشا
کے خلاف سخت ہت و ت کر کے بہت تکلیفوں کے ساتھ اپنے
دشمن کو اکبر کی فوجوں اور اس کے اثر سے خالی کر دیا۔ حزن درویدہ
بھی چند ساتھیوں سمیت یہاں سے شکستہ ہو کر پٹ پٹ اور
میں درویدہ منظم ہوئے۔ بچوں نے درشتہ اجل
کو نیک کہا اور دہلی وطن ہوئے۔

یوسف رلی کی تحریک روشنائی میں دوبارہ شمولیت۔ مغل درباری مؤرخین
کے مطابق مہموی ذکا و اللہ دہلوی مصنف تاریخ ہندوستان
ص ۱۸۸۱ قوال اکبری میں مشہدہ اکبر کے حوالوں کا ذکر کرتے
ہوئے لکھتا ہے کہ۔

۹۹۹ھ میں جلد روشنائی مغل سپاہ سے جہاں لنگ
ہو تو وہ تیرہ ستر یوسف رلی کی ہنگامہ میں چلا گیا اور انہوں
سے اس کو اپنے ہاں جگہ دیدی۔ روشنائی افغانوں اور یوسف
رلی نے مل کر آدہ چکار ہوئے۔ اوسے لگیا کہ وہ محمد رلی
بھی روشنائی افغانوں اور یوسف رلی کی ہم داستان ہو گیا ہے
وہ بگڑے م کے نہ دیکھ محمد علی تیرہ ان کے دیکھے پڑیں تاکہ اس
تمام ملک پر ان کو طبع ہو جائے۔ کچھ عرصہ کے بعد چلا۔ پھر
تیرہ چلا گیا اور یہاں علاقہ یوسف رلی کی پاسا قائم مقام اپنے

تویش وحدت علی کو چھوڑا۔ وحدت علی جلا کے ٹھوس نے
یوسف زئی کی مدد سے ۱۸۱۶ء میں قلعہ کشن اور کچھ حصہ
کانوروں کی ولایت کا بھی فتح کر لیا تھا۔
الغرض

بائزید سے اتنا شکوہ نہیں ہونا چاہیے جتنا کہ انہوں نے دیدہ
اور ان کے ساتھیوں سے، کیونکہ یوسف زئی ان کو اپنا بیٹا خواہ
اور وہ بھی پیشوا سمجھے تھے۔ لیکن "ہرج باہا کر دیاں آشکارہ"
اس کے برعکس بائزید نووارد اور باہر ملک کا آدمی تھا۔ چونکہ
بائزید منغل اقتدار کا دشمن تھا۔ اور قبیلہ یوسف زئی کے لوگ
بھی منغل دشمنی میں آگے آگے تھے۔ لہذا دونوں کا دشمن
ایک اور مشترک ہونے کے سبب یہ آپس میں دوست بن
گئے اور دستور ہے کہ دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔
اس وجہ سے یوسف زئی نے اُس کو اپنے یہاں قیام کے لئے
جگہ دی۔ یوسف زئی کیلئے اس کی موجودگی کی وجہ سے
مغلوں سے اپنے علاقے کی حفاظت کا کام آسان ہو گیا۔
اس وجہ سے یوسف زئی بائزید کے ساتھ چاہ اور محبت سے
پیش آئے تھے۔ یوسف زئی نے بائزید کو اپنے ہاں قیام کے
موقع کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔ اس پر یوسف زئی کا کوئی
احسان نہیں، کیونکہ پٹھانوں کا دستور ہے کہ ان کے ہاں کوئی
آئے یا ان کے ہاں کوئی سکونت پذیر ہو یا ان سے کوئی پناہ
مانگے تو اس کی حفاظت ان پر فرض ہو جاتی ہے۔ اس لئے
بائزید سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔

ابہ انہوں نے درپردہ اور اس کے ساتھیوں سے شکوہ

بے جا نہ ہو گا۔ اس لئے کہ انہیں کو یوسف زئی سے غیر وطن
سے آنے پر آباد کیا۔ ان کو ذریعہ زمین دی، سکونت کیلئے
مکانات دیے۔ اور اس سے بڑھ کر ان سے رشتے جوڑ لئے
انہیں اپنے دل کے ٹکڑوں سے لوارا، انہیں اپنا بزرگ
سمجھا، ان کی عزت کی، ان کا حوصلہ بڑھایا، ان پر مکمل اعتماد
کیا، ان کے رزق اور ذریعہ معاش کا انتظام کیا، انہیں
ہمیشہ عزت کے مقام پر بٹھایا۔ انہوں نے اس کے ہا وجود
ان کی زبان سے، ان کے قلم سے اور ان کے لعن و طعن سے
کوئی پختون محفوظ نہ رہا۔ انہوں نے "از راست کہ بر راست"

سے پوری دنیا چلے خورشید و بارش یوسفی
چلے لعل و زلف جاناں بہ ویرا نالیدہ

پٹھانوں کے اعمال

اس خیال سے ہو گئے نہیں کہ میں پختون ہوں بلکہ حقیقت بھی یہی
ہے کہ پختون کے وہ برے اقوال و اعمال جو انہوں نے درپردہ صاحب نے اپنی
تصانیف میں پختونوں سے منسوب کئے ہیں، قطعاً غلط، بے بنیاد،
بے سرو پایا اور سراسر افتراء ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس افغان وعدہ کے تحت
پابند خوف خدا سے ان کے سینے معذور، دین اسلام کے شہدائی، مجاہد
مظلوم کے حمایتی اور ظالم کا ہاتھ پکڑنے والے، صاف گو، ایسا زارہ
پکے مسلمان، امانت دار، دوستی میں مخلص، احسان و بخشش اور درگزر
کرنے والے، آزاد زندگی گزارنے کے عادی اور غیر محکومیت سے
نا آشنا اور اپنے علماء و مشائخ اور سرخیلوں کے فرمانبردار تھے۔ الغرض

اس اشخاصی قوم میں وہ تمام خوبیاں اُس وقت بھی موجود تھیں جو ایک کامل انسان اور صمیم مسلمان کیلئے ضروری ہوتی ہے۔

”ولیکن قلم در کف دشمن است“

ان کے دشمن ان کی خوبیوں پر پردہ ڈالنے اور سیرت کو بگاڑ کر پیش کرنے کا کام کرتے رہے۔

یاد رہے حسن خلی ”تباہی افغان ملتان“ میں افغانوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”پٹھانوں کی زندگی دشت کی طرح سادہ اور پہاڑوں کی طرح عظیم ہوتی ہے۔ وہ اپنی دنیا کے آپ بادشاہ اور غیر کی طاقت سے ناہم نشا ہوتے ہیں۔ ہتھیار سے غیبت اور عورت کی نسوانیت کی حفاظت ان کا وصف خاص ہے۔ مذہب اور عزت کے معاملے میں سر سے گزر جانا ان کا جوہر مردانگی ہے ان کی مہمان خواہی اور دوست داری ضرب الشل ہے۔ محنت اور غیرت ان کے خوں میں شامل ہے۔ ان کی شخصیت میں قوت اور شوکت اور آواز میں آواز کی گونج پائی جاتی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنا طرہ دستار علاج کسا ہی سے کم نہیں جانتے“

سے تازہ خواہی داشتن گرداغ یا ئے سینہ ما

گا ہے گا ہے باز خوں این قصہ پارینہ را

حرف آخر

آخر میں گزارش ہے کہ کسی علاقہ ملک یا قوم کی تاریخ مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اُس علاقہ یا قوم کے پرانی دستاویزات دستیاب نہ ہوں یا ناپید ہو چکی ہوں اور صدیوں سے اس طرف توجہ نہ دی گئی ہو۔ میں دچہ زیر مطالعہ ادراقی میں فرد گزاشتوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ ان حالات میں ہم قارئین سے یہی گزارش کریں گے کہ وہ ان پر ہمدردانہ نظر رکھیں اور نکتہ پیمانی کرنے کی بجائے جس کوتاہیوں اور فرد گزاشتوں کی طرف متوجہ کریں اور مستند معلومات اور اپنے نیک مشوروں سے ہمیں مستفید ہونے کا موقع دیں تاکہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن کو اور زیادہ دلچسپ بنایا جاسکے۔

”یوسف لائی قوم کی سرگزشت“ کے شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس واقعات سے عبرت اور سبق حاصل کیا جائے اور قبائلی جھگڑاؤں اور جنبہ فہمی کی کشمکش اور پھیر چھڑک کی بجائے سارے پختون ایک اسلامی وحدت میں پروہ دیکھ جائیں اور مشترک برادری اور مساوات کا وہ اسلامی جوہر پھر سے زندہ کر دیا جائے جس نے پختون قوم کو بہت زماں تک دنیا کی قوموں میں سے افضل اور سرور قرار کیا تھا۔

روشن خان

موضوع نواس کل تحصیل صوابی ضلع مردان

پشاور

بڑا بازار ۲۹ دی البرہہ شکر پوری مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۹۷ء

تذکرہ

(پٹھانوں کی اعلیٰیت اور ان کی تاریخ)
 "تواریخ حافظ رحمت خانی" کی تدوین اور اس پر تحقیق و حواشی
 کے بعد خان روشن خان کا ایک اور عظیم نشان تاریخی کا نامہ
 پٹھانوں کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ

تذکرہ

پٹھان خاندانوں 'ان کے اکابر و مشائیر ان کی تاریخ اور ان کی اصل نسل
 کے بارے میں حقائق و انکار کا بیش قیمت مجموعہ

تذکرہ

جس میں خان روشن خان نے مشعل کی غلط بیانیوں کا تحقیق جواب دیا
 ہے اور تاریخ کی تمام غلط فہمیوں کا مورخانہ انداز میں انکشاف کیا ہے
 اس کتاب کا مقدمہ شہرہ حق پرندیسر ڈاکٹر بولان شاہ جہانپوری نے لکھا ہے
 جو تھا کہ پڑھیں نئے دیباچہ اور اہم اضافوں کے ساتھ۔

اعلیٰ درجہ کا آئٹ پیپر بہترین کتابت کی صورت جلد
 صفحات ۴۴۸ - قیمت ستائیس روپے

ملنے کا پتہ

روشن خان اینڈ کمپنی - تبا کوٹیلرز
 پھول چوک، جوڑا مارکیٹ - کراچی ۲

فون نمبر
 ۲۶۳۳۳۲

المستتر - ارشد علی خان

